خواتین کے لیے صاف ستھرا تفریحی ادب
ماہنامہ
آنچل
کراچی
JULY 2017

ماہنامہ
حجاب کراچی
جولائی 2017ء کے شمارے کی ایک جھلک
میرے خواب زندہ ہیں
نادیہ فاطمہ رضوی کا سلسلے وار ناول
دل کے دریچے
صدف آصف کا سلسلے وار ناول
شب آرزو تیری چاہ میں
نائلہ طارق کا منفرد سلسلے وار ناول
اس کے علاوہ
سمیرا ایاز، شازیہ مصطفیٰ، عابدہ سبین، فصیحہ آصف خان، سلمیٰ فہیم گل، ثمینہ فیاض
نزہت جبین ضیاء کی خوب صورت تحریریں
قارئین کے ذوق کے عین مطابق مستقل سلسلوں میں پڑھیے
طب نبویؐ، بزم سخن، کچن کارنر، آرائش حسن، عالم میں انتخاب
شوخیٔ تحریر، حسن خیال، ہومیو کارنر، شوبز کی دنیا، ٹوٹکے
پرچہ نہ ملنے کی صورت میں رجوع کریں / (021-35620771/2)
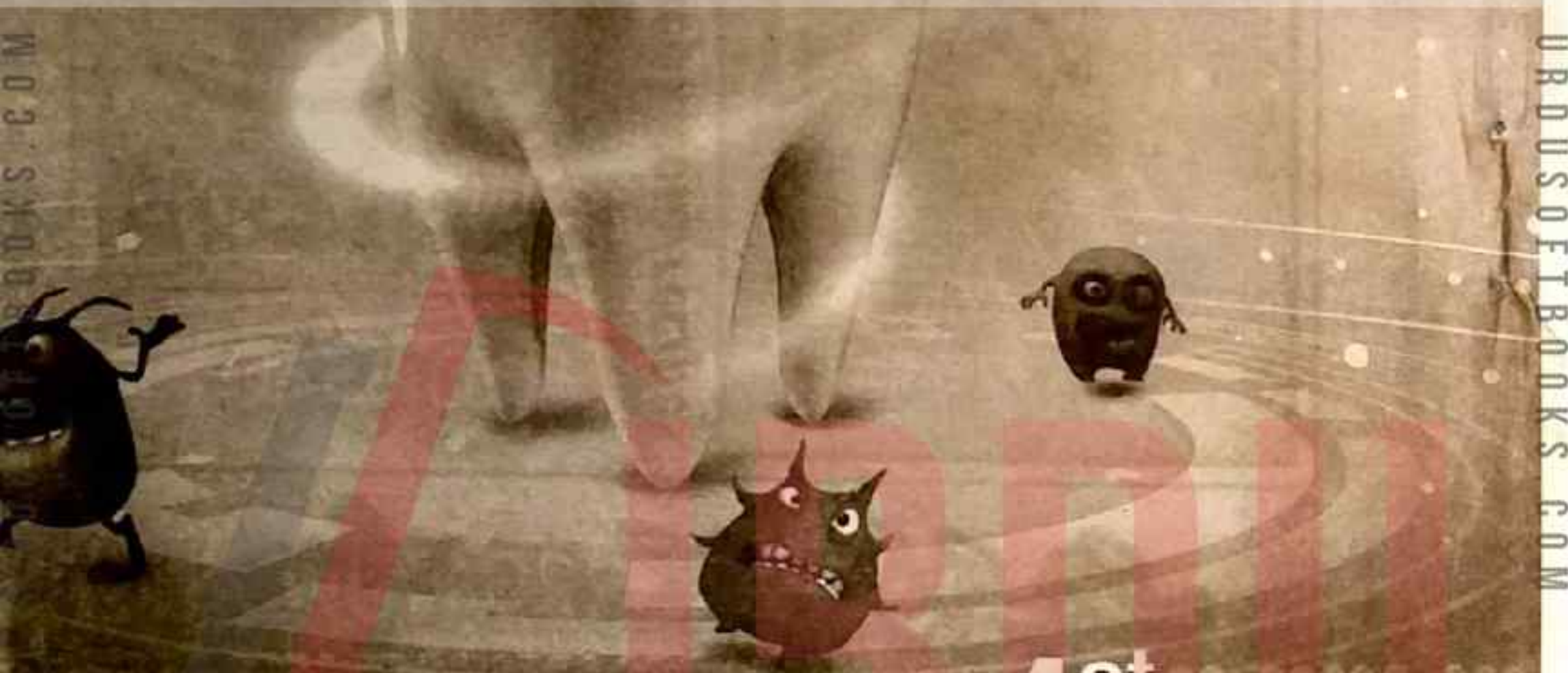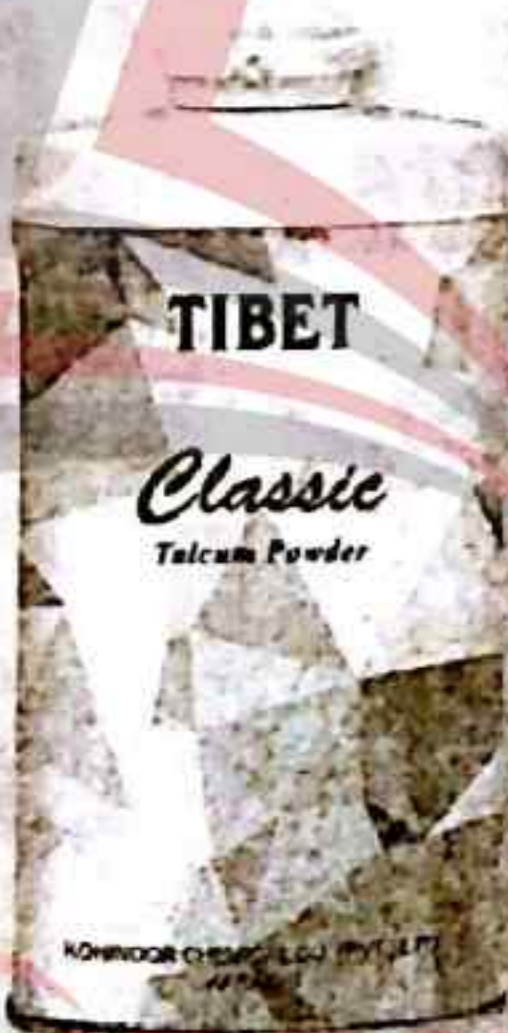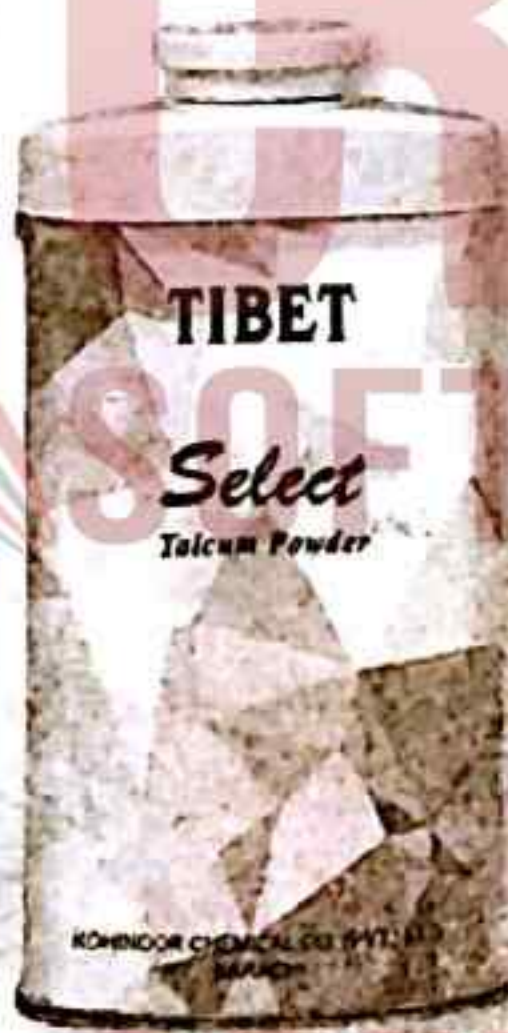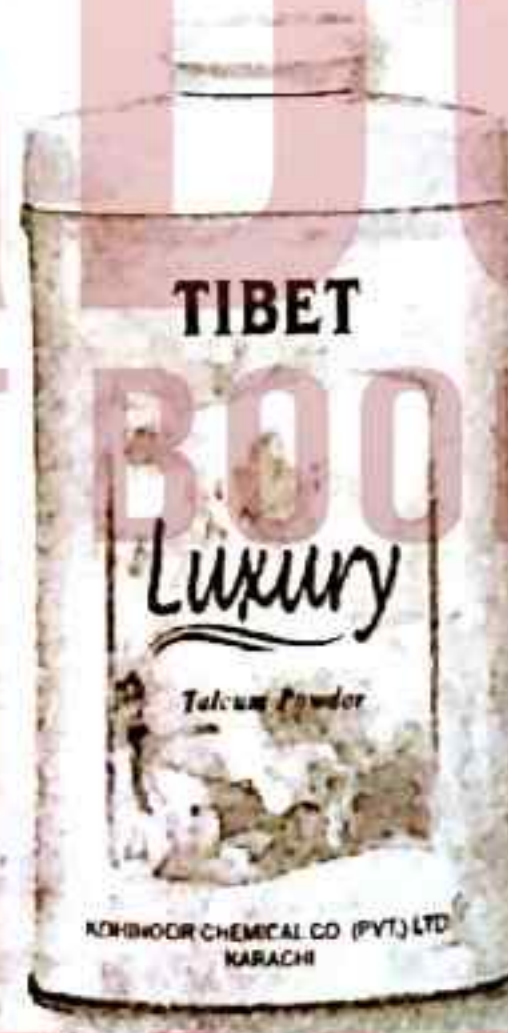
BAKE
PARLOR
Whole Wheat
Pasta
Hai Light
Woh Hai Right!
50%
less
Calories
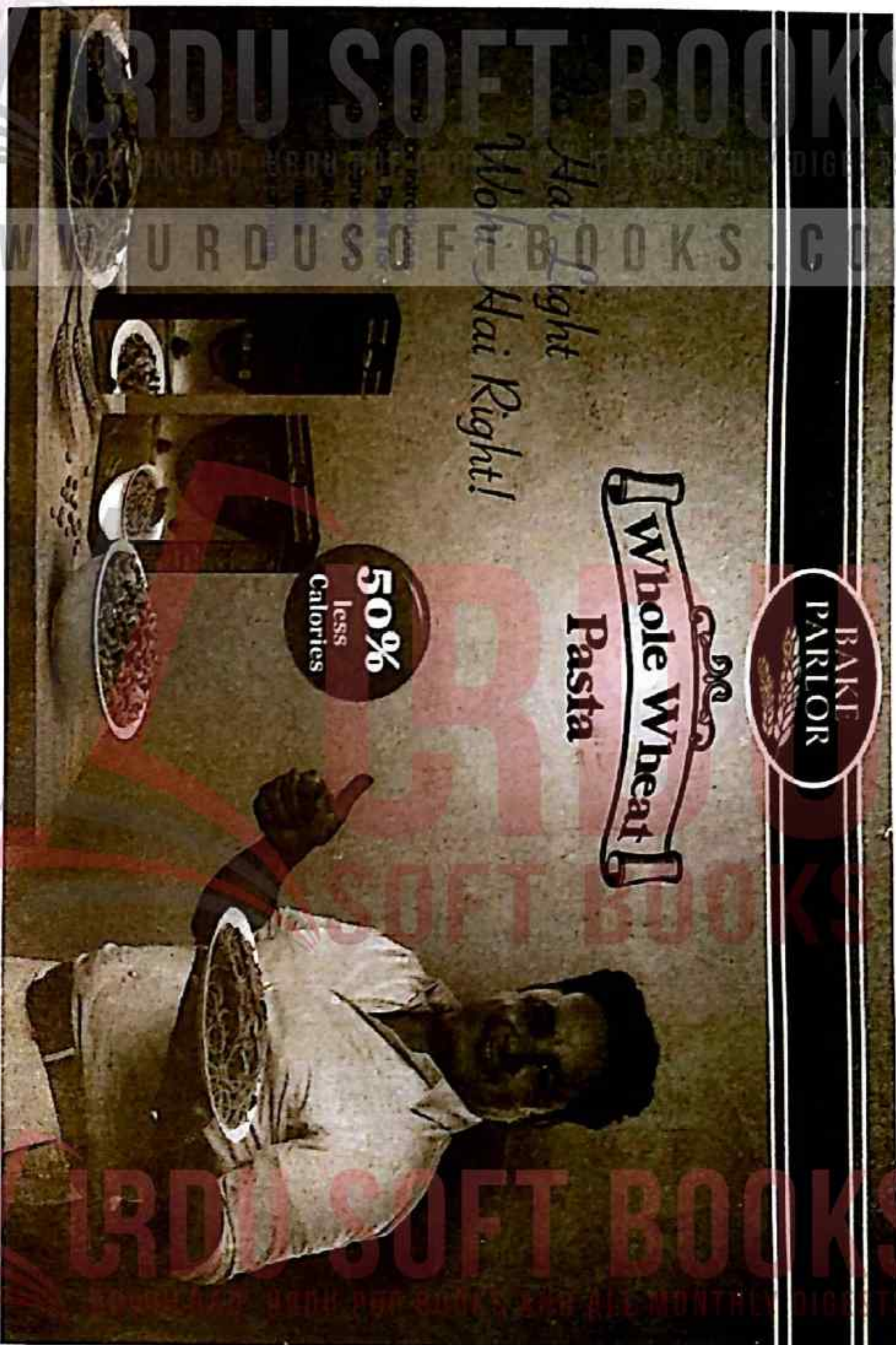
بانی مدیرہ زیب النساء
مدیر اعلیٰ مشتاق احمد قریشی
مدیرہ قیصر آرا
نائب مدیرہ سعیدہ نثار
مدیر خصوصی طاہر احمد قریشی
مدیرہ معاونین جویریہ احمد
روبینہ احمد
جلد 39
شمارہ 04
جولائی 2017
ماہنامہ آنچل کراچی
اشتہارات اور دیگر معلومات
0300-8264242
رُکن آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی
رُکن کونسل آف پاکستان نیوز پیپرز ایڈیٹر
رُکن چیمبر آف کامرس
aanchalpk.com
aanchalnovel.com
www.aanchalpk.com/blog
onlinemagazinepk.com/recipes
/Naeyufaq Aanchal & Hijab official group
/women.magazine

ابتدائیہ

دانش کدہ

ہمارا آنچل

عید سروے

سلسلہ وار ناول

مکمل ناول

ناولٹ

افسانے

پبلشر: مشتاق احمد قریشی پرنٹر، جمیل حسن / ابن حسن پرنٹنگ پریس

ہاکی اسٹیڈیم کراچی، دفتر کا پتا: 7 فرید چیمبرز، عبداللہ ہارون روڈ کراچی۔ 74400

سرورق: حمیرا مغل ...... آرائش: روز بیوٹی پارلر ...... عکاسی: موسیٰ رضا

مستقل سلسلے

خط وکتابت کا پتہ: "آنچل" پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی 74200 فون: 021-35620771/2
فیکس: 021-35620773 یکے از مطبوعات نئے افق پبلی کیشنز۔ ای میل info@aanchal.com.pk

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(بعض مرتبہ) شیطان ایک آدمی کی شکل میں آ کر لوگوں کو کوئی جھوٹی بات سنا دیتا ہے لوگ منتشر ہو جاتے ہیں اور بعد میں ان میں سے کوئی شخص (دوسرے سے) کہتا ہے کہ میں نے ایک شخص سے ایک بات سنی ہے اور چہرہ تو پہچانتا ہوں مگر نام نہیں جانتا وہ فلاں فلاں بات کہہ رہا تھا' اس طرح جھوٹی افواہیں پھیل جاتی ہیں اور فساد پھیل جاتا ہے۔'' (مسلم)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جولائی ۲۰۱۷ء کا آنچل بطور عید الفطر نمبر حاضرِ مطالعہ ہے۔

آنچل کا شمارہ جولائی عید نمبر دو حاضر خدمت ہے' تمام بہنوں کو عید مبارک' امید ہے کہ تمام بہنیں رمضان کے فیوض و برکات سے خوب فیض یاب ہوئی ہوں گی' میری دعا ہے کہ تمام بہنوں کو اللہ سبحان و تعالیٰ رمضان کی برکات و فیوض سے فیض یاب کریں' آمین۔ عید نمبر کی پسندیدگی کے لیے ادارے کے تمام کارکن آپ سب کے شکر گزار ہیں یہ آپ کی حوصلہ افزائی ہی ہے جو ہمیں حوصلہ اور کام کرنے کی لگن دیتی ہے آپ کی آرا اور مشورے ہمیں رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔ امید ہے کہ سابقہ عید نمبر کی مانند یہ عید نمبر دو بھی ان شاء اللہ آپ کو پسند آئے گا۔ میری اور میری ساتھی کارکنوں کی ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ ہم زیادہ سے زیادہ بہتر سے بہتر کہانیاں آپ کی خدمت میں پیش کریں لکھاری بہنوں خصوصاً نئی لکھنے والی بہنوں نے اس قدر کہانیاں ارسال کردی ہیں کہ انتخاب مشکل تر ہوتا جا رہا ہے آپ کے آنچل کے ساتھ اس کی سہیلی حجاب کا اجرا بھی اس باعث ہی کیا گیا تھا کیونکہ افسانہ یا کہانی بھیج دینے کے بعد ہر لکھنے والے کی خواہش ہوتی ہے وہ جلد از جلد چھپ جائے' ہماری کوشش بھی یہی ہوتی ہے کہ اچھا اور قابل اشاعت میٹر جلد از جلد شائع کردیا جائے لیکن اس کے باوجود بہت سی کہانیاں صفحات کی کمی کے باعث انتظار کی قطار میں لگی رہ جاتی ہیں آپ بہنوں سے گزارش ہے کہ ہر اچھی قابل اشاعت کہانی ضرور شائع ہوگی بس اپنی باری کا صبر و تحمل سے انتظار کرلیا کریں۔

اس ماہ کے ستارے

رفعت سراج، رفاقت جاوید، سمیرا شریف طور، یاسمین نشاط، اقرأ صغیر احمد، طلعت نظامی، نازیہ کنول نازی، صدف آصف، فرح طاہر، فاخرہ گل، عمارہ خان، اُم ایمن نعیم، سیدہ غزل زیدی، زندگی تنویر خلیل۔

اگلے ماہ تک کے لیے اللہ حافظ۔

دعا گو

قیصر آرا

حمد

تیرے نام پر اے مرے خدا
مرا دل فدا مری جاں فدا
مری روح کی ہے یہی غذا
ترا نام لب پہ رہے سدا
ہو تری رضا مری آرزو
اللہ جلّ جلالہ

تجھے بے نیازی کا واسطہ
ہو قبول یہ مری التجا
کہ برائے حضرتِ مصطفےٰ
ہو معاف مری ہر اک خطا
سرِ حشر رہ جائے آبرو
اللہ جلّ جلالہ

جو حسابِ روزِ حساب ہو
مرے دائیں ہاتھ کتاب ہو
مرے لب پہ نعتِ جناب ہو
نہ سوال ہو نہ جواب ہو
میں رہوں حضور کے روبرو
اللہ جلّ جلالہ

میں گناہ گار ہوں اے خدا
کوئی نیک کام نہ کرسکا
نہیں ہوسکا ترا حق ادا
ترا فضل، فضل ہے بے بہا
مجھے رکھنا حشر میں سرخرو
اللہ جلّ جلالہ

یہ دعا کرو میرے دوستو
کہ عطا ہو ذوق یہ نجم کو
کبھی نعت ہو کبھی حمد ہو
یہ دعا کرو یہ دعا کرو
مری چشم تر رہے باوضو
اللہ جلّ جلالہ

جناب نجم

نعت

رخ پر رحمت کا جھومر سجائے کملی والے کی محفل سجی ہے

مجھ کو محسوس یہ ہورہا ہے میرے آقا کی جلوہ گری ہے

مومنو تم اگر چاہتے ہو زیارت درِ مصطفےٰ کی

دل کی جانب نگاہیں جھکا دو سامنے کی گلی ہے

وہ سماں کیسا ذیشان ہوگا جب خدا مصطفےٰ ﷺ سے کہے گا

اب تو سجدے سے سر کو اٹھا لو آپ کی ساری امت بری ہے

واسطہ سید کربلا کا واسطہ فاطمہؓ کی ردا کا

میری جھولی بھی سرکار بھردو آپ نے سب کی جھولی بھری ہے

مجھ کو فکر شفاعت ہو کیوں کر دو کریموں کا سایہ مجھ پر

اک طرف رحمتِ مصطفےٰ ﷺ ہے اک طرف لطف ربِ جلی ہے

عبدالستار نیازی

editor_aa@aanchal.com.pk
www.facebook.com/EDITORAANCHAL

در جواب آں

مدیرہ

رفاقت جاوید...... اسلام آباد

پیاری بہن رفاقت! سدا سہاگن رہو ویسے تو آپ کی آمد تحریر کی صورت ہمارے لیے خوشی کا باعث بنتی ہے آپ نے پچھلے دنوں عمرے کی سعادت حاصل کی اور جس طرح اپنے سفر کے دوران ہمیں اپنی دعاؤں میں یاد رکھا اس کے لیے جزاک اللہ۔ آپ کی خراب طبیعت کا علم ہوا تو لبوں پر بے اختیار آپ کی صحت یابی کی دعا آ گئی اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے اور آپ کا قلمی تعاون یوں ہی ہمارے ساتھ برقرار رہے آمین۔ آپ بہنوں سے بھی دعائے صحت کی درخواست ہے۔

عنزہ یونس...... حافظ آباد

پیاری عنزہ! سدا مسکراؤ' چند ماہ کی غیر حاضری کے بعد آپ سے یہ نصف ملاقات بے حد اچھی لگی' آپ کی نگارشات وقتاً فوقتاً شائع کرنے کی کوشش کریں گے اور جو بھی نامساعد حالات درپیش ہیں دعا گو ہیں کہ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو آسانیاں عطا فرمائے' آمین۔ آنچل عید نمبر سے فراغت کے بعد ہی پڑھا جائے گا آپ کی سوچ میں اصلاحی پہلو نہایت عمدگی سے اپنی جھلک دکھاتا ہے۔ اس لیے امید ہے جلد اپنی تحریر کے ذریعے قارئین میں مقبولیت حاصل کرلیں گی' ہم آپ کی اصلاح اور رہنمائی کے لیے ہم قدم ہیں۔ نیرنگ خیال میں شاعری بعد از اصلاح کے بعد باری آنے پر لگ جاتی ہے پھر آپ کو یہ گمان کیونکر ہے کہ "میرا سارا کلام بے معنی" ان شاء اللہ آپ کا کلام بھی جلد شامل محفل ہوگا۔

جویریہ وسیم...... نامعلوم

پیاری جویریہ! جیتی رہو بزم آنچل میں آپ کی شرکت بہت اچھی لگی آئندہ اپنے شہر کا نام بھی ضرور لکھیے گا تاکہ یہ ملاقات ادھوری نہ رہے۔ آنچل کی پسندیدگی کے لیے مشکور ہیں' نازیہ کنول نازی تک آپ کی تعریف ان سطور کے ذریعے پہنچ جائے گی۔ سمیرا شریف طور کا ناول آنچل میں شروع ہوچکا ہے آپ آنچل کے صفحات پر انہیں پڑھ سکتی ہیں۔

اقرأ لیاقت...... حافظ آباد

ڈیئر اقرأ! شاد و آباد رہو آپ کے خط سے آپ کے مخلص و حساس جذبات کا بخوبی ادراک ہوا بے شک جس مسئلے کی طرف آپ نے نشاندہی کی ہے وہ ہرگز نظر انداز کیے جانے کا اہل نہیں لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آج مسلمان قوم اپنے ذاتی مفادات میں اس قدر الجھی ہوئی ہے کہ اسے اجتماعی سطح پر ہونے والے اپنے نقصانات کا احساس ہی نہیں' مسلمانوں میں فرقہ واریت کی اس کوشش کو ایک سازش کے طور پر پھیلایا جارہا ہے اور ہم مسلمان بہت آسانی سے اس سازش کا حصہ بن بھی رہے ہیں' مسلم ممالک پر ہوتے ظلم وستم کو بھول کر ان کی مدد کی خاطر آگے بڑھنے کی بجائے اس موضوع سے پہلو تہی کرتے ہیں' یہی حال میڈیا کا بھی ہے آپ نے جو کوشش کی ہے وہ سراہے جانے کے قابل ہے۔ آپ کے یہ خیالات پیغام کا حصہ بن گئے ہیں لیکن بعض اوقات کانٹ چھانٹ کرنا پڑتی ہے تاکہ سب بہنوں کو جگہ مل سکے' امید ہے سمجھ سکیں گی۔

ارم کمال...... فیصل آباد

عزیزی ارم! سدا سہاگن رہو خفگی و ناراضگی اور چاہت و محبت کا خوب صورت امتزاج بیک وقت آپ کے خط میں نظر آیا' بعض اوقات مخصوص صفحات کی بناء پر سب بہنوں کو جواب دینا مشکل ہوجاتا ہے اسی لیے ایسے شکوے شکایات پیدا ہوتے ہیں' آپ کو بھی عید کی ڈھیروں مبارک باد۔ اللہ سبحان و تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ آپ کو خوشیوں سے بھرپور ایسی بہت سی عیدیں دیکھنا نصیب ہوں آمین۔

ندا افتخار...... چشتیاں

ڈیئر ندا! شاد رہو بزم آنچل میں شرکت پر خوش آمدید' بعض اوقات ڈاک تاخیر سے موصول ہونے کے سبب آپ کی نگارشات جگہ بنانے میں ناکام رہ جاتی ہیں بہرحال اس بار

دوست کا پیغام میں آپ کا پیغام شامل ہے امید ہے خفگی و مایوسی دور ہوجائے گی آنچل کی پسندیدگی کے لیے شکریہ۔

روبی علی...... سید والہ

ڈیئر روبی! خوش رہو آپ کی نظم اگر ہمارے پاس ہوگی تو ضرور بعداز اصلاح لگ جائے گی اور اگر محکمہ ڈاک کی نذر ہوگئی تو کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ جو بھی حالات رہے ہوں ہم آپ کے لیے دعاگو ہیں کہ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کے لیے تمام معاملات میں آسانی عطا فرمائے آمین۔

یاسمین کنول...... پسرور

ڈیئر یاسمین! آباد رہو عید نمبر پسندیدگی کا شکریہ، سیمرا شریف طور کے ناول کو پسند کرنے پر آپ کے تعریفی کلمات و شکریہ ان سطور کے ذریعے مصنفہ تک پہنچ جائیں گے آپ کو بھی عید کی دلی مبارک باد پیش کرتے ہیں۔

ثوبیہ شہزادی...... راولپنڈی

ڈیئر ثوبیہ! جگ جگ جیو آپ کا مفصل خط موصول ہوا پڑھ کر تمام کیفیات کا بخوبی اندازہ ہوگیا آپ جس تکلیف دہ مرحلے سے گزری ہیں بے شک اس نے بہت سے چہروں کی اصلیت اور حقائق آپ پر واضح کردیئے اور یہی وقت ہر انسان کے لیے مشکل اور تکلیف دہ ہوتا ہے جب بھروسہ اور اعتبار ٹوٹتا ہے بہرحال ایسے میں جب اپنوں نے بے حسی اختیار کررکھی ہے آپ تمام معاملات اللہ سبحان وتعالیٰ کے سپرد کردیں اپنے تمام دکھ ومسائل اس ذات سے شیئر کرلیں جو ہر دکھ درد کا مداوا کرنے والا ہے۔ اسپتالوں میں ڈاکٹروں کی بے حسی تو سب کے لیے ہی تکلیف دہ ہے آج انسانی جان سے زیادہ پیسہ اہمیت رکھتا ہے جہاں چند نوٹوں کے عوض مریض کی زندگی کو داؤ پر لگادیا جاتا ہے دعاگو ہیں کہ اللہ سبحان وتعالیٰ ایسے لوگوں کو ہدایت عطا کرے آمین۔ آپ کی صحت کاملہ کے لیے اللہ سبحان وتعالیٰ سے دعاگو ہیں قارئین سے بھی دعائے صحت کی اپیل ہے۔

کرن ملک...... جتوئی

ڈیئر کرن! سدا مسکراؤ آپ کا پیغام باعث تاخیر موصول ہونے کے سبب اس بار اپنی جگہ بنانے میں ناکام رہا بہرحال آئندہ کے لیے محفوظ کرلیا ہے جلد لگانے کی کوشش کریں گے اور آپ کی تجاویز بھی نوٹ کرلی ہیں۔

شگفتہ خان...... بھلوال

عزیزی شگفتہ! سدا آباد رہو طویل عرصے کی غیر حاضری کے بعد آپ سے نصف ملاقات بہت اچھی لگی یہ جان کر بے حد خوشی ہوئی کہ تعلیمی مصروفیت کے دوران بھی آپ کا ناتا اپنے آنچل سے برقرار رہا۔ بے شک ایم فل کی پڑھائی اور انتھک محنت قابل قدر ہے اور اس دوران ہم آپ کی مصروفیات کا اندازہ بخوبی لگا سکتے ہیں بہرحال اب فرصت دستیاب ہوگئی ہے تو بزم آنچل میں شرکت کرتی رہیے گا اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو دین و دنیا کے تمام امتحانات میں کامیابی عطا فرمائے آمین آنچل پسندیدگی کے لیے مشکور ہیں۔

سارہ بانو...... منڈی بہاؤالدین

پیاری سارہ! جگ جگ جیو یہ جان کر بے حد خوشی ہوئی کہ آنچل نے اپنی تحریروں کے ذریعے آپ کی سوچ میں مثبت تبدیلی پیدا کی اور آپ کو زندگی کے ہر موڑ پر رہنمائی عطا کی۔ بے شک آپ کے یہ چند تعریفی کلمات ہمارے لیے قابل فخر اور باعث تسکین ہیں کیونکہ ہمارا اصل مقصد اصلاح اور بہتری کا ہی ہے کہانی کے پیرائے میں ایسے عمدگی سے نصیحت کرنا کہ پڑھنے والا زندگی کے رموز سے واقفیت حاصل کرتے اپنے لیے درست راہ کا انتخاب کرے آپ کے خط کا تفصیلی جواب حاضر ہے امید ہے کہ اب تشنگی باقی نہیں رہے گی آئندہ بھی شرکت کرتی رہیے گا۔

صباحت عائشہ قریشی...... چنیوٹ

پیاری صباحت! شاد وآباد رہو پہلی بار بزم آنچل میں آپ کی شرکت بہت اچھی لگی۔ آنچل اور آپ کے دیرینہ ساتھ کے متعلق جان کر خوشی ہوئی یقیناً آپ کا مطالعہ وسیع اور گہرا ہے جب ہی آپ نے آسانی آنچل کا بخوبی تجزیہ کیا اور کسی حد تک درست بھی ہے۔ آج کل اصلاحی موضوع پر زیادہ فوکس کیا جارہا ہے وجہ یہی ہے کہ آپ جیسے پڑھنے والے قارئین کو اچھا پیغام درست سمت اور بہترین راہ کا انتخاب کرنے میں آسانی ہو۔ خیر وشر کا تقابل بھی اسی صورت پیش کیا جاتا ہے۔ آپ

کے شہر چنیوٹ سے مختصر سا تعارف اچھا لگا بے شک ہمارے وطن عزیز کا ہر گوشہ خوب صورت و بے مثال ہے۔ آپ اگر لکھنے میں دلچسپی رکھتی ہیں تو ہم کو بھی اپنے مضامین و دیگر موضوعات ارسال کرسکتی ہیں ضرور حوصلہ افزائی کی جائے گی۔ آئندہ بھی شریک محفل رہیے گا' اپنا تعارف الگ سے ہمارا آنچل میں ارسال کردیں ضرور لگ جائے گا۔

حاجرہ حیدر...... چکوال

پیاری حاجرہ! سدا شاد رہو' آپ کی ارسال کردہ تحریر "روگ رگ جاں کا مارا میں" پڑھ ڈالی' خوب صورت الفاظ سے آپ نے کہانی میں دلکشی پیدا کرنے کی کوشش کی ہے لیکن بعض جگہ انداز تحریر میں پختگی نہیں البتہ ابھی آپ طفل مکتب ہیں لہٰذا تحریر کو کانٹ چھانٹ کے بعد لگادیں گے' آئندہ ان چیزوں کا خیال رکھیں موضوع کی انفرادیت کو پیش نظر رکھ کر قلم اٹھائیں' اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کے قلم میں مزید پختگی عطا فرمائے آمین۔ یہ کامیابی مبارک ہو۔

نائمہ غزل...... کراچی

ڈیئر نائمہ! خوش وخرم رہو' آپ کی ارسال کردہ تحریر "خسارہ" اپنے موضوع کی انفرادیت اور اصلاحی موضوع کے سبب جگہ بنانے میں کامیاب رہی۔ امید ہے آئندہ بھی اسی طرح کے موضوعات پر قلم اٹھا کر اصلاح کا فریضہ سرانجام دیتی رہیں گی' انتظار کی جو زحمت ہوئی اس کے لیے معذرت۔

کرن نعمان...... کراچی

عزیزی کرن! سدا مسکراتی رہو' شب ظلمت میں میں نکلا چاند کے عنوان سے آپ کی تحریر اپنی جگہ بنانے میں کامیاب رہی۔ معاشرے کے تلخ حقائق کو نہایت عمدگی سے آپ نے اس کہانی میں پیش کیا ہے۔ یہ تحریر جلد لگانے کی کوشش کریں گے آپ دیگر موضوعات پر بھی قلم اٹھائیں تاکہ آپ کے لکھنے میں مزید بہتری آئے۔

ام ایمان قاضی...... ڈیرہ غازی خان

ڈیئر ام ایمان! شاد رہو' آپ کا شکوہ بجا ہے کہ آپ بہنوں کو انتظار کے جانگسل لمحات سے گزرنا پڑتا ہے لیکن صفحات کی قلت اور کہانیوں کی کثرت سے یہ گلہ پیدا ہوتا ہے ہماری کوشش یہی ہوتی ہے کہ سب کو یکساں موقع مل سکے لیکن بعض اوقات کچھ خاص نمبرز میں شمولیت کے سبب اور کرنٹ افیئرز پر لکھی گئی تحریریں جلد لگ جاتی ہیں آپ کی تحریر منتخب ہوگئی ہے ان شاء اللہ جلد لگادیں گے۔

تمنا بلوچ...... ڈی آئی خان

عزیزی تمنا! سدا خوش رہو' آپ کا پیغام اور بیٹی کی تصویر موصول ہوگئی ہے آئندہ دوست کا پیغام میں لگانے کی ضرور کوشش کریں گے اس بار پرچہ تکمیلی مراحل میں ہے اس لیے چاہ کر بھی نہیں لگا سکتے' آپ کی صحت وتندرستی کے لیے دعا گو ہیں کہ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کے لیے آسانیاں عطا فرمائے اور اپنی رحمتوں اور نعمتوں سے آپ کا دامن بھر دے آمین۔

اقرأ حفیظ...... کھلابٹ ٹائون شپ

پیاری اقرأ! سدا آباد رہو' "کچھ کر دکھائیں" کے عنوان سے آپ کا آرٹیکل موصول ہوگیا ہے' جس میں پاکستانی قوم کے لیے ایک اچھا پیغام اور نصیحت ہے' کوشش کریں گے کہ اگست کے شمارے کی زینت بن سکے' آئندہ بھی شریک محفل رہے گا اب جواب حاضر ہے امید ہے خفگی و ناراضگی ختم ہوجائے گی۔

ماریہ مسعود...... راولپنڈی

ڈیئر ماریہ! جگ جگ جیو' آپ کی تحریر "تیرے پیار میں ہوجاؤں فنا" موصول ہوئی' پڑھ کر اندازہ ہوا کہ ابھی آپ کو مزید محنت کی ضرورت ہے۔ مایوس ہونے کی جگہ مطالعہ کو وسیع کریں اور نامور مصنفین کی تحریروں کو اپنے مطالعہ کا حصہ بنائیں' امید ہے تشفی ہوجائے گی۔

معافیہ شیخ...... اسلام آباد

گڑیا معافیہ! سدا خوش رہو' آپ کی تحریر "مقصد حیات" موصول ہوئی' آپ کے منفرد موضوع اور انداز نے اپنی جگہ بنانے میں مدد دی' امید ہے آئندہ اس طرح کے موضوع کو اپنے مزاج کا حصہ بناتے ہوئے لکھنے کا سفر جاری و ساری رکھیں گی۔

سلمیٰ غزل...... کراچی

پیاری بہن! سدا سہاگن رہو' آپ کی تحریر موصول ہوگئی

ہے جلد لگانے کی کوشش کریں گے' سال بھر انتظار کی وجہ یہی ہے کہ بہت سی بہنوں کی تحریریں باری کے انتظار میں ہیں لیکن صفحات کی مخصوص تعداد ہونے کی بناء پر اکثر آپ بہنوں کو یہ شکوہ ہوتا ہے' بہرحال اس بار یہی کوشش ہے کہ آپ کی تحریر جلد لگ جائے' دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

لبنیٰ شکیلہ...... اولکھ جٹاں

ڈیئر لبنیٰ اسد! مسکراؤ' آپ کا ارسال کردہ "افسانچہ" "بے وفا یا سنگدل افسانے کے معیار پر پورا نہیں اترتا ایسی چیزیں یادگار لمحے میں شائع ہوسکتی ہیں لیکن بطور افسانہ نہیں امید ہے آئندہ اس فرق کو ملحوظ خاطر رکھیں گی۔

تمنا شاہ...... ڈیرہ غازی خان

عزیزی تمنا! شاد و آباد رہو' مفصل خط پڑھ کر آپ کی شوخ و چنچل طبیعت کا بخوبی اندازہ ہوگیا۔ پیغام آئندہ شمارے میں لگانے کی کوشش کریں گے اس بار باعث تاخیر موصول ہونے کے سبب شامل نہ کرسکے آپ کے نقصان پر بے حد افسوس ہوا لیکن اس میں کچھ حماقت آپ کی بھی ہے۔ بہرحال خوش رہیں۔

ایمن علی...... شاہدرہ' لاہور

پیاری ایمن! جیتی رہو آپ کی ارسال کردہ تحریر "سائے" کے عنوان سے حاصل ہوئی' بے جا طوالت نے کہانی کے حسن کو متاثر کیا ہے ابھی آپ مختصر افسانے کی طرف آئیں اور کسی موضوع پر افسانہ لکھ بھیجیں اور یہ خیال رکھیں کہ تحریر کی فوٹو کاپی ارسال کرنے کی بجائے اصل تحریر بھجوائیں بصورت دیگر تحریر پڑھی نہیں جائے گی' امید ہے ان باتوں کو پیش نظر رکھیں گی۔

قابل اشاعت:

راجو اور نواب دل' محبتوں کے حسین خواب' پہلی کرن' میری بیٹی پرائی بیٹی' خوب صورت عشق' چور دروازے' قبلہ انتظار' پرچم ستارہ ہلال' میری جنت' محبت قرض ہے' خسارہ' تم ملو تو عید ہو' ہر امعیار' تحفہ عید' عید اپنوں کے سنگ' عید چاند سامنے ہے عید کا' کچھ کر دکھائیں' تخلیق کار' خوشیوں سے بھری عید' محبت ہمسفر میری' نظر کے سامنے۔

ناقابل اشاعت:

ع سے عورت' تم سے اتنا ہے گلہ' بکھرے صفحات' روٹی' کانٹے کی طرح' کہانی ایک محبت کی' زری کی عیدی' رشتے انمول ہوتے ہیں' نور برسے گا' تیری چاہت کا صنم' اے حضورﷺ ہمیں معاف کردیں' وعدہ تو ٹوٹ جاتا ہے' غربت' چمکتی آنکھیں' بے وفا یا سنگدل' دلی سکون' رسوائی' پس پردہ' تقدیر اور وفا' خوابوں کی ادلا بدلی' باہمت بیٹیاں' بے وجہ انتظار' محافظ' محبت یا ہوس' عبرت' حسن بہادگی' میرے رہنما تیرا شکریہ' آگاہی' مجھے کیا بُرا تھا مرنا' دیئے دے سر گھنا' تقدس رمضان' کوؤں کی کائیں کائیں' خسارہ' محبت فاتح' مجھے تتلی نہیں بننا' پیار تھا یا نفرت' انمول محبت' موم اور پتھر' معاشرہ اور عورت کے حقوق' تو چاند میری عید کا' رمیس' مسکراتا ہوا عید کا چاند' دل ریزہ ریزہ گنوادیا۔

مصنفین سے گزارش

☆ مسودہ صاف خوش خط لکھیں۔ ہاشیہ لگائیں صفحہ کی ایک جانب اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں اور صفحہ نمبر ضرور لکھیں اور اس کی فوٹو کاپی کرا کر اپنے پاس رکھیں۔

☆ قسط وار ناول لکھنے کے لیے ادارہ سے اجازت حاصل کرنا لازمی ہے۔

☆ نئی لکھاری بہنیں کوشش کریں پہلے افسانہ لکھیں پھر ناول یا ناولٹ پر طبع آزمائی کریں۔

☆ فوٹو اسٹیٹ کہانی قابل قبول نہیں ہوگی۔ ادارہ نے ناقابل اشاعت تحریروں کی واپسی کا سلسلہ بند کردیا ہے۔

☆ کوئی بھی تحریر نیلی یا سیاہ روشنائی سے تحریر کریں۔

☆ مسودے کے آخری صفحہ پر اپنا مکمل نام پتا خوشخط تحریر کریں۔

☆ اپنی کہانیاں دفتر کے پتا پر رجسٹرڈ ڈاک کے ذریعے ارسال کیجیے۔ 7، فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ۔ کراچی۔

ترجمہ۔ ثابت ہونے والی ہے۔ ثابت ہونے والی کیا ہے؟ اور تجھے کیا معلوم کہ وہ ثابت شدہ کیا ہے؟ (سورہ الحاقہ۔ ۱ تا ۳)

تفسیر۔ اس سورہ مبارکہ الحاقہ جس کی یہ آیات ہیں اس کا موضوع اور محور ہولناک مشاہد قیامت ہے۔ اس سورہ کا آغاز بھی قیامت کے ایک نام سے کیا گیا ہے۔ یہ نام قیامت کا اظہار اپنے تلفظ اور مفہوم دونوں سے کرتا ہے۔ الحاقہ اس آفت کو کہا جاتا ہے جس کا آنا لازماً مقرر ہو چکا ہو۔ جس کا نزول لازمی ہو جس کا ہونا اٹل ہو۔ یہ تمام مفہوم ایسے ہیں جن کے اندر قطعیت مفہوم ہے۔ لہٰذا قیامت کے لیے اس سورہ مبارکہ میں الحاقہ کا استعمال اس کے موضوع اور مضمون کے اعتبار سے نہایت مناسب ہے۔ اس میں امرِ الٰہی ثابت ہے اور یہ بھی کہ قیامت ہر صورت وقوع پذیر ہونے والی ہے اس لیے اسے الحاقہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اسی سورہ مبارکہ میں آگے چل کر قیامت واقع ہونا بتایا جارہا ہے کہ قیامت کس طرح واقع ہوگی۔

ترجمہ۔ پس جب کہ صور میں ایک پھونک پھونکی جائے گی۔ اور زمین اور پہاڑ اٹھا لیے جائیں گے اور ایک ہی چوٹ میں ریزہ ریزہ کردیئے جائیں گے۔ اس دن وہ ہو پڑنے والی (قیامت) ہو پڑے گی۔ اور آسمان پھٹ جائے گا اور اس دن بالکل بودا ہو جائے گا۔ (سورۃ الحاقہ۔ ۱۳ تا ۱۶)

تفسیر۔ ان آیات مبارکہ میں یہ بتایا جارہا ہے کہ قیامت کس طرح واقع ہوگی۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام کی ایک ہی پھونک سے یہ برپا ہو جائے گی۔ زمین اور پہاڑ قدرتِ الٰہی سے اپنی اپنی جگہوں سے اٹھا لیے جائیں گے اور انہیں ان کی جگہ سے اکھاڑ دیا جائے گا۔ ان کی تمام مضبوطی ریزہ ریزہ ہو جائے گی اور ہر چیز پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گی۔ آسمان بھی پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔ آج بھی ہم اگر اپنے گرد و پیش دیکھیں تو ہمیں نظر آتا ہے کہ ذرا سی زمین کی جنبش یعنی زلزلہ کس طرح بستیوں کی بستیاں تہس نہس کر کے رکھ دیتا ہے۔ نہ پانی' نہ خوراک' تمام حیات نظام زندگی درہم برہم ہو جاتا ہے۔ جب بروزِ قیامت اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم سے صور پھونکا جائے گا تو زمین آسمان پہاڑ دریا بہت کچھ دھنکی ہوئی روئی کی مانند دھنک جائے گا اُس تباہی و بربادی کا ہم تصور تک نہیں کرسکتے سورۃ النمل میں اس طرح آیا ہے۔

ترجمہ۔ جس دن صور پھونکا جائے گا تو سب کے سب آسمانوں والے اور زمین والے گھبرا اٹھیں گے مگر جسے اللہ تعالیٰ چاہے' اور سارے کے سارے عاجز و پست ہو کر اس کے سامنے حاضر ہوں گے۔ اور آپ پہاڑوں کو دیکھ کر اپنی جگہ جمے ہوئے خیال کرتے ہیں لیکن وہ بھی بادل کی طرح اڑتے پھریں گے یہ ہے صنعت اللہ کی جس نے ہر چیز کو مضبوط بنایا ہے جو کچھ تم کرتے ہو اس سے وہ باخبر ہے۔ (سورۃ النمل۔ ۸۷۔ ۸۸)

تفسیر۔ صور سے مراد وہی قرن ہے جس میں حضرت اسرافیل علیہ السلام اللہ کے حکم سے پھونک ماریں گے یہ نفخے دو یا دو سے زیادہ ہوں گے۔ پہلے نفخے (پھونک) میں ساری دنیا گھبرا کر بے ہوش ہو جائے گی اور دوسرے نفخے میں موت سے ہم کنار ہو جائے گی۔ تیسرے نفخے میں سب کے سب اپنی اپنی قبروں سے زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے اور بعض کے

نزدیک ایک چوتھا نفخہ ہوگا جس سے سب کے سب میدانِ محشر میں اکٹھے ہو جائیں گے۔ اس آیتِ مبارکہ میں مستثنیٰ لوگوں کا ذکر بھی ہے بعض کے نزدیک یہ انبیاء شہداء بعض کے نزدیک فرشتے۔ امام شوکانی فرماتے ہیں کہ ممکن ہے اہلِ ایمان حقیقی گھبراہٹ سے محفوظ ہوں۔ قیامت والے دن پہاڑ جو اپنی جگہ جمے نظر آتے ہیں اپنی جگہوں پر نہیں رہیں گے بلکہ وہ بادلوں کی مانند چلیں گے اور ہوا میں اڑتے پھریں گے۔ یعنی یہ اللہ کی قدرت عظیم سے ہوگا۔ ہر وہ چیز جسے اس نے مضبوط بنایا ہے وہ تمام کی تمام روئی کے گالوں کی طرح ہوا میں تیرتی پھرے گی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ تو ہر چیز پر ہر ہر طرح سے قادر ہے ایسے دن جب ہر طرف تباہی بربادی ہوگی ہر چیز تہس نہس ہوگی لوگوں پر گھبراہٹ طاری ہوگی آج بھی اگر ہم خوف کی سی کیفیت کا شکار ہوتے ہیں تو ہمارے حلق میں کانٹے پڑ جاتے ہیں ہمیں شدید پیاس لگ جاتی ہے تو قیامت کے دن جب ہر کسی پر حقیقی گھبراہٹ خوف کا غلبہ ہوگا ہر کوئی شدید پیاس میں مبتلا ہوگا سوائے ان کے جنہیں اللہ محفوظ رکھے گا تب اس وقت پانی کی قدر و قیمت کا اندازہ ہوگا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایسے ہی وقت اور موقع کے لیے اپنے محبوب اور پیارے نبی کو ان کی امت کے لیے حوضِ کوثر عطا فرمایا ہے تاکہ اس روز اللہ کے آخری اور محبوب نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو ہر وقت اپنی امت کے لیے فکر مند و پریشان رہتے تھے کسی قسم کی فکر و پریشانی میں مبتلا نہ ہوں اور اپنی امت کو اپنے حوضِ کوثر سے سیراب کریں کوثر کا انعام اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے پیارے نبی کو ہی عطا فرمایا ہے۔ ان سے پہلے کسی نبی کو ایسا عظیم الشان جلیل القدر تحفہ نہیں بخشا گیا۔ دنیا کی آخیر اور قیامِ قیامت کے بارے میں کچھ اقتباسات قرآن و احادیث سے جو علامہ جلال الدین سیوطیؒ کی کتاب ''البدور السافرہ'' سے یہاں نقل کیے جا رہے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بیان فرمایا کہ ''جب اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے سے فارغ ہوئے تو صور کو پیدا کیا اور حضرت اسرافیل علیہ السلام کو دے دیا۔ چنانچہ حضرت اسرافیل علیہ السلام اس کو اپنے منہ پر رکھے ہوئے ہیں اور اپنی نگاہ عرش کی طرف لگائے ہوئے ہیں اور انتظار میں ہیں کہ کب حکم مل جائے (کہ صور پھونکوں)۔'' میں نے عرض کیا۔ ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صور کیا ہے؟'' فرمایا۔ ''ایک سینگ ہے۔'' میں نے عرض کیا۔ ''کیسا ہے؟'' فرمایا۔ ''بہت بڑا ہے۔ اس کے منہ کے دائرے کی وسعت آسمانوں اور زمین کی چوڑائی کے مثل ہے۔ اس میں تین مرتبہ پھونک (نفخا) ماری جائے گی۔ پہلی پھونک گھبراہٹ کے لیے ہوگی دوسری پھونک موت کے لیے ہوگی اور تیسری پھونک اللہ رب اللعالمین کے حضور پیش ہونے کے لیے ہوگی۔ اللہ تعالیٰ حضرت اسرافیل کو پہلے نفخہ کا حکم دے کر فرمائیں گے کہ گھبراہٹ کا نفخہ پھونکو اس سے سارے آسمانوں اور زمین والے گھبرا اٹھیں گے مگر جس کو اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ رکھنا چاہیں گے اللہ تعالیٰ ان کو حکم دیں گے تو وہ اس نفخہ کو طویل کر دیں گے کوئی وقفہ نہیں کریں گے۔ البدور السافرہ فی امور الاخرہ اس کے مطابق اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن حکیم میں ارشاد فرماتے ہیں۔

ترجمہ۔ اور یہ لوگ بس ایک زور کی چیخ کے منتظر ہیں جس میں دَم لینے کو گنجائش نہ ہوگی۔ (سورۃ ص۔ ۱۵)

یعنی صور پھونکنے کے ساتھ ہی قیامت برپا ہو جائے گی اور صور پھونکنے کے بعد اتنا وقفہ بھی نہیں ملے گا جتنا کہ کسی گائے یا بھینس کا دودھ دوہنے کے درمیان میں وقفہ دیا جاتا ہے اس روز پہاڑ بادلوں کی طرح چلیں گے حتیٰ کہ سیراب ہو جائیں گے اور زمین اپنے باسیوں سمیت خوب حرکت کرے گی اور مثل سمندر میں بھنور کی کشتی کے ہوگی جس کو موجیں تھپیڑے مارتی ہوں جو اپنے بیٹھنے والوں کو لے کر گھوم رہی ہو۔ اس کے متعلق اللہ عزوجل اس طرح فرماتے ہیں۔

ترجمہ۔ جس روز ہلا دینے والی چیز ہلا ڈالے گی جس کے بعد ایک پیچھے آنے والی چیز آئے گی۔ (سورۃ النزعٰت۔ ۶۔۷)

ہلا دینے والی چیز نفخہ اولیٰ جسے نفخہ فنا بھی کہتے ہیں جس سے ساری کائنات کانپ اٹھے گی اور لرز اٹھے گی اور ہر چیز فنا

ہوجائے گی اور اُس کے پیچھے آنے والی چیز دوسرا نفخہ ہوگا جس سے سب لوگ جو پہلے نفخہ سے فنا ہوگے تھے زندہ ہوکر قبروں سے نکل آئیں گے یہ دوسرا نفخہ پہلے نفخہ سے چالیس سال کے وقفے سے ہوگا آیت مبارکہ میں رادفۃ اس لیے کہا گیا ہے کہ یہ پہلے نفخے کے بعد ہی ہوگا یعنی نفخہ ثانی نفخہ اولیٰ کا ردیف ہے۔

جب زمین لوگوں کو اپنی پشت پر لے کر گھومے گی تو دودھ پلانے والیاں (اپنے بچوں سے) غافل ہوجائیں گی اور حاملہ کے حمل گر جائیں گے۔ بچے بوڑھے ہوجائیں گے اور شیاطین گھبراہٹ سے بھاگنے کے لیے اڑتے پھرتے ہوں گے حتیٰ کہ زمین کے کونوں پر پہنچیں گے تو ان کو سامنے فرشتے ملیں گے جو ان کے چہروں کو ماریں گے۔ اس کے متعلق اللہ عزوجل قرآن حکیم میں اس طرح فرمارہا ہے۔

ترجمہ۔ اور مجھے تم پر ہانک پکار کے دن کا بھی ڈر ہے۔ جس دن تم پھیر کر لوٹوں گے، تمہیں اللہ سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا اور جسے اللہ گمراہ کردے اُس کا ہادی کوئی نہیں۔ (سورۃ المومن۔ ۳۲۔۳۳)

تنادی کے معنی ہیں ایک دوسرے کو پکارنا یہاں قیامت کو یوم تناد اس لیے کہا گیا ہے کہ اُس دن لوگ ایک دوسرے کو پکاریں گے اہل جنت اہلِ نار کو اور اہلِ نار اہلِ جنت کو آوازیں دیں گے جیسا کہ سورۃ الاعراف کی آیت نمبر ۴۸ اور ۴۹ میں بھی آیا ہے بعض مفسرین کے مطابق محشر میں میزان کے پاس ایک فرشتہ جو گا جو بدبخت لوگوں کو چیخ کر بلائے گا۔ (ابن کثیر)

اُس روز لوگ اس حالت میں ہوں گے کہ زمین پھٹ جائے گی۔ ایک حصہ دوسرے میں دھنس جائے گا یہ لوگ ایک امرِ عظیم کو دیکھیں گے، پھر یہ آسمان کی طرف دیکھیں گے تو وہ تیل کی تلچھٹ کی طرح ہوگا، پھر پھٹ جائے گا اور ستارے جھڑ جائیں گے۔ سورج چاند بے نور ہوجائیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس دن مرنے والے کچھ نہ جانتے ہوں گے۔ میں نے عرض کیا یارسول صلی اللہ علیہ وسلم "الاماشاء" اللہ تعالیٰ نے کس کو مستثنیٰ کیا ہے؟ ارشاد فرمایا یہ شہداء ہوں گے۔ یہ گھبراہٹ اس وقت کے زندہ لوگوں کے لیے ہوگی جب کہ شہداء تو اللہ کے یہاں زندہ ہیں اور رزق پاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس دن کے شر سے محفوظ رکھے گا۔ یہ ایک عذاب ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ اپنی نافرمان مخلوق پر مسلط کریں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

(تفسیر ابن کثیر، تفسیر ابن جریر، فتح الباری، ابن ابی حاتم)

ترجمہ۔ اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو۔ یقیناً قیامت کا زلزلہ بڑی بھاری چیز ہے۔ جس روز تم اس کو دیکھو گے اس روز تمام دودھ پلانے والیاں اپنے دودھ پیتے بچے بھول جائیں گی اور تمام حمل والیوں کے حمل گر جائیں گے اور لوگ نشے کی سی حالت میں دکھائی دیں گے حالانکہ وہ نشے میں نہیں ہوں گے۔ لیکن اللہ کا عذاب بڑا ہی سخت ہے۔ (سورہ الحج۔۱۔۲)

آیت مبارکہ میں جس زلزلے کا ذکر ہے، اُس کے نتائج دوسری آیت میں بیان کردیے گئے ہیں جس کا مطلب ہے کہ لوگوں پر سخت خوف، دہشت اور گھبراہٹ طاری ہوجائے گی۔ ایسا قیامت سے قبل ہوگا اس کے ساتھ ہی دنیا فنا ہوجائے گی اور یہ کیفیت اُس وقت بھی ہوسکتی ہے جب لوگوں کو قبروں سے اٹھا کر میدانِ حشر میں جمع کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ جب تک چاہیں گے لوگ اس عذاب میں رہیں گے پھر اللہ تعالیٰ حضرت اسرافیل علیہ السلام کو حکم دیں گے تو وہ دوسرا یعنی موت کا نفخہ (صور) پھونکیں گے تو سب آسمان اور زمین والے سوائے ان کے جن کو اللہ چاہے مرجائیں گے جب مرچکیں گے تو ملک الموت اللہ کے پاس حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے کہ یارب آسمانوں اور زمین والے سب مرگئے ہیں سوائے ان کے جن کو آپ نے چاہا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے جب کہ ان کو بہ خوبی علم ہوگا۔ باقی کون بچا

ہے؟ وہ عرض کریں گے یارب آپ حیّ وقیوم ہیں جس کو (کبھی موت) نہیں آتی اور عرش اٹھانے والے فرشتے باقی ہیں جبرائیل باقی ہیں' میکائیل باقی ہیں' میں باقی ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے جبریل اور میکائل بھی مرجائیں تو وہ بھی مر جائیں گے۔ پھر ملک الموت اللہ جبار کے پاس حاضر ہوکر عرض کریں گے جبرائیل ومیکائیل بھی مرچکے' اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ عرش کو اٹھانے والے فرشتے بھی مرجائیں تو وہ بھی مرجائیں گے' پھر اللہ تعالیٰ عرش کو حکم دیں گے کہ اسرائیل سے صور لے لے' پھر حکم دیں گے کہ اسرائیل بھی مرجائے تو وہ بھی مرجائیں گے پھر ملک الموت اللہ جبار کے پاس حاضر ہو کر عرض کریں گے یارب عرش اٹھانے والے بھی مرگئے' تو اللہ تعالیٰ پوچھیں گے جب کہ وہ خوب اچھی طرح جانتے ہوں گے کہ اب باقی کون بچا؟ وہ عرض کریں گے آپ حی وقیوم باقی ہے جس کو کبھی موت نہیں اور میں باقی ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تو بھی میری مخلوق میں سے ہے میں نے جب چاہا تجھے پیدا کیا تو بھی مرجا تو وہ بھی مرجائیں گے۔ جب کوئی باقی نہیں رہے گا سوائے اللہ تبارک وتعالیٰ کے (تو اللہ کے حکم سے) آسمان وزمین کو لپیٹ لیا جائے گا جس طرح لکھے ہوئے مضمون یا کاغذ کو لپیٹ لیا جاتا ہے اور ارشاد فرمائیں گے میں جبار ہوں' آج کس کی حکومت ہوگی' تین مرتبہ یہی فرمائیں گے جب اس کا کوئی جواب نہ دے گا اپنے لیے خود فرمائیں گے اللہ واحد قہار کی حکومت ہوگی اور اس زمین و آسمان کو دوسری زمین سے بدل کر بچھا دیا جائے گا اور اس کو عکاظی چمڑے کی مانند پھیلا دیا جائے گا نہ اس میں کوئی کجی نظر آئے گی نہ نشیب وفراز پھر اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کو ایک دفعہ غلق کی ڈانٹ دیں گے تو سب کچھ بدلی ہوئی زمین پر اسی حالت میں منتقل ہوجائیں گے جس طرح کہ پہلی والی زمین پر تھے جو اس کے پیٹ میں ہوں گے پیٹ میں اور جو پشت پر ہوں گے وہ پشت پر منتقل ہوجائیں گے پھر اللہ تعالیٰ عرش کے نیچے سے ان کے لیے پانی اتاریں گے پھر آسمان کو حکم دیں گے کہ وہ بارش برسائے تو وہ چالیس دن تک برساتا رہے گا حتیٰ کہ لوگوں سے بارہ ہاتھ اونچا ہوجائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ اجسام کو حکم دیں گے کہ وہ اگیں تو وہ اس طرح اگیں گے جس طرح سبزہ اگتا ہے حتیٰ کہ اجسام پورے اگ جائیں گے اور ایسے ہوجائیں گے جس طرح پہلی دنیا میں تھے۔ تو اللہ تعالیٰ عرش اٹھانے والوں کو حکم دے گا تو وہ زندہ ہوجائیں گے پھر اللہ تعالیٰ اسرافیل کو حکم دیں گے تو وہ صور لے کر اپنے منہ میں رکھ لیں گے پھر اللہ تعالیٰ حکم دیں گے کہ جبرائیل اور میکائیل زندہ ہوجائیں تو وہ زندہ ہوجائیں گے پھر اللہ تعالیٰ ارواح کو بلائیں گے تو وہ حاضر ہوجائیں گی مومنین کی ارواح سے نور کی چمک اٹھتی ہوگی اور دیگر ارواح تاریک ہوں گی۔ پھر اللہ تعالیٰ ان سب کو اکٹھے اپنی مٹھی میں لیں گے پھر ان کو صور میں ڈالیں گے پھر اللہ تعالیٰ اسرافیل کو حکم دیں گے کہ قبروں سے اٹھنے کا نفخہ پھونکیں تو وہ نفخہ پھونکیں گے تو روحیں اس طرح سے نکلیں گی جیسے شہد کی مکھیاں ہوں جنہوں نے آسمان وزمین کے درمیان فضا کو بھر دیا ہو۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میرے غلبے اور جلال کی قسم ہر روح اپنے اپنے جسم میں لوٹے چنانچہ ہر روح زمین میں اپنے اپنے جسم میں ناک کے راستے سے داخل ہوجائے گی اور پورے جسم میں دوڑ جائے گی۔ ایسے جس طرح سانپ کے ڈسے ہوئے میں زہر سرائیت کرتا ہے' پھر تم لوگوں سے زمین کھلے گی اور زمین سے سب سے پہلے میں (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) نکلوں گا پھر تم بھی قبروں سے نکل کر جلدی جلدی اپنے رب کے پاس پہنچو گے۔

(جاری ہے)

ہمارا آنچل

ملیحہ احمد

رخصت ہوا تو میری بات مان کر گیا
جو کچھ اس کے پاس تھا دان کر گیا
بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی
ایک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

مریم خان

السلام علیکم! میرا نام مریم خان ہے' میں شاہ پور صدر کے ایک قصبہ کوٹلہ سیداں کی رہنے والی ہوں (اب آتی ہوں اپنے تعارف کی طرف)' ہم پانچ بہن بھائی ہیں' میں سب سے بڑی ہوں' عمر اٹھارا سال ہے اور میں نے میٹرک کیا ہے' جاب کرنے کا بہت شوق ہے لیکن تعلیم کم ہونے کی وجہ سے میں اپنا شوق پورا نہیں کرسکی۔ کہانیاں چار سال سے لکھ رہی ہوں جو بھی لکھتی ہوں کچھ عرصے کے بعد پھاڑ دیتی ہوں کیونکہ مجھے معیار پر پوری نظر نہیں آتی۔ پسندیدہ رائٹرز میں سیدہ شبانہ عظیم اور عمیرہ احمد بہت پسند ہیں۔ لباس میں مجھے فراک اور شلوار قمیص پسند ہیں مگر میں شلوار قمیص ہی پہننا پسند کرتی ہوں۔ کلرز میں بلو کلر بہت پسند ہے' میری امی کہتی ہیں تم پر یہ کلر بہت جچتا ہے۔ شادی بیاہ پر نمائش پسند نہیں' لوگ اکثر کہتے ہیں کہ تم میں کوئی بوڑھی روح ہے۔ کچھ زمانے کے ساتھ چلو کر میں کہتی ہوں کہ زمانے کے ساتھ چلنا چاہیے' زمانے کو سر پر سوار نہیں کرنا چاہیے' زیادہ تر شریعت پر عمل کرتی ہوں' زیادہ سے زیادہ اسلامی کتابیں پڑھ کر معلومات اکٹھی کرتی ہوں۔ میری تین قریبی دوستیں ہیں جن میں سے دو میری کزنز ہیں' جن کا نام رخسانہ' آسیہ' روبینہ ہیں' لوگ مجھے کہتے ہیں کہ میں بہت مغرور ہوں مگر اصل بات یہ ہے کہ مجھے زیادہ بولنا پسند نہیں اور لڑکوں سے کام کے علاوہ کوئی بھی بات کرنا میں پسند نہیں کرتی۔ پھولوں میں گلاب اور موتیا پسند ہے' بارش بہت اچھی لگتی ہے۔ بہت سنجیدہ طبیعت کی مالک ہوں' تمام لوگ کہتے ہیں کہ تم کو پرانے زمانے میں پیدا ہونا چاہیے مجھے شور سے الجھن ہوتی ہے' تنہائی پسند ہوں دنیا میں سب سے زیادہ ماں باپ سے پیار کرتی ہوں۔ پسندیدہ شعر۔

حمیرا سعید احمد

السلام علیکم! تمام آنچل ٹیم کو میری طرف سے بہت بہت سلام اور دعائیں' سدا خوش رہیں' اب آتے ہیں اپنے تعارف کی طرف' جی جناب میرا نام حمیرا سعید احمد ہے آنچل سے میرا تعلق بہت پرانا ہے ہر ماہ آنچل ڈائجسٹ کو ضرور پڑھتی ہوں میں ہی نہیں بلکہ میری ساری کزنز سدرہ' عابدہ تہمینہ اور تو اور سب سے چھوٹی بہن آمنہ بھی پڑھتی ہے یہ ایک ایسا واحد ڈائجسٹ ہے جس کو پڑھ کے بندہ فریش ہوجاتا ہے' اس لیے آج کل کی نئی جنریشن بھی بہت زیادہ پسند کرتی ہے۔ جی اب بات کرتی ہوں کچھ اپنی' میں 12 دسمبر 1992ء اتوار والے دن صبح صبح اس دنیا میں تشریف لائی' اسٹار پر میرا یقین بالکل بھی نہیں۔ ہم چار بہن بھائی ہیں' دو بہنیں اور دو بھائی' پہلا نمبر میرا ہے پھر عامر بھائی' پھر حمزہ بھائی پھر آمنہ ہے۔ جوائنٹ فیملی سسٹم میں رہتے ہیں' بہت زیادہ مزہ آتا ہے سب ہنسی خوشی رہتے ہیں۔ فیورٹ کلر ریڈ اور بلیک ہے' کپڑوں میں شوار قمیص پہننا پسند کرتی ہوں اور پسندیدہ پرفیوم رائل میرج ہے۔ پسندیدہ فنکار جمال شاہ اور پھولوں میں گلاب اور موتیا پسند ہیں۔ شاعروں میں وصی شاہ بہت زیادہ پسند ہیں' سنگرز ابرارالحق اور جواد احمد ہیں۔ مجھے خوب صورتی بہت اٹریکٹ کرتی ہے' پسندیدہ رائٹرز نازیہ کنول نازی' سمیرا شریف طور' سعدیہ اہل کاشف ہیں سب سے زیادہ انڈر اسٹینڈنگ سدرہ کے ساتھ ہے اس سے ہر بات شیئر کرلیتی ہوں۔ شاعری بہت پسند ہے' پینٹنگ کا بھی شوق ہے کپڑے بھی سلائی کرلیتی ہوں اور ایمبرائیڈی بھی کرلیتی ہوں اور ایک اور بات بھی' ہم ساری کزنز جب بھی ڈائجسٹ پڑھتی ہیں تو چوری چھپے پڑھتے ہیں' اپنے ابو سے جب بھی

جی میں اپنی پیاری سی چڑیل کزن کا ذکر کرنا تو بھول ہی گئی اگر اس کا نام نہ لکھا وہ تو مجھے مار دے گی اس کا نام (ماہم انور) میرے چاچو کی بیٹی ہے۔ چلو اب اجازت چاہتی ہوں اگر میرا تعارف پسند نہ آیا تو دل کھول کر اپنی رائے کا اظہار کرنا' ایک اور بات اللہ کے گھر جانے کا بہت شوق ہے اللہ تعالیٰ سب کو ڈھیروں خوشیاں عطا کرے' اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا' اللہ حافظ۔

سمیرا سواتی

مجھے عادت ہے تمہیں یاد کرنے کی اے آنچل
تمہیں عجیب لگے تو معاف کرنا

السلام علیکم! قارئین کیسے ہیں آپ؟ ارے اتنے حیران نہ ہوں کیوں میں نہیں آسکتی' آنچل میں اپنا تعارف کروانے ہر ماہ سب فرینڈز کے انٹرویو پڑھ کر ہمیں بھی شوق ہوا کہ ہم بھی رونق بخشیں پیارے آنچل کو' تو جی دوستوں مجھے کہتے ہیں سمیرا گل! میں مانسہرہ کی خوب صورت اور ترقی پذیر شہر بھیر کنڈ میں 13 اگست 1999ء میں پیدا ہوئی۔ بہن بھائیوں اور کزنز میں سب سے بڑے ہونے کا شرف رکھتی ہوں۔ تعلیم میٹرک تک ہے' کالج جانے کی خواہش دل میں دفن کردی' بات ہوجائے پسند ناپسند کی تو سب کچھ کھالیتی ہوں' بھئی میری چچی صاحبان (ملکہ سمیعہ صاحبہ اینڈ ملک سعدیہ صاحبہ) جو کہتی ہیں۔ بریانی' برگر' شوق سے کھاتی ہوں' میٹھے میں فیرنی' زردہ پسند ہے۔ لباس میں فراک اینڈ پاجامہ سوٹ کرتا ہے' میک اپ بالکل نہیں کرتی سوائے کاجل اور مسکارے کے۔ جیولری میں ائر رنگ' لاکٹ پسند ہے' چارلی خوشبو پسندیدہ ہے' فرینڈلی ہوں' ہنس کھ ہوں' اپنے بارے میں جھوٹ برداشت نہیں کرسکتی۔ منافق لوگوں سے نفرت ہے' کوئی اچھائی کرے تو بدلے میں' میں بھی اچھائی کرتی ہوں اور جتنی اچھی ہوں' اتنی ہی بُری بھی' کچھ لوگ مجھے چالاک اور مغرور سمجھتے ہیں لیکن میری دوست رمشہ مجھے بہت معصوم کہتی ہے' سچ کہتی ہے وہ (ہے نہ رمشہ)۔ مری جانے کا بہت شوق ہے لیکن گئی کبھی نہیں' مکہ مدینہ جانے کی دلی خواہش ہے اللہ پوری کرے۔ فیورٹ شخصیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ سیاستدانوں میں شہید محترمہ بے نظیر بھٹو مجھے بہت پسند ہیں' ناول پڑھنا اچھا لگتا ہے۔ رائٹرز میں نازی کنول' عائشہ نور محمد' ہما احمد' سمیرا شریف طور' عشنا کوثر' نادیہ فاطمہ' صدف آصف' نادیہ احمد' ندا حسنین' حرا قریشی' نزہت جبیں ضیاء' طلعت نظامی' صبا عیشل اور کوثر ناز پسند ہیں یہ سب بہت گہرا لکھتی ہیں۔ دوست بہت کم بناتی ہوں کیونکہ اعتبار' یقین اب اس دنیا میں نہیں رہا' ہر رشتے میں کھوٹ شامل ہے' ہر کوئی اپنے مطلب کے لیے استعمال کرتا ہے' چند مخلص دوستیں رمشہ' ماریہ' ثوبیہ' لائبہ ہیں' یہ میری نظروں میں بہت اچھی ہیں (آئی لو مائی سویٹ فرینڈز) زندگی پتا نہیں کب دغا دے جائے۔ اسکول فرینڈز حسینہ بہت اچھی دوست ہے' حسینہ یار پتا نہیں کیا بات ہے میں جب بھی تم سے بات کرتی ہوں' پزل ہوجاتی ہوں آخر کیوں؟ سوچنا پڑے گا۔ کرکٹ جنون کی حد تک پسند ہے' محمد حفیظ اور احمد شہزاد بیسٹ کرکٹرز ہیں۔ علامہ اقبال اور ساغر کو شوق سے پڑھتی ہوں ان کے علاوہ احمد فراز' فیض احمد فیض اور انشاء جی کو بھی پڑھتی ہوں۔ اوکے فرینڈز! جہاں رہیں خوش رہیں' کسی پر اندھا اعتماد نہ کریں کیونکہ اب سنبھل کر چلنے کا زمانہ ہے' اوکے گڈبائے زندگی نے وفا کی تو پھر آن دھمکیں گے کیونکہ ابھی ڈھیٹوں کی کمی نہیں دنیا میں جو دوستی کرنا چاہے تو ہم حاضر ہیں' اللہ حافظ۔

عید ملن

سعیدہ نثار

سلمیٰ غزل...... گلشن اقبال، کراچی

اس مرتبہ سعیدہ نثار کی عید ملن میں شرکت کی ہمت کر رہی ہوں۔

1) سچ پوچھیں تو مسلمانوں کا ہر تہوار خوشیوں سے بھرپور ہوتا ہے مگر پھر بھی پتا نہیں کیوں ہم ماں باپ اور محبتوں کا دن بڑے اہتمام سے مناتے ہیں حالانکہ بقرعید بڑا مذہبی تہوار ہے مگر مجھے ذاتی طور پر "عیدالفطر" پسند ہے شاید روزوں کی وجہ سے کہ روزوں کے بعد عید مزہ دوبالا کر دیتی ہے۔ شادی سے پہلے تو میری صرف سحری کرنے کی ذمہ داری تھی سحری پکانے کی نہیں لیکن شادی کے بعد سے آج تک یہ ذمہ داری میں بہ حسن بخوبی انجام دے رہی ہوں مگر ہم دو میاں بیوی کی ذمہ داری ہی کیا لیکن جب بچے ساتھ تھے تب سحری اور افطاری میں بے حد اہتمام ہوتا تھا اب صرف سنت و فرض کیونکہ بچے پورا مہینہ کھانا نہیں کھاتے تھے اور اگر ان کے ابو کہتے بھی تھے تو ان کا ایک ہی جواب ہوتا تھا "ابو کھانا تو ہم پورے گیارہ ماہ کھاتے ہیں افطاری کا تو صرف ایک ماہ ہوتا ہے" اور میں ان کی وجہ سے مختلف ڈشیں آزماتی رہتی تھی۔

2) ہر شخص کا اپنا اپنا شوق ہوتا ہے اور مجھے بچپن ہی سے نماز روزے کے علاوہ عبادت کا شوق ہے اپنے والد مرحوم اور تایا مرحوم کی وجہ سے کہ جو بے حد عبادت گزار تھے اور مجھ پر ان کی خصوصی توجہ تھی بہت سارے اذکار ریٹائرمنٹ کے بعد سے میرے معمولات میں شامل ہیں مثلاً تہجد، اشراق اور چاشت اور اس میں روزانہ پانچ سو مرتبہ "یا سمیع" پڑھنا لیکن جنوری 2015ء سے میں نے روزانہ تہجد کے بعد سورۃ بقرہ پڑھنا شروع کی ہے اور الحمدللہ کبھی ناغہ نہیں کی، رمضان شریف میں مغرب کی نماز میں چھ نفل "اوابین" کی ضرور پڑھتی ہوں۔

3) عید کا چاند دیکھ کر روزے پورے ہونے کی خوشی اور امریکہ سے دونوں بیٹیوں کے فون کا انتظار ہوتا ہے پھر رات ہی پردے بستروں کی چادریں اور صفائی وغیرہ کر لیتی ہوں۔ شیر خورمہ رات ہی تیار کر لیتی ہوں باقی کباب دہی بڑے وغیرہ بھی تیار ہوتے ہیں چاند رات کو لیکن زیادہ اب اہتمام نہیں ہوتا نواسے نواسی اور بیٹی داماد کے آنے پر رونق ہو جاتی ہے، نیا جوڑا ہم دونوں ہی پہنتے ہیں کہ سنت ہے لیکن کوئی خاص نہیں۔

4) میری شادی عید کے پانچویں دن "ٹھٹھہ" میں ہوئی تھی، سردیاں تھیں اور بہت سارے رشتہ دار کراچی، حیدرآباد اور لاڑکانہ سے آئے تھے کہ میں آخری "گھر جن" تھی میں ماہیوں بیٹھی تھی اور سب گلے لگا کر اظہار محبت کر رہے تھے اور رونے میں میں آج تک نمبر ون ہوں۔ خوشی ہو یا غم پلکوں پر آنسو تیار رہتے ہیں یہ عید یادگار تھی۔

5) میں ہمیشہ سے یعنی جوانی سے بڑھاپے تک عید کی تیاری رجب اور شعبان میں کر لیتی ہوں، مجھے رمضان میں بازار جا کر رش میں دھکے کھانا پسند نہیں، کبھی کبھار مجبوری میں جانا پڑ جائے وہ علیحدہ بات ہے۔ میں 1979ء سے گاڑی چلا رہی ہوں اس لیے اپنے شوہر کی اور نواسہ نواسی اور بیٹی داماد کی خریداری بھی پسند سے رمضان سے پہلے کر لیتی ہوں، میاں صاحب آج تک بازار نہیں گئے بچے جب چھوٹے تھے چاند رات کو انہیں روشنیاں دکھانے لے جاتے تھے۔

6) بچوں کی فرمائش بھی کی چاپ یں اور دم کا قیمہ پکانی تھی اب کچھ خاص نہیں البتہ دوسرے دن بیٹی کے آنے پر دعوت کے لیے اہتمام کرتی ہوں۔

7) جب تک ماں باپ زندہ رہے میں نے شادی کے دس سال تک کوئی عید یا بقرہ عید کراچی میں نہیں کی، ٹھٹھہ میں ماں باپ اور بہن بھائیوں کے ساتھ خوشیاں منانے کا مزہ ہی کچھ اور تھا۔ شوہر پنجابی ہیں اور ایک بہن کے سوا کوئی نہیں اور وہ بھی پنجابی ہیں، اس لیے انہیں بھی کوئی اعتراض نہیں ہوا بلکہ قربانی کرنے کی ذمہ داری بھی میرے والد مرحوم پر رہی، ہم تو صرف پیسے دے کر بری الذمہ ہو جاتے تھے۔ سب سے چھوٹی ہونے کی وجہ سے عیدی خوب ملی سب سے بڑی بہن کا انتقال 14 فروری 2017ء کو ہو گیا اب میکے میں عیدی دینے والا کوئی نہیں اور یہ صدمہ آج تک میرے دل سے نہیں نکلا۔ میاں عیدی فراخدلی سے دیتے ہیں حالانکہ میری پنشن بھی بہت معقول ہے لیکن ان سے عیدی لے کر خوشی ہوتی ہے۔

8) چھوٹا منہ بڑی بات پھر بھی اپنی بہنوں سے اتنا ہی کہنا چاہوں گی کہ زندگی تو محبت کے لیے بھی بہت کم ہے کسی سے نفرت نہ کریں، محبت کریں اور محبت بانٹیں۔ ہم پر روزے فرض ہیں لیکن حقوق العباد کا درجہ اور انعام بہت بڑا ہے اور بخدا میں نے آزما لیا ہے کہ جب بھی میں نے کسی کی مالی یا جسمانی مدد کی غیب سے میری ایسی مدد ہوئی کہ مجھے یقین ہی نہ آیا، پرس میں پیسے رکھ کر بھول گئی تھی اچانک مل گئے کسی کو ادھار دیا اور بھول گئے وہ مل گئے۔

9) میں اب یہ تہوار صرف مذہبی فریضہ کے طور پر مناتی ہوں نواسہ نواسی اور بیٹی داماد کو عیدی دے کر خوشی ہوتی ہے 28 جون کو بیٹیوں کے پاس امریکہ جا رہی ہوں وہ خوشی میں بیان نہیں کر سکتی وہی میری عید ہو گی۔

صبا زرگر...... جوڑہ

1) سحر و افطار کی ذمہ داری ہم دونوں میں سے کسی پر نہیں، ہم صرف روزے رکھتی ہیں۔ نمازیں پڑھنا قرآن پاک پڑھنا درود پاک پڑھنا صرف یہ ہماری ذمہ داری ہے ہمارے برعکس ہماری سحر و افطار خود کرتی ہے۔

2) کوئی خاص وظائف نہیں قرآن پاک پڑھتے ہیں جتنے مکمل ہو سکے اور درود شریف، یاسین شریف پڑھتے ہیں۔

3) عید کا چاند دیکھ کر کوئی خاص تیاری نہیں ہوتی کیونکہ سب تیاری ماما نئی کبریٰ ال کر مکمل کرتی ہیں ہم صرف مزہ کرتی ہیں چاند رات کا اور عید کا ###۔

4) ہماری عید کو سب سے یادگار لمحہ ایک دفعہ تمام فیملی مطلب خاندان سب کو جو توالہ گلشن اقبال پارک گئے۔ یہ صرف ہمارے کزن

کی ضد تھی جس کی وجہ سے چاچو صداقت ہمیں لے کر گئے' جب ہم وہاں پر گئے تو خاصی رات ہو چکی تھی اور اوپر سے اتنا رش اُف بات مت کریں' ہمیں وہاں کھڑے ہونے کی جگہ بھی نہ ملی جب جگہ ملی تو ہم تھک ہار کر وہاں ہی بیٹھ گئے اتنے میں چاچو کو بھیجا کہ جائیں اور جھولوں کے لیے ٹکٹ لے کر آئیں۔ چاچو لوگ گئے اور ایک گھنٹے بعد واپس آئے تو وہ بھی خالی ہاتھ صرف ایک جھولے کا ٹکٹ لے کر ٹرین کا ہاہاہا۔ ہم نے پھر اسی کا جھولا لیا اور وہی منہ لے کر واپس آ گئے۔

5) عید کی تیاری کوئی خاص نہیں ہوتی' ہم نے اپنی اپنی چوائس اپنے بابا جانی کو بتانی ہوتی ہے تو بابا جانی ہمارے لیے ویسی ہی شاپنگ کر کے آتے ہیں۔ شاپنگ ہم رمضان کے لاسٹ روزوں میں کرتے ہیں اور جوتے وغیرہ مما لے آتی ہیں۔ ہم تو صرف مزہ کرتی ہیں گھر بیٹھ کر مجھے کوئی شوق نہیں بازار جانے کا البتہ ذکاء کو بہت شوق ہے اپنی شاپنگ خود کرنے کا۔

6) ابھی ہم فرمائش کرنے کے لائق ہیں' کروانے کے نہیں۔

7) ابھی ہمارے شوہر نہیں ہیں' بھائی ابھی خود 17 سال کا ہے' ہم بہن بھی اس کو عیدی دیتی ہیں اور وہ بھی ہمیں دیتا ہے۔ ہاں چاچو سے سب سے زیادہ مزہ عیدی لینے میں آتا ہے' وہ خاصا تنگ کر کے دیتے ہیں۔ بابا مما وغیرہ خود ہی دیتے ہیں۔

8) ایسی تو کوئی بات نہیں مگر ہماری طرف سے ہم جولیوں کو اور آنچل اسٹاف' ریڈرز اور سب کو رمضان مبارک اور عید مبارک۔

9) عید الفطر ہمارے موڈ پر بہت خوشگوار اثرات ڈالتی ہے' ہم اپنی کزنز اور گھر والوں سے مل کر عید کو خوشگوار بناتی ہیں' میری طرف سے رومین ارم کمال آپ کو اور نیچر جویریہ کو رمضان اور عید مبارک۔

عروسہ شہوار رفیع...... گوجران' جہلم

عید الفطر کے دن خوشی منانے کا مقصد رمضان المبارک میں گناہوں کی بخشش پر اللہ تعالیٰ سے اظہار تشکر کرنا ہے لیکن ہم لوگ عید الفطر کی تیاریوں میں اس قدر مشغول ہو جاتے ہیں کہ آخری عشرے کی فضیلت اور اس کی بے پناہ رحمتوں سے بھی بے نیاز ہو جاتے ہیں اور غیر ضروری' غیر شرعی کاموں میں اپنا قیمتی وقت ضائع کرنے میں لگے رہتے ہیں۔ عید کی خوشی بجا طور پر منانی چاہیے لیکن اس بات کا خیال رہے کہ اسراف اور فضول خرچی نہ ہونے پائے لہٰذا عید الفطر کے پُرمسرت موقع پر بھی نیاز مندی' وقار' بندگی اور عاجزی کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوٹنا چاہیے۔

1) ابوہریرہ رضی تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص رمضان کے روزے ایمان اور احتساب حصول اجر و ثواب کی نیت کے ساتھ رکھے' اس کے تمام پچھلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں" تو جناب! ہم بھی حقیقتاً زیادہ سے زیادہ ثواب کمانے' اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر ماہ رمضان کے روزے رکھتے ہیں۔ سحری افطاری کی تیاری بھی اپنے ہی ہاتھوں کرنا ثواب سمجھتے ہیں۔ سحری پراٹھے' پھلکے' دہی' چائے اور لسی جیسی لوازمات سے کی جاتی ہے اور افطاری بالکل سادہ روٹی کے ساتھ کوئی بھی سالن اور تخمین کے ساتھ ہوتی ہے البتہ دوسرے باہم مشورے کے بعد کوئی ایک ماہر امور خانہ داری اپنی ذمہ داری پر کر لے تو کوئی مسئلہ نہیں الحمدللہ خیر صلا۔

2) ماہ رمضان میں نماز پنجگانہ کی پابندی اور زیادہ سے زیادہ قرآن پاک کی تلاوت ہی ہماری اولین ترجیح ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا "یا رسول اللہ! میں لیلۃ القدر میں کیا دعا پڑھوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا کہ یہ دعا بکثرت پڑھا کرو "یا اللہ! تو معاف کرنے والا ہے اور معافی کو پسند کرتا ہے پس تو میری خطائیں معاف کر دے۔" کوشش ہوتی ہے کہ اس دعا کا ورد ہر دم ہونٹوں پر جاری رہے۔

3) ہلال عید کا چاند مسلمانوں کے لیے بخشش و رحم اور فرحت و خوشی کا پیغام لیے طلوع ہوتا ہے اور ماہ رمضان اپنی تمام تر عظمتوں' رفعتوں' شانوں اور بلندیوں کے ساتھ الوداع ہوتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نیا چاند دیکھ کر یوں فرماتے "اے اللہ اس چاند کو خیریت اور ہدایت کا چاند بنا۔" دوسری دعا پڑھتے "اے اللہ! ہم پر یہ چاند امن' ایمان' سلامتی اور اسلام کے لیے طلوع فرما (اے چاند) میرا اور تیرا رب اللہ تعالیٰ ہے" اور ہم بھی یہی دعا مانگتے ہیں۔ صبح عید اللہ کی طرف سے بہت انعام' مغفرت' رحمت اور فضل کی نوید لے کر طلوع ہوتی ہے تو خاصی فرمائشی پکوان تو سب کا حق بنتا ہے' جس کی تیاری رات بھر میں ہو جاتی ہے۔

4) شادی کے بعد پہلی عید جب رفیع نے اتنے ڈھیر سارے نئے جوڑے ہونے کے باوجود نیا سوٹ میری پسند سے دلوایا اور عیدی کے طور پر اپنا والٹ میرے ہاتھ پر رکھ دیا۔ سچ اس مان اور اخلاص پر دل مسرور ہو گیا' اپنے پن کا احساس سراپا میں سمو گیا۔ یہ یادگار لمحے آج بھی یاد آتے ہیں تو بے اختیار ہونٹوں پر مسکراہٹ کھل جاتی ہے' اب اپنے اپنے کان ہٹا لیجیے' ہماری سرگوشی تو آپ سب نے سن ہی لی ہے۔

5) عید کے لیے لباس کے حوالے سے تیاری و خریداری بالکل سادہ اور کم ہی ہوتی ہے یعنی جس چیز کی انتہائی ضرورت ہے تو ہی خریداری ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عین وقت پر بھی تیاری باآسانی مکمل ہو جاتی ہے۔

6) خاص ڈش ایک ہی ہوتی ہے شامی کباب بھی کزنز شامی کباب ہری چٹنی کے ساتھ کھانے کو مانگتے ہیں وہ بھی ہمارے ہاتھوں کے تیار کردہ ورنہ سب کی ناراضی مول لینا پڑتی ہے۔ اس کے علاوہ کھیر' چنا چاٹ' فروٹ چاٹ' آئس اور کولڈ ڈرنکس' چائے کافی والوں کو چائے کافی چاہیے ہوتی ہے۔

7) عیدی لینے کا مزہ تو بس ہو جاتی سے ہی لینے میں آتا تھا' ڈھونی کے ساتھ' ضد کے ساتھ' دھونس کے ساتھ اور پیار کے ساتھ اور اپنوں کو اپنے سے چھوٹوں کو چاہیے وہ اپنے ہوں کہ غیر دے کر بے حد خوشی ہوتی ہے۔ ہاں کنجوسی تو کرتے ہیں ہمارے پیارے چاچا جان عیدی دینے میں ترساتر سا کر دیتے ہیں اور زیادہ ڈنڈی مار جاتے ہیں' ہائے ری قسمت ہاہاہا!!!

8) عید اجتماعی خوشیوں کا نام ہے اور یہ اس وقت مکمل ہوتی ہے'

جب یہ ہر دل تک پہنچے آپ کے اردگرد یقیناً ایسے لوگ ہوں گے جو یہ خوشیاں خریدنے کی استطاعت نہیں رکھتے انہیں بھی اپنی خوشیوں میں شریک کریں اپنے پڑوسیوں، غرباء، مساکین، یتیموں، بیواؤں، مسافروں اور معاشرے کے تمام محروم طبقات کا خصوصی خیال رکھیں۔ جی جناب کیسی لگی ہماری شیئرنگ؟ اچھی نا تو پھر مسکرا دیجئے۔

9) عید منانے کے لفظ اپنے ملک اور اپنے دوست واحباب اپنے عزیز واقارب اور اپنوں میں ہی آتا ہے۔ یہ رشتہ سسرالی ہوں میکے والے ہوں البتہ جو رشتے جو اپنے پیارے اب ہم میں موجود نہیں ان کی کمی بری طرح محسوس ہوتی ہے۔ کبھی تو دل ہی دل میں روتے ہیں تو کبھی آنکھوں میں صرف آنسو ہی آجاتے ہیں ان سب کا ساتھ خوش کن ہوتا ہے اور موڈ خوش گوار ہو جاتا ہے۔ ایک بات عید والے دن آؤٹنگ پر جانے کے لیے تیاری کے باوجود رہ جانے سے اچانک انکار کردیں تو موڈ کا ستیاناس ہو جاتا ہے۔ تمام قارئین کو ہماری جانب سے دلی خلوص بھری عید کی مبارک باد۔

آؤ اس عید پر بھلادیں پرانے غم
جن کا کوئی نہیں ان کے ہو جائیں ہم
عید تو مل جل کر ہنسنے مسکرانے کا نام ہے
تو پھر روتے چہروں کو ہنسائیں ہم

ارم کمال...... فیصل آباد

سب سے پہلے میری طرف سے سب کو رمضان مبارک اور عید مبارک۔

1) خاتون خانہ ہونے کے ناطے مجھے ہی سارے معاملات دیکھنے ہوتے ہیں اس لیے گو کہ بچیاں ہاتھ بٹا دیتی ہیں لیکن بہرحال سحر وافطار کی ساری ذمہ داری میری ہی ہے اگر صبیحہ (بیٹی) کو کہہ دوں تو کر تو لیتی ہے لیکن مستقل ذمہ داری لینے سے بھاگتی ہے ہاں یہ ضرور ہے کہ سحری میں چائے بنا دی افطار میں شربت بنا دیا، ٹیبل سیٹ کردی۔

2) ویسے تو رمضان المبارک میں کوشش ہوتی ہے کہ چلتے پھرتے کام کرتے کچھ نہ کچھ پڑھتی رہوں جیسا کہ استغفر اللہ کی تسبیح درود شریف کی تسبیح لیکن رمضان کا خاص وظیفہ یہی ہے کہ تہجد میں اٹھ کر نوافل ادا کرتی ہوں۔

3) عید کے چاند سے بہت پہلے تیاری شروع کر دیتی ہوں کیونکہ عید کا چاند ہوتے ہی بازاروں میں ایسے گھسنا پڑتا ہے کہ الامان میاں جی اتنے رش میں لے جانے کے قائل ہی نہیں اس لیے میں تو آخری عشرہ شروع ہوتے ہی آگے پیروز بھی بنوا لیتی ہوں۔ عید سے دو تین دن پہلے گھر کی تفصیلی صفائی، بیڈ شیٹس اور کشن کور چینج کرتی ہوں۔ پردے دھو کر استری کرکے رکھتی ہوں سوجی کے ٹکڑے بنا کر رکھتی ہوں۔ اس کے علاوہ بچیوں کی چوڑیاں، جوتیاں، جیولری، کھانے پینے کی اشیاء سرونگ کے لیے سامان سب عید کے چاند سے پہلے ہی لے لیتی ہوں اگر کوئی چیز رہ جائے تو میاں جی اکیلے جا کر لے آتے ہیں۔

4) یوں تو ہر عید کسی نہ کسی رنگ میں یادگار ہی لیکن ایک عید ایسی تھی جسے یاد کرکے آج بھی ہونٹوں پر مسکراہٹ اور ذہن میں وہ خوشگوار یادیں جاگ اٹھتی ہیں۔ ہوا یوں کہ سارا رمضان گزر گیا اور عید کی کوئی تیاری نہ ہو سکی میاں جی کے کام کی وجہ سے دل نے کہا کہ چاند رات کو ساری تیاری کرلیں گے۔ انتیسویں روزے کو نو بجے تک چاند نظر آنے کا انتظار کیا لیکن کوئی اعلان نہیں ہوا پھر یہ سوچ کر سو گئے کہ کل روزہ ہی ہوگا جب صبح آنکھ کھلی تو پتا چلا کہ آج عید ہے میں تو سر ہی پکڑ کر بیٹھ گئی بھاگم بھاگ میاں صاحب کو جگایا۔ پرانے کپڑوں میں ہی عید پڑھنے گئے پڑوسیوں نے جو سویاں اور شیر خرمہ بھیجا تھا اسی سے سب نے ناشتا کیا، میاں صاحب نماز پڑھ کر آئے تو میں نے غصے سے کوئی بات نہیں کی کیونکہ مجھے جب بھی غصہ آتا ہے میں بولنا بند کر دیتی ہوں۔ دوپہر کو میاں جی کے دوست کے گھر سے بریانی آگئی وہ بچوں کو کھلا دی۔ رات کو بھائی کے گھر دعوت تھی اس کے بعد اگلے دو دن میاں جی نے ازالہ یوں کیا کہ ہم مری، اسلام آباد، بھوربن، کشمیر پوائنٹ پر خوب گھومے پھرے گو کہ کپڑے پرانے ہی پہنے مگر اتنا لطف آیا کہ آج بھی وہ سارے منظر ذہن میں جگنوؤں کی طرح چمکتے ہیں۔

5) میری عید کی تیاریاں اکثر و بیشتر شعبان سے شروع ہو کر رمضان کی آمد سے پہلے تقریباً ختم ہو جاتی ہیں۔ کچھ چھوٹی موٹی چیزیں رہ جاتی ہیں جیسے بچیوں کی چوڑیاں، مہندی، گھریلو اشیاء کھانے پینے کی چیزیں وغیرہ۔

6) میرے بچے چاولوں کے بہت شوقین ہیں میں تو انہیں چاولوں کا نشئی کہتی ہوں اور میرے ہاتھ کی سندھی بریانی انہیں بہت پسند ہے اس کے لیے عید ہو یا کوئی اور تہوار بچوں کی فرمائش سندھی بریانی، شامی کباب اور آلو کا رائتہ ہی ہوتی ہے۔

7) جب چھوٹی تھی تو ہر ایک سے عیدی لینے کا الگ ہی مزا تھا بھائی، ماموں، چچا وغیرہ۔ اب تو میں بڑوں میں آگئی ہوں تو سب کو عیدی دینی ہی ہوتی ہے ہاں البتہ میاں جی سے عیدی لینے کا مزا بہت آتا ہے اور وہ بہت تنگ کرکے دیتے ہیں تھوڑے سے کنجوس ہیں نا۔

8) اس عید کے موقع پر اپنی ہم جولیوں اور بہنوں سے یہی کہنا چاہوں گی کہ "زندگی چار دن کی ہے اسے ہنس کھیل کر ایک دوسرے کا مان بڑھا کر ایک دوسرے کو عزت دے کر گزاریں، غلطیوں کو نظر انداز کریں اور خوبیوں کو چار سے ضرب دیں اور محبت کے رنگ سے سب کو رنگ دیں تو زندگی گل گلزار ہو جائے گی" کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے......

پانی کی ضرورت ہے محبت کے شجر کو
پتھر کبھی پیڑ اگائے نہیں جاتے
احساس کرو گے تو وفا پھولے پھلے گی
دستور محبت کے سکھائے نہیں جاتے

9) عید الفطر چونکہ مسلمانوں کے رمضان کا انعام ہوتی ہے اس لیے موڈ اور دل کا موسم اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے بہت ہی آسودہ اور نور سے سرشار ہوتا ہے اور اسے مزید خوشگوار بنانے کے لیے اپنے میاں صاحب اور بچوں کی خواہشات کو پورا کرکے کرتی ہوں۔ بھائی کے گھر دعوت ہوتی ہے بحر میں اپنے گھر سب کو بلاتی ہوں سب کے ساتھ مل کر ہی خوشیوں کا صحیح لطف آتا ہے اور یہی زندگی کا چلن ہے اور اللہ

تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ترین ہے۔

جی کنول خان...... موسیٰ خیل

1) رمضان المبارک میں سحری کی ساری ذمہ داری ہماری امی جان کے سپرد ہوتی ہے افطاری کی تیاری میں ہم سب مل کر کرتے ہیں۔

2) رمضان المبارک میں درود ابراہیم اور استغفار کا ورد کثرت سے کرتی ہوں۔

3) آہ کیا بتاؤں جی بڑی دکھی اسٹوری ہے میری' عید کا چاند نظر آتے ہی دوستوں اور کزنز کے جھرمٹ میں پھنس جاتی ہوں۔ عید کا چاند نظر آتے ہی دھاوا بول دیتی ہیں' مہندی لگوانے کے لیے کیونکہ میں بہت اچھی مہندی لگا لیتی ہوں (ارے اپنے منہ میاں مٹھو نہیں بن رہی سب کہتے ہیں) مہندی لگاتے لگاتے رات کے دو بج جاتے ہیں اور پھر اپنے ہاتھوں پر مہندی لگائے بغیر تھکن سے چُور ہو کر نیند کی آغوش میں گم عید کی صبح فجر کی نماز کے بعد ہی تیاریاں شروع ہو جاتی ہیں۔

4) ہماری پچھلی ہر عید یادگار ہے ہماری دادو جان سب سے زیادہ عیدی دیتی تھیں تو میرا بھائی ہاتھ دھو کر پیچھے پڑ جاتا ہے کہ اماں جی آپ نے دیدی (میرے بھائی مجھے دیدی کہتے ہیں) کو زیادہ عیدی کیوں دی اور ہمیں تھوڑی دی' ہمیں بھی اس جتنی چاہیے دوسرے دونوں بھائی بھی اسی کے ساتھ ہو جاتے ہیں' میرا عیدی دکھا دکھا کر ان کو چڑاتا اور ان کا دھرنا دے کر بیٹھ جانا سب کو قہقہے لگانے پر مجبور کر دیتا ہے آہ! شاید اب ایسی کوئی عید ہمیں نصیب نہ ہو گی جس پر ہماری دادو ہمارے ساتھ ہوں۔ وہ اپریل کو ہمیں چھوڑ کر اس دنیا سے چلی گئیں یا اللہ ہماری دادو کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرما آمین ان کے بنا ہماری عید پھیکی ہو گی۔

5) عید کی تیاریاں تو ہماری 20 رمضان المبارک سے شروع ہوتی ہے۔

6) عید کے دن ابو کی فرمائش پر بریانی اور کھیر پکاتی ہوں۔

7) عیدی لینے میں ابو دادو اماں سے بہت مزہ آتا ہے چھوٹی میرا بھائی کرتا ہے پچھلی عید پر دس روپے کا نوٹ پکڑا کر کہتا ہے کہ لو کیا یاد کرو گی مجھ سے زیادہ بھی کسی نے عیدی دی ہو گی اور میں حیرت سے آنکھیں پھاڑے اس نوٹ کو دیکھے جا رہی تھی۔

8) جی اس عید کے موقع پر میں ایک بار کہنا چاہوں گی اپنی بہنوں اور دوستوں سے کہ پلیز انسان کی زندگی بہت مختصر ہے نہ جانے کس وقت بلاوا آ جائے اس مختصر سی زندگی سے نفرتیں رنجشیں مٹا کر ایک دوسرے کے ساتھ پیار و محبت کے ساتھ رہیں' عید کے دن سب گلے شکوے بھلا کر ایک دوسرے کے ساتھ مل کر بیٹھیں۔

9) عید الفطر موڈ پر بڑا خوشگوار اثر ڈالتی ہے۔

مدیحہ نورین مہک...... گجرات

1) سب سے پہلے سب پڑھنے والوں کو رمضان المبارک کی ڈھیروں ڈھیر مبارک باد' سحری کا اہتمام تو ہمیشہ سے امی ہی کرتی آئی ہیں اور میرے حصے افطار کی ذمہ داری آئی ہے۔

2) رمضان المبارک میں یہ ہی ہوتا ہے کہ باقاعدگی سے نماز' تراویح اور قرآن مجید کی تلاوت کی جاتی ہے اور کچھ خاص سورتوں کی تلاوت معمول بن جاتی ہے۔

3) عید کا چاند دیکھنے کی خوشی بھی بہت نرالی ہے چاند دیکھتے ہی جو ڈشز فریز کرنے والی ہوتی ہیں وہ تیار کی جاتی ہیں ڈریسز پریس کیے جاتے ہیں۔

4) اللہ کا شکر ہے آج تک جتنی عیدیں بھی آئی ہیں بہت ہی اچھی اور یادگار گزری ہیں' خوشیوں سے بھری عیدیں بہت اچھے طریقے سے گزری ہیں۔

5) عید کی تیاری میں تو شعبان میں ہی کر لیتی ہوں کیونکہ رمضان المبارک میں بازار جانا بہت دشوار ہوتا ہے اس لیے میں اپنی عید کی تیاری رمضان سے پہلے مکمل کر لیتی ہوں تسلی سے۔

6) مجھے خود ٹرائفل بہت پسند ہے اور سب بہن بھائی ٹرائفل اور چنا چاٹ فرمائش کر کے بنواتے ہیں اور شوق سے کھاتے ہیں۔

7) عیدی لینے میں ابو جی سے ہی مزہ آتا ہے کیوں کہ وہی تو ہیں جو بار بار عیدی مانگنے پر عیدی دیتے ہیں اور بھائی تو ہیں ہی کنجوس چھوٹے جو ہیں اب سب کو میں عیدی دیتی ہوں۔

8) اس عید کے موقع پر میں سب سے یہ کہنا چاہوں گی جن کو اللہ تعالیٰ نے بہت کچھ دیا ہے بہت سی نعمتوں سے نوازا ہے وہ لوگ دوسروں کو خوشیوں پر یاد رکھا کریں تاکہ ان نعمتوں سے محروم لوگ بھی عید جیسی خوشیاں منا سکیں۔

9) عید الفطر میرے موڈ پر بہت خاص اثر ڈالتی ہے پورا ماہ روزے رکھنے کے بعد عید کا دن بہت خوشی کا احساس دلاتا ہے اور میں عید اپنی فیملی اپنے رشتہ داروں اور بہن بھائیوں کے ساتھ مل کر مناتی ہوں بہت اچھا لگتا ہے۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

1) ہمارے گھر میں' میں اور میرے جانی پرنس افضل شاہین رہتے ہیں اس لیے سحر و افطار کی ذمہ داری میری اکیلی جان کی ہے۔

2) بلاناغہ زیادہ سے زیادہ تلاوت قرآن پاک کرنا اور درود پاک اور پہلا کلمہ کا ورد کرنا۔

3) اپنے اور میاں جانی کے سوٹ پریس کرتی ہوں (جو کہ میرے اپنے ہاتھوں کے سلے ہوئے ہوتے ہیں) میاں کے ساتھ بازار شاپنگ کرنے چلی جاتی ہوں۔

4) لبوں پر مسکراہٹ بکھیرنے والی عید یاد آ رہی ہے چاند رات کو میں نے اپنے میاں جانی پرنس افضل شاہین سے کہا "آپ میرے لیے کیا کر سکتے ہیں؟"

انہوں نے پوچھا بولیں کیا کروں؟"

میں نے کہا "میرے لیے چاند لا سکتے ہو؟"

انہوں نے کہا "واہ جی واہ تو عید محلے کے ججو خان کی ٹنڈ دیکھ کر منائیں گے۔"

5) عید کی تیاری میں یکم رمضان سے دس رمضان تک

کرتی ہوں۔
6) ثابت مونگ اور ابلے ہوئے چاول کی ڈش جو کہ میرے میاں جانی کو بہت ہی پسند ہے۔
7) عیدی میاں جانی سے لینے میں مزہ آتا ہے اور وہی کنجوسی زیادہ کرتے ہیں (کنجوس مکھی چوس)۔
8) اس عید پر میرا پیغام ہے اپنے عزیز و اقارب و محلے والوں کو ناراض ہونے کا موقع نہ دیں کیونکہ آپ رہیں نہ رہیں آپ کا رویہ یاد رہے گا۔
9) عید میرے موڈ پر اچھا اثر ڈالتی ہے اپنی دوستوں سے مل کر اسے خوش گوار بناتی ہوں۔

عائش کشمالے...... رحیم یار خان

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ! کیسے ہیں آپ سب؟ اللہ پاک آنچل اسٹاف اور پیارے رائٹرز اینڈ ریڈرز کو سدا خوشیوں کے سائے میں مہکتا رکھے آپ سب کو ماہ رمضان مبارک و عید مبارک ہو۔
1) بے شک ماہ رمضان میں عبادت کرنے کا بھی اپنا مزہ ہے اور چونکہ ہم بہنیں اپنا اپنا کام بانٹ لیتی ہیں تاکہ سحر و افطار کے وقت کوئی دقت نہ ہو میں تو اکثر پانی وغیرہ یا آٹا گوندھنا جیسا ہلکا پھلکا کام ہی لیتی ہوں۔ آپی چنے چاٹ یا دہی بھلے یا پکوڑے فرائی کر لیتی ہیں (روزانہ ان میں سے ایک ڈش پکائی جاتی ہے) دوسری آپی سالن اور روٹی پکا لیتی ہیں اور میں برآمدے میں قالین بچھا کر اور دسترخوان بچھا کر فارغ ہو جاتی ہوں بس جی سادہ لوگ سادہ تیاری ہاہاہا۔
2) خاص وظائف...... میں تو بس رمضان میں کثرت سے تلاوت کرتی ہوں اور پہلے کلمہ کا ورد اور استغفر اللہ اللھم اجرنی من النار۔ بس تلاوت کی کثرت کرتی ہوں کوشش پوری ہوتی ہے کہ تین یا چار قرآن پاک ختم ضرور ہوں۔
3) عید کے دن کی تیاری اب میں آپ سے کیا شیئر کروں، پکوان تو ہم صبح شیر خرمہ دوپہر کو بریانی اور شام کو ہلکی پھلکی باہر ہی سے چیزیں منگوا لیتے ہیں لباس بھی کوئی عید سے دس یا پندرہ دن پہلے تیار ہو جاتا ہے اور دیگر تیاریاں کوئی خاص نہیں ہم سسٹرز کی ایک تو بہت بری عادت ہے نہ مہندی نہ چوڑیاں نہ بناؤ سنگھار یقین مانیں ابھی ذائقتی رہ جاتی ہیں (ہم تو بھی جیسے ہیں ویسے ہی رہیں گے)۔
4) یادگار عید...... بچپن کی سب عیدیں یادگار ہوتی تھیں اور اب تو (جب سے نانا ابو نانی امی نے وفات پائی ہے) وہ عیدیں کھو گئی ہیں پہلے تو سب کزنز نانا ابو نانی امی خالہ لوگ اور ماموں لوگ سب ہمارے گھر اکٹھے ہو جاتے تھے مگر اب تو بھولی یاد بن گئے ہیں، بس وہی عیدیں میری یادگار عیدیں بن گئی ہیں۔
5) عید کی تیاری تو میں اوپر بتا چکی ہوں ہاں بھائی لوگ اپنے کپڑے وغیرہ عید کے قریب ہی لیتے ہیں۔
6) خاص ڈش...... میں ابھی تک تو کچن سے کوسوں دور ہوں، ہاں بھائی لوگ اور ابو جان آپی لوگوں سے بنواتے ہیں میں بس ہیلپ کروا دیتی ہوں۔
7) عیدی...... ہمیں تو صرف ابو جان، آپی اور بڑے کزن ہی دیتے ہیں، سب بھائی دینے کے معاملے میں بے حد کنجوس ہیں اور میں ویسے بھی شرم کے مارے ان سب سے لیتی ہی نہیں۔
8) خاص بات...... میں اب کیا کہوں، بس آپ ہر لمحے ہر پل کو فل انجوائے اور مزے کے ساتھ گزاریں، کیا پتا یہ پل کل میسر نہ ہوں۔ ہمیشہ دوسروں کے چہروں پر مسکراہٹ کا باعث بنیں اور اس عید پر خوب موج مستی اور خوشیاں منائیں (کل ہو نہ ہو)۔
9) موڈ...... عید کا دن بڑے مسرت کا دن ہوتا ہے لیکن میری پوری کوشش ہوتی ہے کہ میں یہ دن سو کر گزاروں، مگر ہمارے شرارتی بھائیوں کی وجہ سے کہاں چین نصیب ہوتا ہے اور میں تو بس اپنی لولی اور سویٹ سی سسٹرز کے ساتھ یہ وقت خوشگوار بناتی ہوں اللہ حافظ۔

خزینہ طاہر...... سرائے عالمگیر

1) سحر و افطار کی ذمہ داری میں سے کوئی بھی ذمہ داری میرے حصے میں نہیں آئی (ابھی تک) پہلے چچی امی اور بڑی بہن مل کر تیار کرتی تھیں پر اب جب سے چچی علیحدہ اور بڑی بہن شادی شدہ ہوئی ہیں میری امی ہی کرتی ہیں۔ ہاں افطاری کے وقت میں اپنے لیے کچھ الگ سے ضرور بناتی ہوں اور وہ بھی صبح دس بجے شروع ہو جاتی ہوں اور جب افطاری کو آدھ گھنٹہ رہ جاتا ہے تب جا کے میرا کام ختم ہوتا ہے تاکہ کھانا نہیں ہوتا جتنا بنا لیتی ہوں (صرف اپنے لیے کہ روزہ گزر جائے اچھا سا) دوسروں کے لیے تو کام چور ہوں۔
2) رمضان المبارک میں وظائف جو کہ میں آئے کثرت سے پڑھ لیتی ہوں، سب سے بڑا وظیفہ تو گناہوں سے بچنا ہے۔ جو ولی اللہ بنا دیتا ہے۔ شیطان کو زیر کرنے کا نسخہ ذکر اللہ کی کثرت اور اتباع شریعت ہے۔
3) عید کا چاند خیر ابھی تک تو اپنی زندگی میں مجھے کبھی نظر نہیں آیا شاید کبھی غور نہیں کیا۔ کیا پتا کبھی غور کروں تو نظر آ ہی جائے تیاری پکوان اپنے لیے اور سب کے لیے میکرونی، بریانی، فروٹ چاٹ لازمی بناتی ہوں باقی کا گھر والے جانے اور ان کا کام پچھلی عید تو اسی میں ہی گزری اس بار کا پتا نہیں۔
4) صرف دو عید ایسی آئیں جو میری زندگی کی سب سے حسین تھیں اور جانے ہم کے ساتھ گزری وہ تو سب سے زیادہ اچھی تھی کاش کے وہ وقت واپس آ جائے لیکن وقت کیسے گزرتا ہے آہٹ بھی نہیں ہوتی آپ وہی کھڑے رہتے ہیں اور وقت گزر جاتا ہے اور بہت سے اسے خوشیوں بھرے پل بھی اپنے ساتھ لے جاتا ہے جو ہمارے بس میں ہو تو ہم کبھی نہ دیں۔
5) عید کی تیاری اکثر پہلے ہی ہو جاتی ہے اور مکمل بھی ایک یا دو دن میں۔
6) نہیں جی ہم سے تو کوئی فرمائش نہیں کرتا جو بھی فرمائش ہو امی ہی پوری کرتی ہے۔
7) عیدی دینے میں کوئی کنجوسی نہیں کرتا الحمدللہ شکر ہے مانگے بغیر ہی مل جاتی ہے ہاں بہن تھوڑی سی کنجوسی کرتی تھی پر میں بھی اپنے نام

کی ایک تھی اسے مار کے بھی لے لیتی اس عید پر میں اسے بہت مس کروں گی اس بار وہ مجھ سے اور اپنے گھر والوں سے دور سات سمندر پار بیٹھی ہے آئی مس یو ڈیئر شہزا (تمہیں یاد کرنا تو صرف ایک بہانہ ہے تمہاری عیدی یاد آرہی ہے)۔

8) سب سے کہوں گی عیدی چاہیے اور کچھ بھی نہیں (تم لوگ بھی نہیں) بس تم لوگوں سے عیدی چاہیے۔

9) عیدالفطر نے پچھلی بار تو میرے موڈ پر کچھ خاص اثر نہیں ڈالا اس بار کا پتا نہیں۔

دل چاہتا ہے کچھ ایسا لکھوں
لفظوں کی آہیں نکلیں
قلم سے لہو ٹپکے
کاغذ پر درد بکھرے
میری خاموشی ٹوٹے
پھر اذیت سے جان چھوٹے

طیبہ خاور سلطان...... عزیز چك' وزیر آباد

1) شادی سے پہلے تو تینوں بہنیں مل کے کرتی تھیں اب میری بھی شادی ہوچکی اور مصباح باجو کی بھی تو اب دیکھیں سسرال میں میرے ساتھ میری چھوٹی نند اور میری جٹھانی (آپی اُمم) ہم مل کے کریں گے ویسے ہماری ساسوں ماں بھی بہت کام کرتی ہیں سو اب پہلا رمضان ہے سسرال میں ہے تو سب مل کے کریں گے۔

2) درود شریف کثرت سے پڑھتی ہوں اور (786) دفعہ بسم اللہ شریف یہ سب پڑھنے سے ان شاء اللہ جو اللہ سے مانگو گے ملے گا۔

3) عید کا چاند دیکھنے کے بعد کپڑے وغیرہ ریڈی کرنے ہوتے ہیں اور پکوان کی تیاری صبح اٹھتے ہی شروع ہوجاتی ہے۔

4) اب سے پہلے تک کی تو عیدیں بھی اچھی گزری ہیں کیوں کہ میرے پاپا کے ساتھ گزری پچھلی چھوٹی عید میں نے اپنے پاپا کے ساتھ انجوائے کیا میں اور میرے پاپا دونوں بھابیوں سے ملنے ان کے گھر گئے تو یہ عید ہی اچھی گزری۔ اب پاپا ہمیں چھوڑ کے چلے گئے ہیں تو اب چھوٹی عید سسرال میں گزرے گی' پاپا کی بے حد کمی محسوس ہوگی' اللہ تعالیٰ میرے پاپا کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام سے نوازے آمین۔

5) عید کی تیاری میں تو اینڈ پر ہی کرتی ہوں ویسے سب کچھ جلدی ہی مینج کرلیتی ہوں کوئی پرابلم نہیں ہوتی وقت کی بہت پابند ہوں۔

6) زیادہ تر کھیر کی ہی فرمائش ہوتی ہے میٹھا بہت پسند ہے مجھے تو' میٹھا ہی زیادہ کھاتی ہوں۔

7) عیدی بھی سے لینے میں مزہ آتا ہے اور کوئی بھی کنجوسی نہیں کرتا دینے میں اب پہلی عیدی شوہر کی طرف سے ملے گی دیکھتے ہیں کنجوسی کرتے ہیں کہ نہیں ویسے کھلے دل کے مالک ہیں۔

8) یہی کہنا چاہوں گی کہ نیت صاف رکھیں اور صبر سے اپنی زندگی بسر کریں۔

9) ہر بار کی طرح کچھ ادھورا پن محسوس ہوتا ہے پتا نہیں کیوں کوشش یہی ہوتی ہے کہ سب کے ساتھ مل کے انجوائے کروں اور سب کو خوش رکھوں اور کسی کو مجھ سے کوئی شکایت نہ ہو۔

شازیہ ہاشم ...... صیواتی

1) افطاری کی ذمہ داری...... جو میں الحمدللہ خوش اسلوبی سے نبھاتی ہوں۔

2) رمضان المبارک میں درود پاک کی کثرت' سورۃ اخلاص کا ورد' اللہ ھو الصمد کا ورد اور باقی وہی جو رمضان المبارک کے عشروں کے لحاظ سے ہوتے ہیں۔

3) عید کا چاند دیکھ اللہ کا شکر بجا لاتی ہوں کہ یا اللہ العالمین کیسا خوب صورت انعام دیتا ہے عید کی شکل میں اور دل میں دھڑکا لگا رہتا ہے کہ نجانے میرے روزے اور عبادت قبولیت کے درجے پر پہنچی ہے یا نہیں مگر تب ہی اس سوچ پر اللہ رب العزت کی رحمت غالب آجاتی ہے پھر ہلکی پھلکی ہوکر عید کے دن کے لیے جیولری' مہندی وغیرہ خریدتی ہوں اور پھر کپڑے پریس کرنے کی ذمہ داری جو بہت کٹھن لگتا ہے کیونکہ ابو اور بھائیوں کے ہوتے ہیں۔

4) ہاں الحمدللہ! زندگی کی ہر عید یادگار ہے مگر وہ عید یادگار ہے جب انہوں نے ہمارے ہاں گزاری بہت مزہ آیا۔

5) عید کی میں رمضان المبارک کے آخری عشرے میں بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ عید سے ایک دن پہلے میرا ڈریس آتا ہے اور پھر ٹائٹ میں امی اسے سیٹ کرتی ہیں۔

6) کھیر ہے جو میں اچھے طریقے سے بناتی ہوں اور ڈیکوریٹ کرتی ہوں۔

7) عیدی لینے میں سب سے زیادہ مزہ اپنے پیارے پاپا سے لینے میں آتا ہے جن کے چہرے پر عجیب الوہی سی مسکراہٹ ہوتی ہے جب عیدی دیتے ہیں تو دل سے یہ صدا نکلتی ہے "یا اللہ! میرے پاپا کو ایسے ہی خوش و خرم رکھنا اور ان کا سایہ ہمارے سروں پر دراز رکھنا (آمین) اور کنجوسی صرف بھائی دکھاتا ہے اور (چلو خیر ان کی وی ہونڈا لے جلدوں بھرا شادی شدہ ہو جاندے نیں)۔

8) پیاری ہم جولیوں اور ڈیئر آنچل فرینڈز! کبھی اپنی اقدار اور روایت کو پاؤں کے نیچے نہ روندنا اور چاہے موقع جو بھی ہو مگر ذہن میں رکھنا ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی بیٹیاں ہیں' پیارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آنسوؤں کی لاج رکھتے ہوئے ہر خوشی کو منانے کی کوشش کرنا۔

9) عیدالفطر رب کی طرف سے انعام ہوتا ہے' یہ ذہن کو خوشیوں سے دوبالا کردیتی ہے اور عید ہمیشہ اپنوں کے ساتھ ہی مناتے ہوئے ہی مزہ آتا ہے' خاص طور پر اپنے بابا اور پیاری ام جان کے ساتھ اور اپنی پیاری سسٹرز آپی سعدیہ' مصباح اور رشک ام حبیبہ اور شرارتی سے بھائی اظہار الحق کے ساتھ ہو کے فی امان اللہ۔

چراغ خانہ
رفعت سراج

معزز قارئین آپ سے التماس ہے کہ ہم www.urdusoftbooks.com پر آپ حضرات کے لیے مسلسل اچھی کُتب فراہم کرنے کے لیے کوشاں رہتے ہیں جس کے لیے وقت اور رقم دونوں صرف ہوتے ہیں جس کی غرض سے ہماری اِس ویب سائٹ کُچھ سپانسر اشتہارات لگائے گئے ہیں جب ویب سائٹ وزٹرز اُن اشتہارات میں سے کسی اشتہار پر کلک کرتے ہیں تو ویب سائٹ کو تھوڑی سی آمدن حاصل ہوتی ہے، یہ آمدن ویب سائٹ کے اخراجات کو برداشت کرنے میں معاون ثابت ہوتی ہے اس لیے آپ حضرات سے گزارش ہے کے اپنے Google Chrome یا Mozilla Firefox کی Adblocker Extension کو Pause کر دیں یا صرف ہماری ویب سائٹ کے لیے Pause کر دیں۔ نیچے نظر آنے والی تصویر میں دکھایا گیا ہے کے Adblocker کے Pause ہونے یا انسٹال نہ ہونے کی صورت میں اشتہارات **Green Box** والی جگہ پر ظاہر ہوں گے۔

اس سے پہلے کہ ثابت ہو جرمِ خاموشی
ہم اپنی رائے کا اظہار کرنا چاہتے ہیں
کسی کو کیسے بتلائیں بھلا' کہ ہم خود بھی
تیرے بچھڑنے کے اسباب کم ہی جانتے ہیں

گزشتہ قسط کا خلاصہ

کمال فاروقی اور دانیال مشہود کی بے ہوشی کا فائدہ اٹھاتے اسے ہسپتال لے جاتے ہیں جہاں اسے فوری طبی امداد دی جاتی ہے خراب طبیعت کی اصل وجہ ٹینشن اور نقاہت ہوتی ہے کمال فاروقی اس کی طرف مطمئن ہو کر دانیال کو پیاری کی طرف بھیج دیتے ہیں' ان کا خیال تھا کہ پیاری مشہود کی طرف سے فکرمند ہوگی لہٰذا ایسے میں دانیال کو وہاں ہونا چاہیے۔ دانیال باپ کے کہنے پر پیاری کے پاس پہنچ جاتا ہے مگر پیاری کو دانیال کی آمد بالکل اچھی نہیں لگتی اور وہ دانیال سے اپنی ناپسندیدگی کا اظہار برملا کرتی ہے ایسے میں دانیال کو اپنی ذات کی یہ تحقیر برداشت نہیں ہوتی محبت اس کا سب سے بڑا جرم بن جاتا ہے۔ مانو آپا کو جب یہ پتا چلتا ہے کہ مشہود ہسپتال میں ہے تو وہ بھائی کی محبت میں بے قرار ہو کر فوراً ہسپتال پہنچنے کا ارادہ کرتی ہے اور وہ رات میں مشہود کے پاس رک کر اس کا ساتھ دینا چاہتی ہیں۔ عالی جاہ کو تمام بات بتا کر وہ اس کے عتاب کا نشانہ بنتی ہیں کیونکہ عالی جاہ کو مشہود اور پیاری سے بے حد نفرت محسوس ہوتی ہے مگر وہ اپنی ماں کو اپنے جذبات سمجھانے میں ناکام رہتا ہے۔ سعدیہ دانیال اور پیاری کے گھر آنے اور یہاں رکنے کی بات کرتی ہیں جس پر کمال فاروقی انہیں سمجھا کر رضامند کر لیتے ہیں۔ مانو آپا اپنی ہمدرد طبیعت کے پیش نظر مشہود کا خیال بالکل اپنے بیٹے کی طرح رکھتی ہیں اور رو رو کر اس کے لیے دعائیں کرتی ہیں۔ مشہود ان کی یہ رقت بھری کیفیت دیکھ کر گنگ رہ جاتا ہے اور بلا آخر ان کے سچے جذبوں کو پذیرائی بخشتے ان سے اپنے تلخ رویوں کی معذرت کرتا ہے مانو آپا اسے تمام باتیں بھولنے کا مشورہ دیتی آرام کی تاکید کرتی ہیں۔ دانیال عجیب کشمکش کا شکار ہو کر واپس پیاری کے پاس آ جاتا ہے پیاری رات کی تنہائی میں اس کی آمد پر گھبرا جاتی ہے وہ مشہود کی طرف سے مختلف خدشات کا شکار ہو کر دانیال سے بے اعتنائی و لاتعلقی برتتی ہے ایسے میں دانیال اپنی گاڑی میں رات گزارنے کا ارادہ کرتا ہے اور پیاری کا سامنا کرنے سے گریز کرتا ہے۔ پیاری اس کی خفگی کی پروا کیے بغیر چپ چاپ اندر آ جاتی ہے لیکن کچھ دیر بعد ہی اسے اپنی غلطی کا احساس ہوتا ہے تو وہ دانیال کے پاس آ کر اپنی غلطی کا ازالہ کرنا چاہتی ہے۔

اب آگے پڑھیے

❀......❀......❀

پیاری نے بڑی ہمت کر کے کار کے شیشے پر اپنی انگوٹھی سے دستک دی بہت محتاط انداز تھا کار کے اندر اندھیرا تھا اسے ایک نظر میں باہر سے کچھ دکھائی نہیں دیا۔ دستک دینے کے بعد وہ انتظار کرنے لگی کہ یا تو کار کی کھڑکی کا شیشہ نیچے ہوتا ہے یا پھر کار کا دروازہ کھلے گا لیکن کچھ بھی نہ ہوا ایک منٹ کا دورانیہ ایک صدی کے لگ بھگ محسوس ہوا تھا اس نے اس مرتبہ بڑی بے اختیار کیفیت میں ذرا زور سے دستک دی اور رد عمل کا انتظار کرنے لگی۔ دروازہ تو نہیں کھلا کھڑکی کا شیشہ نیچے سرکتا ہوا محسوس ہوا وہ بغور دیکھ رہی تھی۔ شیشہ آدھا نیچے ہوا تو اسے دانیال کی صورت دکھائی دی جو بکھرے بالوں کے ساتھ اس کی طرف دیکھ رہا تھا آنکھوں میں نیند اور خفگی کا ملا جلا تاثر تھا پیاری کو سمجھ ہی نہ آئی کہ وہ بات کس طرح شروع کرے۔ اس نے سوچا دانیال کچھ پوچھے مگر دانیال تو بالکل خاموش تھا یا پھر وہ بھی پیاری کی طرح انتظار کر رہا تھا کہ پیاری اپنی طرف سے کوئی بات کرے۔

"وہ میں کہہ رہی تھی کہ آپ اتنی گرمی میں سو رہے ہیں' اصولاً تو آپ کو یہاں نہیں آنا چاہیے تھا......" پیاری اپنی ہی رو میں بولتی چلی گئی دانیال نے جواب دیے بغیر کھڑکی کا شیشہ دوبارہ اوپر کر دیا۔ پیاری ٹک ٹک شیشے کی طرف دیکھتی رہ گئی اب اسے سمجھ آ گئی تھی کہ دانیال اس سے ناراض ہے لیکن اس نے کھڑکی کا شیشہ نیچے ہونے کے بعد جو دانیال کی حالت

دیکھی تھی اب وہ اندر جا کر ایک پل چین سے نہیں بیٹھ سکتی تھی؛ اس نے دستک دینے کے بجائے اپنی ہتھیلی سے شیشے پر دھپ دھپ کی لیکن جواب میں مکمل خاموشی تھی۔ پیاری نے اب اپنے دونوں ہاتھوں سے کھڑکی کا شیشہ دھڑ دھڑ لیا۔ دانیال نے شیشہ نیچے کر کے اس کی طرف بڑی برہمی سے دیکھا تھا۔

"آپ اندر جا کر آرام فرمائیں۔"

"کیوں اتنی ہمدردی کر رہی ہیں۔ بس چند گھنٹے کی بات ہے، بہت برا پھنس گیا ہوں۔ بس انتظار کر رہا ہوں اس رات کے گزرنے کا ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ آپ کو زحمت نہیں دوں گا یہ میرا آپ سے وعدہ ہے۔" یہ کہہ کر پھر اس نے شیشہ اوپر کر لیا۔

پیاری نے گویا اپنا سر پیٹ لیا عجیب مشکل میں پھنس گئی تھی؛ غلطی بھی اسی کی تھی بداخلاقی کی انتہا بھی اسی نے کی تھی۔ اب معاملے کو سنبھالنا بھی اسی کا فرض بنتا تھا؛ اس نے اب لگا تار کھڑکی کا شیشہ بجانا شروع کر دیا؛ چند سیکنڈ بعد کار کا دروازہ کھلا اور دانیال کار سے باہر آ گیا۔

اس کی قمیص کے تین بٹن کھلے ہوئے تھے؛ آستینیں فولڈ تھیں؛ قمیص پسینے میں بھیگی ہوئی صاف محسوس ہو رہی تھی۔ ظاہر ہے وہ ساری رات تو گاڑی اسٹارٹ کر کے سونے سے رہا۔ پتا نہیں گاڑی میں کتنا پیٹرول تھا یہ تو اسی کو پتا ہوگا لیکن وہ گاڑی کا اے سی آن کر کے بھی سو سکتا تھا۔ جانے اس نے ایسا کیوں نہیں کیا یا شاید وہ پیاری سے بدلہ لینا چاہتا تھا؛ اس کو جتانا چاہتا تھا کہ اس نے کتنی تکلیف میں رات کاٹی ہے۔ اس کے باوجود کے وہ بالکل بے قصور ہے؛ پیاری اسے کس قدر تنگ کر رہی ہے؛ کسی ناکردہ گناہ کی ایک تسلسل سے سزا دے رہی ہے۔ وہ کار سے باہر آیا تو پیاری چار قدم پیچھے ہٹ گئی تھی۔

"آپ پلیز مجھ پر چاہے کتنا بھی غصہ کرنا چاہیں کر لیں؛ مگر اندر آ کر سوئیں؛ مجھے بہت تکلیف ہو رہی ہے۔" پیاری کے منہ سے غیر ارادی طور پر نکلا۔

دانیال نے بہت سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھا؛ نظروں میں اب خفگی کی بجائے اجنبی پن کا تاثر تھا۔

"آپ کو کیوں تکلیف ہو رہی ہے آپ کا اور میرا کوئی ایسا رشتہ نہیں ہے جس کی وجہ سے آپ کو میری کسی تکلیف پر تکلیف ہو آپ آرام فرمائیں۔ میں نے آپ سے کہا تا کہ آپ کو آئندہ میری طرف سے کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی اس طرح کے کسی امتحان میں نہیں ڈالوں گا آپ کو۔ اب یہ تنگ کرنا بند کریں اور جا کر اپنے ٹھنڈے کمرے میں سو جائیں اب اگر آپ نے مجھے تنگ کیا تو میں گھر سے چلا جاؤں گا۔ چاہے مجھے ساحل سمندر پر رات گزارنا پڑے۔" دانیال نے اب دھمکی بھی دی تھی۔

ساحل سمندر پر ویسے ہی حالات خراب ہیں لوگ اپنی گلی اپنے گھر کے سامنے لٹ جاتے ہیں؛ اس ٹائم پر ساحل سمندر جائیں گے؟ پیاری کو اسی طرح کے اندیشے ستا رہے تھے؛ جو اندیشے کسی اپنے کو ستا سکتے ہیں۔ وہ خیال جو کسی اپنے ہی کو آ سکتا ہے وہ احساس جو کسی اپنے ہی کو ہو سکتا ہے۔

"آپ جو کچھ بھی کرنا چاہیں صبح کو کریں ابھی تو آپ کو میری بات ماننا پڑے گی اگر آپ گھر سے باہر گئے تو میں بھی گیٹ سے باہر جا کر بیٹھ جاؤں گی۔ سب نے مل کر مجھے تو اتنا تنگ کیا ہے کہ میرا تو مر جانے کو جی چاہتا ہے۔ جس کو بھی موقع ملتا ہے وہ مجھے چھوڑتا نہیں ہے میرا آخر قصور کیا ہے؟" پیاری وہیں کھڑے کھڑے بلک بلک رو پڑی۔ دانیال نے پیاری کی طرف دیکھا تو تڑپ کر رہ گیا؛ اس نے دل و جان سے اس بے وقوف سی لڑکی کو چاہا تھا جو جب چاہتی تھی اس کا دل بڑے آرام سے توڑ کر فاصلے پر کھڑی ہو جاتی تھی۔ اتنے فاصلے پر کہ وہ جتنا بھی دوڑ کر اس تک پہنچنے کی کوشش کرتا وہ مزید فاصلہ اختیار کر جاتی۔

"یعنی کہ غلطی بھی خود ہی کی ہے اور اب دھمکیاں بھی دو گی۔" پیاری کے آنسو اسے بہت تنگ کر رہے تھے؛ وہ جانتا تھا کہ پیاری اپنی خوشی سے یہ سب کچھ نہیں کر رہی؛ وہ جس امتحان سے گزر رہی ہے وہ امتحان ایک پتھریلا سفر ہے؛ جس پر چلتے چلتے نڈھال ہو کر گرنے لگتی ہے۔ ایک طرف خون کا رشتہ...... دوسری طرف بنایا ہوا رشتہ یا دل کا رشتہ...... دو رشتوں کی طاقت نے اسے اس طرح جکڑ رکھا تھا کہ اسے زندگی جیسے بوجھ لگنے لگی تھی؛ جس کا اظہار اس نے ابھی ابھی کیا بھی تھا کہ مر جانے کو جی چاہتا ہے۔ بس دانیال کو ایک دم احساس ہوا کہ وہ شہود کے برابر آ کھڑا ہوا ہے جو کچھ شہود کر رہا ہے وہی تو وہ بھی کرنے لگا ہے...... شہود گنجائش رکھ کر بات کر رہا ہے نہ وہ کوئی رعایت دے رہا ہے اگر خدانخواستہ اس نے واقعی جان دے دی تو پھر کیا رہ جائے گا؛ اذیت کی انتہا پر انسان کچھ بھی کر سکتا ہے۔

دانیال کو اب خوف ستانے لگا وہ سارا غم و غصہ بھول گیا اور وہ چاہت دل پر غالب آنے لگی؛ جس چاہت نے رات کے اس پہر اسے پیاری کے مقابل کھڑا کیا ہوا تھا جو کسی اور طرف دیکھنے کی مہلت ہی نہیں دیتی تھی۔ اس نے روتی ہوئی پیاری کو چپ

کرانے کی کوشش نہیں کی کیونکہ اندر سے اسے خوف تھا کہ پیاری کسی چاہت کے اظہار پر...... الٹا گلے نہ پڑ جائے۔ پھر کوئی ایسی بات نہ ہوجائے کہ اسے غصہ آجائے کیونکہ وہ بھی تو انسان ہی ہے۔ دل ٹوٹنے کی بھی کوئی حد ہوتی ہے اور جس سے پیار کیا جاتا ہے اس کی بدسلوکی تو سب سے زیادہ محسوس ہوتی ہے اب وہ کوئی خطرہ مول لینے کی غلطی نہیں کرسکتا تھا' چپ چاپ سر جھکا کر اندر کی طرف بڑھ گیا۔

❀ ❀ ❀

ماں آپا فجر کی نماز پڑھنے کے بعد درود شریف اور آیت شفاء کی تسبیح میں مشغول ہوگئی تھیں۔ تسبیحات مکمل کرنے کے بعد انہوں نے ایک گلاس پانی پر دم کیا اور ڈھانپ کر رکھ دیا کہ جب مشہود کی آنکھ کھلے گی تو اسے یہ پانی پلائیں گی۔ اس کے بعد جاکر وہ دوسرے بیڈ پر لیٹ گئیں اور مشہود کے بارے میں سوچنے لگیں جوں جوں وہ مشہود کے بارے میں سوچتی تھیں ان کا دل پگھلتا جارہا تھا اور مشہود انہیں یکسر بے قصور دکھائی دے رہا تھا۔

"اس بچے کے غصے کے جواب میں کسی کو بھی غصہ نہیں کرنا چاہیے۔ اس لیے کہ جو تکلیف اور مشقت اس نے اٹھائی وہ ہم میں سے کسی نے نہیں اٹھائی' سب نے وقت سے کھایا وقت سے پیا' ٹھنڈے کمروں میں پڑ کر سوگئے۔ جانے بچہ کن کن ویرانوں سے گزرتا ہوا دھکے کھاتا ہوا' جان بچاتا ہوا یہاں تک پہنچا۔ میں دانیال کو بھی سمجھاؤں گی کہ بیٹا ذرا صبر سے کام لو ایسی بھی کیا آفت اتری ہے شادی ہوگئی ہے۔ تم اور پیاری ایک دوسرے کے ہوگئے ذرا صبر سے وقت گزار لو' کچھ نہیں بگڑے گا' ان شاء اللہ سب کچھ ٹھیک ہوجائے گا' یہ بے ماں باپ کا بچہ...... ارے ماں باپ کی کمی تو بہت بڑی کمی ہوتی ہے۔ ماں باپ کی قدر تو وہ جانیں جو انہیں کھو بیٹھے ہیں' اولاد کے عیبوں پر پردہ ڈالنے والے' اولاد کی تکلیف کو دونوں ہاتھ سے سمیٹنے والے' ہر دکھ تکلیف کے موقع پر سب سے بڑھ کر اپنے...... ارے یہ رشتے کہاں ملتے ہیں اور جن کو مل کر چھن گئے وہ تو ایک طرح سے بڑے مسکین ہیں' بے چارے ہیں' ان پر تو غصہ کرنا بھی گناہ ہے۔ سب کو کہہ دوں گی کہ مشہود جس کو جو مرضی کہے سب سن لیں۔ ارے وہ تکلیف کسی نے نہیں اٹھائی جو اس بچے نے اٹھائی ہے ذرا سا سُن لیں گے تو کیا جیب سے کچھ چلا جائے گا۔ یہ بھی ایک طرح سے نیکی ہوگی۔ آخر کسی دن تھکے گا تو سوچے گا پھر کچھ سمجھ جائے گا' کیا نہیں ہوتا اس دنیا میں' ارے روز وہ ہوجاتا ہے جو سوچا بھی نہ تھا۔ اللہ نے چاہا سب ٹھیک ہوجائے گا۔" وہ آنکھیں موندے ہوئے دل ہی دل میں آنے والے وقت کے لیے اچھی اچھی دعائیں کرنے لگیں۔

❀ ❀ ❀

دانیال مشہود کے کمرے میں آکر اس کے بستر پر لیٹ گیا تھا۔ یہ وہ کمرہ تھا جو اس کے لیے بالکل بھی اجنبی نہیں تھا' پیاری کو دیکھنے اور اس کی محبت میں گرفتار ہونے تک کے تمام مرحلے اسی کمرے میں اٹھتے بیٹھتے طے ہوئے تھے' وہ مشہود کے لاپتہ ہونے کے بعد بھی اس گھر میں مشہود کے کمرے میں ہی سویا تھا لیکن پتا نہیں آج اسے مشہود کے بستر پر سوتے ہوئے یوں محسوس ہورہا تھا جیسے وہ مشہود سے چھپ کر بہت غلط کام کررہا ہو یا کسی جرم کا ارتکاب کررہا ہو کافی دیر کروٹیں بدلتے ہوئے گزر گئی۔

پیاری کی طرف بار بار سوچ کا پلٹنا تو بڑا فطری تھا چاہنے والے ایک چھت کے نیچے ہوں اور دونوں کے دلوں کو خبر ہو کے وہ ایک دوسرے کے بغیر نہیں رہ سکتے اور ایک دوسرے کے بغیر رہنے پر مجبور ہوں۔ جو بہت ہی قریب ہوں اور بہت ہی دور ہوں' سوچ تو بار بار اس طرف ہی پلٹتی ہے جہاں محبوب کے قیام کا امکان ہوتا ہے۔

جس طرح ایک قبلہ ہے اور سارے اس طرف منہ کرکے نماز پڑھتے ہیں' قبلے کا تصور درحقیقت محبوب ہی کا تصور ہے یہ ایک علامتی اشارہ ہے کہ یہ قبلہ نہیں ہے یہ محبوب کے ہونے کا یقین ہے۔ سوچ کو اسی طرف موڑے رکھتا ہے اِدھر اُدھر بھٹکنے نہیں دیتا۔ بالکل یہی صورت حال عشق مجازی کی ہے' جس طرف محبوب کی موجودگی کا گمان ہوتا ہے وہی سمت دل کا قبلہ بن جاتی ہے۔ آسان تو نہیں تھا بہت مشکل تھا' دل تو یہاں تک کہہ رہا تھا کہ چپکے سے اسے جھانک آئے' دیکھے تو سہی وہ کیا کررہی ہے۔

شاعر تو محبوب کو اپنے خیال میں ڈوبا دیکھ کر ترک ملاقات کر بیٹھتے ہیں اور وجہ یہ بتاتے ہیں کہ وہ اپنے خیال میں کھوئے بہت اچھے لگ رہے تھے اس لیے ہم نے مداخلت کرنا مناسب نہ سمجھا اور جو کچھ کہنے گئے تھے وہ دل کی دل میں رہ گئی۔

اس کے کمرے میں آنے کے تھوڑی دیر بعد ہی لائٹ آگئی تھی اس نے اسپلٹ آن کردیا تھا اب کمرے میں بڑی خوب صورت سی ٹھنڈک بکھر گئی تھی۔ کمرہ ٹھنڈا ہوتے ہی اوسان بحال ہونے لگے اور ذہن بھی پرسکون ہوگیا' وہ دل ہی دل میں خود کو کوسنے لگا۔ کیا ٹین ایج لڑکوں کی طرح ڈرامے

بازی کررہا تھا' کیا اسے یہ دیکھنا تھا کہ پیاری کتنی دیر انتظار کرتی ہے کہ وہ گرمی میں سوپائے گا یا نہیں' وہ کیوں پیاری کو آزمارہا تھا' وہ بے چاری تو ویسے ہی ہر طرف سے آزمائی جارہی ہے' بہت غلط حرکت کی اگر وہ پہلے ہی کمرے میں آکر لیٹ جاتا تو وہ بھی کب کی سو چکی ہوتی۔ ابھی تو معاملات اسی طرح چلیں گے جب تک مشہود کا دماغ صحیح نہیں ہوجاتا۔

وہ بڑے پختہ انداز میں سوچتے ہوئے اپنے اوپر لعن طعن کرکے اب صحیح معنوں میں سونے کا موڈ بنا چکا تھا گویا کہ اب واقعی سے صبر جمیل کا ذائقہ پتا چل رہا تھا۔

❁......❁......❁

فجر کی نماز اور تسبیحات سے فارغ ہوکر مانو آپا نے سب سے پہلا کام جو کیا وہ یہ تھا کہ انہوں نے کمال فاروقی کو فون کیا کیونکہ انہیں پتا تھا کہ کمال فاروقی فجر کی اذان سے دس پندرہ منٹ پہلے جاگ جاتے ہیں اور باقاعدہ جماعت سے نماز ادا کرنے کی کوشش کرتے ہیں' اسی لیے انہوں نے وقت ضائع کیے بغیر ان کو مطلع کرنا ضروری سمجھا کہ وہ ابھی ڈاکٹر وغیرہ سے بات کررہی ہیں اور صبح کی ٹریٹمنٹ کے بعد وہ مشہود کو لے کر اپنے گھر روانہ ہوجائیں گی۔

کمال فاروقی نے دو تین بیل کے بعد مانو آپا کی کال ریسیو کی تھی ان کی آواز سے پریشانی جھلک رہی تھی کیونکہ اتنی صبح صبح ہسپتال سے فون آنا کوئی عام بات نہیں ہوتی اور کوئی متعلقہ فرد ہسپتال میں داخل ہوتو یونہی الٹے سیدھے وہم آ لیتے ہیں۔

"السلام علیکم آپا......! آپ خیریت سے ہیں۔" کمال فاروقی نے بہت محتاط انداز میں بات شروع کی۔

"وعلیکم السلام! بھیا میں بالکل خیریت سے ہوں الحمدللہ اور اللہ کا احسان ہے۔ مشہود کی طبیعت بھی بہت بہتر ہے۔ رات اس نے مجھ سے بہت باتیں کیں' بہت اچھے موڈ میں تھا میں نے اسے کافی سمجھایا بجھایا ہے۔ میرا خیال ہے کہ آج اسے کوئی نہ ملے' بس میں ہی اس کی دیکھ بھال کروں۔"

"یعنی آپ یہ کہہ رہی ہیں کہ آج ہم میں سے کسی کو اسپتال نہیں آنا چاہیے۔" کمال فاروقی نے مانو آپا سے استفسار کیا۔

"ہاں...... بھیا بات یہ ہے کہ بڑی مشکل سے بچہ سنبھلا ہے' میں سوچتی ہوں کہ ذرا اس کے دماغ کو تھوڑی دیر سکون رہنے دیکھو' جب دماغ پُرسکون ہوگا تو بندہ عقل کی بات سوچے گا۔"

"جی جی...... ٹھیک کہہ رہی ہیں آپ' لیکن آپا' مجھے تو آپ کی فکر ہورہی ہے کہ آپ رات بھر اسپتال میں رہیں اور اب دن بھر وہیں رہیں گی تو آپ خود تھک جائیں گی آپا' اب آپ کی عمر بھی نہیں ہے۔" کمال فاروقی بہن کی تکلیف کے احساس سے بے چین محسوس ہوئے۔

"ارے نہیں...... نہیں کمال' اللہ جب کسی کو بھلائی کے کام کی توفیق دیتا ہے تو پھر اسے ہمت قوت بھی دیتا ہے' تم میری بالکل فکر نہ کرو۔ میں نے تو تمہیں یہ بتانے کے لیے فون کیا ہے کہ دیکھو اب اس کا بار بار ہسپتال کے چکر لگانا بھی ٹھیک نہیں ہے' میں اسے اپنے گھر لے کر جارہی ہوں۔"

"اپنے گھر......" مارے حیرت کے کمال فاروقی نے ان کی بات کاٹی۔ "یہ کیا ہونے جارہا ہے۔" وہ الجھنے لگے۔

"میں تمہیں سمجھا رہی ہوں نا ابھی تھوڑا سا میری باتوں کا اس پر اثر نظر آرہا ہے' ارے اسپتال میں تو اچھے اچھے چڑچڑے ہوجاتے ہیں' اپنے گھر لے جاؤں گی' کافی بہتر ہے یہ دوائی وغیرہ خود کھلاتی رہوں گی' اللہ نے چاہا تو سب ٹھیک ہوجائے گا۔ میں نے تمہیں یہ ہی بتانے کو فون کیا تھا اور ہاں تم بھی گھڑی گھڑی میرے موبائل پر فون مت کرنا' کیا پتا کسی بات پر کھٹک جائے کہ پتا نہیں کیا ہورہا ہے' ٹھیک ہے نا' ابھی بالکل خاموش ہی رہو اور جیسے میں کہہ رہی ہوں ویسے کرو۔"

"پھر بھی آپا...... ٹھیک ہے' ظاہر ہے آپ اچھا ہی کررہی ہوں گی' مجھے تو کوئی شک نہیں ہے۔"

"بس بھیا تو بات ختم' ٹھیک ہے میں ان شاءاللہ تو دس بجے گھر پہنچ جاؤں گی۔"

"لیکن آپ نے مشہود سے بات تو کرلی ہے نا؟" کمال فاروقی نے ہچکچاتے ہوئے پوچھا۔

"ارے اس سے بات کرنے کے بعد ہی تم سے بات کررہی ہوں نا' اب اتنی پاگل تو نہیں ہوں کہ سوت نا کپاس اور کولی سے لٹھم لٹھا......"

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے آپا میں سمجھ گیا' مجھے آپ کی باتوں سے واقعی سکون ملا ہے۔"

"جزاک اللہ' خوش رہو بھیا اور سعدیہ سے بھی کہنا کہ وہ دھیان سے کوئی ایسی بات نہ کرے جو اس کو پریشان کرے۔"

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے آپا...... وہ کوئی ایسی بات نہیں کرے گی آپ نے دیکھا ہے نا اس میں کافی چینج ہے۔ وہ سعدیہ تو رہی نہیں ہے میں تو خود حیران بھی ہوں اور اللہ کا شکر بھی

ادا کرتا ہوں کہ بات سمجھ آ گئی۔"

"بھیا..... اللہ تم دونوں کو خوش رکھے اللہ حافظ۔" مانو آپا نے اپنی طرف سے فون بند کر دیا تھا' دوسری طرف کمال فاروقی بھی اپنے کان سے سیل فون ہٹاتے ہوئے بہت پُرسکون نظر آ رہے تھے۔

❀....❀....❀

ماسی نے کال بیل کی تھی تو پیاری کی گہری نیند ٹوٹی تھی' ویسے تو اسے نیند ہی نہیں آ رہی تھی۔ لیکن وہ مثل مشہور ہے کہ نیند تو سولی پر بھی آ جاتی ہے۔ وہ دانیال کے بارے میں سوچتے سوچتے ناجانے کب نیند کی وادیوں میں اتر گئی تھی۔ آنکھ کھلتے ہی اسے احساس ہوا کہ اچھا خاصا دن چڑھ آیا ہے' ذہن ماسی سے ہٹ کر فوراً دانیال کی طرف چلا گیا۔ وہ بھی تو صبح ہی سوئے ہوں گے' گاڑی میں کہاں نیند آ سکتی ہے۔ شاید گاڑی میں پیٹرول نہیں ہوگا ورنہ تو اسے ہی آن کر کے سو جاتے یا پھر مجھے تنگ کرنے کے لیے گاڑی بند کر کے لیٹے ہوئے تھے' خیر گزر گئی رات اسی طرح جیسے دن گزر جاتا ہے۔

وہ ماسی کے لیے دروازہ کھولنے کمرے سے باہر نکلی تو دل مچلا کہ ذرا جھانک کر مشہود کے کمرے میں دیکھے دانیال سو رہا ہے یا جاگ چکا ہے۔ ماسی نے اتنی دفعہ گھنٹی بجائی تھی کہ نیند تو اس کی بھی ٹوٹی ہوگی' خود سمجھ میں آ جانے والی بات ہے یہ تو اس کی ہمت نہ پڑی کہ وہ کمرے میں جھانک کر دیکھے کیونکہ دل نے اسے یقین دلا دیا تھا کہ گھنٹی کی تیز آواز سے دانیال کی نیند ٹوٹ گئی ہوگی اور وہ جاگ رہا ہوگا' وہ اس سے نگاہ نہیں ملا سکتی تھی اسے خود ہی اندازہ ہو رہا تھا اس لیے چپ چاپ گیٹ کی طرف بڑھ گئی لیکن ایک دم چونکی تھی پورچ میں دانیال کی گاڑی نہیں تھی۔

"ہیں..... یہ کب چلے گئے؟ گاڑی اسٹارٹ ہونے کی آواز آئی ہے انجن کا اچھا خاصا شور ہوتا ہے اسے اتنی گہری نیند آئی تھی کہ گاڑی اسٹارٹ ہونے پر بھی اس کی نیند نہیں ٹوٹی۔" ایک نئی سوچ نے اسے آ لیا۔ بہرحال اس نے گیٹ کھولا ماسی فوراً اندر آنے کی بجائے اپنا سر پکڑے ایکٹنگ کر رہی تھی۔

"توبہ باجی..... میں تو گھنٹیاں بجا بجا کے تھک گئی تھی' میں نے سوچا آخر بار بجاتی ہوں گیٹ کھولا تو ٹھیک ورنہ میں تو جاتی ہوں۔ دھوپ بھی اتنی تیز ہے اور اس بلاک سے اس بلاک تک آنے میں میری جو حالت ہوتی ہے وہ آپ کو کیا بتاؤں۔" ماسی نے گیٹ سے اندر آنے سے پہلے ہی اپنے دکھڑے سنانے شروع کر دیے تھے۔ پیاری کا ذہن اتنا الجھا ہوا تھا کہ اس نے بے اختیاری کیفیت میں ماسی کی طرف دیکھا۔

"اب کیا ارادے ہیں' اندر آنا ہے یا چھٹی کرو گی؟" اس نے بڑے سرد لہجے میں اور روکھائی سے ماسی سے سوال کیا تھا۔ ماسی کے لیے اس کا یہ انداز بڑا اجنبی سا تھا' حیران حیران سی بجلی کی سی تیزی سے اندر داخل ہوئی تھی' پیاری نے گیٹ بند کیا تو وہ اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"باجی آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے نا۔" اب وہ اپنا سر کھجاتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

"ہاں..... ہاں میری طبیعت ٹھیک ہے' سوئی ہوئی تھی اس لیے دیر ہو گئی' تم اپنا کام کرو۔ میں چائے بنا رہی ہوں' تمہارے لیے ناشتا بناؤں۔" اسے فوراً ہی احساس ہو گیا تھا کہ ماسی نے اس کے رویے میں کچھ تبدیلی محسوس کی ہے جو آگے بڑھنے کی بجائے اس سے سوال کرنے رک گئی تھی اس نے فوراً ہی اپنے آپ کو کنٹرول کیا اور نارمل انداز میں بات کرنے لگی۔ ذہن تو ابھی تک دانیال ہی کی طرف لگا ہوا تھا' ساری رات جاگے تو کیا صبح ہی چلے گئے' ماسی آگے بڑھی تو وہ بھی سوچتے ہوئے اس کے پیچھے چل دی۔

❀....❀....❀

"ابھی تو میرا خیال ہے آپ پہلے اسپتال جائیں گے' اتنی جلدی تو آپ آفس نہیں جاتے مگر تیار نظر آ رہے ہیں۔" سعدیہ ناشتا کرنے ڈائننگ ہال میں آئیں تو وہاں کمال فاروقی کو پہلے ہی سے موجود پایا' بڑے بنک سنک سے تیار اور فریش نظر آ رہے تھے۔ یہ ان کے آفس جانے کا ٹائم نہیں تھا' کبھی جلدی ناشتا کرتے بھی تھے تو گھر کے کپڑوں میں باہر آتے تھے۔

"نہیں میں ناشتا کر کے مانو آپا کی طرف جاؤں گا۔" سعدیہ نے چونک کر کمال فاروقی کی طرف دیکھا۔

"لیکن مانو آپا تو کیا نام ہے اس لڑکے کا..... مشہود کے پاس اسپتال میں ہیں بتایا تو تھا آپ نے کل.....؟" سعدیہ بڑی حیرت سے کمال فاروقی کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

"ہاں لیکن تھوڑی دیر میں وہ مشہود کو لے کر گھر پہنچ جائیں گی۔"

"تو مشہود کو لے کر اس کے گھر پہنچیں گی آپ تو مانو آپا کے گھر جانے کی بات کر رہے ہیں۔" سعدیہ مزید الجھ گئیں۔

"میں مانو آپا ہی کے گھر جانے کی بات کر رہا ہوں وہ مشہود

کو لے کر اپنے گھر پہنچیں گی۔"

"یہ رات ہی رات میں اتنا کچھ ہو گیا مجھے خبر ہی نہیں ہوئی' واقعی مجھے سمجھ نہیں آئی مانو آپا مشہود کو لے کر اپنے گھر کیوں جا رہی ہیں جبکہ اس کا اپنا گھر موجود ہے۔"

"اوہ تم تو بس اپنی ہی کہے جاتی ہو جب کہہ چکی ہو تو سامنے والے کی بھی سن لیا کرو۔" کمال فاروقی نے چائے کا مگ اٹھاتے ہوئے بڑے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"ہاں تو ظاہری بات ہے صبح صبح نئی نئی باتیں سن رہی ہوں' سوال تو خود بخود پیدا ہوتا ہے۔" سعدیہ بھی کب ہار ماننے والی تھیں ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

"ہاں صبح صبح مانو آپا کا فون آیا تھا بات ہوئی تھی ان سے۔" کمال فاروقی یہ کہہ کر چائے کا سپ لینے لگے۔

"اچھا تو اب ہمدرد دواخانہ اب مانو آپا کے گھر دکھائی دے گا' حد ہے مانو آپا سے بھی' کیا ضرورت ہے اس عمر میں اتنی ذمہ داریاں اٹھانے کی۔ چین نہیں ہے ان کو بھی۔" سعدیہ یہ کہہ کر سلائس پر مارجرین لگانے لگیں۔

بڑا سا کافی کا مگ نوکر رکھ کر چلا گیا تھا' صبح کو ان کا ہلکا پھلکا ناشتا ہوتا تھا پھر وہ گیارہ اور بارہ کے درمیان' بہت اچھے طریقے سے "برنچ" کیا کرتی تھیں جس میں سالن روٹی کے علاوہ دوسرے لوازمات بھی ہوتے تھے۔ دوپہر کا کھانا ان کا دو اور تین کے درمیان ہوتا تھا' رات کو بہت ہلکا پھلکا لیتی تھیں اور ان کی خوب صورتی کا راز بھی یہی تھا کہ رات کو کبھی وہ پیٹ بھر کر نہیں کھاتی تھیں' فنکشن پارٹیز میں بھی اس بات کا بہت خیال رکھتی تھیں اسی لیے اپنی عمر سے پندرہ سال کم ہی نظر آتی تھیں۔

"اب کوئی نیکی کر رہا ہو تو اس کو تو چھوڑ دیا کرو' تنقید کرنے کے لیے اور بہت ساری باتیں ہوتی ہیں' ضرور شوق پورا کیا کرو اس میں کیا برائی ہے اگر وہ کسی کی تکلیف میں خوشی خوشی خدمت کرتی ہیں تو اس عمل کا اللہ کی طرف سے اجر اور ثواب ملے گا' تمہیں اس بات پر کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔"

"کیا ہو گیا کمال آج پھر آپ کا موڈ خراب ہے.....؟"

سعدیہ کو مختلف قسم کے شکوک نے آ گھیرا ان کو یوں لگا کہ جیسے دال میں کچھ کالا ہے۔ پس پردہ کچھ ہے اس کی وجہ سے کمال فاروقی اپ سیٹ ہیں اور وہ اپنے معمول کے انداز میں بات نہیں کر رہے اگر ان کی طرف سے کوئی بدکلامی یا اظہار ہوتا تو وہ اس کو رد عمل جان کر ایک طرف کر دیتیں وہ تو ان سے بہت اچھے موڈ میں بات کر رہی تھیں کمال فاروقی ہی جھنجھلا کر جواب دے رہے تھے۔

"اصل میں بات یہ ہے کہ رات میں ٹھیک سے سو نہیں سکا' نیند پوری نہیں ہوئی۔" کمال فاروقی نے ایسا عذر پیش کیا' جس کے بعد سعدیہ کو کچھ کہنا اچھا نہ لگا۔

درحقیقت کمال فاروقی کی جھنجھلاہٹ صرف اور صرف مشہود تھا' وہ مشہود کی طرف سے بہت ذہنی تناؤ کا شکار ہو رہے تھے۔ مشہود کا مسئلہ کس طرح ٹھیک کیا جائے ان کا ذہن صرف ایک نقطہ پر کام کرتا رہتا تھا کیونکہ مشہود کی طرف سے جب تک تسلی نہیں ہو جاتی تھی' اس وقت تک انہیں بھی سکون نہیں ملتا تھا اور ان کی بے سکونی کی وجہ ظاہر ہے پیاری اور دانیال تھے۔ مشہود کے رویے کا براہ راست ان پر اثر پڑ رہا تھا' وہ دونوں نہ کھل کر خوشی منا سکتے تھے نہ ایک دوسرے کی رفاقت میں بھرپور مسرت محسوس کر سکتے ہیں' گویا ملن کے بعد بھی عجیب قسم کی کرکری تھی اور خوشی دور کھڑی جیسے منہ چڑا رہی تھی۔

سعدیہ نے کمال فاروقی کو گہری سوچ میں گم پایا تو پھر خود ہی مزید کچھ کہنے کا ارادہ ترک کر دیا اور چپ چاپ ناشتا کرنے لگیں۔

❁......❁......❁

مانو آپا نو ساڑھے نو بجے تک مشہود کو لے کر گھر پہنچ گئی تھیں' مشہود ان کے ساتھ کشاں کشاں یوں کھنچا چلا آیا جیسے کوئی ان دیکھا مقناطیس اسے مانو آپا کے پیچھے چلنے پر مجبور کر رہا ہو' کھینچ رہا ہو۔

مانو آپا کا وہ گھر پہلی مرتبہ دیکھ رہا تھا' مانو آپا کی سادگی سے یہ اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ وہ اتنے پرشکوہ گھر میں رہتی ہیں' وسیع و عریض گھر جس کے تین اطراف سرسبز لان تھا اور چمکتے ہوئے سیاہ آبنوسی بڑے بڑے دروازے' پیتل کی بڑی منفرد سی کنڈیاں گھر پر نظر ڈالتے ہی وکٹورین نواب کا گھر یاد آنے لگا۔ اس نے بڑے حیرت سے مانو آپا کی طرف دیکھا تھا اتنا شاندار گھر جس کی ایک ایک شے سے امارت ٹپکتی تھی۔

"یہ مانو آپا کا گھر ہے۔" وہ حیرت سے سوچ رہا تھا۔ "کتنی سادگی ہے ان میں' بات بھی کرتی ہیں تو بالکل ایسے جیسے عام گھروں کی عورتیں۔ ظاہر ہے جب گھر اتنا عالی شان ہے تو نوکر چاکر بھی ہوں گے' اتنا بڑا گھر تو بغیر نوکروں چاکروں کے سنبھالا نہیں جا سکتا لیکن کتنی ایکٹو ہیں ہر کام کرنے کے لیے آگے

بڑھتی ہیں۔" وہ تعجب بھری نگاہوں سے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے گھر کے اندر داخل ہوا تھا۔

وسیع و عریض پُرشکوہ لاؤنج جس میں بے حد قیمتی اور نادر قسم کے ڈیکوریشن پیسز سجے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔ ابھی مشہود کا ذہن مانو آپا کے بیٹے عالی جاہ کی طرف نہیں گیا تھا ورنہ یہ سوچ کر مطمئن ہو جاتا کہ اس تمام لش پش کے پیچھے سارا کمال ان کے بیٹے عالی جاہ کا ہے۔ اتنا شاندار گھر تو شاید دانیال کا بھی نہیں ہے گھر دیکھ کر تو یوں لگتا ہے کہ مانو پھوپو کے مرحوم شوہر کسی اسٹیٹ کے نواب تھے۔

"ارے بیٹا...... وہاں کیوں رک گئے۔" مانو آپا نے مشہود کو ایک جگہ جما ہوا پا کر چونک کر مخاطب کیا۔ وہ تو یہ سمجھ رہی تھیں کہ وہ ان کے پیچھے پیچھے آرہا ہے واکر کی کھٹ کھٹ بھی بند ہو چکی تھی جس سے انہیں اندازہ ہوا کہ وہ رک گیا ہے۔

"جی پھوپو...... میں حیران ہو رہا ہوں آپ نے گھر بہت اچھا ماشاء اللہ ڈیکوریٹ کیا ہے۔"

"ارے بیٹا...... تم میرا کمرا جا کر دیکھو سیدھا سادہ سا ایک بستر دو چار کرسیاں وہ بھی پرانے زمانے کی۔ میری طبیعت میں تصنع اور بناوٹ بالکل بھی نہیں ہے یہ سب آرائش تو میرے بیٹے عالی جاہ کے شوق کے مظہر ہیں۔

❁......❁......❁

کمال فاروقی جتنی تیزی سے پورچ کی طرف گئے تھے اس سے دوگنی تیزی سے واپس آئے تھے۔ سعدیہ ابھی ڈائننگ میں ہی سمیٹا سمائی کروا رہی تھیں۔ اپنے حساب سے اللہ حافظ کہہ چکی تھیں، سوچ کی گہری لکیریں پیشانی پر ابھری ہوئی تھیں۔ قدموں کی آہٹ پر کوفت بھری نگاہیں اٹھائی تھیں کہ کون آ گیا' دیکھا تو کمال فاروقی کھڑے ان کی طرف دیکھ رہے تھے۔

"یہ دانیال کس وقت آ گیا۔" وہ بڑی حیرت سے سعدیہ سے پوچھ رہے تھے' سعدیہ جواب میں خود ان کو حیرت سے دیکھنے لگیں۔

"دانیال وہ تو رات سے گھر میں نہیں تھا آپ ہی نے تو کہا تھا کہ وہ مشہود کی طرف چلا گیا ہے کیونکہ وہاں پیاری اکیلی ہے۔"

"ہاں رات کو تو وہ گھر پر نہیں تھا لیکن ابھی میں باہر گیا تو دیکھا اس کی گاڑی کھڑی ہے نجانے کس وقت آ گیا؟"

"مجھے تو نہیں پتا۔" سعدیہ نے جواب دیا۔ "ہو سکتا ہے کہ بہت صبح آ گیا ہو خیر گاڑی کھڑی ہے تو اس کا مطلب گھر میں ہے۔"

"گھر میں ہے تو اس سے پوچھو تو سہی اتنی صبح وہ کیوں آ گیا۔"

"اپنے گھر آیا ہے آپ پریشان کیوں ہو رہے ہیں۔" سعدیہ اب کو یا چڑ کر گویا ہوئیں۔

"ہاں چلو ٹھیک ہے گھر میں ہی ہے نا' اٹھے تو پوچھ لینا خیریت پیاری کی بھی اور مجھے موقع ملا تو میں خود فون کر لوں گا' اللہ حافظ۔" اب وہ دوبارہ اللہ حافظ کہہ کر چلے گئے۔

سعدیہ اپنی جگہ پر کھڑی سوچ رہی تھیں کہ دانیال کس وقت آیا ہوگا کیونکہ سات بجے سے وہ پہلے نیچے کے دو چار چکر لگا چکی تھیں انہوں نے گاڑی کی آواز سنی نہ دانیال کو آتے دیکھا۔

❁......❁......❁

مانو آپا مشہود کو گیسٹ روم میں چھوڑ کر واپس جا چکی تھیں' مشہود نظریں گھما گھما کر گیسٹ روم کا جائزہ لے رہا تھا۔ گیسٹ روم میں بھی ہر شے اعلیٰ کوالٹی کی تھی' بیڈ روم سیٹ سے لے کر تمام آرائشی اشیاء اس بات کی مظہر تھیں کہ ان کو بہت پیار اور اہتمام سے حاصل کیا گیا ہے' بڑے سے دریچے سے روشنی چھن چھن کر اندر آ رہی تھی آف وائٹ بلائنڈ کھڑکی پر کھینچے ہوئے تھے۔

اس نے چند لمحے سوچا پھر واکر کے سہارے آہستہ آہستہ چلتا ہوا کھڑکی تک گیا' ڈوری کھینچ کر بلائنڈ تھوڑا سا سرکائے اور باہر جھانکا سامنے لان کا خوب صورت منظر تھا۔ کچھ حصہ پورچ کا بھی دکھائی دے رہا تھا' پورچ میں دو بڑی لگژری کاریں کھڑی ہوئی تھیں' ایک کار تو وہی تھی' جس میں کچھ دیر پہلے وہ مانو آپا کے گھر آیا تھا دوسری کار غالباً ان کے بیٹے کی ہوگی کیونکہ یہی پتا چلا ہے کہ ان کا اکلوتا بیٹا ہی ان کے ساتھ ہوتا ہے اور جو غیر شادی شدہ ہے۔

مشہود کھڑکی سے باہر نظارہ کرنے کے بعد تھکے تھکے انداز میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا بیڈ پر آ کر بیٹھ گیا اور اپنی زندگی پر نئے سرے سے غور و خوض کرنے لگا۔ مانو آپا اس کا ایسے ہی خیال رکھ رہی تھیں جیسے کے بوا رکھتی تھیں۔ ماں کا چہرہ تو ہر وقت نگاہوں کے سامنے رہتا تھا' ماں تو ایسی ہستی ہے کہ گزرتے وقت کی گرد بھی اس آئینے کو دھندلا نہیں سکتی۔ ماں کی کمی بہت بڑی کمی تھی لیکن بوا نے جس طرح ان دونوں بہن بھائیوں کا خیال رکھا تھا کہ پھر اس کے بعد ان کو کسی غمگسار کی کمی محسوس نہیں ہوئی تھی۔

معاً اسے باہر سے کچھ شور کی آواز سنائی دی' اس کے کان کھڑے ہوگئے۔ بند دروازہ ہونے کی وجہ سے آوازیں واضح نہیں تھیں لیکن اس نے اندازہ لگایا کہ ایک مردانہ آواز مانو پھوپو کی آواز پر مسلسل غالب آرہی ہے' تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر اس نے ڈاکر کی طرف ہاتھ بڑھایا اور پورا وزن ڈال کر کھڑا ہوگیا۔ شور سے ایسا لگ رہا تھا جیسے کوئی لڑائی جھگڑا ہو رہا ہے اور یہی بات اس کے تجسس کو بڑھا رہی تھی جیسے تیسے کر کے دروازے تک پہنچا اور کان لگا کر سننے کی کوشش کی کہ باہر سے آنے والی آوازیں کس کی ہیں پھر مردانہ آواز کے ایک جملے نے اسے چونکا کر رکھ دیا۔

''اماں میں آپ کو آخری بار کہہ رہا ہوں اس کے بعد نہیں کہوں گا۔''

''ارے بیٹا...... اتنا بڑا گھر خالی پڑا ہے' بیس آدمی اس گھر میں آرام سے رہ سکتے ہیں۔ بچہ تکلیف میں ہے دو چار دن کے لیے گھر لے آئی ہوں' ارے ہسپتال تو ہسپتال ہوتا ہے بہر حال دیکھ بھال تو کرنا پڑتی ہے۔ وہ تو بیچارہ کہہ رہا تھا کہ یہاں پر دیکھ بھال کرنے کے لیے نرسیں بہت ہیں آپ اتنی تکلیف کر رہی ہیں' ارے اس کا حال دیکھو بے چارے سے چلنا پھرنا مشکل ہے۔''

''میں کب کہہ رہا ہوں کہ آپ غلط کہہ رہی ہیں' ضرور وہ بیمار ہوگا اسے تکلیف ہوگی لیکن وہ ہماری ذمہ داری نہیں ہے۔ اس کی بہن تو شادی رچا کر لائف انجوائے کر رہی ہے' بھائی کو ہم سنبھالتے پھریں یہ نہیں ہوگا۔'' اب مشہود سمجھ گیا کہ بولنے والا شخص مانو آپا کا بیٹا ہے۔

''اچھا تم آواز تو ذرا نیچی کرو اگر وہ سنے گا تو کیا سوچے گا وہ تو ویسے ہی نہیں آ رہا تھا میں ہاتھ پیر جوڑ کر لائی ہوں۔''

''ارے تو کیوں جوڑ کر لائی ہیں ہاتھ پیر آخر آپ کو مسئلہ کیا ہے؟ آپ جا کر اید ھی سینٹر جوائن کر لیں' صبح چلی جایا کریں اور شام کو واپس آفس ٹائم کی طرح آجایا کریں' آپ کو سکون مل جائے گا۔''

''تو بتاؤ میں اپنا گھر چھوڑ کر اید ھی سینٹر کیوں ڈیوٹیاں دیتی پھروں' بھئی جو نیکی کرنے کا موقع مل رہا ہے وہ کیوں نہ کروں؟'' مانو آپا اب جز بز ہو کر کہہ رہی تھیں وہ حتی المقدور کوشش کر رہی تھیں کہ ان کی آواز اونچی نہ ہونے پائے لیکن مشہود دروازے سے کان لگانے کے بعد دونوں ماں بیٹے کی

گفتگو بالکل صاف سن رہا تھا۔

"اماں اگر مشہود کی جگہ کوئی اور ہوتا نا تو شاید میں برداشت کرلیتا مگر پیاری کا بھائی مشہود اس کے لیے میرے گھر میں کوئی جگہ نہیں۔"

"ارے میاں جاؤ جا کر کام کرو ابھی میں زندہ ہوں اور میرے شوہر کا گھر ہے تمہارا کہاں سے ہوگیا...... جب میں مر جاؤں گی تب تمہارا ہوگا۔" بانو آپا کو غصہ آ گیا اصل میں وہ خوف زدہ ہورہی تھیں کہ مشہود کچھ نہ سن لے اس وجہ سے جلد سے جلد قصہ کوتاہ کرنے کے لیے غصہ ظاہر کررہی تھیں تاکہ وہ ان کے غصہ ہی سے کچھ اثر لے اور یہاں سے کھسک جائے۔

"اماں میں اس وقت جس کیفیت میں ہوں نا آپ اس کا اندازہ نہیں کرسکتیں۔ مجھے یوں لگ رہا ہے کہ جو زمین میرے پاؤں کے نیچے ہے وہ زمین نہیں ہے میں کسی تندور کے اندر کھڑا ہوا ہوں اور میرے پیروں کے نیچے انگارے بچھے ہوئے ہیں جس کی تپش میرے دماغ کو چھو رہی ہے۔"

"ارے توبہ استغفار کیا ہوگیا ہے عالی جاہ...... تم نے کیوں مفت کا بیر باندھ لیا ہے ارے جو قسمت میں لکھا تھا ہوگیا تمہارے لیے لڑکیاں بہت......"

"ہاں میرے لیے لڑکیاں بہت میرے سامنے تو اس کا نام بھی نہ لیجیے گا وہ ایک لوز کریکٹر لڑکی ہے پتا نہیں کتنے لڑکوں کو پھنسانے کے بعد دانیال کو پکڑا ہے۔" عالی جاہ یہ کہہ کر رکا نہیں تھا اس کے دھپ دھپ چلنے کی آوازیں مشہود سن رہا تھا لیکن اس طرح کے اس کا پورا وجود پتھرا چکا تھا۔

لوز کریکٹر لڑکی یہ الفاظ یہ شخص اس کی بہن کے لیے کہہ کر گیا ہے؟ اسے یوں لگا کہ کمرہ گول گول چکر کھا رہا ہو اسے اپنی پوری ہستی ڈولتی ہوئی محسوس ہوئی بہن کا معصوم چہرہ آنکھوں کے سامنے تھا اور کانوں میں عالی جاہ کے الفاظ جلتی ہوئی سلاخوں کی طرح گھسے ہوئے تھے اس نے بڑی بے بسی سے اپنی مٹھیاں زور سے بھینچ لی تھیں۔ کون ہے وہ کس طرح کی بات کررہا تھا اس نے یہ باتیں میری بہن کے لیے کی ہیں؟ مشہود کو یوں لگا کہ جیسے اس نے اپنے آپ کو نہ سنبھالا تو یہیں کھڑے کھڑے گر جائے گا محاورۃً نہیں اسے سچ مچ چکر آ رہے تھے۔

❁......❁......❁

کمال فاروقی بانو آپا کے گھر کی طرف رواں دواں تھے کہ راستے میں ہی دانیال کی کال آ گئی انہوں نے دانیال کی کال اٹینڈ کی اور اس کے بولنے سے پہلے ہی بولنا شروع کردیا۔

"ہاں دانیال سب ٹھیک ہے خیریت ہے۔ وہ...... تم رات کو کب آ کر سو گئے تھے؟ میں گھر سے نکل گیا ہوں بانو آپا کی طرف جارہا ہوں۔ بانو آپا مشہود کو لے کر اپنے گھر چلی گئی ہیں اب تم بے فکر ہو کر آرام سے سو جاؤ پھر ملتے ہیں۔ آفس میں بات کرتے ہیں میں بانو آپا سے مل کر سیدھا آفس جاؤں گا۔" یہ کہہ کر اب انہوں نے دانیال کی بات سننے کی ضرورت محسوس نہ کی کیونکہ وہ اس وقت کافی رش میں پھنسے ہوئے تھے اور اختصار کے پیرائے میں بات مکمل کرنے کی جلدی میں تھے۔

"پاپا آپ مشہود سے ملنے جارہے ہیں۔"

"ہاں میں نے تمہیں بتایا نا کہ بانو آپا اسے گھر لے گئی ہیں۔" کمال فاروقی نے دانیال کے سوال کے جواب میں بڑے عجلت بھرے انداز میں کہا۔

"پاپا بہتر ہے آپ اس وقت وہاں نہ جائیں میں آپ کو کہہ رہا ہوں کہ آپ وہاں نہیں جایئے۔"

"کیا مطلب......" دانیال کی بات سن کر کمال فاروقی ساری جلدی بھول بھال گئے۔

"پاپا آپ گھر آ جائیں یا پھر آفس چلے جائیں میں آپ سے مل کر آپ کو بتاتا ہوں کہ میں آپ کو کیوں منع کررہا ہوں۔"

"نہیں ابھی میں رکا ہوا ہوں کافی رش ہے تم اپنی بات مکمل کرنا چاہو تو کرسکتے ہو۔" کمال فاروقی نے دانیال کو جواب دیا۔

"پاپا بات یہ ہے کہ آپ ڈرائیو کررہے ہیں مجھے بہت سیریس بات آپ سے کرنی ہے۔ بہتر ہے کہ ہم آفس میں مل لیں آرام سے بیٹھ کر بات کرلیں۔" دانیال کی بات سن کر کمال فاروقی ایک دفعہ تو چکرا کر رہ گئے کیونکہ دانیال سیریس بات کرنے کی بات نہیں کررہا تھا بہت سیریس انداز میں بات کررہا تھا اور اس کا یہ انداز بہت غیر معمولی اور نیا تھا کمال فاروقی حیران ہو کر رہ گئے۔

"لیکن تم اس کی فکر نہ کرو تم بات کرسکتے ہو۔"

"پاپا آپ گاڑی موڑ لیں آفس آ جائیں ایک ڈیڑھ گھنٹے میں میں آفس پہنچتا ہوں پھر بیٹھ کر بات کرتے ہیں مگر برائے مہربانی میری بات مان لیں۔ پلیز آپ بانو پھوپو کی طرف نہیں جائیں۔" یہ کہہ کر دانیال نے اپنی طرف سے سلسلہ منقطع کردیا تھا کمال فاروقی حیران پریشان سامنے دیکھ رہے تھے جہاں ہر سائز کی گاڑی کا ایک لامتناہی سلسلہ تھا۔

❀....❀....❀

مشہود کی غیر حالت دیکھ کر مانو آپا کی اپنی حالت بھی غیر ہو رہی تھی۔

"ارے بیٹا تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے' مجھے تو تمہاری طبیعت بہت اچھی لگی تھی تو میں تمہیں گھر لے آئی تھی۔ کچھ بولو تو سہی بیٹا! تم تو پسینے پسینے ہو رہے ہو' ایسے ہی چل رہا ہے۔ کیا بات ہے بیٹا؟ دل گھبرا رہا ہے' کیسا محسوس کر رہے ہو۔" مانو آپا بڑی بے قراری سے اس کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر اس کے چہرے کو غور سے تکتے ہوئے پوچھ رہی تھیں۔

"مجھے گھر جانا ہے۔"

"گھر......" مانو آپا حیران پریشان ہو کر مشہود کی شکل دیکھنے لگیں' ابھی آئے ہوئے اسے دیر ہی کتنی ہوئی تھی۔ وہ تو سوچ رہی تھیں کہ کچھ اچھا سا ناشتا بنوالیں اور وہ کچھ دیر آرام کر لے۔

"مانو پھوپو آپ نے بہت مہربانی کی' میں آپ کا بہت شکر گزار ہوں۔ یہ دیکھیے میرے ہاتھ آپ کے سامنے جڑے ہیں' مجھے اپنے گھر جانا ہے۔"

"ہیں......" وہ مشہود کے جڑے ہوئے ہاتھ دیکھ کر ہکا بکا کھڑی تھیں۔ "یہ بیٹھے بٹھائے کیا ہو گیا' ابھی یہاں تمہیں چھوڑ کر گئی تمہاری طبیعت اچھی بھی اتنی سی دیر میں کیا ہو گیا۔ بیٹا مجھے کچھ بتاؤ تو سہی ہو سکتا ہے کہ تمہیں اس وقت ڈاکٹر کی ضرورت ہو' ڈاکٹر کو دکھا کر گھر چلے جائیں گے۔"

"نہیں مانو پھوپو...... مجھے ابھی اسی وقت گھر جانا ہے' میں آپ کو تکلیف دے رہا ہوں مجھے بہت شرمندگی ہے لیکن مجھے لگ رہا ہے اگر میں تھوڑی دیر یہاں رہا تو میرا دماغ دھماکے سے پھٹ جائے گا۔" مشہود بڑی بے اختیاری کیفیت میں بول اٹھا تھا حالانکہ وہ مانو آپا کے سامنے اس طرح کا جملہ بولنا نہیں چاہ رہا تھا' ان بے چاری کا کیا قصور تھا وہ تو کل سے اب تک اس کی خدمتیں کر رہی تھیں۔

"پھوپو پلیز......" مشہود کی اب آواز بھی بھر آنے لگی تھی' جیسے وہ رو پڑے گا۔ اب تو سچ مچ مانو آپا کے ہاتھ پاؤں پھول گئے تھے وہ تو مشہود کو اس لیے اپنے گھر لائی تھیں کچھ دن سکون سے گزارے گا تو طبیعت ٹھیک ہو جائے گی۔ وہ اس کے ساتھ ہوں گی تو اس کی دیکھ بھال کریں گی اس کی چھوٹی بڑی ضرورت کا خیال رکھیں گی' کچھ دماغ کو سکون ملے گا تو اپنا اچھا بھی سوچے گا۔"

"اچھا بیٹا تم اتنی ضد کر رہے ہو تو میں تمہیں گھر لے چلتی ہوں۔"

"نہیں پھوپو...... آپ ڈرائیور سے کہیں وہ مجھے چھوڑ آئے گا آپ اتنا تکلف کر رہی ہیں مجھے بہت تکلیف ہو رہی ہے۔"

"نہیں بیٹا...... میں نے کون سا گاڑی کے آگے لگنا ہے گاڑی تو ڈرائیور نے ہی چلانی ہے لیکن میں تمہیں گھر چھوڑ آؤں گی تمہیں آرام سے لیٹا بیٹھا دیکھوں گی تو مجھے سکون مل جائے گا۔" مانو آپا کے انداز سے لگ رہا تھا کہ وہ اس وقت مشہود کی کوئی پُر تکلف بات سننے پر تیار نہیں' مشہود نے جیسے ایک دم سر ڈال دیا۔

"ٹھیک ہے پھوپو...... آپ چلیں میرے ساتھ میں تو آپ کی تکلیف کی خاطر کہہ رہا تھا۔"

"کوئی بات نہیں بیٹا...... میں اپنی خوشی سے یہ سب کر رہی ہوں' مجھے تکلیف ہوتی تو میں یہ سب کچھ کرتی۔ میرے اوپر کوئی پستول تانے کھڑا ہے' یہ تو بیٹا دل کا معاملہ ہے تم میرے اپنے بچے ہو۔" مانو آپا نے اب اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

مشہود کا دل چاہ رہا تھا کہ اس وقت وہ مانو پھوپو کے گلے لگ کر اتنا روئے اتنا روئے کہ سمندر بہا دے۔ وہ خود پر بڑے صبر و ضبط سے خود پر قابو رکھنے کی سعی کر رہا تھا اور مانو آپا ششدر کھڑی اس کی شکل دیکھ رہی تھیں' ان کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ ذرا سی دیر میں کیا سے کیا ہو گیا' مشہود ایک دم گھر جانے کی بات کیوں کرنے لگا۔

"بیٹا...... ہماری طرف سے تمہیں کوئی تکلیف پہنچی ہے تو ضرور بتاؤ۔ ہم بھی آخر انسان ہیں بھول چوک ہو سکتی ہے۔" مانو پھوپو مارے پریشانی کے روہانسی ہونے لگیں' کتنے پُر خلوص جذبے سے وہ اسے لے کر آئی تھیں' عادت سے نہیں فطرت سے مجبور تھیں یا شاید بھائی کی محبت کی وہ شدید قوت تھی جو اس عمر میں بھی ان کو طاقتور جذبوں کا مظاہرہ کرنے پر مجبور کر رہی تھی۔

ان کا بھی آج دنیا میں ایک بھائی کے سوا کوئی نہ تھا' وہ خود کو پیاری کی جگہ رکھ کر محسوس کرتی تھیں۔ پیاری بھائی کے ہوتے ہوئے اس کی محبت و شفقت سے محروم ہو رہی تھی وہ بھی ناحق' بلاوجہ' محض بدگمانی کے سبب......!

❀....❀....❀

دانیال بڑے عجلت بھرے انداز میں تیار ہو کر باہر کی طرف

جارہا تھا کہ اسے عقب سے سعدیہ کی آواز سنائی دی۔
"ارے کیا مسئلہ ہے' نہ تمہارے آنے کا پتا چلتا ہے نہ تمہارے جانے کا۔ اب بغیر ناشتا کیے کہاں جارہے ہو؟"
دانیال یوں اپنی جگہ تھم گیا جیسے مڑ کر دیکھنے والے پتھر بن جاتے ہیں اس نے پلٹ کر نہیں دیکھا وہ شاید اپنے چہرے کے تاثرات ماں سے چھپانا چاہتا تھا۔
"ممی میں نے رات کو دیر سے کھانا کھایا تھا' اس لیے ناشتے کا موڈ نہیں۔ میں آفس جارہا ہوں اگر بھوک لگی تو وہیں کچھ کھالوں گا آپ پریشان نہ ہوں۔" وہ سعدیہ کی طرف دیکھے بغیر بات کررہا تھا۔ سعدیہ کو اس کا انداز بھی غیر معمولی لگا اور لہجہ بھی مختلف' وہ کچھ کھٹک گئی تھیں۔ تیز تیز چلتی ہوئی اس تک آ پہنچیں اور اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اپنی طرف موڑنے کی کوشش کی۔
"تم صبح کس وقت آئے تھے' تمہارے پاپا بھی پوچھ رہے تھے کہ دانیال تو مشہود کے گھر تھا صبح کب آ گیا۔ میں نے کہا مجھے تو خود نہیں پتا چلا حالانکہ میں تو آٹھ بجے سے پہلے ہی نیچے تھی' کس وقت آئے تھے تم؟" وہ دانیال کی آنکھوں میں جھانکنے کی کوشش کررہی تھیں۔
"ممی وہ مشہود کے گھر ساری رات لائٹ نہیں تھی اور جنریٹر بھی کام نہیں کررہا تھا میں نے تو پیاری کو بھی کہا تھا' میرے ساتھ چلے تھوڑا آرام کرلے گی لیکن وہ کہنے لگی پتا نہیں مشہود بھائی کب واپس گھر آجائیں تو اچھا نہیں لگے گا۔" وہ جھوٹ بولتے ہوئے اپنے بائیں طرف یوں دیکھ رہا تھا جیسے وہاں کوئی فلم چل رہی ہو۔
سعدیہ کو اس کا یہ انداز غیر معمولی لگ رہا تھا' وہ اس بات ہی سے کھٹک رہی تھیں کہ وہ نگاہ ملا کے کیوں بات نہیں کررہا۔
"بیٹا ساری رات جاگے تھے تو تھوڑی دیر تو سوئے رہتے اب ایسی افراتفری میں جارہے ہو جیسے جانے کتنا حرج ہورہا ہے۔ اپنا کام ہے' ٹینشن کیا ہے تھوڑی دیر میں تمہارے پاپا بھی وہاں پہنچ جائیں گے' ابھی تو وہ کہہ کر گئے ہیں کہ وہ مانو آپا کی طرف جارہے ہیں۔" دانیال کو سب باتوں کی خبر تھی لیکن سعدیہ کے سامنے خود کو انجان ظاہر کررہا تھا' اسے پتا تھا کہ کمال فاروقی مانو پھوپو کی طرف جارہے تھے اور اس نے انہیں وہاں جانے سے روک دیا تھا پھر بھی وہ ایسے کھڑا رہا تھا جیسے اس کے لیے یہ ساری باتیں نئی ہوں۔
"ممی آپ پریشان نہ ہوں میں کوئی چھوٹا بچہ تو نہیں ہوں اور بھوک کون برداشت کرتا ہے' بھوک لگے گی تو کچھ نہ کچھ کھالوں گا آپ پریشان نہ ہوں۔"
"ارے نہیں ناشتے واشتے کو چھوڑو مجھے تو یہ ٹینشن ہورہی ہے کہ تم ساری رات کے جاگے ہوئے ہو تھوڑی دیر سو جاؤ آرام سے چلے جانا۔"
"ممی......اب تو میں تیار ہوگیا ہوں آپ مجھے جانے دیں اور بالکل ریلیکس کریں ٹھیک ہے۔" یہ کہہ کر وہ رکا نہیں تیز تیز قدموں سے چلتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

❁......❁......❁

مانو آپا اپنے کمرے سے تیار ہوکر باہر آئیں تو عالی جاہ ناشتے کی نیت سے ڈائننگ کی طرف جارہا تھا اس نے ماں کو شولڈر بیگ کندھے سے لٹکائے ہوئے دیکھا تو جاتے جاتے رک گیا۔
"اب کہاں تشریف لے جارہی ہیں۔" اس کا انداز بہت چبھنے والا تھا مگر اس وقت مانو آپا کو ہر صورت برداشت کرنا تھا۔
"ارے تم میری فکر نہیں کرو اپنا کھانا پینا کرو اور اپنے کام سیدھے کرو۔"
"پھر بھی کچھ پتا تو چلے کہاں جارہی ہیں؟"
"تمہیں بتا کر کوئی فائدہ ہے' ارے یوں ہی مجھے ایک دم خیال آیا کہ وہ جانے پر کیوں تل گیا' کہیں اس نے تمہاری الٹی سیدھی بکواس تو نہیں سن لی۔" مانو آپا کو ایک دم ہی خیال آ گیا تھا کیونکہ وہ جب سے مشہود کے کمرے سے آئی تھیں مسلسل اسی کے بارے میں سوچ رہی تھیں کہ مشہود ایک دم سے جانے کی ضد کیوں کرنے لگا۔
"اگر سن لیا تو بہت ہی اچھا ہوگیا جان چھوٹی ہماری۔ لالی آپ اپنے بیٹے اور گھر کی فکر کریں آپ نے تو خدائی خدمت گاری کا ٹھیکہ لے لیا ہے۔ تنگ آ گیا ہوں میں' کبھی کوئی آرہا ہے' کبھی کوئی آرہا ہے' کبھی اس کا مسئلہ حل ہورہا ہے' کبھی اس کا مسئلہ حل ہورہا ہے۔" عالی جاہ نے عقل کھرے انداز میں بڑی بے لحاظی سے کہا' مانو آپا نے ایک دم اس کے منہ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔
"ارے بس چپ کر جاؤ' تنگ آ گئی ہوں میں تمہاری اس زبان سے' زبان نہ ہوئی کمہار کے ڈھائی ہاتھ کا ڈنڈا' خندق کھدی ہوئی ہے تمہاری زبان کے آگے' بولے چلے جاتے ہو بولے چلے جاتے ہو' نہیں دیکھتے کوئی گھر میں آیا ہوا ہے کوئی

اتنی سیدھی بات ہوئی تو سن نہ لے۔"

"ارے تو مجھے کون سی فکر ہے کسی کے سننے اور نہ سننے کی جس کا دل چاہے بڑے شوق سے سنے میں کسی سے ڈرتا ہوں کیا۔" وہ یہ کہتا ہوا پیر پٹختے ہوئے آگے بڑھ گیا۔

ماٹو آپا بڑی بے بسی کی کیفیت میں اسے دیکھ رہی تھیں۔ اس معصوم عورت کو کیا خبر تھی کہ جب سے یہ کائنات بنی ہے جب سے یہ زمین تخلیق کی گئی ہے جب سے آدم اور حوا جنت کو چھوڑ کر زمین پر آباد ہوئے ہیں۔ زر، زن، زمین...... یہ تینوں چیزیں فساد کی جڑ بنی ہوئی ہیں۔ یہ ایک لڑکی جو مشکل سے اس کے دل پر چڑھی تھی اس کی آنکھوں کا خواب بن گئی تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس کے ہاتھوں سے نکل گئی تھی وہ انا پرست انسان اپنی شکست تسلیم کرنے ہی نہیں دے رہا تھا۔ پیاری آج بھی اس کی آنکھوں کا خواب تھی جو اس کے کزن کی منکوحہ بن چکی تھی۔ یہ وہ آگ تھی جو اس کو دن رات جلا کر خاکستر کرنے کے درپے تھی۔

❀......❀......❀

"کیا کہہ رہے ہو تم؟" کمال فاروقی ششدر سے دانیال کی طرف دیکھ رہے تھے ان کو یوں لگ رہا تھا جیسے ان کا دل کسی نے مٹھی میں بند کر کے زور سے بھینچا ہو۔ ساری بھاگ دوڑ محنت کا یہ حاصل حصول، وہ گنگ سے رہ گئے تھے۔ جیسے بات تو کرنا چاہ رہے تھے لیکن الفاظ ان کا ساتھ نہیں دے رہے تھے۔

"جی پاپا...... میں آپ کو یہی بتانے کے لیے اس وقت آیا ہوں، پلیز بس اب رہنے دیں۔"

"تم اتنے مایوس ہوگئے ہو وہ بھی ایک کمزور سی لڑکی کے سامنے۔" کمال فاروقی کے منہ سے بمشکل چند الفاظ نکلے۔

"پاپا بات ایک کمزور لڑکی کی نہیں ہے۔ مشہود تو کمزور سی لڑکی نہیں ہے نا وہ اپنی سوچ کو بدلنے پر تیار نہیں ہے اور اس کی سوچ نہ بدلنے سے نہ وقت بدلے گا نہ حالات۔ پیاری نے جب صاف صاف کہہ دیا ہے کہ وہ اپنے بھائی کی خاطر سب کچھ کر سکتی ہے اپنی ہر چھوٹی بڑی خوشی قربان کر سکتی ہے کیونکہ اس کا بھائی ہی اس کا باپ اور ماں بھی ہے اگر وہ خون کے اس رشتے سے بھی الگ ہوگئی تو تڑپتی رہے گی بے چین رہے گی۔"

"تو بیٹا بچی ہے پریشان ہوگئی ہے، مشہود کے رویے نے اسے پریشان کر دیا ہے لیکن اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ میں اور تم بھی ہتھیار ڈال دیں۔ ٹھیک ہے تھوڑے دن صبر کر لیتے ہیں، وقت اور حالات کا جائزہ لیتے ہیں جیسے ہی وقت ہمیں اپنے فیور میں دکھائی دیا تو ہم نئے سرے سے اٹھ کھڑے ہوں گے، یہ شادی ہے کوئی مذاق تو نہیں ہے اور پھر شادی بھی تم دونوں کی پسند کی ہے۔ تم دونوں کو کسی نے بھی مجبور نہیں کیا تھا کہ تم اس بندھن میں بندھو۔" کمال فاروقی اب ایک دم جیسے ہوش میں آگئے تھے اور ان کا ذہن بالکل درست سمت کام کر رہا تھا۔

"میں پیاری سے بات کرتا ہوں اس کو سمجھاتا ہوں، دیکھو بیٹا...... مشکل وقت میں کوئی اپنا ہی ہوتا ہے جو اپنے کو مشکل سے نکالنے میں جدوجہد کرتا ہے۔ پیاری ہماری اپنی ہے، ہمیں اس کی کسی بات پر غصہ نہیں کرنا چاہیے۔ ظاہری بات ہے مشہود کے رویے نے اسے نڈھال کر دیا ہے، پریشان کر دیا ہے، اب وہ اس طرح کی باتیں نہیں کرے گی تو اور کس طرح کرے گی؟ تم نے تو حد ہی کر دی اس نے کہہ دیا اور تم نے ہار مان لی۔"

"پاپا میں بھی آپ کی طرح یہی سوچ رہا تھا لیکن جس وقت پیاری نے خلع کی بات کی تو میں ٹوٹ کر رہ گیا۔ میری محبت کا اس نے بہت خوب جواب دیا، آپ مجھے صبر کرنے کا کہہ رہے ہیں کچھ دیر تو وہ بھی کر سکتی تھی، وہ مجھے یہ کہہ سکتی تھی کہ آپ صبر سے بیٹھ جائیں لیکن وہ تو سیدھے سیدھے مجھ سے خلع کی بات کر رہی ہے۔"

"کیا یہ بات رات اس نے تم سے کی ہے۔" کمال فاروقی نے تولتی ہوئی نظروں سے دانیال کی طرف دیکھا جو رات بھر بے چین رہنے کی وجہ سے نڈھال اور تھکا تھکا نظر آ رہا تھا۔

"نہیں اس نے پہلے کی تھی۔"

"پھر تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا؟" کمال فاروقی نے ایک دم اس پر چڑھائی کر دی۔

"پاپا مجھے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ یہ بات میں آپ سے کیسے کروں۔ میری ہمت نہیں ہو رہی تھی لیکن رات کو جب آپ نے مجھے وہاں جانے پر مجبور کیا اور میں نے محسوس کیا درحقیقت پیاری کو میری کوئی پروا نہیں، اس نے تو مجھ سے بات کرنا بھی پسند نہیں کی۔ میں کئی گھنٹے گاڑی میں بند رہا اور جب لائٹ چلی گئی تو وہ شاید انسانی فطرت سے مجبور ہو کر میرا احساس کر کے مجھے بلانے کے لیے آ گئی۔" دانیال بول رہا تھا اور کمال فاروقی گم صم کیفیت میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے بہت غور سے سن رہے تھے۔

"ٹھیک ہے بیٹا جو کچھ بھی ہو رہا ہے وہ اللہ کے حساب

سے ٹھیک ہو رہا ہے۔ ہمیں پسند نہیں آ رہا وہ الگ بات ہے لیکن اللہ پر ہم یقین رکھتے ہیں اور اللہ ہمیں کہتا ہے کہ مشکل حالات میں ہم صبر سے کام لیں جلدی نہ کریں صبر میں بڑی قوت ہے اس لیے کہ صبر کی قوت کے پیچھے اللہ کی قوت ہے جب ہم صبر کرنے کی نیت کر لیتے ہیں تو ایک عظیم الشان قوت ہمارا ساتھ دے رہی ہوتی ہے۔ میں ایسی کوئی بات نہیں کروں گا کہ تم پہلے سے بھی زیادہ مایوس ہو کر میرے پاس سے اٹھو ابھی تم جا کر آرام کرو اور جو کچھ میں کرنے جا رہا ہوں مجھے کرنے دو میرے کسی کام میں رکاوٹ نہ بنو۔" کمال فاروقی کا انداز حتمی ہی نہیں بہت حوصلہ افزا بھی تھا شکست خوردہ دانیال کو بڑی تقویت سی ملی۔

"اللہ کے ذکر سے تو فاسق اور فاجر بھی تقویت پکڑتے ہیں۔ وہ تو بہت محتاط زندگی گزار رہا تھا' دنیا کی رنگینیوں سے دور تھا' ایک لڑکی سے محبت کی اور اس ہی سے شادی کی' اس کی سوچیں کبھی اِدھر اُدھر نہیں بھٹکی تھیں وہ بظاہر ماڈرن دکھائی دینے والا نوجوان بے حد پارسا تھا اسے اپنے نفس پر مکمل کنٹرول تھا اور اس نے ثابت بھی کیا تھا۔

کمال فاروقی اپنی جگہ سے اٹھے اور میز کے گرد چکر لگاتے ہوئے اس کے قریب آ کھڑے ہوئے اور پیار سے اس کا سر اپنے سینے سے لگا لیا۔

"میرے یار ابھی تمہارا باپ زندہ ہے ایک لڑکی کی باتوں سے حوصلہ ہار بیٹھے ہو اور لڑکی بھی وہ جو اس وقت چاروں طرف سے پریشانیوں میں گھری ہوئی ہے اور درست اور بہتر سوچنے کی صلاحیت عارضی طور پر کھو چکی ہے اس کی کسی بات کو سیریس نہیں لیں گے۔ شاباش تم اپنے کام کرو۔" کمال فاروقی نے دانیال کا کندھا زور سے دبا کر اپنی محبت کی قوت کا بھرپور احساس دلایا۔

دانیال کے پاس الفاظ ختم ہو چکے تھے باپ کی محبت کے سامنے وہ لاجواب سا بیٹھا تھا۔

❀......❀......❀

کال بیل کی آواز نے پھر اسے اندازوں سے کھیلنے پر لگا دیا۔

"اب کون آ گیا؟" دل ذرا تیزی سے سکڑ کر پھیلا۔

"دانیال تو جس انداز میں گئے ہیں سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ اتنی جلدی پلٹ کر آ جائیں۔" ماسی کپڑے دھو کر چھت پر پھیلا رہی تھی۔

"کون آ سکتا ہے؟"

"وہ شاید کمال انکل......" پیاری ایک خیال پر مستحکم ہو گئی۔

"ہو سکتا ہے دانیال نے انہیں وہ سب کچھ بتا دیا ہو جو میں ان کو کہہ چکی ہوں۔" گیٹ تک پہنچتے پہنچتے وہ یہ سب کچھ سوچ کر فارغ ہو چکی تھی۔ گیٹ کھولتے ہی اسے یوں لگا جیسے زلزلہ آ گیا ہو زمین ہل گئی ہو۔ مشہود کار سے باہر آ گیا تھا' واکر سنبھال چکا تھا' مانو پھوپو دوسرے دروازے سے باہر آ چکی تھیں۔

پیاری کی نظریں غیر ارادی طور پر مشہود کی نگاہوں سے ٹکرائی تھیں' زلزلے کا دوسرا جھٹکا لگا۔ مشہود کی نگاہ میں بڑا جانا پہچانا سا پیار تھا' بڑی ترسی ہوئی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ پیاری کو گویا چکر آنے لگے۔

"ارے آگے بڑھو رک کیوں گئے' بیٹا تمہارا اپنا گھر ہی تو ہے۔" مانو آپا بہت الجھی ہوئی نظر آ رہی تھیں' لہجہ کمزور سا تھا۔ پیاری ایک طرف ہٹ گئی تھی' مشہود واکر کے سہارے اندر آ گیا پھر بھی مانو آپا نے اس کا بازو بہت محبت سے تھام رکھا تھا۔ پیاری حیران و پریشان سی لب بستہ کھڑی تھی' گیٹ بند کرنا بھول گئی' خواہ مخواہ ہی سہمی ہوئی تھی۔ مشہود نے ہاتھ بڑھا کر خود سے گیٹ بند کر دیا تھا۔

"السلام علیکم! سوری...... میں آپ کو اچانک دیکھ کر پریشان ہو گئی تھی' گیٹ بند ہوتے ہی پیاری کو خیال آیا کہ وہ ابھی تک گونگی بنی ان کی شکلیں تک رہی ہے۔

"ارے بھیا خیر سے گھر آیا ہے' یہ پریشانی کی نہیں خوشی کی بات ہے بیٹا۔" مانو پھوپو پریشانی چھپا کر خود کو تر و تازہ ظاہر کرنے کی سعی کر رہی تھیں' پیاری نے ڈرتے ڈرتے مشہود کی طرف دیکھا۔ مشہود نے اشارے سے پیاری کو قریب آنے کے لیے کہا تو پیاری خوف سے لرزنے لگی مگر قدم آگے بڑھائے۔ چار قدم وہ چلی دو قدم مشہود اور دیکھتے ہی دیکھتے اس نے پیاری کا سر اپنے سینے سے لگا لیا' مانو پھوپو اپنی جگہ ہکا بکا رہ گئیں۔

"مجھے معاف کر دو پیاری...... معاف کر دو اپنے مشہود بھائی کو۔" یہ کہہ کر مشہود بلک بلک کر رو دیا۔ "میں نے تمہاری خاطر زندگی اور موت کی جنگ لڑی' مجھے لڑنا چاہیے تھی' میں نے کوئی احسان نہیں کیا تھا۔ میری بہن کبھی اکیلی شاپنگ مال نہیں گئی' جس لڑکی کو سات پردوں میں چھپا کر پالا پوسا گیا ہو وہ اس خود غرض معاشرے میں بغیر محرم کے کیسے رہ سکتی تھی؟ دانیال نے

تو مجھ پر بہت بڑا احسان کیا' میں مر بھی تو سکتا تھا' بچ گیا' اللہ کی مرضی۔" مشہود نے اعتراف جرم کیا کیا پیاری کے سارے بند ٹوٹ گئے۔ وہ مشہود سے لپٹ کر اس بری طرح روئی کہ جیسے آج سارے آنسو بہا کر ہی رہے گی۔

"بس بیٹا..... اب اندر چل کر آرام سے بیٹھ کر باتیں کرو' اللہ نے تمہاری سن لی اس لیے کہ وہ رب کریم سنتا ہے۔"

"میرا دل تو پہلے ہی کہتا تھا کہ اللہ ضرور رحم کرے گا۔"

"پھوپو..... میں نے اپنی بہن کو گالی دلوائی ہے' اب تو سچ مچ مرجانے کو جی چاہتا ہے۔" مشہود روتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

مانو آپا تو ششدر ہو کر یوں دیکھ رہی تھیں گویا دھلا کپڑا نچوڑ دیا گیا ہو' چند لمحات کے لیے تو قوت گویائی ہی ساتھ چھوڑ گئی۔ جی چاہ رہا تھا زمین پھٹ جائے اور وہ اس میں سما جائیں' ان کا خدشہ درست نکلا۔ مشہود نے عالی جاہ کی بات سن لی تھی' وہ بند دروازے کی رعایت لے رہی تھیں کہ ایئر ٹائٹ دروازہ بند ہو تو باہر کی آواز سنی نہیں جاسکتی' اتنی دیر سے اسی خود فریبی سے خود کو سنبھال رہی تھیں مگر مشہود کے منہ سے جو سنا اتنی شرمندہ ہوئیں کہ نظر اٹھانا محال ہوگیا۔

بہن شادی شدہ بھی ہوجائے تو بھی بھائی کو اس کے تمام حالات پر نظر رکھنا چاہیے' عورت محرم اور حقیقی رشتوں کی وجہ سے یا تو بہت مضبوط ہوتی ہے یا بہت ہی کمزور۔

"پھوپو..... مشرق کی عورت بغیر محرم کے ویران ہوجاتی ہے' باپ' بھائیوں کو ہر وقت اس کا خیال رکھنا چاہیے۔ یہ تو روشن چراغ ہوتی ہے' جس سے گھر میں روشنی ہوتی' باپ بھائی عورت کے حقیقی محرم ہوتے ہیں' عورت کو مضبوط بناتے ہیں' چاہے اسے شوہر کی صورت میں نیا محرم مل جائے تب بھی ہم اپنے گھر کی عورتوں کو سکھ اور خوشی نہیں دے سکتے تو ہماری دوسری نیکیوں اور عبادتوں کی اللہ کی نظر میں کیا حیثیت ہوگی؟" مشہود شدت غم سے نڈھال ہو رہا تھا' ندامت و پچھتاوے کی انتہا تھی۔ مانو آپا نے بمشکل خود کو سنبھالا' مارے شرمندگی کے ان کی اپنی حالت غیر تھی۔

"بیٹا..... میں اپنے نکمے نااہل بیٹے کی طرف سے معافی مانگتی ہوں' میرے پاس ہر طرح کی نعمت ہے تو اولاد آزمائش بن گئی ہے۔ لیکن مجھے اپنے رب سے پوری امید ہے وہ میری آنسو بھری دعاؤں کی ضرور لاج رکھے گا۔" وہ مشہود کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اظہار شرمندگی کر رہی تھیں' پیاری مشہود کو چھوڑ کر مانو آپا سے لپٹ گئی۔

"پھوپو..... میں مر کر بھی آپ کے احسانات نہیں بھلا سکتی' آپ ہم سے معافی مانگ کر شرمندہ نہ کریں۔"

"ارے بیٹا..... میری اولاد نے تو سارے کیے کرائے پر پانی پھیر دیا' میں مشہود سے نظر نہیں ملا سکتی۔" بولتے ہوئے مانو آپا کی آواز بھرانے لگی۔

"آپ کی جو عزت ہماری نظر میں ہے پھوپو..... اللہ کی نظر میں اس سے زیادہ ہوگی۔" مشہود نے اب مانو پھوپو کے شانے پر ہاتھ رکھ کر آنسوؤں میں بھیگے ہوئے لہجے میں کہا۔

❁ ❁ ❁

کمال فاروقی دانیال کو لے کر مشہود کے گھر پہنچے تو کایا ہی پلٹی ہوئی تھی۔ مشہود نے دانیال کو گلے سے بھی لگایا' ہاتھ جوڑ کر معافی بھی مانگی تھی۔

یہ سب کیسے ہوا؟ معجزہ یا کرامت جو بھی سمجھا جائے کیونکر ظہور میں آیا' کسی کی سوچ شاید مصلحت خداوندی تک رسائی حاصل نہیں کرپا رہی تھی۔

عالی جاہ برا تھا' منافق نہیں تھا' کھل کر بولتا تھا' وہ سر سے پاؤں تک سازش بن چکا تھا۔ وہ پیاری اور دانیال کے درمیان جدائی ڈالنے کی سرتوڑ کوششوں میں لگا ہوا تھا۔ شان خداوندی کا مظاہرہ ہوا' جو رشتہ توڑنے میں مصروف تھا۔ اسی کے سبب تمام رشتے جڑ گئے' چراغ کو بجھانا چاہا' مزید روشن ہوگیا' بڑے بوڑھے کہہ گئے ہیں' دشمن فیض پہنچاتے ہیں یہاں تو ان کی کہاوت سچ ثابت ہوئی تھی۔

❁ ❁ ❁

"اب آئی ہو قابو میں' گن گن کر بدلے نہ لیے تو میرا نام دانیال نہیں۔" دانیال پیاری کو تنگ کر رہا تھا' نگاہوں میں پیار کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر تھا۔

"بدلے ضرور لیں مگر ذرا احتیاط سے۔ آپ نے مجھے تنگ کیا تو مشہود بھائی آپ کو چھوڑیں گے نہیں۔" پیاری نے بڑے ناز و اعتماد سے کہا تو دانیال دیکھتا ہی رہ گیا' یہ نرالا روپ تو وہ پہلی بار دیکھ رہا تھا۔

(ختم شد)

بے مشروط محبت
رفاقت جاوید
URDU SOFT BOOKS
DOWNLOAD URDU PDF BOOKS AND ALL MONTHLY DIGESTS
WWW.URDUSOFTBOOKS.COM
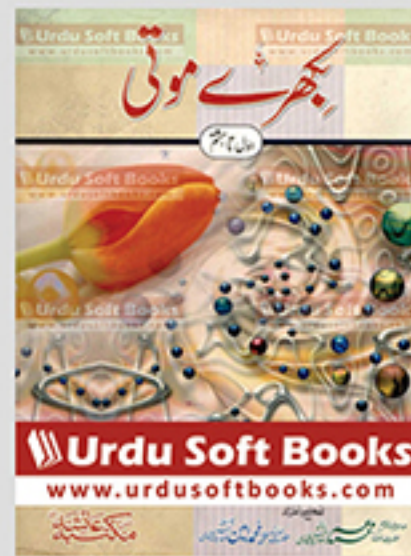
Download These Beautiful PDF Books
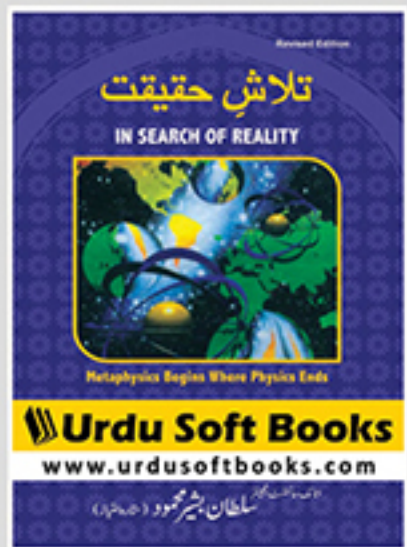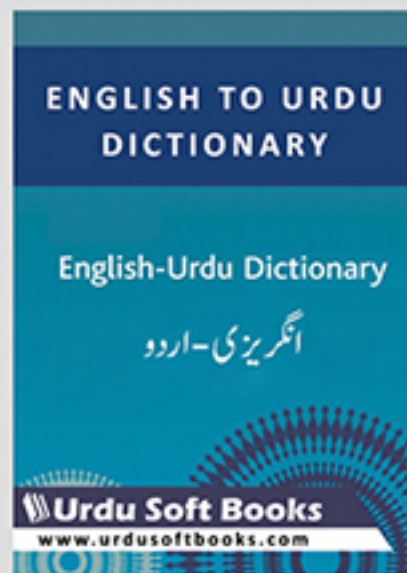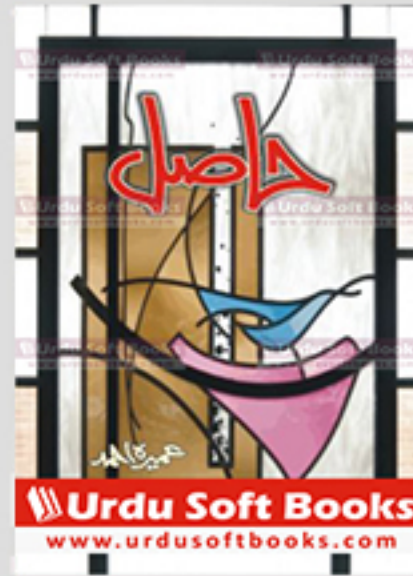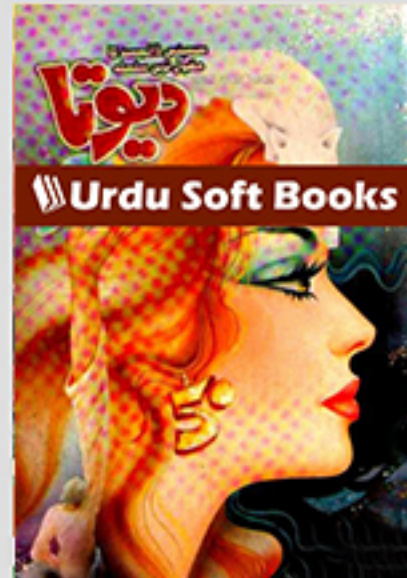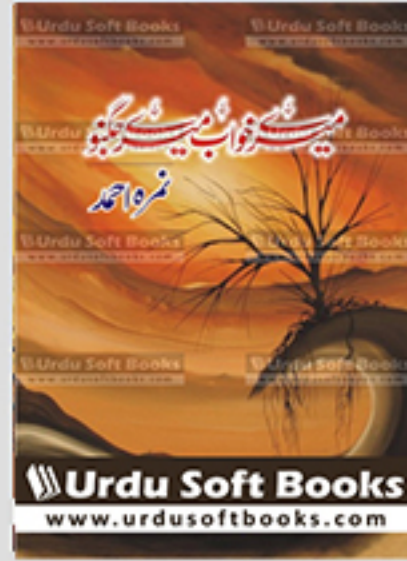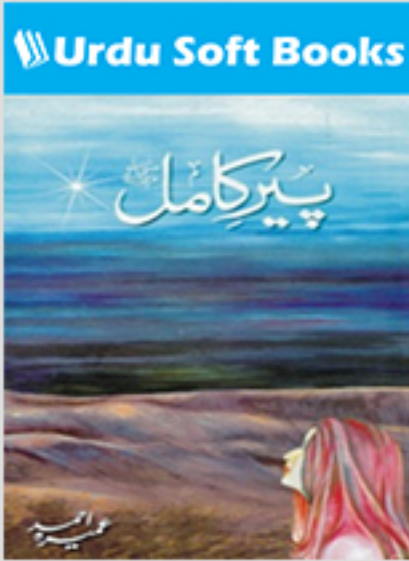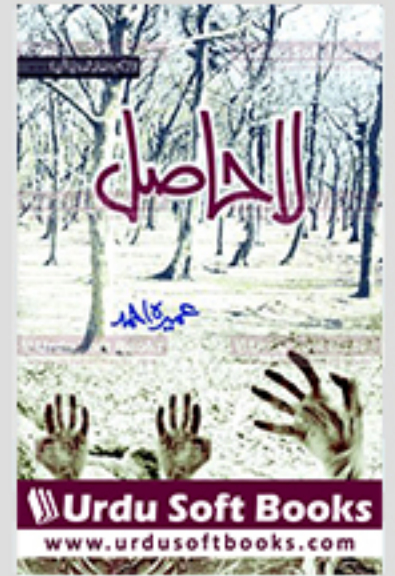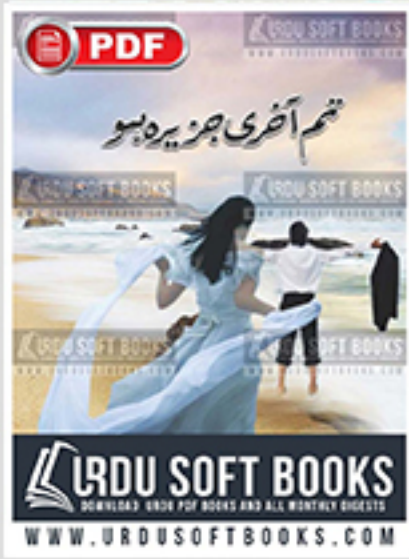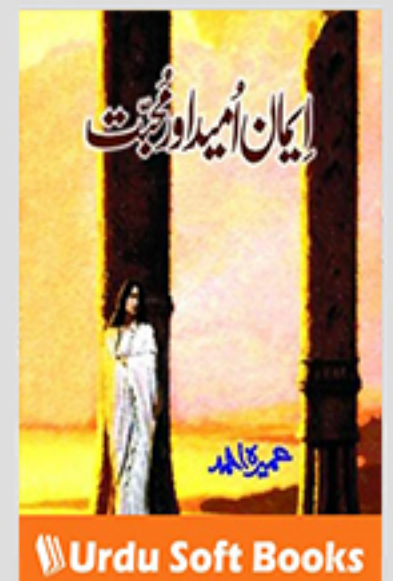
Click on Titles to Download

کچھ مسرت مزید ہو جائے
اس بہانے سے عید ہو جائے
عید ملنے جو آپ آ جائیں
میری بھی عید، عید ہو جائے

وہ دونوں گاڑی کا دروازہ کھول کر شان بے نیازی سے باہر نکلے حنا کے دونوں ہاتھوں میں بے شمار تھیلے تھے جو اس کی بھرپور خریداری کی غمازی کررہے تھے۔ وہ لہرائی' بل کھاتی دانیال کو ادائیں دکھاتی دلنشین مسکراہٹ کے ساتھ گھر کے دروازے کی جانب مڑ گئی' میں ڈرائنگ روم کی کھڑکی میں پردے کی اوٹ سے ان کا جائزہ لے رہی تھی آگے بڑھ کر دانیال نے اس کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر سرگوشی کی تو اس نے برا سا منہ بنا کر زمین پر زور سے اپنا پیر پٹخا اور سر کو جھٹکا دیا۔ دانیال نے قابل ستائش نظروں سے اسے دیکھا اور ہاتھ کا انگوٹھا اٹھا کر اس کی حوصلہ افزائی کی۔ اس اجازت نامے پر وہ اس کی بانہوں میں جھول گئی' دانیال نے آگے بڑھ کر دروازے کی بیل پر انگلی رکھ دی۔ میں نفرت وحقارت اور حیرت وصدمے کی کیفیت میں ساکت و جامد کھڑی تھی۔

بیل مسلسل بج رہی تھی' جب دروازہ زور زور سے پیٹنا شروع ہوا تو میں ایک دم اس طرف لپکی اور دروازہ کھول دیا' میرے منہ سے بے اختیار ایک ہی لفظ نکل پایا۔

"مصبر......" دونوں لاتعلقی اور بے پروائی سے مجھے نظر انداز کرتے ہوئے کوریڈور کو عبور کرتے اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے۔ پل بھر میں میرا چہرہ ساون بھادوں کی جھڑی سے تربتر ہوگیا ان کی دیدہ دلیری' بے حیائی اور ڈھٹائی کا یہ ردعمل قطعی غیر متوقع تھا۔ میں نے کمرے میں جانے کے بجائے لاؤنج میں خود پر قابو پانے میں عافیت سمجھی۔ بیوی اور جیون بھر کا ساتھی ہونے کے ناطے دانیال کی اصالت اور بے حجابانہ وضع قطع کو رد کرتے ہوئے۔

ابھی بھی میں خوش فہمیوں کی دنیا میں کھستی چلی جارہی تھی' احساس کم مائیگی اور بے سروسامانی نے گردوپیش کے ماحول میں ہولناک وحشت طاری کردی جب دانیال نے باہر جھانکنے کی تکلیف ہی گوارہ نہ کی۔ دو گھنٹے تک میں یک ٹک نگاہیں منجمد کیے سوچ کی گہری وادیوں میں کھوئی رہی' پچھتاوا میرے اعصاب پر بری طرح طاری ہوکر میری سکی کو لعن طعن کی دلدل میں سمورہا تھا۔ میں اپنی نرم مزاجی' مادرانہ اور خواہرانہ لگاوٹ اور انس کو کوستے ہوئے خود کو دنیا کی بے وقوف ترین اور ناقابل فہم عورت تصور کرتے ہوئے دل ہی دل میں واویلا کررہی تھی۔

وقت گزر چکا تھا اور اس بیتے ہوئے وقت کے غلط فیصلے کے بھیانک اشارے لحہ بہ لحہ نمایاں ہوتے جارہے تھے۔ بیٹے کے رونے کی آواز پر میں چونک اٹھی اور کمرے میں چلی آئی۔ دانیال کو خواب خرگوش کے مزے لوٹتے دیکھ کر پژمردگی اور اضمحلال میری نس نس میں سرائیت کرگیا۔ میں نے ہوش وخرد سے بیگانہ ہوکر عالم آشفتگی میں اپنے کمرے کے تمام بلب روشن کردیے وہ پھر بھی گہری اور پرسکون نیند میں ٹس سے مس نہ ہوا میں نے بیٹے کو اٹھا کر کندھے سے لگایا اور ایک ناقدانہ نگاہ دانیال کے چہرے پر ڈالی رنگ وفا کی عبارت مٹ چکی تھی۔ یہ احساس میری اندرونی کیفیت کی وجہ سے بھی ہوسکتا ہے یہ سوچ کر میں نے اپنے دل کو تسلی وتشفی دی' مجھے اس رشتہ خصائل شوہر پر ٹوٹ کر پیار اللہ آیا میں نے خود کو شکی اور تھوڑدلی کا خطاب دیتے ہوئے معذرت خواہانہ انداز میں اس کی کشادہ پیشانی پر بوسہ دیا تو وہ نیند کی حالت میں بڑبڑایا جہانی کدھر ہے۔

"دانیال۔" میں نے پھر سے بوسہ دے دیا۔ "میں جہاں آرا ہوں نا۔"

"ہوں۔" اس نے لاعلمی سے کہا اور آنکھیں موندے بے پروائی سے کروٹ بدلی اور خراٹے بھرنے لگا۔ مجھے ایسے لگا جیسے میرے کان زہر آلود ہوگئے ہوں۔ "جہانی کدھر ہے؟" اس کا یہ

سوال کس سے تھا۔

میں نے اپنی منفی اور فہمائشی سوچ کو پھر سے ذہن سے کھرچ کر نکالنے کی کوشش کی ہمیشہ کی طرح خود کو غلط گردانتے ہوئے اس جان لیوا عارضہ سے نجات حاصل کرلی اور سوچنے لگی میں ہر معمولی بات کا بتنگڑ اور مین میکھ نکالنے سے باز کیوں نہیں آتی، نادان اور ناعاقبت اندیش عورت کھو دو گی اپنا سہاگ' یہ اپنے راج کا مزہ اور اپنے تاج کی شان وشوکت کو شک وشبہات کی آگ میں جھونک کر دربدر ہوجاؤں گی اپنے جنون اور بے کلی پر قابو پا کر تھوڑا سا صبر کرلو کچھ بھی ہونے والا نہیں فتور اور قصور میری سوچ کا ہے میں نے خود کو سمجھا بجھا کر دل کو رنج و کلفت سے پاک کیا اور بیٹے کو سلانے کی کوشش کرنے لگی۔

❀......❀......❀

رمضان المبارک کی شروعات تھی دفتروں میں جانے والے حضرات اپنی ڈیوٹی پر جاچکے تھے' طلبا و طالبات اپنی تعلیم کے سلسلے میں گھروں سے رخصت ہوچکے تھے' گھروں میں مقیم خواتین بھی اپنی نیند پوری کرنے کے بعد قرآن کی تلاوت میں محو تھیں کہ ایک دم کے جھٹکے نے سب کے دلوں کو خوف و ہراس سے ہلا کر رکھ دیا اپنی حاضر دماغی کے مطابق ہر ایک نے ردعمل کا اظہار کیا خواتین ہکا بکا کھڑی کی کھڑی رہ گئیں، کچھ اس شاق میں حواس باختہ ہوکر آہ و فغاں کرنے لگیں...... افراتفری کے اس عالم میں زلزلے کا یہ جان لیوا اور روح فرسا جھٹکا آہستہ آہستہ کم ہوتے انجام تک پہنچ گیا مگر دل و دماغ ان ظالم جھٹکوں میں بری طرح مقید تھے اب سب لوگ سڑکوں پر نکل آئے، پیشن گوئیوں اور چہ میگوئیوں کا بازار گرم ہوگیا' میری ہچکولے کھاتی ہوئی جنت بھی بغیر کسی زیاں کے ساکت و جامد ہوگئی میں نے قرآن مبارک کو چوم کر بند کیا اور دعائیں مانگتے ہوئے ٹی وی آن کیا سڑک پر عورتوں، بچوں اور مردوں کا ایک شور برپا تھا ٹی وی کے تمام چینل بڑھ چڑھ کر زلزلے کی سفاکی کے بارے میں خبریں دے رہے تھے' مظفر آباد کے شمال سے آنے والا یہ زلزلہ بالاکوٹ، باغ، راولاکوٹ، بٹ گرام، مانسہرہ، مری، اسلام آباد کے گرد و نواح میں اپنی تباہی و بربادی کے بھیانک نشان چھوڑ گیا' اسی ہزار پیاروں کی ہلاکتیں، دو لاکھ پیاروں کے زخم اور چالیس لاکھ افراد کا بے گھر اور بے دست و پا ہوجانا ہماری قوم کے لیے بہت بڑی آزمائش سامنے آگئی' اللہ تعالیٰ نے پاکستانی قوم کی روح میں گردش کرنے والے خون کی حدت و تپش میں جو ہمدردانہ اور برادرانہ جذبہ ڈالا ہے وہ کسی اور قوم میں شاذ و نادر ہی نظر آتا ہے' اس کی چشم دید گواہ میں خود ہوں زلزلے کے چند دن بعد میں اپنی بساط کے مطابق زلزلے کی زد میں آنے والے لوگوں کی امداد کے لیے بالاکوٹ پہنچ گئی، میں اخلاص و اتحاد کی مثال دیکھ کر ششدر رہ گئی' پُرفضا میدانوں میں نصب کیے گئے خیمے ایک ترتیب سے کھڑے کردیے گئے تھے' تباہ شدہ سڑک کے دونوں جانب امدادی کیمپ اپنی خاطر جوئی ہمدردی اور یگانت میں گریہ وزاری کرنے والے افراد کی بھرپور خبر گیری اور غم خواری کی منہ بولتی تصویر بنے ہوئے تھے' میں نے بھی رحمتوں اور محبتوں کے اس سمندر میں اپنی طرف سے ایک قطرے کا اضافہ کردیا میں بالاکوٹ سرزمین یوں وسیع و عریض گھروں، بازار اور دلکش مناظر میں تعمیر شدہ ہوٹلوں کو حسرت و یاس سے دیکھنے لگی، پہاڑوں پر آباد یہ شہر رات کو پرستان کا سماں پیش کیا کرتا تھا' وادی میں بہتے ہوئے دریا میں روشنی کے قمقموں کا عکس عاشقوں کے دلوں میں نئی امنگیں اجاگر کرنے کو کافی تھا' شاعروں کا قلم اور زبان بھی اس قدرتی حسن و جمال سے لطف اندوز ہوئے بغیر نہ رہ سکتے تھے وہاں کے اکابرو شرفا اپنی زیست کا ہر ساعت عیش و آرام کے انداز میں بسر کررہے تھے۔

یہاں کا ذریعہ معاش تسلی بخش نہ ہونے کی وجہ سے جوان پود بیرونی ممالک سے پیسہ کما کر بالاکوٹ کو شاندار بنانے میں اہم کردار ادا کررہی تھی، متوسط طبقہ غربا و مفلس سب بڑے پُرسکون اور مطمئن نظر آتے تھے' آج پہاڑوں پر بنے ہوئے خوب صورت گھر دریا کی نذر ہوچکے تھے وہ ہوٹل جس پر ہم کھڑے تھے غالباً ہوٹل کی سب سے بالائی چھت تھی باقی حصہ زمین میں دھنس کر عبرت کا سماں پیش کررہا تھا' بے شمار درخت جڑوں سمیت اکھڑ کر دریا کے بہتے پانی کو روکے ہوئے تھے' نسواری رنگ کے کھردری اور ناہموار چھال والے تناور اخروٹ کے شجر بھی اپنی تمام تر خوب صورتی کھوچکے تھے عورتیں گاگریں اور بالٹیاں اٹھائے دریا سے پانی لاکر خیموں میں جمع کررہی تھیں کچھ عورتیں دریا کے کنارے گندے مٹیالے کپڑے دھونے میں مگن ایک دوسرے سے گریہ وزاری کررہی تھیں' سردار خاندان کا ایک بہت بڑا محل نما گھر پہاڑی کی چوٹی پر بے حد محنت و شوق سے بنایا گیا تھا' کروڑوں کی مالیت کا یہ گھر ان گنت کمروں، بمع ہدوں اور دالانوں پر مشتمل تھا اس خاندان کا ہر جوان فرد لندن میں

رہائش پزیر تھا وہ یہاں صرف چھٹیوں میں عیاشی کرنے تشریف لاتے تھے انہوں نے یہاں اپنا نام اپنی پہچان اور اپنے خاندان کی ناک اونچی رکھنے کے لیے یہ گھر بنانے میں بے دریغ پیسہ خرچ کیا تھا اب اس کا نام ونشان بھی نہ بچا تھا بس ایک عام پہاڑی کی چوٹی تھی بوسیدہ اور اجڑی ہوئی۔ بازار کی تمام دکانیں ملبے کا ڈھیر اور پل جو دوسری سڑک کو ملاتا تھا سلامت تو تھا مگر اس کے ستون بری طرح ہل چکے تھے، لمبی چوڑی خوفناک دراڑیں نمایاں تھیں اس پل کو عبور کرنے کے لیے بیک وقت ایک گاڑی کا گزر ہوتا تھا۔

انسان وحیوان ابھی تک ملبے کے نیچے ہی دبے تھے انہیں نکالنے کی کوششیں جاری تھی تو یہ کیا عبرت کا سماں تھا۔ میں پُرملال اور پُرآشوب ہوتی ایک خیمے میں چلی گئی وہاں چند عورتیں حسرت ویاس کی تصویر بنی بیٹھی تھیں میرے پاس انہیں تسلی وتشفی دینے کے الفاظ نہ تھے...... انہوں نے مجھے چارپائی پر اپنے ساتھ بٹھالیا اور چائے کا پوچھا ان لوگوں کی مہمان نوازی ان حالات میں بھی برقرار تھی میں نے شکریہ کہہ کر انہیں تسلی دی' سب اپنا اپنا دکھڑا رونے لگیں کسی کا بیٹا' کسی کا خاوند' کسی کا پورا گھرانہ یعنی سب اپنے متعلقین کی بابت بتانے لگیں' زندگی کس قدر پژمردگی اور افسردگی سے ہمکنار تھی کہ دل رنج والم میں مقید ہوکر رہ گیا تھا' وہاں کے اسکول کی ایک استانی زندہ بچ گئی تھی وہ بھی اسے خیمے میں موجود تھی آنسو صاف کرتے ہوئے گویا ہوئی میڈم قرآن مجید میں جس تباہی کا ذکر آیا ہے وہ ان قوموں پر آئی تھی جو بدکار تھے بے انصاف، لوطی، ظالم اور زناکار تھے کیا ہم ایسے گناہوں کے مرتکب ہیں یہ راز اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا ہماری ظاہری اور باطنی برائیوں سے وہ بخوبی واقف ہے' ہڑپہ اور موہن جوداڑوں کے کھنڈرات ظلم کی داستان پیش کرتے ہیں لمحہ فکر ہے' وقت توبہ ہے۔ آس پاس بیٹھی ہوئی تمام عورتوں کی ہچکیاں ماحول کو مزید سوگوار اور المناک بنانے لگیں۔

"ہم کسی قسم کا بذات خود فیصلہ کرنے کے سزاوار نہیں ہیں' میں نے نرمی سے کہا بعض اوقات ایمان کی استقامت اور صداقت پرکھنے کے لیے بھی تو قوموں پر آزمائش آجاتی ہے یہ آزمائش ہمت حوصلے اور صبر سے ضرور لوٹ جائے گی بے شک ہمارے پیارے کبھی واپس نہ پلٹیں گے' ہمارے اجڑے ہوئے گھر ملبے کی طرح آباد ہونے میں کچھ وقت لگے گا ہم نے اپنی سوچ کو مثبت رکھ کر اپنے یقین وایمان کو بتدریج مستحکم بنا کر باری تعالیٰ کے حضور پر ضرور حاضر ہونا ہے زوال کے بعد عروج کا بول بالا ہوا کرتا ہے ہمیں بھلے کی امید رکھنی چاہیے۔"

میری گفتگو کے ہر انداز میں بے پناہ شناسائی اور اپنائیت عود کر آئی تھی میری عاجزی وانکساری سے مرعوب ہوکر وہ مزید حال دل سنانے لگیں شام کے سائے تاریک ہوتے ایک بھیانک منظر پیش کررہے تھے مائیں اپنی جوان بچیوں کو خیموں سے باہر نکلنے پر پابندی لگانے لگیں اور بچوں کو اپنی آغوش میں بھر کر مطمئن ہوگئیں لڑکے گروہ کی صورت میں باہر بیٹھے کھانے کے منتظر تھے' فضا میں خنکی بڑھتی جارہی تھی گردوپیش کے ماحول میں خیمے سنگ مرمر کی مانند چمکتے اپنے ہونے کی خبر دے رہے تھے' موم بتی کی ٹمٹماتی ہوئی لو سردی کی شدت، خیموں میں ٹپکتے ہوئے آب باراں کے قطرے شکم اسیری سب کچھ ہی تو جان لیوا تھا مگر قوم کا دھرتی کی مانند وسیع وکشادہ دل اور ہمدردانہ سوچ اس تاریکی اور دھندلکے کو بتدریج کم کرنے میں کوشاں تھی' آبادی کے اس ریلیف ورک میں لوگوں کا جوش موافقت قابل فخر اور قابل ستائش تھا نہ یہاں آرائش وزیبائش تھی' صرف زندہ رہنے کی تگ ودو جاری تھی۔ پھر بھی اس ماحول وفضا میں ایک نشہ تھا یاس اور امید کا محور تھا واسطہ فقط اللہ کی ذات سے تھا مجھے معاً واپسی کا خیال آیا میں نے عالم سراسیمگی میں خود کا جائزہ لیا خیموں میں کھانا تقسیم کرتے کرتے میری حالت کافی غیر ہوچکی تھی میں نے سب کو اللہ حافظ کہا اور اپنی گاڑی کی طرف چل دی ڈرائیور کی گزارش پر مجھے ایک خیمے میں رات گزارنا پڑی کیونکہ اس وقت سفر کسی بھی حادثے کی نظر ہونے کا اندیشہ تھا اس کے ٹھوس جواز کے سامنے میں نے وہاں رات قیام کرنے میں عافیت جانی ایک ٹرسٹ ادارے کے خیمے میں، میں نے شدت کی سردی رات کی تاریکی، عورتوں کی آہ وبکا اور بچوں کے مسلسل رونے کی آوازوں میں، میں نے رت جگا منایا اور میری زندگی کے تجربات میں اس انوکھے ناقابل فراموش تجربے کا اضافہ ہوگیا۔

❁ ❁ ❁

میں بقرہ عید کے موقع پر مصیبت زدگان کے لیے تحائف، نئے کپڑے اور کھانے پینے کا سامان لے کر بالاکوٹ پہنچ گئی کیونکہ عید کا تہوار ان لوگوں کے ساتھ منانے میں مجھے جو دلی طمانیت ملتی وہ گھر میں کہاں...... میں تقریباً تین مہینوں کے بعد آئی تھی' خیمہ گاہوں میں لوگ کافی حد تک آرام وسکون سے رہائش پزیر تھے' ہر خیمے میں ضروریات زندگی کی تمام بنیادی

سہولتیں موجود تھیں، ہر خیمے کے باہر اٹھتا ہوا دھواں ان کے کھانا پکنے کی گواہی دیتا ہوا مجھے بے حد بھلا لگا' بازار میں بھی چھوٹے پیمانے پر کاروبار جاری تھا ادھر اُدھر خردہ فروش بھی اپنی مخصوص آواز میں بولتے ہوئے توجہ کا مرکز بنے ہوئے تھے، خیموں کے آس پاس مرغیاں کو کو کرتیں اور بکریاں میں میں کرتی ماحول میں فطری موسیقی کا حصہ بنی ہوئی تھیں، دریا کے بہاؤ کی شل شل فضا کو مسحور کررہی تھی، خیمہ گاہوں میں کریانے اور جنرل مرچنٹ کی چھوٹی چھوٹی دکانیں کھل چکی تھیں، سورج پہاڑوں پر سونا بکھیرتا ہوا چار سو اپنا حسن بانٹ کر لوگوں کو محظوظ کررہا تھا۔ میں نے سکون سے لمبی سانس لی اور پھر سے ادھر اُدھر کا ہر زاویے سے جائزہ لینے لگی یک دم میں چونک اٹھی ایک زمین بوس گھر کے ملبے کی آڑ میں ایک نیا خیمہ نصب تھا اس گھر کے تمام مکین عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف جاچکے تھے گھر کا تمام اثاثہ تباہ و برباد ہوچکا تھا اس گھر کا ملبہ جوں کا توں پڑا تھا آج اس گھر کے احاطے میں خیمہ دیکھ کر مجھے تجسس کے ساتھ خوشی بھی ہوئی کہ اس کنبے کا کوئی تو والی وارث نمودار ہوا میں نے خیمے میں داخل ہونے کے لیے اجازت طلب کی ایک پینتیس سالہ خاتون ہاتھ میں قرآن اٹھائے بازو میں تسبیح ڈالے وارد ہوئیں چہرہ مایوسی و اداسی کی آماجگاہ بنا ہوا تھا، میں نے احتراماً سلام پیش کیا تو اس نے مودبانہ انداز میں جواب دیا اور اندر آنے کا اشارہ کیا خیمے کے فرش پر دری اور اوپر قالین بچھا ہوا تھا ایک طرف تین اٹیچی کیس رکھے ہوئے تھے لوہے کی ایک چارپائی پر صاف ستھرا بستر بچھا ہوا تھا اور لال رنگ کی مخملیں رضائی رکھی ہوئی تھی اس نے رضائی کو ایک طرف کیا اور مجھے بیٹھنے کو کہا خاتون اپنے نین نقش اور طرز و ڈھنگ سے پڑھی لکھی اور کھاتے پیتے گھرانے کی معلوم ہورہی تھی' اس نے قرآن مجید کو چوم کر بند کیا اور خود پر پھونک مار کر میری طرف متوجہ ہوئی۔

"آپ کہاں سے تشریف لائی ہیں۔"

"اسلام آباد سے۔" میں نے مختصر جواب دیا۔

"سوشل ورکر لگتی ہیں آپ۔" وہ آہستگی سے بولی۔

"بس یوں ہی سمجھ لیں۔ آپ سب کے ساتھ عید گزارنے آئی ہوں۔" میں نے نہایت ملائمت سے کہا اور بیگ سے ایک لفافہ جس میں ایک ہزار کا نوٹ تھا اور پلاسٹک کے تھیلے سے ایک پیکٹ نکالا جس میں گرم شال تھی میں نے قدرے لجاجت سے اس کی طرف بڑھایا۔

"مجھے یہ سب کچھ قطعاً نہیں چاہیے ضروریات زندگی کو جتنا طول دینا چاہیے اس کی کوئی انتہا نہیں ہوسکتی گزارے کے لیے میرے پاس سب کچھ موجود ہے یہ آپ کسی حاجت مند کو دے کر ثواب حاصل کریں، آپ نے برا تو نہیں منایا۔" وہ روہانسی ہوگئی۔

"ہرگز نہیں میں آپ کی انا اور خودداری کو مجروح نہیں کرنا چاہتی تھی۔ مقصد آپ کو عید کا تحفہ پیش کرنا تھا۔" میں خجل ہوکر بولی۔

"مقصد بہت اعلیٰ اور قابل آفرین ہے۔" وہ تھوڑی سی جزبز ہوگئی لرزش زدہ آواز میں خفگی کے بجائے ہلکی سی ندامت کی رمق موجود تھی۔

"سردی کی شدت میں چائے کیسی رہے گی۔"

"بہترین۔" میں نے ذرا مسکرا کر کہا کیونکہ میں اس کے پاس وقت گزارنا چاہتی تھی اس کے بارے میں معلومات حاصل کرکے اس کے دکھوں اور محرومیوں کا مداوا کرنا چاہتی تھی وہ اس ملبے کے ڈھیر پر بے یارومددگار رہنے والی شخصیت نہ تھی اس کی ہستی کا اپنا ہی افسوں تھا ظاہری زندگی اور حالت کے مہیب خلا نے مجھے حیرت و تجسس میں ڈال دیا بہر نوع میں نرم گداز بستر پر بیٹھ گئی اور نہایت اپنائیت سے بولی۔

"کیا میں آپ سے یہ سوال کرنے کی جسارت کرسکتی ہوں کہ آپ کا اس تباہ شدہ گھر سے کیا تعلق ہے۔"

"یہ میرا میکہ ہے' دوسرے لفظوں میں دھرتی کی جنت الفردوس اس کے کھنڈرات میں بھی بے پناہ سکون اور تحفظ کا احساس ہوتا ہے۔" چہرے پر اعتماد اور بھروسے کی ایک لہر دوڑ گئی۔

"آپ کا سسرال.....؟" میں اسے گمبھیر باتوں میں الجھانا نہیں چاہتی تھی چند الفاظ مجھے اس کی زندگی کے نشیب و فراز تک پہنچانے میں کامیاب ہوسکتے تھے تو میں طوالتی تمہید میں کیونکر پڑوں میں نے اس کی شخصیت کے کچھ پہلو کو تھوڑی ہی دیر میں پرکھ لیا تھا۔

"فیصل آباد۔" جواب پا تلاش کر میں نے سوچتے ہوئے کہا۔

"تو پھر یہاں رہنے کا مقصد؟"

"باز پرس کرنے اور میری زندگی کے حالات کو کریدنے سے مجھے رتی بھر طمانیت یا تسکین حاصل نہیں ہوگی بلکہ یہ میری عزت نفس پر بھاری ضرب ہوگی۔" وہ نہایت رکھائی کے انداز

میں بولی تو میں کھسیانی سی نہایت پشیمان مسکراہٹ سے اپنی ندامت کو چھپاتے ہوئے بولی۔

"میں آپ کے پاس زخموں پر مرہم رکھنے آئی ہوں نہ کہ ان پر نمک چھڑکنے مجھ پر بھروسہ رکھیں۔" وہ کچھ نہ بولی اور اٹھ کر چائے کی کیتلی اٹھا کر باہر نکل گئی میں بھی اس کے پیچھے ہولی اخروٹ کے تندرست تنے کے ساتھ اینٹوں کے چولہے میں اس نے گیلی لکڑیوں اور سوکھے تنکوں کو جوڑ کر ماچس سے آگ جلانے کی کوشش کی۔ کبھی پھونکوں سے کبھی گتے سے ہوا دے کر آخر اس نے ایک شعلے میں جان ڈال دی۔ کھولتا ہوا پانی مگ میں ڈال کر اس نے اس میں ٹی بیگ ڈالا اور پاؤڈر ملک ڈال کر خیمے کے اندر آ گئی چائے کے ساتھ اس نے بسکٹ کا ڈبہ کھولا اور بے حد لگاوٹ سے مجھے تھمایا بس اسی پر اکتفا کرنا پڑے گا۔

"اس کڑوے دھوئیں نے آپ کی آنکھوں کو کس قدر سرخ کردیا ہے ریلیف فنڈ سے چولہے اور مٹی کا تیل ہر خیمے کو فراہم کیا گیا ہے آپ تک کیوں نہیں پہنچا؟" میں نے قدرے ہمدردی سے کہا۔ "یہ دھواں مچھروں کے لیے مضر ہے۔"

"میں ریلیف فنڈ سے کچھ بھی لینے کے حق میں نہیں ہوں مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنا پیٹ پالنے کی استطاعت بخشی ہے میں نے اپنے نوکر کو چیزوں کی فہرست بنا کر آپ کے شہر بھیجا ہے شام تک ضروریات کی ہر چیز اس خیمے میں موجود ہوگی یہ پریشانی یہ آزمائش وقتی ہے ان شاء اللہ اپنے والدین کے گھر کو پھر سے آباد کرلوں گی یہ میری عزت ہے یہی میرا نام ہے۔" لہجہ مستحکم تھا۔

"زندگی سے انصاف برتنا اسی کو کہتے ہیں نور جہاں میں آپ کو سلامی پیش کرتی ہوں آپ کی ہمت و حوصلے اور حقیقت پر مبنی سوچ پر میں سچ مچ ایک عورت سے سبق سیکھ رہی تھی؛ دلیری اور بہادری کا اللہ نے ہمیں اس دنیا میں رونے پیٹنے کے لیے نہیں بھیجا اس نے ہمیں حسین مکمل اور بھرپور بنا کر اس دنیا کو سوارنے اور سجانے کے لیے پیدا کیا ہے یہی ہمارا شکرانہ ہے اس کی رحمتوں اور نعمتوں کا۔" میں خاموشی سے اس کی باتیں سنتی رہی۔

"مجھے نیکی کرنے اور اس کے بہترین اجر پر پورا بھروسہ ہے اللہ تعالیٰ انسانی نیت اور اعمال کے مطابق بخشش فرماتا ہے آپ سکون قلب اور روح تسکین کی خاطر خدمت خلق کے لیے اتنی مشکلات اور صعوبتیں برداشت کررہی ہیں نا، جو طرز زندگی آپ نے متعین ہے وہ پچھتاوے یا کسمپرسی کی راہ نہیں آپ اس پر دن بدن بڑھتی جائیں گی میری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ آپ جب بھی بالاکوٹ تشریف لائیں مجھ سے ملے بغیر واپسی کا سوچنا بھی ناقابل معافی ہوگا۔" اب وہ مسکرا رہی تھی میں نے اس کی اس تبدیلی پر دل میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

"یہ کیسے ممکن ہے نور جہاں میں نے بالاکوٹ میں آپ جیسی سمجھدار عورت نہیں دیکھی آپ جیسی باہمت عورتیں ایک کامیاب معاشرے کو جنم دیتی ہیں آپ نے اس گھر کو آباد کرنے کے ساتھ خدمت خلق کے بارے میں کیا سوچا ہے؟"

"گلیوں میں کھیلنے والے یتیم بچوں کے مستقبل کو سنوارنے کا پروگرام بنا رکھا ہے دیکھتے ہیں کب تک پایہ تکمیل تک پہنچتا ہے۔" وہ سنجیدگی سے بولی تو میں اسے ہکا بکا دیکھنے لگی۔ میری ہستی اور میری ذات اس کے سامنے کس قدر حقیر و ناتواں لگ رہی تھی۔ میں نے ایسا منصوبہ بنانے کا کبھی سوچا بھی نہ تھا میں نے تو ان یتیم بچوں کو تحائف دے کر اور کھانے کھلا کر بھکاری بننے کی تربیت دی ہے اس احساس نے میرے دنوں کا چین اور راتوں کا سکون غارت کردیا تھا۔ نور جہاں میرے ہوش و حواس پر بری طرح مسلط ہوچکی تھی اعصابی جنگ نے میرے تن اور من کو جھنجوڑ کر رکھ دیا تھا میں نور جہاں کے ساتھ ہی خیمے میں راتیں گزارنے لگی اس کی باتوں کی چاشنی اور تعمیرانہ سوچ نے میری خدمات کا انداز ہی بدل ڈالا تھا اب میں بچوں کو کتابیں کاپیاں، تختی و سلیٹ کا تحفہ دیتی تھی نور جہاں نے دوسرے خیمے میں بچوں کو پڑھانا شروع کردیا تھا۔ بالاکوٹ میں میرا نام ملبے کے ڈھیروں کے نیچے مدفن ہوگیا اور ہر طرف میڈم نور جہاں کا نام گونجنے لگا جس کی سب سے زیادہ دلی خوشی مجھے ہوا کرتی تھی مگر اب بھی مجھے اس کے بیتے ہوئے ماضی کو جاننے کی ہمت نہ ہوئی تھی گو کہ وہ میرے بہت قریب تھی میں کبھی کبھار سوچ میں پڑ جاتی عورت ذات تو پیٹ کی بڑی ہی ہلکی اور جذباتی گردانی جاتی ہے نور جہاں کس گوشت پوست و خون پانی سے بنائی گئی ہے۔ وہ اپنے پیاروں کی جدائی میں نہ آہ و فغاں کرتی ہے نہ اپنے سسرال کے بارے میں کوئی گلہ و شکوہ کرتی ہے۔

مجھے اس حد تک علم تھا کہ اس کے دو بچے ہیں خود ہوم اکنامکس کالج سے گریجویشن کی تھی میاں نے ٹیکسٹائل ڈیزائننگ میں ماسٹر کیا تھا اور اب فیصل آباد میں اپنی ذاتی کمپنی کا مالک تھا۔ میں نے اپنے ذہن میں ان کی کہانی مکمل طور پر گڑھ رکھی تھی شادی دونوں فریقین کی پسندیدگی کو مدنظر رکھ کر کی ہوگی؛

ذہنی مطابقت اور موافقت میں شادی کے دس سالوں میں دو بچے بھی پیدا ہو گئے وغیرہ وغیرہ یہاں وہ سب کچھ چھوڑ کر کیوں آ بسی؟ کہانی یہاں آ کر رک جاتی اس کا اپنا گھر بار پیار کرنے والا شوہر اور معصوم بچوں کو چھوڑ کر یہاں خدمت خلق کو پیش نظر رکھ کر سکونت اختیار کر لینا ایک بہت بڑا معمہ تھا جو حل نہ ہو پاتا تھا میں غیر شادی شدہ تھی میں نے اپنی زندگی کا ہر لمحہ دوسروں کے لیے وقف کر دیا تھا کیونکہ ازدواجی زندگی کی ان گنت ذمہ داریوں کے سنگ میں حاجت مندوں سے انصاف نہ کر پاتی، میرے لیے بامعنی فائدہ مند زیست گزارنے کا یہ ڈھنگ ہر ذمہ داری سے اہم تھا مگر نور جہاں پر اس کی اپنی خاندانی ذمہ داریاں خاص اہمیت حاصل تھیں میں ہر دفعہ کوشش کے باوجود اس سے کچھ نہ پوچھ پاتی کیونکہ میں اسے کسی قیمت پر کھونا نہیں چاہتی تھی۔ ہم خیال ہونے کی وجہ سے ہمیں ایک دوسرے کی رفاقت میں بے پناہ سکون ملتا' ہماری تمام باتیں اپنی ذاتیات سے ہٹ کر معصوم یتیم بچوں اور جوان بیوہ عورتوں کی زندگی کو بہتر بنانے کے منصوبوں کے اردگرد محو گردش رہتیں جن کو ریلیف اداروں کی مدد سے ہم عملی جامہ پہنانے کے لیے کوشاں تھیں۔

آج کی شام قدرے گرم اور خشک تھی نور جہاں بھی خلاف توقع چپ سادھے بیٹھی خلاؤں میں گھور کر کسی مسئلے کو سلجھانے کی کوشش میں تھی میں خاموشی سے اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ کا جائزہ لے رہی تھی آنسوؤں کو پینے اور چھپانے کی کوشش نے اس کے چہرے کے رنگ کو مزید سرخی بخش دی تھی مجھ سے رہا نہ گیا میں اٹھ کر اس کے قریب بیٹھ گئی اس نے ذرا سی جنبش کی اور پھر کہیں سوچوں میں کھو گئی چند ثانیے گزرنے کے بعد میں نے اسے جھنجوڑ دیا۔

''نور، کیا مسئلہ ہے۔'' میں نے بے کلی سے کہا۔

''کوئی خاص نہیں۔'' وہ بے پروائی سے بولی۔

''نور، تم مجھے نہیں بتاؤ گی تو میں خفا ہو جاؤں گی اور آج کے بعد تمہاری طرف کبھی رخ نہیں کروں گی۔'' میں خفگی سے بولی۔

''کیوں مجھ سے کوئی غلطی سرزد ہوگئی ہے کیا؟'' وہ بے چین ہوگئی۔ ''مجھے تنہا چھوڑ دو گی......''

''ہاں۔'' میں نے غصہ دکھایا۔

''تو سہارا کیوں دیا تھا اگر انجام یہ ہونا تھا تمہارا قصور نہیں دنیا نام ہی اسی کا ہے تم بھی مجھے چھوڑ دو مجھے سب نے چھوڑ دیا تو کیا میں مر گئی ہوں' زندہ ہوں نا تمہارے بغیر بھی مجھے کچھ نہیں ہونے والا۔'' وہ تقریباً چیخ اٹھی۔

''تم اپنی ذات میں گم رہنے والی ہستی ہو تم نے اپنے گرد و پیش جو حصار بنا رکھا ہے اس سے باہر نکل آؤ میری جان تمہاری ازدواجی زندگی میں ایسا کون سا گھناؤنا اور جان لیوا حادثہ پیش آیا ہے کہ تمہیں مجھ سے شیئر کرنے میں ہتک محسوس ہوتی ہے۔ ایسی کون سی غلطی سرزد ہوئی ہے تم سے کہ تم اس غلطی کو ماننے سے کترا رہی ہو بتاؤ مجھے نور جہاں شاید میں تمہارے دل کے بوجھ کو ہلکا کر سکوں۔'' میں بھی چیخ اٹھی۔ ''میں غیر کی غیر ہی رہی باہر جا کر تمہارا ڈھنڈورا پٹوا دوں گی تمہیں زمانے بھر میں بدنام کر دوں گی یہ ہے مجھ پر بھروسہ لعنت ایسی دوستی پر۔''

''میں نے ہمیشہ اپنی ذات سے نکل کر دوسروں میں دلچسپی لی ہے' اچھے برے کی فکر کی ہے' میں اپنی ذات سے لاتعلق اور ناآشنا رہ کر دوسروں کی رہنمائی کرتی رہی' اپنے شوہر سے وفاداری اپنے بچوں سے کبھی نہ ختم ہونے والی بے لوث محبت ان پر چھڑکتی رہی مگر کسی نے قدر نہ جانی۔ اس قلیل مدت میں میں نے آپ کے لیے کچھ بھی نہیں کیا میرا آپ کو روکنے کا کوئی حق نہیں، میں نے زندگی میں جس بے عزتی اور بے حرمتی کا سامنا کیا ہے اس کے مقابلے میں تمہارا خفا ہو کر مجھے چھوڑ جانا قطعاً تکلیف دہ نہ ہوگا جب ڈاکٹر مریض کو کینسر کی بیماری کی اطلاع دیتا ہے تو مریض ہونے والے سر درد کو یکسر فراموش کر دیتا ہے جو اسے ہر وقت نڈھال رکھتا ہے یہ تنہائی، خاموشی اور دنیا سے لاتعلقی مجھے ہرگز مضطرب نہیں کرتی' میرے دکھوں کے سامنے سب کچھ ہیچ ہے' حقیقت وہ ہے جس سے میں بھاگ آئی ہوں' سچائی وہ ہے جسے میرا دل ماننے سے انکار کرتا ہے۔''

طولانی گفتگو کے بعد وہ کمزور پڑ گئی آنکھوں میں ساون بھادوں کی جھڑی لگ گئی اس ناگہانی اور غیر متوقع انقلاب پر میں دہل گئی۔

''اطلاعاً عرض ہے اپنا گھر، شوہر اور بچوں کے ساتھ زندگی گزارنے کی راہ نکالی جائے تو اسی میں ہمارا مفاد ہے۔ میں تمہاری ان نیلی حسین آنکھوں میں ایک آنسو بھی دیکھنے کی روادار نہیں ہوں کان کھول کر سن لو۔'' میں نے اپنائیت سے اس کا کان کھینچا تو وہ مسکرا دی۔

''میں صرف مسکراہٹ سے ٹلنے والی نہیں ہوں مجھے اپنا مسئلہ تو بتاؤ نا میری جان۔''

"اپنی ناسمجھی اور بے وقوفی کی داستان سناتے ہوئے مجھے شرمندگی کا احساس ہورہا ہے۔" وہ آہستگی سے بولی۔

"بڑے بڑے پختہ مغز لوگ حالات کی گرفت میں پھنس جاتے ہیں، جب پانی سر سے گزر جاتا ہے تو ہوش میں آتے ہیں اور پچھتاوے کے سوا کچھ نہیں کرسکتے مگر ہم محض پچھتاوے پر اکتفا کرنے والی خواتین نہیں ہیں ہم نے کامرانی، شادمانی کی راہ کی کھوج لگائی ہے۔" میں اسے لاڈ اور دلار کرنے لگی تو اس نے اپنا سر میرے کندھے پر رکھ دیا اور تشکر آمیز آواز میں بولی۔

"یہ میری نیکیوں کا اجر ہی تو ہے جو مجھے تم جیسی ہمدرد اور غم گسار دوست میرے گھر کے دروازے پر مل گئی۔" وہ پوری طرح مراقبے سے باہر نکل آئی تھی اس کے مشتعل اور مضمحل اعصاب پر اس کی دل نوازی اور دلاسہ تاثر چھوڑے بغیر نہ رہ سکا میں نے اعتماد اور پیار سے لبریز لہجے میں کہا۔

"ذرہ نوازی کا شکریہ تم بے فکر رہو، مسئلے کا حل ڈھونڈتے ہیں کوئی مسئلہ ناقابل حل نہیں ہوتا۔" میرا انداز اس کے دل کو کریدنے والا تھا۔

"یہ ان دنوں کی بات ہے جب میں ہوم اکنامکس کی اسٹوڈنٹ تھی میں اپنی سہیلیوں کے ہمراہ پرل کانٹینینٹل میں پینٹنگز کی نمائش پر ہال میں خوب صورت شاہکاروں کو دیکھ کر لطف اندوز ہورہی تھی، انجانے میں میرا ہینڈ بیگ نیچے گر گیا دانیال میرے پیچھے ہی کھڑا تھا اس نے جھکتے سے بیگ اٹھایا اور مجھے بتائے بغیر میرے ساتھ ساتھ چلنے لگا میں نے نوٹس ہی نہ کیا کہ ایک ناآشنا ہر جگہ میرے ساتھ کیونکر چپکا ہوا ہے جب میں ہال سے باہر نکلنے لگی تو وہ ایک دم سے میرے سامنے آ گیا میں اس کے ہاتھ میں اپنا پرس دیکھ کر چونکی۔ یہ آپ کے پاس کیسے۔"

"محترمہ بندہ پچھلے دو گھنٹوں سے آپ کی شرف غلامی پر نازاں ہے۔" اس کے چہرے پر شرارت تھی مجھے اس کی اس حرکت پر معمولی سا غصہ بھی آیا مگر ندامت بھی در آئی میں نے ممنونیت سے شکریہ کہتے ہوئے پرس اس کے ہاتھ سے لے لیا۔

"آئی ایم سوری۔ نجانے یہ کب میرے ہاتھ سے نکل گیا۔"

"آپ کا قصور نہیں، یہ لڑکیاں ایک طرف متوجہ ہوتی ہیں تو پھر گردوپیش کی خبر تک نہیں رکھتیں، میں دو گھنٹے سے پرسنل گارڈ کی مانند مستعدی سے پرس کو رائفل تصور کرتے ہوئے ایک وفادار اور احسان مند محافظ بنا ساتھ ساتھ چل رہا ہوں محترمہ کو علم تک نہ ہوا کس دنیا میں رہتی ہیں ان مصنوعی قوس وقزح کے رنگوں سے باہر جھانک کر دیکھیں دنیا کے حقیقی رنگوں میں بے پناہ حسن ہے۔" وہ شوخ انداز سے بول رہا تھا۔

"مجھے محسوس ہوا کہ جیسے اس نے آغاز گفتگو کا یہ رستہ نکالا ہو مجھے اس کی بے تکلفی پر ذرا بھر اعتراض نہ ہوا اپنے نسوانی وقار اور عزت نفس کو معمولی سا دھچکا ضرور لگا تھا میں معذرت خواہانہ لہجے میں گویا ہوئی تھی...... میں تہہ دل سے آپ کی شکر گزار ہوں۔"

"ٹھیک ہے آپ کے شکرانے کو ہم قبول کرلیتے ہیں آئندہ کے لیے بھی یہ پرسنل گارڈ آپ کے تحفظ کے لیے باوردی تیار ملے گا۔" اس نے اپنا کارڈ میری طرف بڑھایا تو میں نے مرتعش لرزش زدہ ہاتھوں سے اسے پکڑ لیا اور وہ پل بھر میں بھیڑ میں غائب ہوگیا مجھے کچھ کہنے کا موقع دینا اسے مناسب نہ لگا تھا کم از کم مجھے ماہر وکیل کی طرح کچھ تو اپنے بارے میں صفائی پیش کرنے دیتا عجیب انسان ہے میں نے بے نیازی سے سر جھٹکا اور دور کھڑی منتظر سہیلیوں کی طرف چل دی جو آپس میں کھسر پھسر کررہی تھیں۔

"یہ کون عاشق تھا ذرا ہمیں بھی تو بتاؤ بڑی چھپی رستم نکلی ہو۔" ایک سہیلی نے چھیڑا جو مجھے بہت برا لگا میں نے غصے سے کارڈ کے ٹکڑے کیے اور خاموشی سے چل دی۔

"میرا خیال ہے پہلا تجربہ ہے بیچاری کا کوئی بات نہیں اسے عادت ہوجائے گی آج بچ گئی ہے کل پھنس جائے گی، مگر یاد رکھنا یہ من مندر کے دیوتا تو بن سکتے ہیں مگر شوہر بننے سے کتراتے ہیں۔" سہیلی کی یہ بات سن کر غصہ میرے انگ انگ میں سرائیت کرگیا اعصاب بری طرح شکنجے میں جکڑ گئے میرے لہجے میں زہر گھل چکا تھا میں اول فول بکنے لگی سب خاموش ہوگئیں اسی بدمزگی کے عالم میں، میں ہاسٹل پہنچ گئی اور کئی ہفتوں تک اپنی اس بے عزتی پر نالہ شب گیر رہی کیونکہ میری جس ماحول میں پرورش ہوئی تھی، جس فضا میں پروان چڑھی تھی اس کی چھاپ مجھ پر لگ چکی تھی مجھے اپنی شناخت اور اپنی ذات کی پہچان کا بنیادی ہتھیار جو ماں کی طرف سے ملا تھا وہ عزت نفس ہی تو تھی اب میری سہیلیوں کی حتی الامکان یہی کوشش رہتی کہ وہ مجھ سے اس موضوع پر کسی قسم کی چھیڑ خانیوں سے پرہیز کریں میرا طیرہ اور ڈھنگ دیکھ کر کتنی لڑکیاں راہ راست پر

آ گئیں، انہوں نے لڑکوں کے ساتھ گھومنے پھرنے کو غیرت اور شرم کی توہین سمجھ کر ٹھکرا دیا تھا۔ ایک شام سب مل کر آئس کریم کھانے نکلی ہوئی تھیں کہ دانیال سے مڈبھیڑ ہوگئی میری سہیلیوں نے کنارہ کشی میں ہی عافیت سمجھی انہیں میرے تیور دیکھ کر اندازہ ہو چکا تھا کہ آج اس عاشق نامراد کی درگت بننے والی ہے۔

دانیال میرے قریب کھڑا اپنی دلنشین مسکراہٹ سے مجھے اپنی طرف متوجہ کر رہا تھا میں نے نظر انداز کر دیا اور بے پروائی سے دوسری طرف دیکھنے لگی۔

''محترمہ میں نے آپ کو کارڈ دیا تھا کیونکہ بوقت ضرورت بندہ حکم کا تابعدار ہے۔'' لہجے میں شکوے کے ساتھ اپنائیت تھی۔

''مسٹر مجھے آپ کا تعلق کسی باعزت گھرانے سے لگتا ہے لڑکیوں کو چھیڑنا اور خواہ مخواہ فری ہونے کی کوشش کرنا مرد کی غیرت، انا اور مردانگی کے خلاف ہے میں وہ لڑکی نہیں ہوں جو آپ سمجھ رہے ہیں جائیے اس بڑے شہر میں آپ کو بے شمار آپ کی ہم خیال لڑکیاں مل جائیں گی۔'' میں نے نہایت ملائمت سے سمجھانے کے انداز میں کہا۔ تو ایک دم وہ سنجیدہ ہوگیا۔

''آئی ایم سوری میرا یہ مطلب ہرگز نہ تھا یہ تو میری پسندیدگی کا ردعمل تھا۔''

''آپ مجھے جانتے تک نہیں پسندیدگی کا رشتہ دوسروں کے فضائل و اوصاف اور خوبی کردار کو پرکھنے کے بعد آٹومیٹکلی استوار ہوجایا کرتا ہے آپ کیسے رشتے کی بات کرتے ہیں۔'' میں خود اعتمادی سے بول رہی تھی مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے میں ایک دم دادی اماں کے روپ میں ایک معصوم اور ننھے منے بچے کو سمجھا رہی ہوں۔ ''والدین ہم پر اعتماد بھروسہ کر کے کوسوں دور ہمیں بھیج دیتے ہیں تا کہ ہمارا مستقبل ضوفشانی اور تابناکی سے ہمکنار ہو سکے نہ کہ یہاں عشق و معاشقوں میں مبتلا ہو کر گھر کی عزت بالائے طاق رکھ دیں۔ آپ مجھے بے حد خلیق نفیس اور خوش مزاج انسان لگتے ہیں یہ لڑکیوں کے چکر آپ کی پرسنلٹی کو داغدار کر دیں گے۔'' میری باتیں وہ سر جھکائے نہایت انہماک سے سن رہا تھا اس کے ہشاش و بشاش چہرے پر ناگواری یا ندامت کی ہلکی سی رمق بھی نہ تھی اس نے پلکیں اٹھا کر مجھے بغور دیکھا۔

''عقل مند وہ جو اشارہ سمجھ جائے۔'' وہ مسکراتے ہوئے بولا۔ ''مگر آپ نے مجھے بے وقوف اور ناسمجھ جان کر خوب لمبی چوڑی کلاس لے لی ہے۔ ٹھیک ہے یاد رکھوں گا۔'' وہ کہہ کر چلا گیا خوف وہراس سے میں نے جھرجھری لی اور کپکپی میرے حواس پر چھا گئی پُراسرار اور ناآشنا اشارہ مجھے عقل مند کے لیے کافی تھی اب میں نے کالج سے باہر نکلنا چھوڑ دیا تھا ہر وقت ایک خوف ودہشت میرے اعصاب پر طاری رہتی لیکن خوش قسمتی سے پھر دانیال کا سایہ تک مجھے نظر نہ آیا۔

اپنی تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد چند مہینوں کے آرام کے لیے میں بالاکوٹ آ گئی اس کے بعد میرا کوئی باعزت نوکری کرنے کا پروگرام تھا میں ان لڑکیوں کو بے حد افسوس سے دیکھا کرتی تھی جو معاشرے کو اپنی علمیت کے خزانے سے محروم رکھ کر فقط اپنی ذات میں مدفون ہوجاتی تھیں میں اپنے ہنر کو دوسروں تک پہنچانے کی خواہش مند تھی یہی میری ذات کے ساتھ انصاف تھا، میری عزت اور پہچان کا نیا باب کھلنے کی امید مجھے ہر دم خوشی و انبساط سے لبریز رکھتی ابھی مجھے یہاں آئے ہفتہ بھر گزرا تھا کہ میری بہت قریبی دوست کا فون آ گیا کہ وہ اپنی چند چھٹیاں پاکستان کے سوئٹزرلینڈ میں گزارنے آ رہی ہے مجھے اور کیا چاہیے تھا بس گھر بھر کی صفائیاں ستھرائیاں شروع ہوگئیں بے شمار پرانی بوسیدہ گھریلو اشیا کی جگہ نئی چیزوں نے لے لی اور میں نے آرٹ کے زور پر کم خرچ بالانشین کے مقولے کو مدنظر رکھتے ہوئے گھر کا کونا کونا سجا دیا پہاڑی کی چوٹی پر تعمیر شدہ گھر کے باہر گھیرے سبز رنگ کے گھنے اخروٹوں کے تناور درختوں کے تنوں میں مقامی جھاڑیوں کو ترتیب دے کر خوب صورت راہ گزر بنا دی۔

درختوں کے گھنیری شاخوں کے جھنڈ میں سوکھے پیڑوں کے تنے کٹوا کر بینچ بنوا دیں، یہاں کے سادہ لوح لوگوں کو میری اس ڈگری کے فوائد، خدوخال ہی معلوم ہوتے تھے وہ ہمیشہ کی طرح میرے والدین کو طعنوں تشنوں سے نوازتے مجھ پر خرچ ہونے والے پیسے کے زیاں ہونے کا افسوس کرتے بعض مضحکہ خیز سوالات کی بھرمار کر دیتے کچھ طنز و تشنیع کے نشتر چلاتے جن کا میرے والدین پر رتی بھر اثر نہ ہوتا تھا۔ جب وہ میرے ساتھ تھے تو مجھے کسی کی پروا کیونکر ہوتی میں بھی کسی کو خاطر میں نہ لاتی تھی قلم اور زبان کی طاقت نے میری سوچ کو یکسر بدل دیا تھا۔ اپنی دوست کی آمد پر میں نے اپنے روشن مستقبل کا ایک نقشہ تشکیل دینے کے تمام مثبت پہلو سوچ رکھے تھے اور میں

اس کے صلاح و مشورے سے بہرہ مند ہونے کو تیار بیٹھی تھی کیونکہ زارا گولڈ میڈلسٹ اسٹوڈنٹ تھی اور مجھے اس کی ذہانت پر پورا بھروسہ تھا میں اس کو اپنے ہنر سے سجے ہوئے گھر، قدرتی حسن و جمال سے مزین بالاکوٹ اور والدین کی حسن سلوک کی خوش گفتاری اور مہمان نوازی اور اپنے علاقے کے رسم و رواج سے امپریس کرنا چاہتی تھی کیونکہ اس نے آج تک شہروں کے علاوہ گاؤں اور پہاڑی علاقے نہ دیکھے تھے اس کی بہترین دنیا زندہ دلوں کا شہر لاہور تھا۔ میں اپنے حسین ملک کا یہ گوشہ دکھانے میں بہت فخر محسوس کررہی تھی اب میرا ہر لمحہ اس کے انتظار میں گزرنے لگا آخر اس کے بالاکوٹ پہنچنے کا فون آ گیا میں اسے خوش آمدید کہنے اپنے گھر سے نیچے سڑک پر اتر آئی تھی اس کی کالی مرسڈیز آ کر رکی ڈرائیور نے تیزی سے دروازہ کھولا تو مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہ آیا زارا کے ساتھ دانیال اور ایک بے حد اسمارٹ خاتون نمودار ہوئی مشابہت کے مطابق دانیال کی والدہ محترمہ معلوم ہوتی تھی میرے کانوں میں اس کے آخری الفاظ گونج اٹھے ''ٹھیک ہے میں یاد رکھوں گا۔''

مجھے میرے پاؤں کے نیچے زمین سرکتی ہوئی محسوس ہوئی سر چکرانے لگا اور میں بے اختیاری سے زارا کے شانے پر سر رکھ کر حیرت و تجسس سے منمنائی۔

''یہ سب کیا ہے؟''

''جہاں آرا تم دانیال کو شکل سے پہچانتی ہو انہوں نے ٹیکسٹائل ڈیزائننگ میں ماسٹر کیا ہے اور فیصل آباد میں اپنی کمپنی اسٹارٹ کرچکے ہیں یہ ان کی والدہ محترمہ جو رشتے میں میری تائی جان لگتی ہیں۔'' زارا نے شوخ انداز میں تعارف کرایا میں نے آگے بڑھ کر سلام کیا اور انہیں گھر کی جانب لے کر چل دی۔

اللہ تعالیٰ نے مجھے بالاکوٹ کے ملکوتی حسن آنکھوں کو چندھیا دینے والی برف پوش سنگ مرمر کی مانند چمکتی ہوئی پہاڑوں کی چوٹیاں نیلے آکاش کے نیچے بہتے ہوئے دریا کی شوریدہ لہریں، بے حدود بکھراں مقدس و پاکیزہ فضا سے بہت جلد محروم کرکے لاہور کی جاگتی اور پُر رونق راتوں اور ہنگامہ خیز دنوں کے حوالے کردیا سب کچھ ایسے معجزانہ طریقے سے ہوا کہ میں باعث حیرت و اشتیاق کے کئی دن نہ سنبھل سکی۔

میں نے فیصل آباد میں دانیال کی کمپنی میں کام شروع کردیا دانیال کی طبیعت میں ہلکے پھلکے مزاح کا عنصر بہت نمایاں تھا وہ خاموش طبع مردانہ تھا ہمیشہ ہر موضوع پر بامعنی معلومات پر مبنی گفتگو سے ہر ایک کو سیراب کرکے بے پناہ خوش ہوتا پڑھائی کے زمانے میں نصابی اور ہم نصابی سرگرمیوں میں ہمیشہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا تھا موسیقی و ادب سے گہرا لگاؤ ہونے کی وجہ سے یونیورسٹی میں اسٹیج کی رونق اور ہم نصابی سرگرمیوں کا روح رواں بن کر سب کے دلوں پر راج کرتا تھا۔ تفریحات اور سیر و سیاحت کا ایسا دلدادہ کہ کے ٹو کی چوٹی کو سر کرچکا تھا مجھے اس کی عادات اور خصلتیں بے حد پسند تھیں کیونکہ میں نے اپنے خاندان کے مردوں کے اصول اور قانون اس سے ہٹ کر دیکھے تھے یہاں کے کلچر میں مرد کی سنجیدگی اور خاموشی اس کی جہاندیدگی دانش مندی اور بڑے پن کی غمازی کرتی ہے ان کی غیرت اور مردانگی کو اسی بنیاد پر پرکھا جاتا ہے۔ مجھے اپنے خاندان کے کسی لڑکے سے کوئی سروکار نہ تھا اور نہ ہی میں نے کبھی اپنے عم زاد سے شادی کرنے کا تصور کیا تھا والدین کی اکلوتی بیٹی ہونے کی وجہ سے میں ناز و نعم میں پل کر جوان ہوئی تھی انہوں نے ہمیشہ میری ہر خواہش کو اولیت دی تھی مگر میں ان کی نافرمان اور ان کے پیار کا ناجائز فائدہ اٹھانے والی اولاد ہرگز نہ تھی مجھے ہمیشہ ان کی عزت و تکریم کا پاس رہتا تھا اور وہ مجھ پر آنکھیں بند کرکے اعتماد کرتے تھے دانیال مہینے میں ایک دفعہ مجھے والدین سے ملوانے بالاکوٹ لے آتا ادھر اُدھر ہائکنگ کرتا ماحول سے لطف اندوز ہوتا اور آخر میں ہم خوشی خوشی واپس چلے جاتے۔ دو سال بعد میں نے بیٹی کو جنم دیا اب آفس کے بجائے میں گھر کی ملکہ بن گئی تھی مہر جان جب چار سال کی ہوگئی تو میری آغوش ننھے میکائیل سے بھر گئی، شکل و شباہت اور خوشی و شرارت اور زندہ دلی میں میکائیل ہو بہو باپ کی کاپی تھا ازدواجی زندگی ان گنت خوشیوں کی آماجگاہ بن چکی تھی وقت کو جیسے پر لگ گئے تھے انسان کو بھلے وقت کے گزرنے کا یہی احساس تو بے کل کردیتا ہے۔ پھر ایک منحوس صبح کے جھٹکے نے میری جنت کے در و دیوار میں دراڑیں ڈال دیں میری چھت زمین بوس گئی۔ میرے والدین اور میرے بے شمار رشتے دار خالق حقیقی سے جا ملے۔

Whatsapp

مظفر آباد میں مقیم میرے چچا کا گھر اتنا ملبے کے نیچے دب کر رہ گیا حسا مری کونونٹ اسکول میں زیر تعلیم تھی میٹرک کے امتحان سے وہ فارغ ہوکر تو اکتوبر کو اپنے گھر جانے کا پروگرام بنا چکی تھی مگر اللہ کو کچھ اور ہی منظور تھا میں اسے اپنے گھر لے آئی اس کے

ماموں دوبئی میں رہائش پزیر تھے وہ اپنی بہن کی نشانی کو اپنے دار شفقت میں رکھنے کے خواہش مند تھے سو ہم نے پاسپورٹ بنوا کر ویزے کے لیے بھجوادیا۔

حنا سے دانیال کا حسن سلوک بہت اعلیٰ تھا وہ اسے بچوں کی طرح بہلاتا اور خوش رکھنے کی کوشش میں لگا رہتا اس کی اداس و مایوس شکل دیکھ کر پہیلیاں بجھواتا لطیفے سنا کر اسے ہنساتا رہتا وقتاً فوقتاً وہ اسے اپنے دفتر لے جا کر کسی نہ کسی کام میں مصروف رکھنے کی کوشش کرتا مگر وہ اپنے فراق میں اس حد تک مقید رہتی کہ دنیا جہاں سے جیسے کوئی ناطہ اور تعلق نہ کبھی تھا اور نہ ہی مستقبل میں استوار ہوگا میں نے اسے ہتھیلی کا پھپولا بنا رکھا تھا وہ معصوم کس قدر بے ضرر اور بے قصور معلوم ہوتی تھی میرا دل کٹ کر رہ جاتا۔ وہ دن میں کئی بار ویزے کے بارے میں سوال کر کے جواب کی انکاری پر سوچوں میں گم ہو جاتی کبھی زار و قطار رونے لگتی اس کی دل خراش گھٹی گھٹی سسکیاں گھر کی فضا کو سوگوار بنا دیتیں بچے چڑچڑے ہو کر ضد پر اتر آتے اور آخر دانیال حنا کو باہر گھمانے لے جاتا۔

دن رنج و کلفت میں گزر رہے تھے گھر کی فضا میں عجیب سا سونا پن سما گیا تھا میرے والدین بھی عالم جاودانی کی طرف سدھار گئے تھے مجھے ان کی محرومی کا احساس ہر وقت غمگین رکھتا تھا مگر پھر بھی اپنا گھر، شوہر اور بچوں کی موجودگی میری دل نوازی اور دلاسے کے لیے انمول تھی حنا کا دامن اور اس کے ہاتھ خالی تھے وہ اپنا دل کس سے بہلاتی مجھے اس کی پریشانی کی سمجھ آتی تھی میں اس کے ویزے کے انتظار میں دن بدن گھلی جا رہی تھی کیونکہ اب گھر کے غمگین ماحول کے اثرات نمایاں طور پر نظر آنے لگے تھے۔

دھیرے دھیرے حنا کی طبیعت اور مزاج بہتر ہونے لگا اس نے بچوں سے کھیلنا انہیں کھانا کھلانا نہلانا دھلانا شروع کر دیا باورچی خانے میں خانساماں کے ساتھ ہاتھ بٹانے لگی اگلا قدم اپنی ذات میں دلچسپی لینے کا تھا اچھا لباس زیب تن ہونے لگا میک اپ سے خود کو دلکش بنانے پر بے پناہ توجہ دی جانے لگی مگر ساتھ ہی بدقسمتی سے میرے ساتھ بات بات پر الجھ جاتی مجھ سے ڈانٹ کھاتی اور انجام رونے دھونے پر ہوتا دانیال سب کچھ بغور دیکھ رہا تھا اس نے حنا کی طرف داری شروع کر دی اب حنا مجھے کسی خاطر میں نہ لاتی دانیال کے گھر آنے پر وہ فوراً دروازہ کھولتی اس کا بریف کیس پکڑ لیتی تیزی سے چائے کی ٹرالی پاس لے آتی گپ شپ کی چاشنی کے ہمراہ اسے چائے پلاتی اس کے بوٹوں کے تسمے کھولتی اور بچوں کو اس کے قریب ہونے سے روکے رکھتی اتوار کو وہ لاؤنج میں بیٹھی اس کا بے چینی سے انتظار کرتی اس دوران وہ دس چکر میرے کمرے کے دروازے تک لگا لیتی جونہی وہ باہر نکلتا اس کے گلے لگ جاتی اور آنکھیں مٹکاتی اسے اپنی بے چینی اور انتظار کی روداد گوش گزار دیتی وہ مسکرا کر ایک ہی لفظ کہتا "پگلی" وہ مارے مسرت کے کھل جاتی اتوار کا دن اس کی خدمات میں گزر جاتا اس کے بالوں کا مساج کرتے ہوئے وہ دنیا جہاں کی فضول ترین خبریں سناتی اور دانیال مجھ سے اور بچوں سے بے نیاز لطف اندوز ہوتا رہتا۔ پیڈی کیور سے اسے سکون مہیا کرنا ہر روز کا معمول بن چکا تھا دانیال ان شاہانہ عنایتوں اور توجہ سے اظہار تشکر کیے بغیر کیسے رہ سکتا تھا اس کی شان میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیتا اور اس پزیرائی کے بدلے میں وہ ہر بات پر احمق اور ناقابل فہم ہونے کا احساس دلانے سے باز نہ آتی اگر میں اعتراض کر جاتی تو مجھے یہ سننے کو ملتا "بچی ہے اس سے تمہارا کیا مقابلہ، اس وقت تمہارا ہاتھ دینے والا ہے۔ جو زیادتی اور ظلم تم کرنا چاہو کر سکتی کیونکہ وہ اس وقت تمہاری محتاج ہے مجبور اور بے بس ہے اللہ تعالیٰ سے ڈر کر رہو جہاں آرا اللہ کی لاٹھی کی صدا سنائی نہیں دیتی۔" وہ مجھے کوسنے لگا۔

❀……❀……❀

"ہم گئے تھے فلم دیکھنے۔" وہ بے باکی سے بولا۔

"تمہیں اس لیے ساتھ لے جانے کی دعوت نہ دی کیونکہ تم تو ہر وقت بچوں اور گھر میں ہی مصروف رہتی ہو تمہیں نہ اپنی پروا ہے نہ ہی کسی اور کی۔"

"آپ کو علم ہے کہ آپ دونوں کی بیا یکٹیویٹیز ایک کوٹھی سے دوسرے دروازے پر دستک دینے لگی ہیں اس کالونی سے ہمارا مرنا جینا وابستہ ہے اگر آپ باز نہ آئے تو لوگ ہمارے منہ پر تھوکیں گے دانیال خدارا باز آ جائیں آپ کی مخلصانہ نیت کی میں گواہی دے سکتی ہوں میں جانتی ہوں آپ بے حد نفیس، خوش اخلاق اور شریف النفس انسان ہیں کاش آپ کی شریر اور شوخ طبیعت میں تھوڑی سی ہوشیاری اور چالاکی کی ملاوٹ بھی ہوتی مجھے ڈر ہے آپ کی منطق راست بازی اور نرم دلی کہیں ضلالت بن کر ہماری زندگی کو داغدار نہ کر دے ہمارے معاشرے کی بے مہر و بے حس دنیا آپ کی جبلت کو بے راہ روی

اور گھر ہی کا نام دے کر الزام تراشی کی جھوٹی غیر مناسب کہانیاں گھڑنے لگ جائے گی آپ والدین کے زیر سایہ بے حد پاکیزہ اور سچے ماحول میں پل کر جوان ہوئے ہیں آپ کو دنیا کے مثبت اور حسین رنگوں میں کبھی منفی اور بھیانک رنگ دیکھنے کا نہ تجربہ ہوا ہے نہ ہی طبعاً آپ دیکھنے کی چاہ رکھتے ہیں آپ کی سوچ کے مطابق سب کچھ بے حد مؤمنیت اور صداقت سے بھرپور ہے مگر ایسا نہیں ہے۔'' میں بے حد بزرگانہ انداز میں بول رہی تھی۔

''جہاں آرا تم نے تو مجھے بالکل ناعاقبت اندیش اور ناقابل فہم قرار دے دیا ہے ایسا ہرگز نہیں' میں بھی اسی دنیا کا پروردہ باسی ہوں مجھے بھی اونچ نیچ کی خبر اور شناخت ہے میں مزاجاً ایسا ہی ہوں اس کا کوئی علاج نہیں' اب میں تم سے یہ ڈیمانڈ کرنے لگ جاؤں کہ اپنی فطرت سے ہٹ کر میرے ساتھ نبھا کرو تو تب ہماری ازدواجی زندگی خوشگوار ہو سکتی ہے ایسے بھی نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ دو مخالف جنس انسانوں کی فطرت کو ایک دوسرے سے متبادل بنا کر خاندان کو بے پناہ رفعتیں بخش دیتا ہے' ہم پر تو اللہ کا کرم ہے' ہم ایک دوسرے کی کمزوریوں اور خامیوں کے ساتھ اپنی ازدواجی زندگی کے محاذ پر نہایت سکون اور اطمینان سے گامزن ہیں تم فکر نہ کرو مجھے زمانہ جانتا ہے۔'' اس نے مجھے تسلی دینے کے انداز میں کہا مگر میرا دل اس کی باتوں پر آمادہ نہ ہو سکا۔

''ٹھیک ہے مگر میری ایک التجا ہے کہ حنا کے چاؤ چونچلے اور ناز برداریاں اٹھانا آپ کو زیب نہیں دیتا۔ یہ معاملہ مجھ پر چھوڑ دیں میں جانوں اور وہ جانے آپ درمیان سے کنارہ کشی اختیار کرلیں سب کچھ ٹھیک رہے گا۔'' میں نے نہایت ملائمت سے کہا۔

''ارے مری جان کل کی بچی ہے' دکھیا بھی ہے' ہم نے نیکی کا کام کیا ہے بدنامی کا ہے کی۔'' وہ بے پروائی سے بولا۔

''دانیال اللہ تعالیٰ نے نیکی کرنے اور غیر محرم رشتوں کو نبھانے کی حدیں مقرر کی ہیں آپ ان حدوں کو عبور کریں گے تو آپ خود کو مشکل میں ملوث کریں تو اس عمل کا شمار نیکی اور بھلائی میں نہیں ہوگا بلکہ اس کا اجر نہایت گھناؤنا اور بھیانک ہونے کے امکان زیادہ روشن ہو سکتے ہیں۔'' میری فکرمندی نمایاں تھی۔

''تم نے خوامخواہ بات کا بتنگڑ بنا رکھا ہے چند دنوں کی بات ہے یہ دیتی چلی جائے گی میرے لیے اسے نظر انداز کر کے اپنے ضمیر کی لعنت و ملامت کو برداشت کرنا خاصا مشکل ہوگا تم کیوں پریشان ہوتی ہو؟ ذرا غور کرو اس کے یہاں آنے سے گھر میں کتنی رونق ہوگئی ہے' بچے بھی اس سے ہل گئے ہیں' تمہاری قربت اس کے مستقبل کے لیے مشعل راہ ثابت ہوگی' تم اس کے لیے ایک بہترین کردار ہو تمہیں اس کا بہترین اور خوش آئند اجر ملنے والا ہے۔'' وہ بہت ممنونیت سے بولا تو میں خاموشی سے اس کا منہ تکنے لگی' کہ یہ کس قدر عظیم اور میں کس قدر پستی کی دلدل میں اتری ہوئی ہستی ہوں اس احساس کے باوجود میں نے حنا کو سمجھانے کی کوشش کی تو وہ تھوڑی ندامت کے ساتھ عجلت سے بولی۔

''آپی مجھے محسوس ہوا ہے کہ آپ مجھے بہت چھوٹی کم عقل بچی تصور کرتی ہیں میں نے کونونٹ کی تعلیم حاصل کی ہے میں اپنی عمر سے دس سال آگے دیکھتی ہوں سوچتی ہوں آپ فکر نہ کریں کچھ نہیں ہونے والا۔''

''یعنی آپ بہت بڑی ہوگئی ہیں۔'' میں نے حیرت سے کہا۔

''جی آپی ڈونٹ وری۔'' وہ بے پروائی سے بولی۔

''تم بڑی ہوگئی ہو میں نے مان لیا تو پھر کبھی یہ سوچ بھی تو آئی ہوگی کہ دانیال مجھ سے اور اپنے بچوں سے تمہاری وجہ سے کتنا دور ہوگیا ہے میرے اور دانیال کے درمیان ایک وسیع و طویل خلیج حائل ہو رہی ہے کیا تم میرے گھر کے اجڑ جانے کو برداشت کرلوگی' دنیا کی تمہاری سمت اٹھنے والی انگلیوں کی پروا کیے بغیر زندگی میں مطمئن رہ سکوگی؟'' میں نے رازدرانہ انداز میں پوچھا۔

''مجھے کسی کی پروا نہیں دانیال بھائی کی خاطر میں اپنے ساتھ پیش آنے والے تمام مظالم کا سامنا کرسکتی ہوں۔ کیونکہ مجھے زندگی میں واپس لانے والے دانیال بھائی ہی تو ہیں' آپی آپ کتنی خوش قسمت ہیں آپ کو اس کا اندازہ ہی نہیں آپ کا ہر وقت کا خفگی اور غصے کا اظہار مجھے بہت افسردہ کر جاتا ہے' میرا دل غم و ترس سے ہچکولے کھانے لگتا ہے' میری آنکھیں میرا دل و ذہن اس لمحے انہیں اپنے اندر سمو لینے کو بے تاب ہو جاتا ہے..... آپی میری التجا پر غور کریں ان سے لڑنا جھگڑنا بند کردیں ان سے آشنائی' دوستی اور یگانگت کا سبب آپ ہیں وہ مجھے پدرانہ شفقت سے دل نوازی اور دلار دلاڈ سے بہلا دیتے ہیں تو اس کی آپ کو دلی مسرت حاصل ہونی چاہیے۔'' اس کا لہجہ

اولادِ نرینہ، تھیلیسیمیا اور اٹھرا کا کامیاب علاج

کوٹ ادو کے حضرت مولانا محمد شفیع صاحب کے اولادِ نرینہ کیلئے قرآن و سنت کی روشنی میں کامیاب علاج بارے گزشتہ کئی شماروں میں بہت سے لوگوں کی شہادتیں اور تاثرات شائع کیے جا چکے ہیں۔ مزید اس طرح علاج سے فیضیاب ہونے والے غلام قاسم ولد غلام فرید قوم بوہا ساکن بستی بوہا دائرہ دین پناہ تحصیل کوٹ ادو نے بتایا کہ ہمارے ہاں اول بیمار بیٹا میجر آپریشن سے پیدا ہوا جس کی عمر سات سال ہے جو ہاتھوں ٹانگوں اور آنکھوں سے معذور ہے نہ ہی بول سکتا ہے ڈاکٹروں کے مطابق اس کا حرام مغز مفروج ہے اس کو خوراک تک کا ہوش نہیں ہے۔ بلکہ اندازہ کے طور پر خوراک دی جاتی ہے۔ پھر ڈاکٹری علاج کے باوجود دوبارہ بھی بیمار بیٹی میجر آپریشن سے پیدا ہوئی۔ جس کی عمر 4 سال ہے وہ بھی اپنے بھائی کی طرح معذور ہے۔ ڈاکٹروں کے مطابق اس کا بھی حرام مغز مفروج ہے۔ چونکہ ہمارا رشتہ ازدواج کزن میرج ہے۔ اس لیے ڈاکٹروں نے اس مرض کی وجہ کزن میرج قرار دی ہے اور مزید تندرست اولاد کی توقع کو بعید از قیاس قرار دیا ہے۔ اس وجہ سے ہم بہت پریشان تھے میڈیا کے ذریعے معلوم ہونے پر حضرت مولانا محمد شفیع صاحب کی خدمت میں کوٹ ادو حاضر ہوئے۔ دعا کرائی اور علاج حاصل کیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے علاج کامیاب ہوا۔ دورانِ علاج اپنی تسلی کیلئے ہم نے مختلف جگہوں پر الٹراساؤنڈ کرائے سب نے بالکل تندرست بیٹے کی خوشخبری دی۔ اور مورخہ 3 نومبر 2016ء کو اللہ تعالیٰ نے تندرست بیٹا عطا فرمایا ہے۔ یہ علاج کامیاب اور اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔

مولانا محمد شفیع صاحب کا کہنا ہے کہ اس طریقہ علاج کا فارمولا چونکہ قرآن و سنت سے مستنبط ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بالکل کامیاب ہے **یہ طریقہ علاج ان کیلئے ہے** جن کے ہاں مسلسل بیٹیاں پیدا ہوں یا بچے زندہ نہ رہتے ہوں یا دوسرے تیسرے ماہ حمل ضائع ہو جاتے ہوں یا گروتھ کی خرابی سے بچے پیٹ میں ہی خراب ہو جاتے ہوں یا تھیلیسیمیا کی تکلیف کا عارضہ لاحق ہو۔

نوٹ: حضرت مولانا محمد شفیع صاحب کے مطابق اولادِ نرینہ کیلئے شدید خواہش مند جنکے ہاں بچے میجر آپریشن سے پیدا ہوتے ہوں اور چانسز بھی کم باقی ہوں تو انہیں علاج درجہ اول حاصل کرنا ضروری ہے اور جن کے ہاں بچے زندہ نہ رہتے ہوں یا گروتھ پرابلم کا عارضہ لاحق ہو تو انہیں امید ہونے پر بروقت علاج حاصل کرنا ضروری ہے۔

حصولِ علاج کیلئے ایڈریس مرکزی جامع مسجد چوک کالی پلی جی ٹی روڈ کوٹ ادو ضلع مظفر گڑھ

رابطہ نمبر 0331-6002834

ہمارا مقصد صرف قرآن و سنت کی روشنی میں کامیاب طریقہ علاج سے فیض یاب لوگوں کی شہادتوں اور تاثرات سے اولادِ نرینہ کیلئے خواہش مند حضرات کو مطلع کرنا ہے۔ تاکہ اولادِ نرینہ جیسی نعمت سے زیادہ سے زیادہ لوگ مستفید ہو سکیں۔ ضرورت مند انٹرنیٹ پر دی گئی تفصیلات سے استفادہ حاصل کر سکتے ہیں جس کا ایڈریس یہ ہے کہ www.facebook.com/maleprogenythroughquran

سات سالہ معذور محمد عمر اور چار سالہ ایمن

تندرست پیدا ہونے والا بیٹا محمد معاذ

گلوگیر ہوگیا۔
میں اس کے دلائل سن کر پھر مدہم ہوگئی غصہ اور الجھن دور ہوگئی مگر ہمیشہ کی طرح سکون کا دورانیہ بہت مختصر تھا۔ دن جیسے جیسے بیت رہے تھے اب معمولات زندگی میں بدمزگی اور ناچاقی کا اضافہ ہوچکا تھا جس کا علاج ڈھونڈنے میں مجھے ہمیشہ ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا اور معمولی سی بات میری جان پر عذاب بن کر نازل ہوتی، اب حنا کی موجودگی میں میری ہر بات کا مذاق اور غلط قرار دیا جانے لگا۔ میری ہر خوبی کو خامی کا نام دے کر جتایا جانا روز کا معمول بن چکا تھا' بچوں کو دھتکارا جانے لگا حنا اس رویے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے مجھ سے بات کرنے سے گریز کرنے لگی تمام دن کمرے میں گھسی رہتی جونہی دانیال گھر آتا وہ سیدھا کمرے میں چلا جاتا وہیں ٹرالی پر کھانا پیش کیا جاتا اور وہ وہیں بیڈ پر آڑھا ترچھا لیٹ کر اس سے گپ شپ میں مگن ہوجاتا میں انتظار کے بعد کمرے میں چلی جاتی' وہ مجھے سراسیمہ نظروں سے گھور کر لاتعلقی اور جذبات سے عاری چہرے دوسری طرف موڑ کر باتوں میں مصروف رہتے دیدہ دلیری کی انتہا تھی یا بے غیرتی اور بے شرمی کا مقام تھا کہ ان کے لیے یہ ڈھنگ اور طریقہ بے حد نارمل تھا مگر مجھے پاگل پن اور وہم نے زندگی سے سبکدوش ہوکر انتظار مرگ کے خاردار اور تاریک راستے پر گامزن کردیا تھا جس کا احساس کسی کو نہ ہوا' دانیال ذہنی اور جذباتی طور پر مجھ سے کوسوں دور نجانے کس دنیا میں کھو گیا تھا اب حنا اس کے سامنے مظلوم بن کر میری ہر سیدھی بات کو توڑ مروڑ کر دانیال کی عدالت میں پیش کرکے میری وہ درگت بنواتی کہ میں وکیل صفائی بن کر بھی اپنی بے گناہی کو ثابت کرنے میں ناکام رہتی اور وہ مظلوم بنی نظریں جھکائے آنسو بہاتی اس کی ہمدردیاں وصول کرتی رہتی' یہ ایک دن کی بات نہ تھی روز کا معمول تھا وہ مالکن کی حیثیت سے گھر میں ہر ایک پر حکم چلاتی سب اس کے اشاروں پر ناچتے اس کے حکم کے غلام اور تابعدار بن کر رہ گئے' میں پہلے ہی خاموش طبع اور صلح جو عورت تھی مزید خاموشی کی اتھاہ گہرائیوں میں اترتی چلی گئی اور لامتناہی فاصلے ہمارے درمیان حائل ہوتے چلے گئے' گھر کے ہر کونے سے حنا سے ہمدردی اور اپنائیت کی گونجتی ہوئی صدا مجھے ظالم و جابر قرار دیتی ہر طرح کے القابات سے نوازتی رہتی خاموشی اور گھٹی ہوئی جنگ زوروں پر تھی۔ چونکہ بگڑے ہوئے حالات کے پیش نظر میرے منہ سے نکلا ہوا ایک لفظ تشدد اور زدوکوب کی جانب مائل کرسکتا تھا اپنی عزت نفس کی خاطر میں خاموش تو ہوگئی تھی مگر زندگی کے رنگوں سے دور، بہت دور جا چکی تھی۔

آخر ایک دن سوچ بچار کے بعد میں نے پینترا بدل کر حنا کو اپنے ہاتھوں میں کرنے کا پروگرام بنایا میں نے تنہائی میں اس سے جی بھر کر دل کے دکھڑے روئے اسے اپنا ہمراز ہونے کا احساس دلانے کی لاکھ کوشش کی پھر اس سے ہاتھ جوڑ کر اپنے سلوک اور رویے کی معافی مانگی دانیال اور میری ناموافقت کو صلاح و اتفاق میں بدلنے کی عرضداشت پیش کی اور اسے اپنا محسن و مربی کا قرار کرتے ہوئے میں نے اسے اپنے سینے سے بھینچ لیا وہ احساس فتح مندی سے کھل اٹھی تھی اسے اپنی اہمیت و حیثیت پوری تدریج سے فہم میں آچکی تھی اس نے بے حد احسان جتانے والے انداز میں مجھے تسلی دی' میں نے معذرت خواہانہ انداز میں اس کے سامنے سر جھکا دیا اور آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی مجھے وہ کہاوت یاد آنے لگی۔

آگ لینے آئی تھی گھر والی بن بیٹھی۔

میں نے ایسی تمام سوچوں کو ذہن سے کھرچ کر نکالنے کی کوشش کی اور اس کے سامنے اپنے سہاگ اپنے گھر کی سلامتی اور خوش حالی کی بھیک مانگتی رہی وہ اس اعزاز و اکرام سے مجھ پر قربان اور نثار ہوئے جارہی تھی میں خوش فہمی کی دنیا میں اترتی چلی گئی میں کس قدر بے وقوفی اور بے بسی کا شکار ہوچکی تھی کہ ہمراز بنایا بھی تو کس کو جس نے پہلی فرصت میں میری تمام تر التجائیں اور درخواستیں لفظ بہ لفظ اس کے گوش گزار کردیں۔ اس کے بعد وہ سانپ کی طرح پھنکارا۔

"تمہاری یہ باتیں ہمیں تباہ و برباد کردیں گی' تمہاری رشتے داری کا بوجھ میں اٹھائے ہوئے ہوں اور تم مجھ پر ہی پیچ پا ہورہی ہو۔" میں خود سراسر فاترالعقل تصور کرتے ہوئے کھسیانی سی ہنسی سے اپنی کی ہوئی تمام باتوں اور شکایتوں پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرنے لگی مگر میرے دل کو ایک کھٹکا لگ چکا تھا کہ اگر دانیال کی ہمدردی پسندیدگی میں بدل گئی تو میرا اور بچوں کا کیا بنے گا؟ وقتی طور پر میں اس کے ٹھوس دلائل کی تائب تو ہوجاتی تھی لیکن ذہن میں اٹھنے والی شک و شبہات سے بھرپور سوچوں کا کیا کرتی حنا جلوت و خلوت میں اس کے وہ تمام کام نہایت ترنگ اور شوق سے کیا کرتی تھی جنہیں میں اپنے فرائض کا حصہ نہیں سمجھتی تھی بیوی کے ناطے نظر انداز کرنے میں قباحت نہ لگتی تھی طنز و مزاح اور مذاق اڑاتا دانیال کو گھٹی سے ملا تھا میرے لاکھ سمجھانے پر

میرے خفا ہوجانے پر بھی اس کی یہ عادت برقرار تھی حنا نے اس کی اس عادت کو دل و جان سے سراہا تھا جو بات مجھے بری لگتی وہ اس کی مدح سرائی میں گھنٹوں صرف کردیتی میری التجا کو سرے سے رد کردیا تھا بلکہ میری ہار اور بے بسی نے اسے مزید خود اعتمادی بخش دی تھی۔

اس لحاظ سے صنف قوی بہت ہی نادان اور کم عقل گردانا گیا ہے جو عورت کی چال کو کسی بھی جنم میں نہ جان سکا۔

اللہ اللہ کرکے حنا کا ویزہ آ گیا خوشی سے میرے دل میں لڈو پھوٹنے لگے میں نے اپنا اور بچوں کا قیمتی وقت اس کی جھولی میں ڈال کر جو قربانی دی تھی مجھے اس کے اجر کی امید تھی کہ حنا میرے گھر سے رخصت ہوکر ماموں کے پاس چلی جائے گی اور میرا گھر پھر سے جنت کا گہوارا بن جائے گا۔

یہ مژدہ راحت حنا کو طمانیت اور تسکین دینے کی بجائے پژمردہ و افسردہ کرگیا وہ بے جان اور بوجھل قدموں سے چلتی اپنے کمرے میں چلی گئی اور دو دن تک نظر نہ آئی۔ میں نے فکر مندی کا اظہار کیا تو دانیال نے تنبیہہ نظروں سے مجھے گھورا۔

"شیرنی بانو جہاں آ رہی ہے۔"

"بات تو خوشی کی ہے اس میں کوئی شک نہیں آج شام ہم اسے شاپنگ کرادیتے ہیں تاکہ اس کی تیاری مکمل ہو اور یہ جلد از جلد اپنوں میں جائے۔" میں نے بے نیازی کا اظہار کیا۔

"اپنوں میں کون اپنے؟ اپنی تم ہو جہاں آ رہی اس کا سہارا بننا تمہارے فرائض میں ہے۔" وہ جل کر بولا۔

"جناب عالی عرض ہے کہ اب میں مزید ایک جوان لڑکی کی ذمہ داری اٹھانا نہیں چاہتی آپ کو علم ہے کہ اڑوس پڑوس میں کیا چہ میگوئیاں ہورہی ہیں کیسی پیشن گوئیاں کی جارہی ہیں وہ تو میں نے عورتوں کی باتوں پر کان نہیں دھرا ورنہ یہ شہزادی کب کی یہاں سے رخصت ہوچکی ہوتی۔" میں نے بے ساختہ بولنا شروع کردیا۔

"یہ سب تمہاری کمزوری کے نتائج ہیں ورنہ کسی کی کیا جرأت کہ دوسروں کے ذاتی معاملات میں دخل اندازی کریں۔"

وہ قہر آلود لہجے میں بولا۔

"یعنی میں غلطی پر ہوں ٹھیک ہے بے انصافی تو کوئی آپ سے سیکھے مجھے اس کی نظروں میں ذلیل و بے عزت کرنے والے آپ ہیں کبھی سوچا ہے آپ نے یہ بے باکی اور اس کا بے حجابانہ آپ سے لپٹنا اور گھومنا پھرنا میں اس گھر کی سلامتی کے لیے برداشت کرگئی اب یہ باب بند ہونے جارہا ہے۔" میں تنگی سے بولی اور کمرے سے باہر نکل کر لمبے سانس بھرنے لگی۔

❀......❀......❀

"اس نے یہاں اپنا وقت گزارنے کے لیے بچوں کی آیا گیری کی گھر کی نوکرانی بنی جی بھر کر تمہاری خوشامد کی دل کھول کر میری خدمت گزاری کی پھر بھی ڈانٹ ڈپٹ لعن طعن اس کا نصیب رہی اب یہ کہ اس کی پاک دامنی اور معصومیت پر کیچڑ بھی اچھالا جانے لگا ہے تم نے بغض و عناد میں میری عزت کی بھی دھجیاں اڑادی ہیں تم کس قسم کی بیوی ہو؟" وہ لمحہ بھر کے توقف کے بعد بولا۔ "مجھے تم سے ایسی امید ہرگز نہ تھی۔" اسی اثنا حنا ملحقہ کمرے سے وارد ہوئی اور مجھ کھا جانے والی نظروں سے گھورتے ہوئے بولی۔

"آپی لاہور میں حاصل کی جانے والی تعلیم نے آپ کے خیالات میں رتی بھر وسعت پیدا نہیں کی آپ گناہ اور ثواب کی تفریق سے ہی بے بہرہ رہیں آپ نے تو خاندان کی عزت کی بھینٹ چڑھادیا مجھے بھی اپنی مشرقی روایات اور گھر سے بے پناہ انس ہے اگر آپ نے میرے چہرے پر بدکرداری اور گناہ گاری کا لیبل چسپاں کرکے گھر سے نکالنا تھا تو مجھے ساتھ کیوں لائے میں کسی یتیم خانے میں چھوڑ دیا ہوتا اگر میں غلطی پر ہوتی تو تمہارا جیون ساتھی میری طرف داری کیوں کرتا میں ان کا احسان زندگی بھر فراموش نہیں کروں گی۔ جنہوں نے مجھے اس دنیا کے سنگ چلنے کے گر سکھادیے دنیا کی حقیقت اور سچائی سے روشناس کردیا انہوں نے میری ناز برداریاں اٹھائیں بے پناہ مانوسیت اور بے تکلیف میں بھی فرق اور فاصلوں کی حدوں کو عبور نہ کیا...... آپ کے کہنے کے مطابق نسوانی وقار و کردار اور عزت نفس کو ہر قسم کی آزمائش میں اولیت دیتی ہیں۔"

"میرے بارے میں کیا خیال ہے۔ میں بھی اسی خاندان کی پروردہ بیٹی ہوں۔ آپ میں اور مجھ میں جو تعلیمی فاصلہ ہے ہمیں کبھی بھی ایک دوسرے کے قریب نہ آنے دے گا قسمت نے یاوری کی تو بدلہ ضرور لوں گی۔"

وہ اپنی نوعمری اور کمسنی میں بھی مجھے ایسے لعنت ملامت کررہی تھی کہ حیرت و افسوس سے میں اس کا منہ تکتی رہ گئی، کانوں میں بجتے ہوئے ناقوس نے زبان گنگ کردی دانیال اس دوران سر جھکائے حسرت و یاس کی تصویر بنے بیٹھا رہا۔

"جاتے جاتے تمہارا انداز تشکرانہ بہت بھلا لگا" وہ دولہ کیا

کہنے تمہاری اس تعلیم کے جو تم نے کونونٹ سے حاصل کی جواب نہیں اس تربیت کا جو تم نے دانیال سے حاصل کی اعلیٰ کجول کی جیتی جاگتی مثال ہو تم۔" میں نے طنزیہ کہا۔

"آپی آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے کہ میں دبئی جارہی ہوں میں دانیال بھائی کے بغیر کہیں نہیں رہ سکتی میں نے اس گھر میں رہ کر خود کو سرتاپا بدلا ہے اب میں مامی اور ان کی اولاد کے لیے نئے سرے سے خود کو بدلنے سے رہی میرا جینا اور مرنا اب اسی گھر سے وابستہ ہوگیا ہے۔" وہ خود اعتمادی سے بولی تو میرے وجود کے ہر اعضا میں پھریری دوڑی۔

"یہ ناممکن ہے۔" میرے منہ سے دلخراش ہوک نکلی۔

"دانیال آپ چپ سادھے بیٹھے ہیں اس بے وقوف کو سمجھائیں یہ ہماری ذمہ داری ہرگز نہیں اگر مجھ سے بنی رہتی تو اس کی موجودگی بسر و چشم منظور ہوئی اس کے سوا میرا اپنا کون ہے جو حال دل سنے بد بخت لڑکی ہم دونوں کی خوشیاں اور دکھ تو یکساں تھے تم نے مجھے چھوڑ کر میرے سہارے کو اہم اور بہترین سمجھا تم کسی قدر ناعاقبت اندیش ہو مجھے تمہاری عقل پر رحم اور ترس آتا ہے۔" میں نے یاس انگیز نگاہ اس پر ڈالی۔

"آپ کے سامنے جھولی پھیلا کر بھیک مانگنے سے موت بہتر ہے اللہ وہ دن نہ دکھائے کہ مجھے آپ کی ہمدردی اور رہنمائی میں زندگی گزارنی پڑے۔ دانیال بھائی اگر آپ مجھے اس گھر میں پناہ دینے کی سکت سے عاری ہیں تو مجھے کسی ہاسٹل میں بھیج دیں مگر میں دبئی نہیں جاؤں گی یہاں کے تلخ تجربے نے مجھے باغی بنادیا ہے دانیال بھائی یا پھر اپنے ہاتھوں سے زہر پلادیں میں خوشی خوشی اسے آب حیات سمجھ کر پی جاؤں گی۔" اس کی آنکھوں سے جھڑی برس رہی تھی۔

"تم کہیں نہیں جاؤ گی تمہارا اس گھر پر اتنا ہی حق ہے جتنا جہانی کا ہے۔ جہاں آرا تم کان کھول کر سن لو گھر کے ماحول کو خوشگوار اور پُررونق بنانے کا ذمہ تم پر ہے فضا میں تمہاری خود غرضی کی نحوست نے جو آگ لگا رکھی ہے نہ دن کو چین نہ رات کو سکون ہے ہر وقت کی گریہ وزاری طعنے و تشنے، شر آلود حرکات و سکنات۔ تمہاری اور میری ناموافقت بخشیں سب بکواس بند کرو بہت ہوگئی میں تنگ آ گیا ہوں روز کی چخ چخ بک بک سے۔" اس کی جنونی باتوں میں حقارت و نفرت چیخ چیخ کر دہائی دے رہی تھی میں نے ہمت کو یکجا کیا اور رازداری سے گویا ہوئی۔

"دانیال اس چڑیل کے جانے کے بعد سب کچھ ویسے ہی ہوگا جیسا آپ چاہیں گے میں نے ہر زیادتی اور بے انصافی کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا ہے اب میرے صبر اور غم کا پیمانہ لبریز ہوچکا ہے مجھ سے مزید توقع وابستہ رکھنا آپ کی بہت بڑی نادانی ہوگی۔" شورش اور بغاوت سے بھرپور آواز پر وہ چونکا۔

"میرا آخری اور حتمی فیصلہ پلے باندھ لو جہاں آرا حنا اسی گھر میں ایک قابل احترام فرد کی حیثیت سے رہے گی۔" وہ سختی سے بولا۔

"ایسے کبھی نہیں ہونے دوں گی میں دنیا میں اس ظلم کے خلاف ڈھونڈورا پٹوا دوں گی اپنی گھٹی اور دبی آواز بلند کرکے اپنے حقوق کا مطالبہ کروں گی تم دونوں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ ہوگے۔" میں غصے سے کانپنے لگی۔

"تمہاری جاہلانہ اور باغیانہ باتیں ہمارے گھر کو تباہ و برباد کرنے کے لیے سرگرم عمل ہیں خود پر قابو رکھو جہاں آرا ورنہ بہت پچھتاؤ گی۔" وہ دھمکی آمیز لہجے میں بولا۔

"اللہ نے جو اختیار آپ کو دیا ہے کیا یہ اس کی دھمکی دی جارہی ہے۔" میں بے ساختہ بولی۔

"ہاں۔" وہ پاؤں پٹخ کر بولا "میں تمہیں آنے والے وقت سے آگاہ کررہا ہوں۔"

"اچھا تو نشہ سر چڑھ کر بول رہا ہے اف...... میں نے آنکھیں کاہے کو بند رکھیں حنا یہ مرد پر اپنا تھا تم تو میری اپنی تھی تم نے مجھے سراب میں رکھا مجھے دھوکہ دے ڈالا میرے بھروسے اور اعتماد کا قتل کرڈالا تم نے میری نیکی اور ایثار کا یہ صلہ دیا زندگی میں سکھ کو ترسو گی مگر وہ تم سے کوسوں دور بھاگے گا اللہ کی ذات ہے انصاف کرنے والی۔" میں بے بسی اور لاچارگی کا مجسمہ بن گئی تھی حالات میرے قابو سے نکل چکے تھے۔

"بکواس بند کرو جہاں آرا اب ایک لفظ بھی منہ سے نکالا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔"

"مت دو مجھے دھمکی دس سالوں کی رفاقت کا ہی خیال رکھ لو بے مروت اور بے فیض انسان۔" میں چیخ اٹھی دانیال کا ہاتھ غصے میں اٹھا اور میرے گال کو سہلا گیا پھر دونوں ہاتھوں سے اس نے میرے بال پکڑے حنا صوفے پر بدستور ساکت و جامد بیٹھی تماشا دیکھتی رہی اس کے لبوں کی فتح مندانہ مسکراہٹ آج بھی مجھے راتوں میں رلا دیتی ہے اپنی بے عزتی، توہین اور ذلت کا جان لیوا کرب مجھے کسی پل چین نہیں لینے دیتا اس نے بے

دروی سے مجھے گھر سے دھکے دے کر باہر نکال دیا اور میرے چیختے چلاتے بچے باپ کی بانہوں کی گرفت سے آزاد ہونے میں ناکام رہے تھے۔

"اور تم شکستگی کا رونا روتی مظلومیت کا واویلا کرتی اپنے ماں باپ کے کھنڈرات پر آ کر بیٹھ گئی واہ بھئی واہ...... تم نے کس قدر بہادری اور عقل مندی کا ثبوت دیا ہے کہ نسلیں یاد رکھیں گی۔" میں نے طنزیہ تالی بجائی تو وہ اپنے گرد و پیش طاری ہونے والے فسوں ہالے سے باہر نکل آئی اور اس کی آواز بھرا گئی۔

"طلاق کے ڈر سے میں نے وہاں سے روپوش ہونے میں عافیت جانی کیونکہ ہم دونوں کا غصہ اور خفگی عروج پر تھی اگر میں خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ کر خاموش رہتی تو پھر بھی بربادی میری تقدیر کا حصہ ہوتی اپنے حقوق کے لیے احتجاج کیا ہے تو پھر بھی میں اجڑ گئی تم مجھے قصوروار نہیں ٹھہرا سکتی' میں اپنے حالات تمہیں بتانے سے اس لیے ہچکچا رہی تھی کیونکہ یہ ناقابل حل مسئلہ ہے جب شوہر کسی دوسری عورت میں دلچسپی لینے لگتا ہے تو اسے اپنی بیوی کی ہر وہ خوبی جس پر وہ فریفتہ ہوا کرتا تھا خامی میں بدل جاتی ہے اور پچھتاوا ہر وقت اس کا پیچھا کرتا ہے کہ میں نے اتنے سال اس عورت کے ساتھ جھک کیوں ماری اور دسترس و دور دوسری عورت تمام تر خصائل کا شاہکار اور وفا و ایثار کا پیکر بن کر اس کے ہوش و خرد پر ایسے چھا جاتی ہے کہ وہ شنوائی سے محروم ہو کر ترک قرابت کا صریحاً غلط فیصلہ کر لیتا ہے میرے اور اس کے درمیان حائل ہونے والی خلیج کو وسعت دینے کے خوف سے یہاں چلی آئی اگر وہ بچے میرے ہمراہ آنا بھی چاہتے تو میں انہیں یہاں لانے کی غلطی ہرگز نہ کرتی یہاں کھنڈرات اور اس ملبے کے ڈھیر میں ان کا مستقبل مدفن ہو کر رہ جاتا۔ میں شب و روز ان کے فراق میں گھلتی جا رہی ہوں' دانیال میرا پیار اور میرا عشق ہے وہ بہت اعلیٰ ظرف فراخ دل اور بے حد خلیق و شریف النفس انسان ہے اس لیے تو حنا کی گرفت میں نہایت آسانی سے پھسل گیا' میں اس لمحے کو بھول نہیں پاتی جب مجھے ہر عورت نے اشارے کنارے سے یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ جوان کنواری دوشیزہ کو گھر میں رکھنے کا مطلب ہے علیحدگی اور جہاں بھر کی ذلت اور پرلے درجے کی شقاوت اور بدبختی مگر میرے سر پر نیکی کرنے اور ثواب کمانے کا بھوت سوار تھا میں نے ہر ایک کو بڑے ٹھوس دلائل دے کر چپ کرا دیا۔ کبھی کبھار اپنی ذات کے ذہنی خول سے باہر نکل کر دوسروں کی بات پر کان دھر لینے میں دانش مندی پنہاں ہوتی ہے۔ بعض اوقات جو نتائج دوسروں کی عقابی نگاہیں دیکھ رہی ہوتی ہیں آپ کی ناتجربہ کار سوچ وہاں تک رسائی حاصل کرنے سے قاصر ہوتی ہے۔ آپ مثبت سے منفی سوچ کی طرف آنے والے فاصلوں کو عبور کرنے کے موڈ میں آنا ہی نہیں چاہتی اپنا ذہن ایک ہی نقطے پر منجمد کیے اس سفر پر رواں دواں ہو جاتی ہیں جس کی منزل مقصود کی آپ کو خبر تک نہیں ہوتی۔ میری گویائی پچھتاوؤں کا اکھاڑہ بن چکی تھی۔" وہ حیرت انگیز انداز میں بولی۔

"نیکی کا پچھتاوا وہ دکھ ہے جو انسان کے من میں اصالت کا بیج بو کر اسے زندہ درگور کر دیتا ہے۔ نیکی کا اجر ہمیشہ تسکین آمیز ہوتا ہے' سب سے پہلے اپنے قلب کو حقارت و حسرت سے پاک کرو' ذہنی اختراعات اور پیچ و خم میں ملوث خیالات سے چھٹکارا حاصل کر کے باری تعالیٰ کے سامنے اپنی غلطیوں کا اعتراف کرو دیکھنا تمہاری زندگی کا ہر لمحہ شادمانیوں اور کامرانیوں سے ہمکنار ہو جائے گا۔" میں اسے بزرگانہ انداز میں سمجھا رہی تھی اور اس لمحے وہ خود کو کس قدر کمتر اور حقیر سمجھ رہی تھی' میں نے اس کی آنکھوں میں شرمندگی و ندامت کی پرچھائیں سے انداز لگا لیا تھا۔ تھوڑے توقف کے بعد بولی۔

"جہاں آرا تمہارا یہاں آنے کا فیصلہ رشک و حسد اور غیض و غضب کی طرف نشاندہی کر رہا ہے' تم ٹھنڈے دل سے سوچو کہ تمہارا شوہر جو لاتعداد خوبیوں کا مالک ہے تم پر ظلم و ستم ڈھانے کا خطاوار کیسے ہو سکتا ہے' ممکنات میں سے ہے کہ اس کا حنا سے تعلق ہمدردانہ اور برادرانہ ہی ہو جسے تم نے الٹی عینک سے دیکھا اور پرکھا کہ ہر بار تمہیں وہی نظر آیا جیسی تم نے عینک پہن رکھی تھی۔ حنا ایک دکھیاری بچی ہے اس نے دانیال کو اپنے بھائی اور باپ کے روپ میں قبول کیا ہے اور دانیال نے یہ محسوس کرتے ہوئے غیر اختیار طور پر اپنی بیوی کی معمولی سی روک ٹوک پر بھی ایک ہنگامہ کھڑا کر کے حنا کو مطمئن اور پُرسکون رکھنے کو بہتر سمجھا ہو اس کی انجانے میں کی جانے والی غلطی اس کی تمام خوبیوں اور اچھائیوں کو گھن کی مانند چاٹ گئی اور تمہارے اندر شک و شبے کی بنیاد مضبوط سے مضبوط تر ہوتی گئی اور آخر انجام یہ ہوا یہاں کے برباد و تباہ لوگوں کے کام آنے سے بہتر یہ ہے کہ تم اپنے گھر کو آباد رکھو جا ہے اس کے لیے تمہیں خود کو سولی پر کیوں نہ لٹکانا پڑے ورنہ تمہاری نسل تاریکیوں کی آماجگاہ میں بسیرا کر لے گی۔"

"اس میں میرا کوئی قصور نہیں رابعہ، دانیال کو ان رشتوں کو بیلنس کرنا ہی نہ آیا جس کا ناجائز فائدہ حنا نے اٹھایا حالات کو بگاڑنے میں دانیال کا ہاتھ ہے میں ہمیشہ ہر زاویے سے خود کا جائزہ لے کر صبر وتحمل کا دامن تھام لیتی تھی مگر میں بیوی ہونے کے رشتے سے اتنی فراخ دل نہ ہوسکی کہ میں ہر وقت ان دونوں کے ہر انداز میں میرے لیے اجنبیت اور لاتعلقی دیکھ کر خاموش رہتی دانیال کی عقل گھاس چرنے گئی تھی کیا؟" وہ زہرخند سے بولی۔

"جہاں آرا یقین جانو مجھے تمہارے اس مسئلے کا حل بے حد سہل اور سادہ معلوم ہورہا ہے تناؤ کی کیفیت اور بدمزگی میں بتدریج اضافے کا سبب تمہاری ہٹ دھرمی اور ضد ہے اس ضمن میں پہلا قدم تمہاری طرف سے اٹھے گا۔" میں زیرک سوچ کے مطابق اسے یہ معاملہ رفع کرنے کا مشورہ دینے لگی۔ میری تنقید بے جا اور مفادات میں اسے تسلی وتشفی دینے اور دانیال سے رابطہ کرنے کی تلقین کرتی رہی مگر اس کی طرف سے آمادگی کا ہلکا سا شائبہ تک نہ تھا۔

"تو تمہارا ارادہ کیا ہے کچھ تو اپنے مستقبل کے بارے میں سوچا ہوگا یہاں خیمے میں درویشانہ زندگی گزارنے سے تو رہی۔" میں نے اسے پھر سمجھایا مگر مجھے اس کے اس ردعمل کی ہرگز توقع نہ تھی۔

"میں جاہل عورت نہیں ہوں کہ شوہر کے پاؤں پڑ کر گڑگڑاتی ہوئی محبت وتوجہ کی بھیک مانگتی رہوں۔ میں اپنے پاؤں پر کھڑی ہوں ظلم وستم کے خلاف آواز بلند کرنے کی ہمت رکھتی ہوں اور دانیال کو باخبر کرنا چاہتی ہوں کہ تمہاری طلاق کی دھمکی اور بچے چھین لینے کی زیادتی مجھے بے بس ولاچار نہیں کرسکتی جس کو تم اپنی فتح مندی کی سیڑھی سمجھ کر استعمال کرنا چاہتے ہو وہ تمہاری خوش فہمی ہے تمہاری مردانگی کی پستی اور ناکامی ہے۔"

"تو میرے سمجھانے کی تمام محنت اکارت گئی۔" میں نے اپنا سر پکڑلیا۔

"مرد عورت کے جذبات سے کھیل کر عمر بھر کے لیے اسے اپنا غلام ومطیع بنانے میں فخر محسوس کیوں کرتا ہے، کیونکہ عورت اس کو ہر طرح کی بے انصافی اور ظلم کرنے کی اجازت دیتی ہے رابعہ میرا قصور صرف اتنا سا ہے کہ میں اسے یہ احساس دلانے میں ضرور کامیاب ہوئی ہوں کہ میں اس کی ملکیت اور زرخرید لونڈی ہرگز نہیں ہوں۔ اگر تم چاہو تو مجھے زمین کے اندر گاڑ دو دل کہے تو آسمان کی بلندیوں پہ میرا آشیانہ بنادو میری رگوں میں بھی سرخ خون گردش کررہا ہے میرا دل ودماغ بھی جذبات واحساس سے لبریز تھا مجھے بھی نشیب وفراز اور مدوجزر کی شناخت ہے بالکل تمہاری طرح مجھ سے صرف ایک ہی قدم آگے ہوتا، جس کے اظہار نے مجھے ان چٹانوں جیسا مستحکم بنا دیا اللہ کے بنائے ہوئے ڈیزائن کو تم چیلنج کرنے والے کون ہوتے ہو، بزدل ڈرپوک اور ناقابل فہم انسان اپنی حیثیت پہچانو عورت کے بغیر تم کیا ہو۔" وہ تصور میں دانیال کے بٹھا کر اپنا غصہ اتار رہی تھی دل کا غبار اور کچھ ڈھل رہا تھا اور میں چپ سادھے بیٹھی تھی۔

"تم پل ہو اپنی نئی نسل کا اور میں اس پل کا ستون ہوں میری اہمیت کو فراخ دلی سے مان لو دانیال' بے شک وہ غصے اور ناراضگی میں کھولتے ہوئے سچائی پر تھی بدقسمتی سے اس معاشرے کے مرد کے سامنے تمام منطق بے کار تھی۔"

"تمہارا گھر ہچکولے لے رہا ہے، اسے کیسے بچایا جائے۔" میں پریشانی میں بولی۔

"جب تک دانیال کو اپنے سلوک رویے کے غیر فطری ہونے کا احساس نہیں ہوتا تب تک میری ہزار منتیں خوشامدیں کارآمد ثابت نہ ہوں گی ہم پرانے زمانے کی عورتوں کی بات کروں کہ وہ بے حد مرنجاں مرنج رہ کر شوہر کی نور نظر وتسکین قلب بن کر زندگی گزارتی تھیں، آج کی عورت میں خودسری درشتی وسختی نے معاشرے میں طلاق کو عام کردیا ہے ایسا ہرگز نہیں پہلے کی عورتوں میں بعض خوبیاں آج کی نسل سے زیادہ تھیں مگر عورت کو آزادی تھی پردے اور پابندیوں کی قیود سے فارغ تھی اس کی عزت نفس اور خودداری کو مدنظر رکھ کر گفتگو کی جاتی تھی انہیں عزت واحترام کی نظر سے دیکھا جاتا تھا اور صرف گھرداری اور بچے پالنے تک محدود نہ تھا بلکہ کاروباری، سیاسی اور معاشرتی مسائل میں ان سے مشورے لیے جاتے تھے اور ان کی رائے کو نہایت سنجیدگی سے زیرغور لایا جاتا تھا آج کی عورت کے پاس کیا ہے، اس کی تعلیم، عقل وشعور کو مرد نے مان کے نہ دیا جھگڑے کی بنیاد ہی یہ ہے دانیال کی ہر غیر مہذب حرکت میں چپ کی چادر اوڑھ لوں تو معاملہ سدھر رہا ہے گا اگر احتجاج کروں تو ماردھتکار ہوگی یہ خوب رہی۔" وہ ذہنی ردوکد کا شکار تو ہو ہی چکی تھی اب زبان پر تمام شکایتیں ہو گلے گڑواہٹ بن کر ماحول کو

کہرآلود اور دھندلا بنا رہے تھے میں معاملے کی تہہ تک پہنچ چکی تھی سچ تھا کہ دانیال غلطی پر تھا دو عورتوں کی ناموافقت میں کود پڑنا اسے زیب نہیں دیتا تھا۔ دونوں کو باہمی مفاہمت کے لیے وقت درکار تھا جو دانیال نے اپنے ہاتھ میں لے کر چکی کے دو پاٹوں میں خوانخواہ پیس لیا اور گھر کے سکون کو نا سمجھی اور نادانی سے خیرباد کہہ دیا۔

لیکن میں نے پھر بھی جہاں آرا کو بڑے ٹھوس اور منطقی دلائل دے کر اس بات پر رضامند کرلیا کہ تعلیم حاصل کرنے اور اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ شوہر کے روبرو مقابلے پر اتر آؤ اللہ نے جو برتری اس کو سونپ رکھی ہے اس میں بہت بڑا راز پنہاں ہے اس سے انکار کرنا ہی عورت کی تباہی کو آواز دینا ہے‘ جو عورتیں مردوں کے اس مقام کو پہچانتے اور ماننے سے انکار کی مرتکب ہوتی ہیں نئی نسل کی بھلائی کے لیے شادی نہ کرنا مناسب رہتا ہے کیونکہ شادی کھیل یا ڈرامے کا نام نہیں دو دلوں کے عہد و پیمان کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کا نام ہے‘ دراصل عورت اور مرد کی ایک دوسرے پر ملکیت بے پناہ توقعات لے کر تحت شعور میں اتر جاتی ہے توقعات ہی اس بندھن کو توڑنے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں بندہ بشر کے لیے توقعات کا استوار کرنا ایک قدرتی امر ہے ان کا تناسب کرلینا ہی بڑائی اور عظمت ہے۔“ میرے سرکھپانے پر وہ کچھ رام ہوگئی اور اس مسرت نے ماحول کی کثافت کو یکسر ہی اجلا اور پاکیزہ بنا دیا تھا اور میں اس کے خیمے میں دھرنا مار کر بیٹھ گئی اس وقت تک کے لیے جب تک جہاں آرا اپنے گھر سدھار نہیں جاتی‘ جب ان کی باہمی صلح میں کوئی پیش رفت نہ ہوئی تو میں اسے اپنے ہمراہ اپنے گھر لے آئی اور زارا کو پاکستان آنے پر آمادہ کرنے لگی کیونکہ جہاں آرا کے دلائل کے سامنے میری تمام نصیحتیں لاحاصل ولایعنی ہوجاتی تھیں لیکن میں ہمت ہارنے والی اور شکست ماننے والی کہاں تھی میں نے حتی الامکان ایک گھر، ایک نسل، ایک معاشرے کو اپنے اخلاص واتحاد اور صبر وتحمل سے آباد وشاداب کرنے کا تہیہ کرلیا تھا دھواں دھار گفتگو، بحث مباحثہ، کوفت اور بے کلی کا سبب ضرور بن جاتی مگر مجھے اس کی رتی بھر پروانہ تھی کئی دفعہ غصے میں وہ مجھے کافی کھری کھری سنا جاتی مگر اگلے لمحے معذرت خواہانہ رویہ مجھے مزید اس کا محسن اور مربی بنا دیتا میں زارا کے انتظار میں تھی کیونکہ وہ دانیال سے براہ راست رابطہ کرکے ان کے کچے بندھن اور جدائی کو نیا رنگ سونپ سکتی تھی میری رسائی دانیال تک اس کی وساطت سے ہی ہوسکتی تھی۔

❁......❁......❁

میرے گھر چند دن گزارنے کے بعد وہ مضطرب رہنے لگی اپنا بوجھ اور ذمہ داری وہ بذات خود اٹھانے کے حق میں تھی آخر لمبی چوڑی گفتگو کے بعد میں نے اس کے لیے نہایت کارآمد رستہ ڈھونڈ لیا میں نے اپنا ڈرائنگ روم خالی کرا کر پارلر بنانے کا آرڈر دے دیا کیونکہ میرا ڈرائنگ روم میرے اکیلے پن کی وجہ سے مہینوں میں کہیں ایک آدھ بار استعمال میں آتا تھا اوپر کے حصے میں ورکشاپ بنا کر بوتیک کھولنے کی تیاریاں ہونے لگیں مگر مجھے دانیال کا انتظار ہر وقت بے کل اور تذبذب میں رکھتا مہینے بیت رہے تھے فاصلوں میں استقامت بڑھتی جارہی تھی جہاں آرا بظاہر تو قدرے مطمئن نظر آنے لگی تھی اس کے ہاتھ میں کئی قسموں کے ہنر تھے جو کامیابی کا منہ بولتا ثبوت بن چکے تھے مگر اپنا گھر اور اپنے معصوم بچوں کی کمی اسے وقتاً فوقتاً دل حزیں رکھتی جس پر اس کا اپنا اختیار ہی نہ تھا اب وہ اس قابل ہوگئی تھی کہ اپنے بچوں کو حاصل کرکے ان کی تمام تر ذمہ داریوں کو بخوبی ادا کرنے کی مجاز تھی وہ دن رات مجھے انصاف اور راست بازی پر اکسائی رہتی میں نے اپنی تمام تر زیست دوسروں کی طمانیت اور تسکین بخشنے کے نام تو کردی تھی اس کی تمام باتیں اور فکریں میری سمجھ سے بالاتر ہرگز نہ تھیں۔ اس کی تڑپتی ماما‘ بلکتی روح تک اترنے میں میرے لیے کوئی مشکل نہ تھی مگر کون سا قابل عزت وقابل قبول ذریعہ اپنایا جاتا کہ اس کی تحریم پر حرف بھی نہ آئے اور بچے بھی اس کی مامتا کی ٹھنڈی چھاؤں میں پناہ گزیں ہوجائیں۔

اس کے یہاں آنے سے میں نے بھی اپنی زندگی کے تجربات کو ہر رنگ اور ہر طرح کی نظر سے دیکھنا شروع کردیا تھا موسموں کے بدلتے رنگ کے اصول اور قانون کا درس مجھے دن بدن بہت مجبور کرتا گیا اپنے آئینے اور گریبان میں جھانک کر دوسروں کے بات واحساسات کو تعین کرنے سے پہلے مستعدی اور سمجھداری سے حقیقت کی گہرائی میں جاکر کسی بھی نیکی کا بیڑہ اٹھانے کا فیصلہ کرنا مجھے دانش مندی لگا۔

خوابوں کی دنیا میں رہنے والی رابعہ خوش فہمیوں اور امیدوں کے مرغزاروں سے باہر نکل آئی تھی مجھے جہاں آرا پر ہونے والے ظلم وستم کا احساس کسی پل چین نہ لینے دیتا اس معاشرے

میں لاکھوں ایسی جہاں آرا موجود ہیں جو از راہ مجبوری بے بسی ہی گھٹ گھٹ کر اپنی زیست کو انتظار مرگ میں بیتا رہی ہیں جو عورت اپنے حقوق وخود اعتمادی کے شعور سے روشناس ہو کر آواز بلند کرتی ہیں ان سے ان کی حکومت چھین کر اس معاشرے کے روبرو چلنے کی قابلیت اور اعتماد کو کچل دیا جاتا ہے اور ذلالت و توہین ان کے مقدر کی تختی پر لکھ دی جاتی ہے۔

انہیں ایسا کون سا راستہ اختیار کرنا چاہیے جو انہیں سکون اطمینان اور عزت وتکریم جیسی دولت سے ہمکنار کردے انسانی مقصد حیات دائمی سکون سے ہی منسلک ہے خدمت خلق کے جذبے کی گہرائی پر غور وفکر کرنے سے ایک پوشیدہ پہلو کی سچائی کا اقرار بڑا دشوار معلوم ہوتا ہے یعنی بعض اوقات خود غرضی، بڑائی، اور ذاتی ذہنی سکون کی خاطر ہم دوسروں کی زندگی کی تلخیوں اور ناکامیوں کو حلاوت سے لبریز کرتے ہوئے وہ ناقابل عبور حدیں ایثار وقربانی سے پار کر جاتے ہیں اپنے ذہن وقلب کو لطافت واطمینان کی چاشنی بھرنے کی کوشش میں ہم سے لاتعداد غیر فطری عمل سرزد ہونے لگتے ہیں جن کا انجام ہمیشہ روح فرسا ہی ہوتا ہے۔

''نجانے تم نے کیا سوچ کر یہ قدم اٹھایا تھا۔ خود غرضی تھی یا سچ مچ ہمدردی۔'' میں نے جہاں آرا سے سوال کیا تو وہ سوچ میں ڈوب کر اپنا موازنہ کرنے لگی اسی تڑپ اور کسک کے سنگ دن گزرتے گئے اسلام آباد میں جہاں آرا کا بوتیک اور بیوٹی پارلر اس کی پہچان بن گیا۔ اللہ نے اسے ہر طرح کی نعمتوں سے نواز دیا تھا مگر دل کے ٹکڑوں کی شوخیاں اور شرارتیں اور اپنے جیون ساتھی کی محبت وچاہ کی شعاعوں کی محرومی اسے ہر وقت بے کل رکھتی۔

گرمیوں کی مختصر راتیں جوانی کی مستانی نیندیں گزرتی کیسی بھلی اور پُر لطف ہوا کرتی تھیں، سردیوں کی شب کی گہری بے ہوشی اب روٹھ کر نجانے کہاں ڈیرے جمائے ہوئے تھی، جدائی کی بے قراری دن بدن بڑھ رہی تھی بے شک آج وہ اپنے زور بازو پر بہترین تیراک تو بن گئی تھی مگر ساحل کا کہیں اتا پتا نہ تھا، وہ اکتا جانے سے پہلے اور احساس تھکن کے عود آنے کے خوف سے اس کی ساحل تک پہنچ جانے کی خواہش زور پکڑنے لگی تھی مگر آج تک اس طرف سے صلح جوئی کی پیش رفت نہ ہوئی تھی نہ ہی سسرال نے اس کو ضروری سمجھا تھا نہ ہی دانیال نے کمی محسوس کی تھی بے حیثیت اور بے وقعت ہونے کے احساس نے ذہنی واعصابی تناؤ کی کیفیت کو بتدریج بڑھا دیا تھا پھر بھی زبان پر کوئی شکوہ وشکایت نہ تھی میں اس کے صبر وتحمل کو دل ہی دل میں داد دیے بغیر نہ رہ سکی۔

❀......❀......❀

اس پگھل جانے والی گرمی کی دوپہر میں بھی ان خواتین کو چین نصیب نہیں میری ایک گھنٹے کی بریک بھی ان کو کس قدر کھلتی ہے فارغ البال ہیں نان زرق برق لباس اور ڈائمنڈ کی خریداری پر کیسے نہال ہوتی جاتی ہیں اور پارلر میں گھنٹوں صرف کرنا ان کی بے کاری کی نشانیہ ہی کو کافی ہے وہ میرے ساتھ بیٹھی تیزی سے کھانا کھا رہی تھی کیونکہ پارلر سے تین دفعہ بلاوا آچکا تھا۔ اس نے کھانا زہر مار کیا اور پانی پیے بغیر تیزی سے باہر نکل گئی جونہی آفس میں قدم رکھا ٹھٹک کر دروازے کا سہارا لے کر سنبھلی سامنے دانیال دونوں بچوں کے ہمراہ کھڑا تھا پلکیں ندامت کے بوجھل پن کی غمازی کر رہی تھیں وہ ہمیشہ کی طرح سراپا مردانگی ومروت کا مجسمہ معلوم ہوا بچوں کی وضع قطع پر ماں کے سایہ عاطفت کی محرومی کے آثار نمایاں تھے چھ فٹ دو انچ کے جوان دانیال نے دونوں ہاتھ اس کے سامنے جوڑے تو وہ افق پر چڑھتے سورج کو یکسر ڈوبتے دیکھ کر گھبرائی اور پیچھے ہٹ گئی۔

''مجھے تم سے معافی مانگنے کا حق تو نہیں ملنا چاہیے لیکن میں اس امید پر تمہارے در پر آیا ہوں کہ تم میں درگزر اور رحم قلب کی جو صلاحیتیں موجود ہیں وہ میرے خوابوں کو شرمندہ تعبیر نہ ہونے دیں گی۔'' اس نے اس کے التجا بھرے لہجے کو یکسر نظر انداز کیا اور بچوں کی طرف بڑھ گئی۔

''میرا امیکائل اور میری مرجان۔'' اس نے انہیں پیار سے پکارا اور گلے لگالیا وہ انہیں عالم وارفتگی سے چومے جا رہی تھی۔

''میرے لیے کیا حکم ہے؟'' دانیال نے اسے بانہوں میں بھرتے ہوئے پوچھا۔

''مرجان بابا سے کہو یہاں سے چلے جائیں۔'' وہ تیزی سے اس کی گرفت سے نکلی۔

''دلہا لینے آیا ہے ڈولی لے کر جائے گا۔'' اس کے لہجے میں پرانی شوخی عود کر آئی تھی جہاں آرا کے خوب صورت چہرے پر کسی جذبات کی ہلکی سی رمق بھی نہ تھی۔ وہ بچوں کو گلے لگائے کرسی پر براجمان ہوگئی اور خود اعتمادی سے بولی۔

''آپ کو معافی مل سکتی ہے جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ ملزم

اپنی خطا و گناہ کی سزا بھگتنے کے بعد معافی کا حق دار ہوسکتا ہے۔"

"آپ بھی اس بیتے ہوئے وقت کی تلخیوں اور محرومیوں کا حساب چکا سکتے ہیں اگر ایسا ہوسکتا ہے تو آپ کی معافی پر غور ہونے کے امکان ہیں۔" وہ بے حد سنجیدہ تھی۔

"میں بے حد شرمندہ ہوں جہاں آرا، تم سچ کہتی تھی کہ میری نرم دلی ہمارے گھر کو تباہ و برباد کردے گی تمہاری ہر بات کی صداقت اور گہرائی کا اندازہ مجھے ہوچکا ہے تمہاری قربت کی محرومی اور تمہاری غیر موجودگی نے میری زندگی کی رعنائیوں اور کامرانیوں کو نگل لیا...... مجھے تم سے بھلے کی امید ہے کیونکہ تم ناعاقبت اندیش عورت نہیں ہو تمہاری جیسی عورتیں شاذ و نادر ہی نظر آتی ہیں۔" وہ جز بز بولے جا رہا تھا۔

"خوشامد کی ضرورت نہیں۔" وہ سختی سے بولی۔

"جہاں آرا میں سچائی کے سامنے ہار مان رہا ہوں خوشامد کا زہر تمہاری ذات میں سمو کر میں خود کو معاف نہیں کروں گا میں نے زندگی میں کسی بھی موڑ پر دھوکہ یا فریب نہیں دیا ماضی کے ہر لمحے پر غور کرنے کا تمہارا حق ہے۔" وہ عالم تذبذب میں بولا۔

"ہوں......" ایک لمبے توقف کے بعد وہ گویا ہوئی۔ "کیا مجھے حنا کی خاطر گھر سے نکالنا میرے ساتھ وفاداری اور عزت افزائی تھی؟"

"بس جہاں آرا نیکی کرنے اور اس کا بہترین اجر پانے کا بھوت جو سر پر سوار تھا وہ حنا کے ایک فقرے نے ہی اتار دیا...... تم مجھے معاف کردو تو پھر میں تمہیں اپنی روداد سناتا ہوں۔" وہ بے کل ہوکر بولا۔

"معاف تو میں نے آپ کو ان معصوم بچوں کی وجہ سے کر ہی دیا ہے ورنہ آپ کا گناہ قابل معافی ہرگز نہیں تھا۔" وہ آہستگی سے بولی۔

"ان بچوں کو کس قصور کی سزا مل رہی ہے آپ کی ناسمجھی کی یا میری بے صبری کی۔" وہ گلوگیر ہوئی۔

"دونوں باتیں درست ہیں کیونکہ میری ناعاقبت اندیش سوچ میں میرے تمام اعمال بہت پاکیزہ اور مقدس تھے تمہارے اعتراض پر میں بہت حیران ہوکر تمہیں لعن طعن کرنے لگ جاتا تھا کیونکہ مجھے اس معصوم سے دور ہونے کا کوئی جواز نظر نہ آیا تھا تمہیں میری راست گفتاری پر ابھی بھی پورا بھروسہ ہوگا کیونکہ ایسی باتوں پر میں ہمیشہ فائق رہ کر پرتسکین رہا ہوں میری کچھ حرکات و سکنات رحما بانصیب سرزد ہوئی ہیں کیونکہ

گرد و پیش کے ماحول کی گہرائی سے جانچ پڑتال کرنا میری فطرت کے خلاف ہے میری اس کمزوری کا بھرپور فائدہ اٹھائے حنا بغیر رندہ سکی تمہاری غیر موجودگی میں اس نے گھر کی فضا کو ایسا پُرسکون اور مسحور کن بنا ڈالا کہ میں اس فسوں میں ڈوبتا چلا گیا ایسے خوشگوار لمحات کو امر بنانے کے تمام حربے حنا کی طرف سے دن بدن عروج پر تھے جن پر شک وشبے کی کوئی گنجائش نہ تھی مگر اس نے میری سادگی اور شرارت کے تمام حسین رنگوں کو گڈمڈ کردیا اور ایک رات میرے کمرے میں آ گئی میری نظروں میں اس کا مقام بہت برتر تھا وہ میری چھوٹی بہن اور بیٹی کے رشتے سے منسلک ہو چکی تھی اس کی توجہ پیار اور ستائش سے کبھی بھی کسی خوش فہمی کا شکار نہ ہوا تھا نہ ہی میں نے دوسروں کی فضولیات الزام تراشیوں پر کان دھرے اور سوچنے سمجھنے کی تکلیف گوارا کی تھی تمہارا مجھے چھوڑ کر یہاں آباد ہوجانے کے اثرات سے بچے اور گھر بالکل محفوظ تھے میں ہر وقت اس کا شکر گزار رہتا، بس یوں سمجھو کہ میں پوری طرح اس کی گرفت میں تھا اور اس کے بغیر مجھے سانس لینا بھی دشوار لگتا تھا۔ امی بڑے بھائی کے پاس امریکا شفٹ ہوگئی تھیں ورنہ نوبت یہاں تک پہنچنے سے پہلے ہی تمہارا اور میرا ملاپ ہو چکا ہوتا زارا نے بہت کوشش کی کہ میں تمہیں اپنے گھر لے آؤں مگر اکڑ، غصہ اور ضد ہر دفعہ میرے آڑے آتی رہی، دوسری وجہ حنا کی بے پناہ توجہ کا بھی کمال تھا۔'' دانیال بیتے ہوئے دنوں کے لمحوں کی سچائی اور تلخی اس کے گوش گزار کر رہا تھا۔

''جس رات وہ میرے کمرے میں پہنچی تو ایسی انہونی حرکت تو نہ تھی مگر اس کی نگاہوں کی بے باکی اور بے شرمی کو محسوس کرتے ہوئے میں بیڈ سے نیچے اتر آیا تو وہ میرے پاؤں پر ہاتھ رکھ کر سر جھکا کر زار و قطار رونے لگی میں نے اسے کھڑا کرنے کی کوشش کی تو وہ ایک ہی فقرے پر بضد میرے پاؤں پکڑے بیٹھی رہی۔''

''دانیال میں آپ کے بغیر سانس لینے کا تصور بھی نہیں کرسکتی، جہاں آرا کو طلاق دے کر مجھ سے شادی کرلیں۔''

''یہ ناممکن ہے حنا ہوش میں آؤ، تم سے میرا رشتہ ایک بھائی اور باپ کے مشابہ ہے۔''

''ایسا ہرگز نہیں آپ نے مجھے اپنی بیوی سے بڑھ کر پیار اور عزت بخشی، میری ہر ادا پر آپ دل و جان سے فریفتہ ہوتے رہتے ہیں، میری محبت اور چاہتوں کے نشے میں آپ نے جہاں آرا سے کنارہ کشی اختیار کرکے اپنی محبت کا ثبوت دیا ہے، مجھے آپ سے عشق ہوگیا ہے جیسے ہیر رانجھے کے بغیر اور سسی پنوں کی جدائی میں ہلکان ہوگئے تھے انہیں دنیا کی کوئی پروا نہ رہی تھی بالکل اسی طرح مجھے کسی کی کوئی پروا ہے نہ ہی ضرورت......''

''تم مر کر دوبارہ زندہ ہو جاؤ پھر بھی ایسی دغا بازی جہاں آرا سے نہیں کرسکتا وہ میرے بچوں کی ماں ہے آج نہیں تو کل آخر وہ اسی گھر کی مالکن ہے۔ میں فقط اس کی انا و خودداری کا امتحان لے رہا ہوں جب پیمانہ لبریز ہوگیا تو میں اسے ضرور یاد آؤں گا کیا تمہیں علم ہے کہ میں ہر شب اس کی یادوں کے دیے جلا کر روشن رکھتا ہوں اور میرا ہر دن اس کی واپسی کی امید و موہوم میں بیت رہا ہے دس سال کی رفاقت کو فراموش کردینا اور اپنی آگہی سے قطعی لاعلم ہوجانا آسان کام نہیں ہے حنا میری توجہ اور پیار کو غلط تصور کرنا بھی گناہ ہے تمہیں میرے بارے میں غلط فہمی ہوگئی ہے...... میری تمام باتوں کے باوجود وہ اپنی خواہشات کے اظہار میں اس حد تک گر گئی کہ حنا بے نیازی سے بولی۔''

''دانیال میں جہاں آرا کی سوتن بن کر آپ کی زندگی میں شامل ہونے کو تیار ہوں پھر بھی آپ کی طرف سے انکاری ہے تو میں زندگی سے منہ موڑ جاؤں گی۔'' اس کی یہ باتیں سن کر میں غیظ و غضب سے چیخ اٹھا میں اسے بازو سے گھسیٹتا ہوا کمرے سے باہر لے گیا اور اگلے دن میں نے اسے دبئی ماموں کے ہاں بھیج کر سکون کا سانس لیا زندگی میں پہلی بار میں نے اپنے لاابالی پن سے باہر نکل کر ہر طرح کے نشیب و فراز کا جائزہ لیا تھا اور تم مجھے کس قدر معصوم بے گناہ اور بے عذر لگی تھی......'' یہ سن کر فتح مندانہ مسکراہٹ جہاں آرا کے لبوں پر پھیل گئی۔

وہ قدرے تفاخر سے کرسی سے اٹھی مگر قدم منوں بھاری ہو چکے تھے دانیال نے اس کی اس مشکل کو آسان کردیا اور اسے اپنی بانہوں کے حصار میں مقید کرلیا اور وہ اس تحفظ کے فسوں میں مدہوش ہوتی چلی گئی۔ زندگی ایک بار پھر بے مشروط محبت کے سنگ اس کے ہم قدم تھی۔

جنون سے عشق تک
سمیرا شریف طور

قسط نمبر 2

دل میں پھر ایک شور سا ہے برپا
کہ برس بعد دیکھا ہے چاند عید کا
دل میں ہے تیری یاد کا نشتر لگا ہوا
پھر کس طرح کریں اہتمام ہم عید کا

گزشتہ قسط کا خلاصہ

شہرینہ اپنے والدین کی اکلوتی بیٹی ہے دو بھائیوں اور ماں باپ کے بے جا لاڈ پیار نے اسے کافی ضدی و خودسر بنا دیا تھا۔ اس کے والد عثمان فاروق حکومت کے شعبہ اطلاعات و نشریات میں تعینات ہیں' ان کی پوسٹ کا شہرینہ ناجائز فائدہ اٹھاتی ہے۔ شہرینہ کو خاندانی تقریب کے سلسلے میں اسلام آباد سے لاہور آنا ہوتا ہے' فائقہ (شہرینہ کی والدہ) ڈرائیور کو تاکید کرتی ہے کہ گاڑی وہ ہی ڈرائیو کرے گا لیکن شہرینہ اسے پچھلی سیٹ پر بٹھا کر کار خود ڈرائیو کرنے لگ جاتی ہے تب لاہور میں داخل ہوتے ہی اس کی گاڑی سے ایک بائیک سوار کا ایکسیڈنٹ ہو جاتا ہے جس پر پولیس اسے اپنے ساتھ لے جاتی ہے۔ افگن شہرینہ کے بڑے پاپا (تایا) کا سب سے بڑا بیٹا ہے' افگن اپنا زیادہ تر وقت بزنس کے امور سنبھالنے میں گزارتا ہے ایسے میں اسے شہرینہ کے اس حادثے اور لاہور آمد کا پتا چلتا ہے' جس پر وہ نہایت شرمندگی محسوس کرتے اسے گھر تک لاتا ہے۔ شہرینہ کو اپنا یہ بددماغ اور اکھڑ مزاج کزن بالکل بھی پسند نہیں ہوتا افگن شہرینہ کی ان بچگانہ حرکتوں پر اسے نہایت برا بھلا کہتا ہے۔ رخشندہ جو کہ فائقہ کی خالہ زاد ہے شروع سے ہی فائقہ سے رقابت رکھتی ہے اور اس کے حسن سے خائف نظر آتی ہے۔ فریحہ ماں کے اشاروں پر عمل کرتی ہمیشہ شہرینہ کی ٹوہ میں رہتی ہے۔ رخشندہ کا ارادہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی بیٹی کا رشتہ افگن سے طے کرنے میں کامیاب ہو جائیں اسی مقصد کی خاطر وہ شہرینہ کو افگن اور دیگر لوگوں کے سامنے برا ثابت کرنے کی کوششیں کرتی ہیں۔ فریحہ بھی اس مقصد کے لیے ماں کا بھرپور ساتھ دیتی ہے' افگن کے چھوٹے بھائی شایان کی شادی بڑی پھوپو کی بیٹی زوبیہ سے طے پاتی ہے اور شہرینہ شادی کے ان ہنگاموں میں خوش و پرجوش ہوتی ہے۔ گھر مہمانوں سے بھرا ہوتا ہے ایسے میں شہرینہ کو آرام کرنے کی خاطر افگن کا کمرہ دیا جاتا ہے لیکن افگن کو یہ سب بالکل پسند نہیں آتا جب ہی دونوں میں اس بات کو لے کر خاصی تلخ کلامی ہو جاتی ہے۔ افگن کے والد اشفاق فاروق افگن کو سمجھاتے شہرینہ کو بہلانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں مگر اسے اپنی یہ توہین قطعاً برداشت نہیں ہو پاتی۔ افگن کی بہن فرح کے ساتھ شہرینہ کی خوب دوستی ہو جاتی ہے جب ہی وہ اس کے ساتھ شاپنگ پر جاتی ہے ایسے میں فریحہ بھی ان کے ہمراہ ہو جاتی ہے وہاں موجود ایک لڑکا کافی دیر سے انہیں اپنی نظروں کے حصار میں رکھتا ہے' جس پر فریحہ چونک جاتی ہے اور اسے یوں پیچھے آتے دیکھ کر شہرینہ خاصے جارحانہ انداز میں اس کی طرف بڑھتی ہے۔

اب آگے پڑھیے

❁ ❁ ❁ ❁

''ڈونٹ وری آئی کین ہینڈل اٹ۔'' شہرینہ ابھی بھی پرسکون تھی جبکہ فرح کے چہرے پر ہلکی سی پریشانی چھائی ہوئی تھی۔

''کوئی ضرورت نہیں ایسے آوارہ لوگوں کے منہ لگنے کی۔'' اس نے ٹوکا تو شہرینہ نے گھورا۔

''کیوں ہم کیوں ایسے گھٹیا لوگوں کو برداشت کریں مجھے ایسے لوگوں کو ڈیل کرنا بہت اچھی طرح آتا ہے...... جسٹ آ منٹ۔'' وہ کہہ کر چلی۔

''شہری رکو تو......!'' فرح پکارتی رہ گئی جبکہ شہرینہ دوسرے لمحے اس لڑکے کے سامنے جا کھڑی ہوئی تھی۔

''واٹ از پرابلم ود یو۔'' وہ تیکھے نقوش لیے لڑکے سے مخاطب ہوئی۔

فرح اور فریحہ بھی فوراً ان کے پاس آئی تھیں۔ لڑکا کوئی بیس سال کے لگ بھگ تھا ڈریسنگ سے کسی ایلیٹ فیملی کا لگتا تھا لمبے بال، اسٹائلش ساخط (ہلکی داڑھی) اور ہاتھ میں جھولتا کی چین۔ شہرینہ نے اسے سر سے پاؤں تک دیکھ کر اس کے چہرے کو فوکس کیا تھا۔ وہ لڑکا ڈرے سہمے بغیر مسکرایا۔

"ہیلو سو پریٹی...... ول یو گیو می یور ٹائم۔" لڑکے کا انداز بڑا واہیات تھا اور آفر اس سے بھی زیادہ واہیات شہرینہ کا دماغ ایک دم گھوما تھا۔

"شٹ اپ۔" اس نے کھینچ کر اس لڑکے کو تھپڑ مارا۔

وہ لڑکا ایسی صورت حال کے لیے تیار نہ تھا لڑکی خود اس کے پاس آ کر مخاطب ہوئی تھی وہ سمجھا تھا کہ وہ بھی لڑکی کو اٹریکٹ کر گیا ہے لیکن اپنی گھٹیا آفر کے جواب میں اتنا جاندار تھپڑ کھانے کو ملے گا اس کے تو وہم وگمان میں بھی نہ تھا وہ کراہ کر پیچھے گرا تھا جبکہ فرح اور فریحہ کی چیخیں بے اختیار نکلیں تھیں۔ اردگرد چلتے لوگ ایک دم رک گئے تھے۔

"ہاؤ ڈیئر یو...... (تمہاری ہمت کیسے ہوئی)" وہ لڑکا ایک دم سنبھل کر پلٹا اس سے پہلے کہ وہ کچھ کرتا یا شہرینہ کا ہاتھ دوبارہ اٹھتا فرح نے ایک دم شہرینہ کو کھینچ کر اپنے پیچھے کرلیا۔

"میں تمہیں شوٹ کردوں گا۔ تمہیں پتا نہیں میں کون ہوں۔" وہ لڑکا چیخا۔

اردگرد موجود مردوں میں سے دو مردوں نے آگے بڑھ کر اس لڑکے کو نہ تھام لیا ہوتا تو یقیناً اب تک وہ کچھ کر چکا ہوتا۔ فرح کا دل بند ہونے والا تھا اور فریحہ گنگ سی دیکھ رہی تھی۔

"تم جانتے نہیں میں کون ہوں ابھی ایک کال کروں تو تم لاک اپ میں بند ہو جاؤ، ایسی درگت بنواؤں گی تمہاری کہ تم دوبارہ کبھی کسی لڑکی کو فالو کرنا بھول جاؤ گے۔" شہرینہ بالکل مطمئن تھی۔ اس کے لیے جیسے ساری صورت حال بہت نارمل سی تھی۔

جواباً وہ لڑکا مغلظات بکنا شروع ہوگیا تھا۔ وہاں ایک ہجوم سا اکٹھا ہوگیا تھا۔ فرح کے لیے یہ ساری صورت حال بڑی عجیب سی تھی۔ وہ ہمیشہ بھائیوں یا ماں کے ساتھ گھر سے نکلی تھی کبھی ایسی صورت حال کا سامنا نہیں ہوا تھا اسے علم نہیں تھا کہ ایسی صورت حال کو کیسے ہینڈل کرتا ہے ایسے میں اگر اسد آجائے تو نجانے کیا ہو۔

"چلو شہری کوئی ضرورت نہیں ایسے لوگوں کے منہ لگنے کی...... پلیز چلو یہاں سے۔" لوگ لڑکے کو برا بھلا کہنے لگے تھے بلکہ ایک دو نے تو لڑکیوں کو تنگ کرنے پر دو ہاتھ بھی لگا دیے تھے۔

"آپ لوگ جائیں یہاں سے پلیز ہم دیکھ لیں گے۔" ایک مہذب شخص نے کہا تو فرح شہرینہ کا ہاتھ کھینچتے فوراً وہاں سے نکلی جبکہ شہرینہ کا دل خوب اچھی طرح اس لڑکے کی درگت بنانے کا تھا۔

بمشکل وہ ان دونوں کے ساتھ وہاں سے نکلی انہیں ابھی اور شاپنگ کرنا تھی لیکن فرح بہت خوف زدہ ہوگئی تھی، اسے اندازہ ہی نہ تھا کہ شہرینہ بی بی ایسی مرد مار قسم کی لڑکی ہے۔ اس نے کال کر کے اسد کو فوراً وہاں پہنچنے کا کہا۔

"تم مجھے بلاوجہ ہی کھینچ لائی ہو۔ تم جیسی ڈرپوک لڑکیوں کی وجہ سے ہی ان لڑکوں کو اتنی جرأت ملتی ہے ایک ہاتھ لگ جائے تو کسی کی مجال ہے جو عورت کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی دیکھے۔" شہرینہ کو اپنا وہاں سے زبردستی کھینچ کر لایا جانا قطعی نہ بھایا تھا سو وہ فرح پر چڑھ دوڑی تھی۔

"ایسے لڑکوں سے دور ہی رہنا چاہیے دیکھا نہیں کیسے دھمکیاں دے رہا تھا' لگتا بھی کسی ہائی کلاس سے تھا۔" فریحہ کو بھی گویائی مل گئی تھی۔

"ہائی فائی کلاس مائی فٹ، میرے پاپا بھی کسی سے کم نہیں ایسے لڑکوں کو ڈیل کرنا مجھے بہت اچھی طرح آتا ہے۔" وہ اب بھی اسی طرح پُراعتماد تھی۔

"اتنا اوور کانفیڈنٹ ہونا بھی اچھی بات نہیں، سوچو ذرا وہ بھی تم پر ہاتھ اٹھا لیتا تو۔"

"ایسے لوگوں کو میں اچھی طرح جانتی ہوں یہ لوگ صرف گیدڑ بھبکیاں ہی دے سکتے ہیں عملاً بالکل زیرو ہوتے ہیں۔" وہ حد سے زیادہ مطمئن اور پُرسکون تھی۔

"تم یہ سب اس لیے کررہی ہو کہ تمہارے پیچھے ایک مضبوط بیک ہے جو تمہیں ہر حال میں سپورٹ کرے گی لیکن وہ تمام لڑکیاں جن کے پیچھے کوئی مضبوط سہارا نہ ہو وہ بیچاری تو خاموش ہو کر اپنی عزت بچا کر نکلنے کی کریں گی۔" فریحہ نے کہا تو شہرینہ نے سنجیدگی سے دیکھا۔

"تمہارا موقف شاید درست ہو لیکن میں اس سے ایگری نہیں کرتی کسی بھی لڑکی کو اپنی سیلف ریسپیکٹ اور عزت کے لیے کمزور نہیں ہونا چاہیے ورنہ ایسے لڑکے ان کا جینا دوبھر

کردیں۔" اس کی بات فریحہ کے چہرے پر اکتاہٹ در آئی۔
"اور مجھے اپنے مضبوط بیک گراؤنڈ پر فخر ضرور ہے لیکن میں اسے ڈھال کے طور پر یوز نہیں کرتی' ہاں جہاں ضرورت ہوتی ہے وہاں استعمال ضرور کرتی ہوں۔" تبھی اسد وہاں چلا آیا تھا وہ تینوں گاڑی میں بیٹھ گئی تھیں۔
"ہوگئی شاپنگ۔" اس نے پوچھا تو فرح نے سر ہلا دیا۔
"کیا ہوا، موڈ کیوں آف ہے۔" شہرینہ کے چہرے پر اکتاہٹ تھی جبکہ فریحہ خاموش، فرح نے مسکرانے کی کوشش کی۔
"کچھ نہیں ہوا؟"
"چھوٹے سٹی کے اپنے مسائل ہیں عجیب سے لوگ ہیں یہاں کے اسلام آباد میں یہ سب نہیں ہوتا وہاں ایلیٹ کلاس کا اپنا ایک لائف اسٹائل ہے کوئی کسی پر تنقید نہیں کرتا اور یہاں کوئی اچھا سا لباس پہن کر باہر نکل آئے تو لوگوں کی آنکھیں ایکسرے مشین بن جاتی ہیں۔" شہرینہ گزشتہ تجربے سے سخت اکتائی ہوئی تھی اس نے کہا تو فرح کا جی چاہا کہ اپنا سر پیٹ لے، وہ سعد کو اس معاملے کی بھنک بھی نہیں پڑنے دینا چاہتی تھی لیکن شہرینہ کے تیوروں سے صاف لگ رہا تھا کہ وہ بتا کر ہی دم لینے والی تھی۔
"واٹ ہیپنڈ؟" اسد نے حیران ہوکر پوچھا۔
"کچھ نہیں ہوا" فرح نے ٹالنا چاہا۔
"کیوں نہیں ہوا کچھ شہری کی وجہ سے اتنا بڑا ہنگامہ ہوتے ہوتے رہ گیا اگر لوگ انوالو نہ ہوتے وہ لڑکا تو شہرینہ پر یقیناً ہاتھ اٹھا چکا ہوتا۔" فریحہ نے کہا تو فرح نے سر تھام لیا۔
"گو ٹو ہیل۔ مجھے بھی ایسے لوگوں کی طبیعت صاف کرنا آتی ہے۔" وہ جواباً بھنا کر بولی۔
"وہ بھی کسی عام گھرانے سے نہ تھا تم تو طبیعت صاف کردیتی لیکن اس کے بعد جو ہونا تھا اس کے نتائج بھی کچھ اچھے نہ ہوتے۔" فریحہ نے ناگواری سے کہا۔ اس نے حیرانی سے دیکھا۔
"ہوا کیا ہے؟" اس نے شہرینہ اور پھر فریحہ کو دیکھا۔
"ایک لڑکا کب سے فالو کررہا تھا ہمیں' شہرینہ نے اسے روک کر ایک تھپڑ لگا دیا۔" بات ہی ایسی تھی کہ اسد سن کر حیرت زدہ رہ گیا۔ فریحہ نے ایک تھپڑ کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا تھا۔
"مائی گاڈ...... تم نے مجھے کیوں نہیں کال کی۔" اسد نے فرح کو گھورا۔
"میں گھبرا گئی تھی۔"
"اس لڑکے کی ہمت کیسے ہوئی۔" اس نے اسٹیرنگ پر ہاتھ مارا۔ "جواباً کوئی بدتمیزی تو نہیں کی......!" اسد نے براہ راست شہرینہ سے پوچھا۔
"نہیں۔" اس نے ناگواری سے کہا۔
"وہ غصے سے شہری کی طرف آیا اور اس نے ہاتھ بھی اٹھایا تھا لیکن لوگوں نے درمیان میں روک لیا تھا وہ گندی زبان استعمال کرتا دھمکیاں بھی دے رہا تھا۔"
"اوہ، کہاں ہے وہ لڑکا؟" اس کا ضبط ایک دم جواب دینے لگا تھا۔
"لوگ اسے کھینچ کرلے گئے تھے اور ہم ادھر آگئے تھے۔" فرح نے جواب دیا۔
اسد نے شہرینہ کو دیکھا جو سنجیدہ تاثرات لیے ان سے لاتعلق باہر دیکھ رہی تھی شہرینہ کو کچھ بھی سمجھانا فضول تھا۔ لیکن اسد کو یہ ساری صورت حال جان کر از حد غصہ آرہا تھا۔ اسے افسوس ہورہا تھا کہ وہ ان تینوں کو تنہا چھوڑ کر ہی کیوں گیا...... اسے رہ رہ کر اس لڑکے پر بھی طیش آرہا تھا وہ یقیناً اس وقت وہاں موجود ہوتا تو حقیقتاً اس لڑکے کا حشر نشر کرچکا ہوتا لیکن اب وہ سوائے افسوس کے کچھ نہیں کرسکتا تھا۔

فریحہ میڈم کو فرح نے سختی سے منع کردیا تھا کہ گھر جاکر کسی سے بھی کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے لیکن وہ فریحہ ہی کیا جو باز آجاتی اسے تو قدرت کی طرف سے ایک موقع ملا تھا گھر آتے ہی وہ ماں کے پاس آگئی تھی۔
رخشندہ نے ساری بات سنی تھی کچھ دیر غور کیا اور پھر بیٹی کو مسکرا کر دیکھا۔
"اچھا ہوا تم ساتھ چلی گئی تھی میری مانو تو سارا وقت فرح اور شہرینہ کے ساتھ لگی رہو کچھ نہ کچھ تو جاننے کو ملے گا ہی نا۔"
"لیکن آپ تو کہہ رہی تھیں کہ میں سارا وقت افگن کے ساتھ رہوں ایک منٹ بھی کسی اور طرف متوجہ نہ ہونے دوں۔" رخشندہ نے اپنا ماتھا پیٹا۔
"تو میری کم عقل اولاد ہر بات سمجھانی پڑتی ہے افگن ابھی ادھر موجود نہیں ہے جب تک وہ ادھر نہیں تو شہری کے ساتھ رہو بس۔"

"اچھا۔" فریحہ نے پُرسوچ انداز میں سر ہلایا۔

ماں سے تازہ احکامات و ہدایات لے کر وہ پھر فرح کے کمرے میں آ گئی تھی، فرح تو موجود نہ تھی لیکن شہرینہ موبائل کے ساتھ نیم دراز تھی۔

فریحہ بھی اس کے پاس لیٹ گئی اور اس کے لیٹنے پر بھی شہرینہ اسی طرح لیٹی رہی تھی اس کی توجہ ابھی بھی موبائل کی طرف تھی۔

"آج کیا پروگرام ہے؟" فریحہ نے موبائل کی اسکرین کو بغور دیکھتے پوچھا۔ وہ فیس بک پر گروپ چیٹنگ میں مصروف تھی۔

اس گروپ میں اس کے یونیورسٹی کے مختلف فیلوز ایڈ تھے جن کے ساتھ اس کی ڈسکشن ہو رہی تھی۔ فریحہ کے سوال پر اس نے سرسری سا اسے دیکھا۔

"آئی ڈونٹ نو۔ فرح کو ہی علم ہوگا۔"

"وہ شاید آج زوبیہ کی طرف جانے کا کہہ رہی تھی۔" فریحہ نے کہا۔

"مے بی۔" اس نے مختصراً جواب دیا۔

فریحہ کو اس کی مصروفیت زہر لگنے لگی تھی اس نے مشکوک نظروں سے اس کے موبائل کو دیکھا۔

"کیا کر رہی ہو؟"

"فرینڈز سے بات کر رہی ہوں۔"

"یہ زین شاہ کون ہے؟" فریحہ نے ان باکس میں دکھائی دینے والے نام کو دیکھ کر پوچھا یہ شکل اسے جانی پہچانی لگ رہی تھی لیکن ذہن میں نہیں آ رہا تھا۔

"کلاس فیلو ہے ہمارا۔" فریحہ اس کے ذہن میں ایک دم کلک ہوا تھا۔

"ہاں یار یہ تو وہی ہے جو تم لوگوں کا سی آر ہے۔" فریحہ نے اس کی نظر آئی ڈی پی کو بغور دیکھتے کہا شہرینہ نے توجہ نہ دی۔

"ہوں۔"

"تم لوگوں کے ڈیپارٹمنٹ کی طرف کافی دفعہ دیکھا ہے اسے کافی جینئس لڑکا ہے یہ۔" شہرینہ اس سے حالیہ ہونے والے پرچوں سے متعلق بات کر رہی تھی گروپ چیٹ میں زین کے علاوہ ایک اور لڑکی بھی اس وقت آن لائن تھی حوریہ عباس وہ بھی بات کر رہی تھی، زین شاہ کا سائیڈ پوز تھا اس لیے فریحہ فوراً پہچان نہ سکی تھی ورنہ وہ اسے اچھی طرح جانتی تھی۔

"تمہاری اور زین شاہ کی کافی دوستی ہے نا؟" فریحہ کے انداز میں کچھ تھا۔ شہرینہ نے سر اٹھا کر اسے دیکھا فریحہ مسکرائی۔

"وہ میرا کلاس فیلو اور بہت اچھا ساتھی ہے۔"

"میری دوست ساریہ کا کزن ہے۔ ساریہ تو بہت زیادہ ذکر کرتی رہتی ہے اس کا۔"

"ساریہ، وہی جو تمہارے ساتھ انگلش ڈیپارٹمنٹ میں ہے وہ تمہاری دوست ہے۔" شہرینہ نے چونک کر فریحہ کو دیکھا۔

"ہاں بہت اچھی دوست ہے میری۔ اصل میں ساریہ زین کو بہت زیادہ پسند کرتی ہے، بہت امپریس ہے زین کی پرسنالٹی اور اس کی ذہانت سے......" شہرینہ چونکی۔

"زین بھی ایک ہائی فائی فیملی سے بی لانگ کرتا تھا ذہانت اور وجاہت اسے ورثے میں ملی تھی۔ اپنے ڈیپارٹمنٹ کی ہر دل عزیز شخصیت تھا ہر ایکٹیویٹی میں آگے اس کا اکیڈمک ریکارڈ بہت شاندار تھا وہ اپنے امیر کبیر والدین کی اکلوتی اولاد تھا۔

ڈیپارٹمنٹ کے علاوہ بھی بہت سی لڑکیاں ایسی تھیں جو اسے دیکھ کر آہیں بھرا کرتی تھیں۔ شہرینہ سے اس کی اچھی خاصی سلام دعا اور دوستی تھی وہ اگرچہ دلی طور پر زین کی طرف انوالو نہیں ہوئی تھی لیکن وہ زین کی ذہانت، اس کے اخلاق و کردار سے متاثر ضرور تھی۔ زین سے متعلق ساریہ کی پسندیدگی سن کر وہ چونکی ضرور تھی جبکہ اس کا یہ چونک جانا فریحہ نے بطور خاص نوٹ کیا تھا۔

چیٹ میں شہرینہ کی دلچسپی ایک دم ختم ہوگئی تھی اس نے اکتا کر فوراً چیٹ باکس اور فیس بک بند کر کے موبائل ایک طرف رکھ دیا تھا۔

"تم نے موبائل کیوں بند کردیا بات کرو نا میں تو ویسے ہی بات کررہی تھی۔" فریحہ نے کہا تو شہرینہ نے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔

فریحہ انگلش ڈیپارٹمنٹ کی طالبہ تھی یونیورسٹی میں بھی وہ اکثر شہرینہ کے پاس آتی جاتی رہتی تھی اس کی دوستیں فریحہ کی چیکو طبیعت کی وجہ سے اسے سخت ناپسند کرتی تھیں جبکہ شہرینہ اسے اکثر اگنور کردیا کرتی تھی لیکن اس وقت وہ پھر چیکونی سر پر مسلط ہوچکی تھی۔

"فرح کہاں ہے؟" اس نے سنجیدگی سے کہتے اس کے سوال کو قطعی نظر انداز کردیا تھا۔

"پتا نہیں۔" فریحہ نے کندھے اچکائے۔

شہرینہ نے موبائل ایک طرف رکھا اور خود بستر سے اتر گئی تھی فریحہ فوراً سیدھی ہوئی۔

"کہاں چلیں۔"

"فرح کو دیکھوں۔" وہ اپنے لیئر کٹ بالوں کو نفیس سے کیچر میں جکڑتے دوپٹا کندھے پر ڈالتے باہر کی طرف لپکی تھی۔ فریحہ نے اسے خاموشی سے جاتے دیکھا تھا۔

اس کے کمرے سے نکلنے کے بعد اس نے شہرینہ کا موبائل اٹھالیا تھا۔ اس نے موبائل کو آن کیا لیکن ناکامی ہوئی تھی شہرینہ کے موبائل پر حسب توقع پاسورڈ لگا ہوا تھا فریحہ نے دوبارہ موبائل بستر پر رکھ دیا اور کچھ سوچتے خود بھی کمرے سے باہر نکل آئی تھی۔

✿ ..... ✿ ..... ✿ ..... ✿

وہ باہر آئی تو شایان اور اسد سر جوڑے لاؤنج میں کسی خفیہ میٹنگ میں مصروف نظر آئے اسد اسے دیکھ کر سیدھا ہوا جبکہ شایان نے سنجیدہ نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

"یہ جو اسد بتا رہا ہے یہ کیا واقعہ ہے۔" شہرینہ قریب آئی تو شایان نے فوراً پوچھا۔ جس پر شہرینہ کا مزاج بگڑا۔ یہ سب لوگ ایک چھوٹے سے واقعے کو اتنی اہمیت دے رہے تھے۔

"کون سا واقعہ۔" اس کے تیکھے چتون تھے۔

"وہ جو شاپنگ کے دوران ہوا......"

"کیوں اسد نے تفصیل نہیں بتائی؟" اس نے دونوں کو گھور کے دیکھا۔

"ہاں دی ہے لیکن شہری یہ کوئی مناسب بات نہیں ہے تمہیں محتاط رہنا چاہیے تھا تمہارے ہاتھ اٹھانے پر اگر جواباً وہ لڑکا بھی ہاتھ اٹھالیتا تو۔" شایان نے اس کے بگڑے تیوروں سے الجھ کر کچھ خفگی سے کہا۔

"تو میں بھی ایسے لوگوں کو اچھے سے ڈیل کرنا جانتی ہوں۔" وہ مزید خفا ہوئی۔

بات ابھی بڑوں تک نہیں پہنچی تھی اگر پہنچ جاتی تو یقیناً اس سے زیادہ باز پرس کا سامنا کرنا پڑتا جبکہ شہرینہ ان باتوں سے انجان صرف اپنی من مانی کرنے کی عادی تھی۔

"یہ تمہارا ہائی ایلیٹ کلاس والا اسلام آباد نہیں ہے جہاں جو

بھی کرتی پھر وکوئی پوچھنے والا نہ ہو یہاں بہت کچھ دیکھ کر اور پھر سوچ سمجھ کر کرنا ہوتا ہے۔"

"مائی فٹ، یار کیا پرابلم ہے تم لوگوں کے ساتھ تم سب لوگوں نے مجھے یہ سب جتا جتا کر مس فٹ بنا دیا ہے ایک چھوٹا سا قصہ ہے تم لوگوں نے اس کو ہوا بنالیا ہے آئی ڈونٹ کیئر۔" وہ حد سے زیادہ بدظن ہوئی تھی شایان کی باز پرس پر فوراً تپ کر کہہ گئی تھی شایان نے غصے سے دیکھا۔

"تم سے تو کچھ کہنا ہی فضول ہے جو جی میں آئے کرو میری بلا سے لیکن ایک بات ذہن نشین کرلو اگر کوئی سنگین مسئلہ ہوا تو پھر تم خود ہی بھگتنا ہم ذمہ دار نہیں ہوں گے۔" وہ بھی غصے سے کہہ کر وہاں سے نکل گیا۔

اسد نے خفگی سے شہرینہ کو دیکھا...... شہرینہ اسے کھا جانے والی نظروں سے گھورتے ہوئے تن فن کرتی لان کی طرف بڑھ گئی تھی جبکہ اسد نے سنجیدگی سے اپنا سر تھاما تھا۔ شہرینہ جیسی لڑکی کو کچھ بھی سمجھانا آ بیل مجھے مار والی صورت حال تھی۔ اس نے ناامیدی سے نفی میں گردن ہلائی جیسے وہ کوئی لاعلاج مریض ہو۔

✿......✿......✿......✿

آج شام پھوپو کی طرف جانا تھا ادھر مایوں کی رسم تھی وہ سب تیار ہو رہی تھیں جب اماں بی اور بابا صاحب کے آنے کا شور بلند ہوا۔ اماں بی اور بابا صاحب سے تو شہرینہ کو بھی خاص انسیت تھی۔ ماما نے مایوں کی رسم کے لیے اس کے لیے بطور خاص شرارہ اور شرٹ والا سوٹ ڈیزائن کرایا تھا سوٹ کے اوپر ایمبرائڈری کا بڑا ہلکا پھلکا نفیس سا کام تھا گلے پر بین پٹی کی صورت کام تھا جبکہ قمیص کے دامن پر فرنٹ کی دونوں سائیڈ پر ہلکا پھلکا کام تھا۔ دوپٹا سادہ تھا البتہ دوپٹے کے کناروں پر میچنگ لیس مزین تھی ساتھ میچنگ کھسہ اور جیولری تھی۔

ماما فنکشنز کے حوالے سے اس کی ڈریسنگ کا بطور خاص خیال رکھتی تھیں انہیں علم تھا کہ اگر شہرینہ بی بی کی ذاتی پسند کو ملحوظ خاطر رکھیں گی تو شہرینہ بی بی نے سوائے شلوار قمیص، جینز یا ٹائٹ کے کسی اور ڈھنگ کے لباس کا انتخاب نہیں کرنا تھا۔ سو ایسے مواقع پر وہ خصوصاً شہرینہ کی رائے لیے بغیر اپنی مرضی سے اس کے لیے ڈریسنگ کا انتخاب کرتی تھیں اور شہرینہ ہمیشہ ان کی منتخب کردہ ڈریسنگ بلاچوں چرا کیے زیب تن کرتی تھی۔ اس وقت بھی وہ مشرقی انداز میں ملبوس کافی اچھی لگ رہی تھی۔

بڑی ماما نے فنکشن کے لیے بطور خاص دو تین بیوٹیشنز کو گھر پر بلوا رکھا تھا اماں بی اور بابا صاحب کی آمد کا سن کر شہرینہ ابھی واش روم سے لباس بدل کر نکلی تھی جب اطلاع ملی تھی وہ فوراً ہینگر سے دوپٹہ کھینچ کر کندھے پر ڈالتی جیسے تیسے کھسے میں پاؤں اڑس کر باہر بھاگی تھی۔ اماں بی ہال میں ہی بیٹھی تھیں وہ تیزی سے بھاگتی ان تک پہنچی تھی۔

"السلام علیکم۔" وہ بھی اسے دیکھ کر فوراً بے قرار ہو کر اپنی جگہ سے اٹھیں اور محبت سے ساتھ لگایا۔

"جیتی رہو۔" پیشانی چوم کر بغور اسے دیکھتے انہوں نے دعا دی۔ رخشندہ خالہ پاس ہی بیٹھی ہوئی تھیں۔ اماں بی جیسے ہی گھر میں داخل ہوئی تھیں سب سے پہلے وہی ملنے والی تھیں اور پھر ان کے ساتھ ہی جڑ کر بیٹھ گئی تھیں۔

محبت لگاوٹ کے خاص مظاہرے ہو رہے تھے ایسے میں شہرینہ کی آواز نے اماں بی کی ساری توجہ اپنی طرف کھینچ لی تھی۔ رخشندہ نے بہت سنجیدگی سے میک اپ سے مبرا جگمگ جگمگ کرتا شہرینہ کا چہرہ دیکھا وہ تو ہزار واٹ کے بلب سے بھی زیادہ روشن تھی۔ رخشندہ کے چہرے پر ناگواری پھیلی تھی۔

بلاشبہ شہرینہ از حد خوب صورت لڑکی تھی اور انہیں اس کی یہ خوب صورتی تکلیف دیتی تھی ان کی تینوں بیٹیوں سے کئی گناہ زیادہ اٹریکٹیو خوب صورت اور چھا جانے والی شخصیت کی مالک تھی۔ شہرینہ اپنی ماں کی طرح خوب صورت تھی فائقہ خاندان کی خوب صورت ترین لڑکی تھی، فائقہ کی خوب صورتی، نفاست پسند طبیعت اور خوش قسمتی کے چہار عالم ڈنکے بجتے تھے ایسے میں فائقہ سے جیلسی فیل ہونا ایک فطری امر تھا۔ فائقہ سے ان کی ہمیشہ سے مقابلے بازی چلتی رہی تھی۔ فائقہ سے حسد کی کیفیت رفتہ رفتہ نفرت میں بدلتی چلی گئی تھی اور یہ نفرت فائقہ کے بعد اب اس کی بیٹی شہرینہ کی طرف منتقل ہو چکی تھی۔

فائقہ تو ان کو زندگی کے ہر میدان میں ہراتی آ رہی تھی لیکن اب زندگی کے میدان میں وہ اپنی بیٹیوں کے مقابل شہرینہ کو جیتتے نہیں دیکھ سکتی تھیں اس لیے شہرینہ کے خلاف انہوں نے نہایت خاموشی سے ایک محاذ بنا لیا تھا۔ وہ ہر آئے گئے کے سامنے کچھ اس انداز میں فائقہ کی آزاد خیالی کو لے کر شہرینہ کی ذات کو ہدف بناتی تھیں کہ کسی کو اندازہ ہی نہیں ہوتا تھا کہ رخشندہ کوئی پروپیگنڈہ کر رہی ہے بلکہ آہستہ آہستہ بہت سے لوگ رخشندہ کے سوچے سمجھے تیار کیے ہوئے پروپیگنڈے کے

تحت رفتہ رفتہ فائقہ اور شہرینہ کی آزاد خیالی کو لے کر کافی کانشس بھی ہوگئے تھے اور شہرینہ رفتہ رفتہ اس پروپیگنڈے کا شکار ہوتی جارہی تھی۔ ہر کوئی شہرینہ کو سمجھانے بجھانے میں لگا رہتا تھا جس کے سبب وہ اور زیادہ منہ زور ہوتی جارہی تھی۔

اماں بی نے اسے اپنے پاس بٹھالیا تھا۔ وہ اس سے ماما، پاپا اور بھائیوں کا حال احوال دریافت کرنے لگی تھیں وہ تہذیب و شائستگی اور تفصیل سے جواب دے رہی تھی۔

"بابا صاحب کہاں ہیں؟" شہرینہ نے کچھ توقف کے بعد دریافت کیا۔

"وہ مردوں کے پاس ہی بیٹھ گئے تھے۔"

"شہری آجاؤ تیار ہوجاؤ پارلر والی بلارہی ہے۔" فرح اسے ڈھونڈتی اس طرف آئی تھی جو اماں بی کے ساتھ بے تکلفی سے گاؤں والوں کی تفصیل سن کر ہنس رہی تھی۔

اسے گاؤں ہمیشہ سے ہی اٹریکٹ کرتا تھا وہاں کے لوگ' ان کا رہن سہن' انداز زندگی گاؤں کی فضا، فصلیں، کھیت، درخت، ٹیوب ویل اور جانور۔

اپنی اسٹڈی کی وجہ سے بہت زیادہ گاؤں جا کر رہنے کا موقع نہیں ملتا تھا لیکن جب بھی موقع ملتا تھا وہ گاؤں جا کر رہنے کو اہمیت دیتی تھی۔ وہ فرح کے بار بار بلانے پر اٹھ کر تیاری ہونے چل دی تھی جبکہ رخشندہ نے اسے ناگواری سے جاتے ہوئے دیکھا تھا۔

"قسم سے خالہ بی آپ کی یہ پوتی بڑی پٹاخہ قسم کی چیز ہے۔" ان کے لہجے کی ناگواری اماں بی نے بغور خاص نوٹ کی تھی۔ ارد گرد اور خواتین بھی تھیں۔

"اللہ سلامت رکھے، ہنس مکھ بچی ہے تھوڑی شوخ سی ہے لیکن بدلحاظ نہیں۔" اماں بی کے لہجے میں پوتی کے لیے از حد محبت اور مان تھا۔ رخشندہ کا دل جل کر راکھ ہوا۔

"خالہ بی برا مت منایئے گا ہر وقت ایک دھماکہ کیے رکھتی ہے۔ آج بھی دوپہر میں یہ فرح، فریحہ اور اسد کے ساتھ مارکیٹ تک گئی تھی یوں سمجھیں وہاں خون خرابہ ہوتے ہوتے رہ گیا۔" انہوں نے بات کو بڑھا چڑھا کر اماں بی کا دل ایک دم ہولا دیا تھا۔

"کیسا خون خرابہ؟"

"میں تو یہی کہوں گی فائقہ نے اولاد کی تربیت کرنے میں بڑی خود غرضی دکھائی ہے جیسی خود آزاد خیال تھی ویسی ہی اولاد بھی ہے نہ کسی کا ڈر نہ خوف یونیورسٹی کے قصے کہانیاں تو مشہور تھے ہی اس کے اس کے علاوہ بھی کہیں آجائے تو نئے کارنامے سرانجام دیتی رہتی ہے۔" اماں بی کے چہرے پر پریشانی کی کیفیت گہری ہوتی گئی۔

بڑی ماما کو تو سو کام تھے اماں بی سے مل کر وہ ادھر مصروف ہوگئی تھیں اماں بی مہمانوں میں آ بیٹھی تھیں رخشندہ بھی ساتھ تھی فرح چائے دے کر چلی گئی تھی اس وقت مہمان خواتین کے سامنے اماں بی کا دل ہولانے کا رخشندہ کو اس سے بہتر اور کوئی موقع نہیں مل سکتا تھا انہوں نے فوراً فائدہ اٹھایا۔

"اللہ خیر کرے کیا کیا ہے بچی نے۔" جواباً رخشندہ نے آج مارکیٹ میں ہونے والی تمام صورت حال خود سے بڑھا چڑھا کر کچھ اس انداز میں بیان کی تھی کہ وہاں موجود خواتین بھی شہرینہ کی آزاد خیالی پر اپنی اپنی رائے دینے لگی تھیں۔

"ہماری بھی بچیاں ہیں خالہ بی ایسی بے خوف نہیں ہوئیں کہ لڑکوں کو پیچھے لگوا کر پھر ان سے الجھنے تک جائیں اسد ہمراہ تھا جوان خون ہے بھائی کہاں برداشت کرتے ہیں ایسی صورت حال' اللہ معاف کرے میری فری تو خوف سے نیلی پیلی پڑگئی تھی گھر آ کر بھی کانپتی رہی تھی اسد تو مرنے مارنے پر اترا ہوا تھا بڑی مشکل سے لوگ اس لڑکے کو لے کر نکل گئے تھے ورنہ اسد تو مار دیتا اس لڑکے کو سچ تو یہ ہے کہ یہ سارا خرابہ شہرینہ کی وجہ سے ہورہا ہے۔" اماں بی تو حیرت سے سب سن رہی تھیں۔

اور رخشندہ وہ شہرینہ کی حرکتوں اور کارناموں کی ایک طویل فہرست کھول کر بیٹھ گئی تھی اور وہاں موجود خواتین بڑی دلچسپی سے رخشندہ کی زبانی وقتاً فوقتاً کئی اور مواقع پر سرانجام دیے شہرینہ بی بی کے کارنامے سن سن کر توبہ توبہ کرنے لگ گئی تھیں۔

❁ ❁ ❁ ❁

فائقہ کا فون آیا تھا وہ عثمان اور ٹیپو تینوں شادی والے دن ہی پہنچ سکتے تھے عثمان پاکستان آگئے تھے لیکن حکومتی سطح پر ضروری امور تھے جس کی وجہ سے وہ فوری نہیں آسکتے تھے ان کی وجہ سے فائقہ کو بھی وہاں رکنا پڑ رہا تھا۔ انہوں نے شہرینہ کو خاصے محتاط انداز میں رہنے کی خاص تاکید کی تھی ساری بے پروائیاں چھوڑ کر سلجھی ہوئی لڑکیوں کی طرح بی ہیو کرنے کی بار بار تلقین کرتی رہی تھیں شہرینہ ان کی باتوں پر بس سر ہلاتی رہی۔

وہ سب جانے کے لیے تیار تھیں۔

اشفاق صاحب نے سب کو گاڑیوں میں بیٹھنے کو کہا تھا بڑے بھی گاڑیوں میں جا چکے تھے اب بس نوجوان پارٹی ہی رہ گئی تھی جیسے تیسے کرکے اشفاق صاحب کی جھاڑ پر سب گاڑیوں میں جا گھسے تھے اب گھر میں فائزہ بیگم کے علاوہ چند ایک ملازم اور اشفاق صاحب تھے فائزہ تو کافی مصروف تھیں اسد نے ان کو لینے آنا تھا۔ وہ سب کمروں کو دیکھتی افگن کے کمرے کی طرف بڑھی تھیں اور افگن کو وہاں موجود پاکر حیران ہوئی تھیں۔

"تم ابھی گئے نہیں؟" انہوں نے اسے آئینے کے سامنے کھڑے ہوکر سفید لباس پہنے بال بناتے دیکھ کر پوچھا۔

"بابا صاحب کے کام سے نکل گیا تھا۔ ابھی لوٹا ہوں سب چلے گئے۔"

"ہوں۔ آپ ابھی تک ادھر ہی ہیں۔" وہ بستر پر بیٹھ کر لیدر کا اسٹائلش سا جوتا پہننے لگا۔

"ہاں تمہارے ابو بھی ابھی ادھر ہی ہیں اسد لڑکیوں کو چھوڑنے گیا تھا واپسی پر ہمیں لینے آنا ہے۔" جوتے پہن کر وہ پھر آئینے کے سامنے کھڑا ہوا۔

"اسد کو فون کر دیتا ہوں آپ دونوں میرے ساتھ چلیں۔" خود پر پرفیوم اسپرے کرکے اپنا موبائل اور والٹ جیب میں رکھ کر وہ کمرے سے ماں کو لے کر نکل آیا تھا۔ اسد کو فون کر دیا تھا۔

گھر سارا دیکھ کر ملازمین کو ہدایت دیتے فائزہ اور اشفاق افگن کے ساتھ گاڑی میں آ بیٹھے تھے۔ اشفاق صاحب نے بیٹے کو دیکھا۔ صحت مند تر و تازہ خوب صورت خدوخال سے مزین چہرہ لیے وہ مکمل توجہ سے گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا فائزہ کوئی نہ کوئی بات پوچھ لیتی تو وہ گاہے بگاہے اس کا جواب دے دیتا تھا۔ انہیں آج صبح کا واقعہ یاد آ گیا تھا۔ شہرینہ افگن کی وجہ سے واپس جا رہی تھی۔ افگن نے شہرینہ کے ساتھ ایسا رویہ کیوں اپنایا تھا وہ ابھی بھی الجھے ہوئے تھے، وہ افگن کی طرف سے اسے روکنے کی بھی امید نہیں کر سکتے تھے۔

"صبح تم نے شہرینہ کو کیوں ڈانٹا؟" انہوں نے پوچھا اس پر افگن نے باپ کو دیکھا۔

"کل جب میں اسے لینے پولیس اسٹیشن گیا تھا وہاں سے جو کچھ سننے کو ملا اس کے بعد شہرینہ کا میرے ساتھ جو رویہ تھا اس کے بعد اسے اپنے کمرے میں دیکھ کر آپ امید کرتے ہیں کہ میرا اس کے ساتھ رویہ بہت اچھا ہوتا۔"

"لیکن گھر آئے مہمان کی تذلیل کرنا بھی ہمارا شیوہ نہیں ہے۔" انہوں نے از حد سنجیدگی سے کہا۔ فائزہ نے سنجیدگی سے باپ بیٹے کو دیکھا۔

"شکر کریں کہ میں نے محض زبانی کلامی یہ سب کہا تھا جس طرح اس کی حرکتیں ہیں اس کی جگہ فرح ہوتی تو میں اب تک شوٹ کر چکا ہوتا۔" اس کا انداز قطعی تھا فائزہ نے دہل کر سینے پر ہاتھ رکھا...... اتنا غصہ اشفاق صاحب نے حیرت سے بیٹے کے اس قدر انتہائی سرد انداز کو ملاحظہ کیا۔

"شہرینہ بے پروا، تند مزاج ضرور ہے لیکن بگڑی ہوئی بچی نہیں ہے عثمان کی تربیت اماں بی اور بابا صاحب کے ہاتھوں ہوئی ہے اور عثمان کی اولاد میں بھی اس کی ذات کا کچھ نہ کچھ عکس تو ہوگا عثمان اولاد کی تربیت پر کمپرومائز کرنے والا انسان نہیں...... تم اپنے رویے پر غور کرو وہ غلط نہیں ہے۔ تیز مزاج ضرور ہے۔" اشفاق صاحب کا انداز ناصحانہ تھا۔ افگن طنزیہ مسکرایا۔

"تند مزاج؟" اس کے انداز پر اشفاق صاحب اور فائزہ نے ایک اور دوسرے کو دیکھا تھا افگن کا جی چاہا کہ وہ سب کہہ دے جو رخشندہ خالہ نے اماں بی سے کچھ عرصہ پہلے کہا تھا لیکن وہ لب بھینچ گیا کیونکہ شہرینہ اس کا مسئلہ نہیں تھی سو وہ اسے درد سر بھی نہیں بنانا چاہتا تھا۔

"بہر حال جو بھی بات ہے جب تک شہرینہ ہمارے گھر مہمان کی حیثیت سے موجود ہے تم اس سے کچھ بھی نہیں کہو گے وہ نازوں میں پلی بچی ہے تمہارے تند رویے اسے ہرٹ کرتے ہیں آئندہ محتاط رہنا۔" آخر میں اشفاق صاحب کا مزاج قطعی ہو گیا تھا۔ افگن نے کچھ کہنا چاہا لیکن پھر کچھ سوچ کر لب دانتوں تلے دبا لیے فائزہ نے اس کی حرکت نوٹ کی تھی۔ انہوں نے پریشان نگاہوں سے شوہر کے سنجیدہ اور پھر دزدیدہ نگاہوں سے افگن کے بگڑے تیوروں والے چہرے کو باری باری دیکھا ان کے دل میں کئی سوالوں نے سر اٹھایا تھا۔ کئی جذبات ابھرے تھے لیکن شوہر کی سنجیدگی اور بیٹے کی قطعیت کے سامنے چہرے پر پریشانی لیے ہاتھوں کو مسلنے لگ گئی تھیں۔

❀ ...... ❀ ...... ❀ ...... ❀

زوبیہ کے ہاں ان کا بڑے پر جوش انداز میں خیر مقدم کیا گیا تھا ان کے بڑے سے حصے کو دو حصوں میں بانٹ کر مردانہ

اور زنانہ نشست کا اہتمام کیا گیا تھا اگرچہ مردانہ اور زنانہ الگ الگ تھے لیکن دونوں طرف کے مہمان انتہائی قریبی لوگوں پر مشتمل تھے سو ینگ پارٹی آرام وسکون سے ادھر سے ادھر گھومتی پھر رہی تھی۔ بڑی پھوپو کی سسرال خاصی وسیع تھی پھوپا صاحب کے چھ بھائی اور چار بہنیں تھیں پھران کے بچے۔ ان لوگوں کی طرف خوب رونق تھی۔ زوبیہ چار بھائیوں کی اکلوتی بہن تھی گھر بھرکی لاڈلی سو ہزاروں ارمان پورے کیے جارہے تھے۔ مایوں کی رسم رات دس بجے کے بعد جاکر شروع ہوئی تھی، اس سے پہلے سب لوگ کھانے پینے اور دیگر تمام لوازمات سے فارغ ہوچکے تھے۔

زنانہ حصے کی طرف چاندنیاں بچھا کر گاؤ تکیے لگا کر بڑے خوب صورت صوفے رکھ کر بیٹھنے کا انتظام کیا گیا تھا۔

رسم کا آغاز خاندان کے بڑوں نے کیا تھا متفقہ طور پر یہی طے پایا تھا کہ بڑے رسم کرکے ایک طرف آرام وسکون سے بیٹھ جائیں گے اور اس کے بعد ینگ پارٹی تہذیب دتمدن کے دائرے میں رہتے ہوئے ہلہ گلہ کرے گی۔ بابا صاحب کو اعتراض ہوا تھا لیکن بڑی پھوپو کی طرف کا انتہائی سلجھا ہوا انداز فکر اور رہن سہن کے سبب اشفاق صاحب نے کوئی اعتراض نہ کیا تھا۔ سو بابا صاحب کو بھی راضی ہونا پڑا تھا جبکہ افگن کو ہلے گلے کی فرمائش کچھ خاص نہ بھائی تھی لیکن باپ کے سامنے خاموش رہا تھا۔

بزرگ رسم کرکے ایک طرف جاکر بیٹھ گئے تھے اشفاق صاحب کی طرف سے آنے والے مہمانوں میں سے جو تھک چکے تھے اور جلد لوٹنا چاہتے تھے ان کا گھر جانے کا انتظام کردیا گیا تھا۔ کافی مہمان بارہ بجے کے بعد واپس چلے گئے اب بس قریبی احباب اور بزرگ موجود تھے یا گھر کے لوگ تھے فائزہ مہمانوں کی وجہ سے گھر جاچکی تھیں۔ زوبیہ کی تمام کزنز اجازت نامے ملنے کے بعد ایک دم متحرک ہوگئی تھیں، انہوں نے ڈھولک رکھ لی تھی۔

پہلے دونوں طرف شادی کے گیتوں کا مقابلہ ہوا اور خوب رونق لگی تھی لڑکے بھی بیٹھ کر شرافت سے انجوائے کرتے رہے تھے رات کافی گہری ہورہی تھی اشفاق صاحب واپسی کے لیے کہہ رہے تھے زوبیہ کے اصرار پر شہرینہ اور فرح کے علاوہ چند اور کزنز لڑکیوں کو رات رکنے کا کہا تھا۔

چھوٹی پھوپو اور بڑی پھوپو کے اصرار پر اشفاق صاحب مان گئے تھے جبکہ رخشندہ خالہ کی تینوں بیٹیاں بھی وہیں رک گئی تھیں۔ چند ایک ذاتی سواریوں کے مالک لڑکوں کے علاوہ باقی سب چلے گئے تھے وہ بھی اس لیے رکے تھے کہ اشفاق صاحب نے لڑکیوں کو واپس لانے کی ذمہ داری ان کے سپرد کی تھی۔ اصل شغل تو اب لگا تھا عورتوں والی نشست گاہ میں اب صرف خواتین ہی تھیں زوبیہ کی تمام کزنز دوستوں اور تمام خواتین نے پھیری والے اسٹائل میں وہ دیہاتی رقص پیش کیا تھا کہ لڑکیوں کے ہنس ہنس کر پیٹ میں بل پڑ گئے تھے۔

شہرینہ کے لیے یہ سب بہت مزے کا تھا زوبیہ کے ساتھ جم کر بیٹھی وہ تالیاں پیٹ پیٹ کر ہتھیلیاں سرخ کررہی تھی۔ خواتین کی روایتی پھیری رقص کے بعد زوبیہ کی چچا کی بہنوں اور چھوٹی پھوپو کی بیٹیوں نے مل کر بڑے روایتی انداز میں سسرال گیندا پھول پر رقص شروع کیا تو محفل ایک عروج پر پہنچی تھی۔ ڈیک پر گیت سلیکٹ ہوا تو سبھی ایک دم ایکٹو ہوئی تھی۔

سیاں چھیڑ دیوے نند چٹکی لیوے سسرال گیندا پھول
ساس گالی دیوے دیور سمجھا لیوے
سسرال گیندا پھول

شہرینہ بہت پرجوش تھی۔ چاروں لڑکیاں گیت کے بولوں کے ساتھ اسٹیپ لے رہی تھیں خوب صورت زرق برق لباس میں جگمگ جگمگ کرتی یہ لڑکیاں بڑا خوش کن تاثر دے رہی تھیں۔ شہرینہ کے لیے گاؤں میں شادی کوئی انوکھا تجربہ نہ تھی۔

گاؤں آتے جاتے مختلف رشتہ داروں کے ہاں چند ایک بار اس نے بھی خالص گاؤں کے ماحول والی شادیاں ضرور اٹینڈ کی تھیں لیکن پھوپو کے گھر میں شہر میں رہنے کے باوجود گاؤں والی ثقافت اس وقت مکمل طور پر دکھائی دے رہی تھی اس کی شاید وجہ یہ تھی کہ پھوپو کے سسرالیوں میں سے بیشتر کی گاؤں سے ہی لائنگ کرتی تھی۔ خواتین گیت کی لے پر تالیاں بجارہی تھیں۔ بڑا خوب صورت سا منظر تھا۔

بشرٹ ہینے کھائی کے بیڑا پان
پورے کے پورے ہے الگ ہے پیا جی کی شان
ساس گالی دیوے دیورجی سمجھا لیوے
سسرال گیندا پھول

گیت کا اختتام بڑے پرجوش انداز میں داد سمیٹ کر ہوا

تھا۔

"جی او کے تم لوگ تو چھا گئی ہو۔" شہرینہ نے چھوٹی پھوپو کی بیٹیوں کو خوب داد دی۔

"کچھ کم تو آپ بھی نہیں ہیں سنا ہے آفاق کی لاسٹ ایئر سالگرہ کے موقع پر اپنی دوستوں کے ساتھ مل کر آپ نے بہت خوب صورت ڈانس کیا تھا۔" چھوٹی پھوپو کی بیٹی نے کہا تو وہ ہنسی۔

بالکل شہری کو تو ضرور ڈانس کرنا چاہیے۔" دو تین اور لڑکیاں بھی سر ہو گئیں تھیں۔

"ارے توبہ کرو مجھے کچھ نہیں آتا۔" شہرینہ نے لاکھ پہلو تہی کرنا چاہی تھی لیکن ان سب کے اصرار کے سامنے اس کی ایک نہ چلی۔

"ماما کو علم ہو گیا تو وہ بہت خفا ہوں گی انہیں یہ سب کام قطعی پسند نہیں۔" شہرینہ نے ٹالنا چاہا تھا لیکن کوئی بھی سننے کو تیار ہی نہ تھی۔

"چلو شہری نخرے مت کرو آج تمہیں کچھ نہ کچھ پرفارم تو کرنا ہی ہوگا۔" زوبیہ نے بھی اصرار کیا تو اسے ناچار اٹھنا ہی پڑا تھا۔

بہت گھریلو اور ذاتی قسم کی صرف دوستوں یا کزنز کی حد تک کی تقریب میں پرفارم کر لینا اور بات تھی لیکن اس طرح اتنی گیدرنگ میں یوں پرفارم کرنا شہرینہ کا دل نہیں مان رہا تھا وہ کھڑی تو ہو گئی تھی لیکن کچھ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ کیا کرے۔

"اچھا زیادہ نخرہ مت کرو ہم نے بھی تو ڈانس کیا ہے نا۔" زوبیہ کی ایک کزن نے کہا تو اس نے ایک گہرا سانس لیا۔

"اگر نہیں کرنا چاہتی تو فورس مت کرو ہو سکتا ہے بے دلی ہو۔" فریحہ نے طنزیہ انداز میں کہا تو شہرینہ کو اس کا لہجہ قطعی نہ بھایا۔

"تم گانا سلیکٹ کرو۔" اس نے ڈیک کے پاس بیٹھی لڑکی کو کہا تو سب ایک دم پُرجوش ہو گئی تھیں دو تین گانوں میں سے شہرینہ کو ایک گانا پسند آ ہی گیا تھا۔

میرے رشک قمر تو نے پہلی نظر جب نظر سے ملائی مزہ آ گیا

میرے رشک قمر تو نے پہلی نظر جب نظر سے ملائی مزہ آ گیا

گیت کے بول فضا میں گونجے تھے شہرینہ نے باقاعدہ اسٹیپ لیے تھے سبھی لڑکیوں کی ہوہا کا شور دور تک پھیلا تھا۔

برق سی گر گئی، کام ہی کر گئی

آگ ایسی لگائی مزہ آ گیا

فائزہ کی کال تھی ان کو اپنے کمرے کی الماری کی چابیاں نہیں مل رہی تھیں انہوں نے فرح کو کال کی تھی لیکن اس قدر شور میں فرح کو موبائل کا ہوش ہی نہ تھا انہوں نے افگن کو کال کی تھی افگن زوبیہ کے بھائیوں کے ساتھ ان کے کمرے میں تھا وہ ماں کو ہولڈ کرنے اور فرح سے بات کروانے کا کہہ کر کمرے سے نکلا تھا باہر خواتین کے لیے مخصوص کیے گئے حصے کی طرف ڈیک آن تھا گیت چل رہا تھا۔ لڑکیوں کی تالیوں کی آوازیں، پُرجوش چہکاریں گونج رہی تھیں، وہ اشفاق صاحب کے کہنے پر رک گیا تھا مسج لڑکیوں کو واپس لے جانے کی ذمہ داری اشفاق صاحب اس کے اور ایک دو اور لڑکوں کے سپرد کر گئے تھے، وہ خواتین والے حصے کی طرف آیا تھا۔ اس نے پردہ اٹھایا تو ٹھٹک گیا تھا۔ شہرینہ محو رقص تھی باقی سبھی لڑکیاں باقاعدہ تالیاں پیٹ رہی تھیں گیت کے بولوں کی آواز باہر تک آ رہی تھی۔ افگن چند پل تو ساکت ہوا تھا۔ خوب صورت لباس، متناسب سراپا سرو قد اور اوپر سے قاتلانہ انداز وہ کیا کوئی بھی ہوتا شہرینہ جیسا قاتل حسن دیکھ کر مبہوت ہی ہو جاتا وہ بھی اپنی جگہ جامد ہو گیا تھا۔

لڑکیاں اپنی سرگرمیوں میں اس قدر مگن تھیں کہ کسی نے بھی اس جانب دھیان نہ دیا تھا۔

بے حجابانہ وہ سامنے آ گئے

اور جوانی جوانی سے ٹکرا گئی

اور جوانی جوانی سے ٹکرا گئی

آنکھ ان کی لڑی یوں میری آنکھ سے

دیکھ کر یہ لڑائی مزہ آ گیا

میرے رشک قمر تو نے پہلی نظر جب نظر سے ملائی مزہ آ گیا

شہرینہ اپنے دھیان میں مست تھی جب رخ پلٹنے پر اسٹیپ لیے تو اس کی نگاہ سامنے کی طرف اٹھی تھی۔

اٹھا ہوا پردہ اور وہاں کھڑا وجود وہ ساکت ہوئی تھی۔

"کیا ہوا رک کیوں گئیں۔" کئی آوازیں بلند ہوئی تھیں۔

چونکا تو افگن بھی تھا۔ وہ پہلے سنبھلا تھا پھر اس کے چہرے پر ناگواریت کی کیفیت چھائی تھی جبکہ ڈیک پر ابھی بھی گیت چل رہا تھا۔

آنکھ میں بھی حیا ہر ملاقات پر
سرخ عارض ہوئے وصل کی بات پر
اس نے شرما کے میرے سوالات پر
ایسے گردن جھکائی مزہ آ گیا
میرے رشک قمر......

افگن کی آنکھوں کی چمک شعلوں میں بدلی تھی۔ ناگواریت نے شدید نفرت کی ردا اوڑھی تو شہرینہ ایک دم زمین پر بیٹھ گئی تھی۔ لڑکیوں نے پلٹ کر دیکھا افگن واپس پلٹ گیا تھا۔

''کون تھا؟''

لڑکیاں سوال کر رہی تھیں جبکہ وہ خاموش تھی۔ وہ لاکھ بے باک سہی لیکن وہ اس طرح بے حجابانہ گھر کے مردوں کے سامنے نہیں آتی تھی۔ افگن کی آنکھوں کی لپک اور پھر شعلوں کی حدت اسے وہ صاف محسوس کر سکتی تھی۔

''افگن بھائی......!'' فریحہ نے کہا تو شہرینہ نے دیکھا فریحہ مسکرائی تھی۔

''ان کو شہرینہ کا ڈانس کرنا شاید پسند نہیں آیا بہت غصے سے واپس گئے ہیں۔'' وہ ہنس کر کہہ رہی تھی۔

شہرینہ جیسے ہی رکی تھی فریحہ نے فوراً دیکھا تھا اور پھر افگن کو پا کر وہ طنزیہ مسکرائی تھی۔

''وہ ادھر کیا لینے آئے تھے میں نے سب کو سختی سے منع کر رکھا تھا کہ اس جانب کوئی نہیں آئے گا۔'' زوبیہ کی چچازاد نے کہا۔

''ہو سکتا ہے کوئی کام ہو۔'' کسی اور نے کہا۔

''اچھا چھوڑو، اب زیبی بھنگڑا ڈالے گی پورا ہفتہ اسپیشل تیاری کی ہے اس نے چلو زیبی شروع ہو جاؤ۔'' زیبی زوبیہ کی پھوپو زاد تھی وہ فوراً کھڑی ہو گئی۔ محفل ایک دم پھر رواں دواں تھی۔ شہرینہ جو کچھ پل پہلے شرمندہ سی بیٹھی تھی حال میں سب کچھ بھول کر پھر پہلے جیسی بن گئی تھی۔ جوش سے تالیاں بجاتی و سانگ ہو ہا کرتی پر جوش تھی۔

❁......❁......❁......❁

زوبیہ کی طرف گزاری گئی رات بھر کی تھکن اگلے دن گھر پر سب بستر پر گریں تو دوپہر گئے تک سوتی رہی تھیں۔ فرح نے اسے بمشکل اٹھایا تھا۔ لنچ کے بعد وہ آج رات کے فنکشن کی تیاریوں میں لگ گئی تھیں۔ فرح نے پارلر جانا تھا چہرے کی کچھ ڈیٹنگ پیننگ کرانی تھی۔ اس نے اسے بھی ساتھ چلنے کو کہا تو وہ فوراً تیار ہو گئی۔

وہاں جا کر فرح نے کٹنگ کرائی اور اسکن پالش وغیرہ کا کام کرایا تھا شہرینہ نے فرح کے کہنے پر صرف مینی کیور اور پیڈی کیور کرایا تھا۔ کٹنگ اس نے کچھ دن پہلے اسلام آباد سے کرائی تھی۔ چہرہ اس کا ویسے بھی آل ٹائم بہت فریش اور چمکتا دمکتا رہتا تھا وہ دونوں شام کے وقت واپس لوٹیں تو افگن نے فوراً فرح کو بلوایا۔

''کل تم، شہرینہ اور فریحہ اسد کے ساتھ شاپنگ پر گئی تھیں؟'' سامنا ہوتے ہی افگن نے سنجیدگی سے پوچھا۔

''جی کیوں خیریت؟'' وہ الجھی۔

''وہاں کیا ہنگامہ ہوا تھا؟'' افگن نے پوچھا تو وہ چونکی۔

''ہنگامہ......'' اسے کل شاپنگ کے دوران پیش آنے والا سارا واقعہ یاد آنے لگا یعنی افگن تک خبر پہنچ چکی تھی۔ اسد نے منع کیا تھا کہ گھر میں کسی کو بھی خبر نہ ہو۔ تو پھر افگن کو کیسے علم ہو گیا۔

''کوئی ہنگامہ نہیں ہوا تھا۔'' فرح نے ٹالنا چاہا۔

''میں سب جان چکا ہوں تم آرام و سکون سے تفصیل بتاؤ۔'' افگن کا انداز دوٹوک تھا۔ فرح نے گہرا سانس لیتے سب کہہ دیا افگن نے بہت غصے سے سنا۔

''یہ لڑکی؟'' اس نے غصے سے ہاتھ ٹیبل پر مارا۔ ''اپنی انہی حرکتوں کی وجہ سے مجھے یہ انتہائی بری لگتی ہے۔''

''بھائی اس میں شہرینہ کی کیا غلطی، غلطی اس لڑکے کی تھی شہرینہ نے تو اپنا ڈیفنس کیا تھا بس......!'' فرح کو بھائی کا انداز ایک آنکھ نہ بھایا تھا اس نے شہرینہ کا دفاع کرنا چاہا لیکن افگن کے اندر تو ایک دم شدید طیش نے سر اٹھایا تھا۔

''شٹ اپ۔''

''اب تم مجھے مت سمجھاؤ کہ کون غلط ہے اور کون درست' لڑکیوں کو ہر معاملے میں محتاط روی ہی اختیار کرنی چاہیے وہ لڑکا کوئی غلط حرکت کر بیٹھتا تو پھر کون ذمہ دار ہوتا اس نقصان کا شادی میں شرکت کی وجہ سے میں چپ ہوں ورنہ میں قطعی پسند نہیں کرتا کہ وہ تمہارے ساتھ گھلے ملے۔''

''لیکن بھائی وہ ہماری کزن......!'' فرح نے احتجاج کرنا چاہا۔

''جو کہا ہے وہ کرو اس سے ملنے میں ایک لمٹ میں رہو،

میں نہیں چاہتا کہ وہ تمہیں بھی اپنے رنگ میں رنگ دے، خود تو بگڑی ہوئی ہے ساتھ تمہیں بھی لے ڈوبے گی۔" افگن کا انداز اور لب ولہجہ سخت تھا فرح کی آنکھیں نم ہونے لگی تو وہ خاموشی سے وہاں سے چلی آئی تھی۔

پتا نہیں افگن کو کس نے بتایا تھا؟ افگن شہرینہ سے اس قدر بدظن کیوں تھا اور افگن کا ری ایکشن اسے رہ رہ کر دکھ ہو رہا تھا۔ وہ خاموشی سے شہرینہ سے ذکر کیے بغیر اپنے کمرے میں آ بیٹھی تھی۔

❁ ...... ❁ ...... ❁ ...... ❁
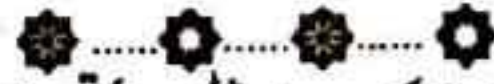
اماں بی فائزہ کے کمرے میں بیٹھی ہوئی تھیں آج دونوں گھروں میں مہندی کا کمبائن فنکشن تھا جس کا انتظام اشفاق صاحب نے بطور خاص ہوٹل میں کیا ہوا تھا۔ سبھی تیار ہو رہے تھے جبکہ اماں سنجیدہ سی تھیں۔ کل سے لے کر اب تک رخشندہ بیگم سائے کی طرح ان کے ساتھ تھیں۔ رخشندہ کا ہارٹ فیورٹ موضوع صرف اور صرف اپنی بیٹیوں کی تعریفیں کرنا اور فائقہ اور اس کی بیٹی کی مسلسل برائیاں کرنا تھا۔ رخشندہ کی باتیں سن سن کر اماں بی کے کان پک گئے تھے۔

اس وقت بھی وہ تیار ہونے کے بہانے بڑی مشکل سے رخشندہ سے دامن بچا کر فائزہ کے پاس آئی تھیں۔ فائزہ نے انہیں مسلسل چپ سادھے دیکھا تو الجھی تھیں اور پھر ان کے پاس آ بیٹھیں۔

"اماں کیا بات ہے؟ چپ چپ سی ہیں۔"

"میں تو شادی میں شرکت کے لیے آئی تھی لیکن یہاں آ کر یہاں کے حالات دیکھ کر میں تو پریشان ہوگئی ہوں۔" انہوں نے جواباً تلخی سے کہا تو فائزہ حیران ہوئیں۔

"کیا ہوا اماں جی کوئی غلطی ہوگئی ہے ہم سے کیا؟ یا کسی نے کچھ کہا ہے۔" انہوں نے مزید پوچھا۔ اماں بی نے ایک گہرا سانس لیا۔

"رخشندہ کی باتیں سن سن کر الجھتی رہی ہوں۔" فائزہ الجھیں۔

"رخشندہ کی..... کیا ہوا؟" جواباً اماں بی نے کل سے لے کر اب تک کی ساری صورت حال کہہ سنائی، فائزہ حیران ہوئیں، خصوصاً شاپنگ والے واقعے پر۔

"رخشندہ کی تو ویسے بھی عادت ہے لگائی بجھائی کی ادھر سے سن کر اپنے پاس سے دس لگا کر اگلے کو سنانا فائقہ سے تو ویسے بھی اسے اللہ واسطے کا بیر ہے۔" انہوں نے تلخی سے کہا۔

"لیکن کل والا واقعہ بھی غلط نہیں ہے میں نے اسد کو بلا کر پوچھا تھا اس نے بھی بتا دیا تھا مجھے۔ سمجھ نہیں آتی شہری کی وہ ایسے کیوں کرتی ہے؟ یہاں لوگوں کو باتیں بنانے کا موقع مل جاتا ہے کل زوبیہ کی طرف لڑکیوں کے ساتھ مل کر کچھ اودھم مچا لیا ہوگا شہری نے بھی سنا ہے ناچ گانے میں حصہ لیا تھا اب وہاں سبھی لوگ تو خیر خواہ نہیں تھے سو ادھر کی ادھر لگانے والے ہیں رخشندہ کی تو زبان کو ہی سکون نہیں ادھر یہ لڑکیاں گھر واپس آئیں ادھر رخشندہ نئی تازی سرخی تیار کر کے میرے سامنے تھی میں تو سوچ سوچ کر ہول رہی ہوں کہ عثمان کو علم ہوگا تو کتنی تکلیف ہوگی۔" اماں بھی آزردہ تھی۔ فائزہ نے سنجیدگی سے سب سنا اور اندر ہی اندر یہ سب جان کر از حد تکلیف بھی ہوئی تھی۔

"رخشندہ گھر آئی مہمان ہے بس یہی سوچ کر چپ ہو جاتی ہوں ورنہ شہرینہ کوئی غیر نہیں میرے عثمان کی بیٹی میری سگی پوتی ہے جیسی میرے لیے فرح ویسی ہی وہ۔" اماں بی نے مزید کہا۔

"آپ کو خاموشی اختیار کرنا ہی نہیں چاہیے تھی رخشندہ کو صاف جواب دیا ہوتا تو وہ اتنی آگے بڑھتی ہی نہ مجھے تو سوچ سوچ کر ہول اٹھ رہے ہیں کہ بارات والے دن عثمان اور فائقہ نے بھی پہنچ جانا ہے اگر ان کو یہ سب پتا چل گیا تو کتنی تکلیف ہوگی۔ ویسے اماں بی رخشندہ یہ سب کس خوش فہمی میں کر رہی ہیں ان کی اپنی اس سب میں کیا غرض ہے۔" فائزہ نے سنجیدگی سے استفسار کیا۔

"جہاں تک میرا ذہن جاتا ہے مجھے لگتا ہے کہ رخشندہ اپنی بڑی بیٹی فریحہ کا رشتہ افگن کے لیے دینا چاہتی ہے۔" فائزہ نے حیران ہو کر دیکھا۔

"اس نے خود بات کی تھی آپ سے۔"

"نہیں پچھلے سال جب وہ گاؤں گئی تھی اشاروں کنائیوں میں اس نے کہا تھا کہ وہ اور تم دونوں مل جاؤ تو کیا مضائقہ ہے میں نے خاموشی اختیار رکھی تھی اس کے بعد اگلی دفعہ ملی تو میں نے بھی باتوں باتوں میں کہہ دیا تھا کہ ہوسکتا ہے کہ فائزہ بہن سے رشتہ داری کر لے ایک طرح سے میں نے اس کی امید ختم کرنا چاہی تھی لیکن وہ تو ایک نیا ہی محاذ کھول کر بیٹھ گئی ہے، جب بھی ملتی ہے فائقہ اور اس کی بچی کے وہ بخیے ادھیڑتی ہے

کہ الاماں والحفیظ۔" اماں بی نے کانوں کو ہاتھ لگائے۔

"اگر آپ کہتی ہیں تو میں خود درخشندہ سے بات کروں۔"

"نہیں میں خود ہی بات کروں گی بس یہ موقع کچھ مناسب نہیں اس کی زبان بے لگام ہے میں چاہتی ہوں یہ خوشیوں کی گھڑیاں ہیں آرام وسکون سے گزر جائیں پھر تسلی سے دماغ سیدھا کروں گی اس کا۔" فائزہ نے سرہلایا۔

وہ اور بھی باتیں کررہی تھیں جب فرح آگئی تھی اشفاق صاحب انہیں بلارہے تھے وہ اٹھ کر چلی گئی تھیں۔

مہندی کا فنکشن اگرچہ کمبائن تھا لیکن بہت ہی خوشگوار انداز میں اختتام پزیر ہوا تھا۔ دونوں طرف کے انتظامات بہت ہی اچھے تھے مہندی کے فنکشن میں کافی گیدرنگ موجود تھی شہرینہ نے آج شلوار قمیص پہن رکھی تھی۔ ہلکا پھلکا میک اپ کیے وہ بہت ہی پیاری لگ رہی تھی وہ سارا وقت فرح کے ساتھ ساتھ رہی تھی۔ فائزہ بیگم کی طرف سے فرح کو خاص ہدایت تھی کہ وہ سارا وقت شہری کے ساتھ رہے گی اور کوئی بھی غیر معقول بات نہ ہونے پائے۔ شایان اور زوبیہ کو مہندی لگاتے وقت اس نے کچھ شرارت کرنا چاہی تھی۔ تھوڑا بہت مزاح کیا تھا۔

سلجھے ہوئے انداز میں ہلکا پھلکا سا مزاح مٹھائی کھلاتے وقت اس نے شایان کے منہ کی طرف مٹھائی لے جاتے کئی بار ہاتھ کھینچا تھا۔ وہاں موجود حاضرین میں سے تقریباً سبھی اس حرکت سے محظوظ ہوئے تھے تیل لگاتے ہوئے بھی اس سے قبل شایان کے بالوں کے ساتھ اس کے چہرے پر بھی خوب ملا تھا۔

یہ چھوٹی چھوٹی خوشیاں ہی تھیں جسے سبھی نے انجوائے کیا تھا لیکن اسٹیج پر موجود افکن کے چہرے کے زاویے بگڑتے چلے گئے تھے۔ یہی سب اس نے زوبیہ کے ساتھ بھی کیا تھا حاضرین میں سے لڑکیاں شہرینہ کو سپورٹ کررہی تھیں تبھی افکن کا ضبط جواب دے گیا تھا۔ وہ تنگ نظر نہیں تھا لیکن نجانے کیوں شہرینہ کے مقابلے میں وہ اپنے دل ودماغ کو وسیع نہیں کرپارہا تھا۔

"زیادہ تماشا کرنے کی ضرورت نہیں ہے، آرام سے رسم کرو اور چلتی بنو باقی لوگوں نے بھی رسم کرنی ہے۔" وہ عادت سے مجبور تھا۔ شہرینہ نے ناگواری سے اس کی تند مزاج کو دیکھا۔

"تماشا کرنا کسے کہتے ہیں اگر میں تماشے پر اتر آئی تو یہاں تھوڑی بہت جو آپ کی عزت ہے وہ کوڑی کی کرکے رکھ سکتی ہوں آپ اپنی شادی میں نہ بلائیے گا ہمیں تو بھی طور طریقے آتے ہیں ہم تو ایسے ہی رسم کریں گے جن کو اعتراض ہے وہ اسٹیج سے نیچے اتر جائیں۔" وہ بڑا اکھڑا توڑتی تھی۔ افکن کے تو تلووں سے لگی اور سر پر بجھی تھی۔

"شٹ اپ نان سینس...... ایڈیٹ لڑکی۔" وہ غصے سے واقعی اسٹیج سے اتر گیا تھا۔ وہاں اسٹیج پر موجود لوگوں نے حیران سے افکن کا یہ ردعمل دیکھا تھا۔

"خس کم جہاں پاک۔" شہرینہ طنزیہ مسکرائی۔

"بری بات شہری وہ ہمارے بڑے ہیں۔" شایان نے ٹوکا۔

"تمہارے بڑے ہوں گے جیسا ان کا کڑوے کریلے جیسا مزاج ہے اور میرے ساتھ بی ہو ہے میں تو ان کو بڑوں میں تو ایک طرف چھوٹوں میں بھی شمار نہیں کرتی۔" وہ تنگی سے کہہ کر اسٹیج سے اتری تھی۔ اچھا بھلا موڈ غارت کرکے رکھ دیا تھا۔ باقی سارا وقت وہ ایک طرف بیٹھی اپنے موبائل کے ساتھ لگی رہی تھی۔ اگر ماما پاپا کی رشتہ داری کا مسئلہ نہ ہوتا تو وہ بڑے پاپا اور فائزہ کی محبت کے باوجود وہ اتنی ذلت آمیز انسلٹ کے بعد ایک منٹ بھی یہاں نہ رکتی۔ وہ جوں جوں افکن کے رویوں کو سوچتی جارہی تھی اس کے اندر غم وغصے کا شدید غبار بڑھتا جارہا تھا۔ وہ چاہتی تو ان باتوں اور افکن کی حرکتوں کو نظر انداز کرسکتی تھی۔ لیکن نظر انداز کرنا اس کی عادت نہ تھی وہ اپنے حاسد کو تو معاف کرسکتی تھی لیکن اپنے مخالف کو نہیں' اس کی فطرت خاندان کی باقی لڑکیوں سے بہت مختلف تھی اور یہ لوگ گاؤں کے ماحول سے نکل کر آئے تھے۔ ان لوگوں کی سوچ و نظریات پر ابھی بھی گاؤں کی چھاپ تھی۔ خصوصاً افکن۔

اس نے اپنے موبائل سے نظریں ہٹا کر زوبیہ کے بھائیوں کے ساتھ بڑے خوشگوار موڈ میں باتیں کرتے افکن کو دیکھا تھا۔

"مجھ سے دشمنی تمہیں بہت مہنگی پڑسکتی ہے۔ اب میں تمہیں بتاؤں گی کہ شہرینہ عثمان اصل میں ہے کیا۔" افکن کو دیکھ کر وہ مسکرائی۔ کچھ سوچ کر وہ ریلیکس ہوگئی تھی۔

اسد کے ساتھ وہ گھر آئی تھی باقی لوگوں سے وہ جلدی گھر

آ گئی تھی ابھی وہاں بھی مہمان موجود تھے لیکن اس کی ضد پر اسد اسے گھر چھوڑنے آیا تھا۔ گھر میں ملازمین موجود تھے اسد اسے چھوڑ کر واپس ہال چلا گیا تھا وہ فرح کے کمرے میں آ گئی تھی۔ اس نے لباس بدلا تھا۔ بال کیچر میں سمیٹ کر سر پر جمائے منہ ہاتھ دھو کر ٹاول سے چہرہ صاف کر کے وہ کمرے سے نکلی تھی۔ کچن میں آ کر فریج میں جھانکا۔ وہاں اورنج جوس کا پیک تھا اس نے نکال کر ویسے ہی لڑ (Lid) کھول کر پیک منہ سے لگا لیا تھا۔ پیک خالی کر کے ڈسٹ بن میں ڈالتے وہ فریج بند کرتے اوپر والے حصے کی طرف آ گئی تھی۔

مختلف کمروں کے سامنے سے گزرتے وہ افگن کے کمرے کی طرف بڑھی تھی۔ دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھا تو وہ کھلتا چلا گیا۔ وہ اندر داخل ہوگئی اس نے اطراف میں دیکھا۔ کمرہ سلیقے سے سجا صاف ستھرا تھا اس نے سنجیدہ سی نگاہ ڈالی تھی۔ وہ بیڈ کی طرف بڑھی تھی اس نے بیڈشیٹ اٹھا کر نیچے پھینکی تھی، افگن نے اس کمرے میں فرح کے سامنے اس کو بری طرح ڈیل کیا تھا اس نے تمام کشنز اٹھا اٹھا کر کونے کھدروں میں پھینکے تھے۔ دو تین قیمتی نفیس شوپیس اس نے توڑ دیے تھے کمرے کی حالت ابتر کر دی تھی ہر چیز اپنی جگہ سے ہٹ گئی تھی۔ الماری میں موجود کپڑے تک اس نے ہینگروں سے نکال کر رول بنا کر پھینک دیے تھے۔ سارے کمرے کی حالت خراب کرنے کے بعد وہ بڑے فاتحانہ انداز میں کمرے کے درمیان میں کھڑی سب دیکھنے کے بعد مطمئن ہوگئی تھی۔ اس نے افگن کے کمرے کی اسٹڈی ٹیبل کی طرف رخ کیا تھا ساری کتابیں اور اہم کاغذات نکال کر پھینک دیے تھے۔

وہ ٹمپرامنٹ کے لحاظ سے کوئی سیدھی سادھی لڑکی نہ تھی۔ وہ اپنے مخالفین کے چھکے چھڑا دیا کرتی تھی۔ وہ اپنے سامنے کسی بھی مخالفت اور کسی بھی انسان کی سرزنش کو اہمیت نہیں دیتی تھی۔ اس کے سامنے اگر اہمیت تھی تو صرف اور صرف اپنی ذات کی۔ وہ اگر دنیا میں کسی کی سنتی تھی تو وہ عثمان فاروق تھے۔ باقی وہ کسی کو بھی خاطر میں نہیں لاتی تھی۔ کمرہ میدان جنگ کا نقشہ پیش کرنے لگا تھا۔

شہرینہ کے اعصاب اس تخریبی کارروائی کے بعد بہت پُرسکون ہو گئے تھے کمرے پر ایک حتمی اور فائنل نگاہ ڈالنے کے بعد بہت مطمئن سے انداز میں وہ کمرے سے نکلی۔ وہ واپس فرح والے کمرے میں آ گئی تھی۔ اس نے ہلکا پھلکا سا میوزک لگا لیا تھا۔ وہ بڑے ریلیکس موڈ میں بستر پر لیٹ کر اپنے موبائل کو سائیڈ پر رکھ کر آنکھیں بند کر کے پُرسکون ہو گئی تھی۔ آج اسے بڑی پُرسکون نیند آئی تھی۔ اپنی اس کارروائی کے بعد اس کے رگ و پے میں دور دور تک طمانیت کا ایک گہرا احساس جاگزیں ہو چکا تھا۔

❁ ❁ ❁ ❁

رات گئے فنکشن اختتام پذیر ہوا تھا کبھی گھر واپس جانا شروع ہو گئے تھے افگن کے ذمے ہوٹل کے معاملات دیکھنا تھے سب کے چلے جانے کے بعد اس نے ہوٹل کے تمام معاملات دیکھے اور پھر اپنی گاڑی میں آ بیٹھا تھا کچھ دیر بعد وہ گھر میں تھا اشفاق صاحب کو اطلاع دے کر ان سے ضروری بات ڈسکس کر کے وہ اپنے کمرے کی طرف چلا آیا تھا۔

ملازمہ کو چائے تیار کرنے کا کہا وہ فوراً فریش ہو کر نیچے آنا چاہتا تھا، وہ اپنے کمرے کی طرف آیا...... اس نے ہینڈل پر ہاتھ رکھا تو دروازہ کھل گیا لائٹس آف تھیں، وہ آگے بڑھا لیکن اس کے پاؤں میں کوئی چیز آئی تھی، وہ گرتے گرتے بچا تھا۔ وہ حیران ہوتا دیوار کی طرف آیا۔ اس نے ہاتھ مار کر سارے بٹن آن کر دیے تھے کمرہ ایک دم تیز روشنیوں میں نہا گیا تھا کمرے کی حالت دیکھ کر افگن بت بن گیا حیرت زدہ...... انتہائی حیرت زدہ۔

وہ کمرے کو جب چھوڑ کر گیا تھا کمرہ انتہائی صاف ستھرا اور نفاست سے سجا ہوا تھا لیکن اب کمرہ ایسے لگ رہا تھا کہ جیسے کسی جنگ کے بعد کا کوئی منظر ہو، افگن تو حیرت سے گنگ تھا۔ اس کی غیر موجودگی میں اس کے کمرے کے دروازے کو کوئی ہاتھ بھی لگائے ناممکن بات تھی۔ لیکن یہاں تو نقشہ ہی بدلا ہوا تھا۔ ایسے جیسے کسی نے بہت دل سے اپنے دل کے تمام ارمان پورے کیے ہوں...... اس کے تمام قیمتی ملبوسات ڈیکوریشن پیسز، بیڈشیٹ، کشنز، ڈریسنگ کا سامان قالین غرض ہر چیز کی حالت خراب تھی۔ افگن کا کمرے کی حالت دیکھ کر دماغ گھومنے لگا تھا آنکھوں میں تو جیسے خون اتر آیا تھا۔

''امی...... فرح......!'' وہ زور سے چیخا۔ لیکن گھر مہمانوں سے بھرا ہوا تھا۔ کچھ سوچتے وہ تن فن کرتا اپنے کمرے سے نکلا تھا وہ امی کے کمرے کی طرف آیا۔

''امی...... امی......!'' وہ چیختا چلاتا اندر گھسا تھا فائزہ اسے دیکھ کر پریشان ہوئی۔

"کیا ہوا افگن؟" وہ کھڑی ہوگئیں۔
"میرے ساتھ چلیں۔" افگن نے لب بھینچ رکھے تھے ماں کا ہاتھ پکڑ کر واپس پلٹا۔
"ہوا کیا ہے سکون سے بتاؤ۔" لیکن وہ ان کو جواب دیے بغیر اس طرح چلتا رہا تھا فرح اپنے کمرے سے نکلی اور اس کا ارادہ چائے پینے کا تھا لیکن ماں اور بھائی کو اس طوفانی انداز میں جاتے دیکھ کر وہ بھی پیچھے لپکی، افگن سیڑھیاں چڑھتا اوپر آیا۔
فائزہ کو بھی اس کے ساتھ تیز رفتاری سے سیڑھیاں چڑھنا پڑی تھیں، فرح تو پیچھے بھاگ رہی تھی۔ افگن کے کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا افگن نے ماں کا بازو کمرے کے درمیان میں جا کر چھوڑا تھا۔
"یہ دیکھیں۔" افگن بولا نہیں تقریباً چیخا تھا۔ فائزہ حیرت سے گنگ دیکھ رہی تھیں، بالکل افگن والی کیفیت تھی، فرح بھی اندر داخل ہوگی تو میدان کارزار کا نقشہ دیکھ کر ششدر رہ گئی تھی۔
"مائی گاڈ۔" اس نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھا۔
"یہ............ کس نے کیا............!" فائزہ تو حواس باختہ تھیں وہ ملازمین کو گھر کا خیال رکھنے کا کہہ کر گئی تھیں، ان کی غیر موجودگی میں گھر میں کوئی گھس آیا تھا۔
"یہی تو میں جاننا چاہ رہا ہوں کہ یہ کس نے کیا ہے؟" وہ ماں کے سامنے چیخا تھا۔ فائزہ نے نفی میں سر ہلایا۔
"مجھے کیا پتا؟ میں تو خود ابھی گھر لوٹی ہوں۔" فائزہ اور فرح کمرے میں گھوم کر دیکھ رہی تھیں۔ ہر چیز کی حالت ابتر تھی۔ لگتا تھا بڑے دل سے اور خوب دل کی بھڑاس نکال کر یہ حالت بنائی گئی تھی۔
"میں ملازمہ کو بلاتی ہوں۔" فائزہ نے کہا۔
کچھ دیر میں سبھی ملازمین افگن کے کمرے میں تھے کمرے کی حالت دیکھ کر سبھی حیرت زدہ تھے سبھی لاعلم تھے۔
"تم لوگوں کی موجودگی میں یہ تخریب کاری ہوئی ہے اور تم لوگوں کو علم ہی نہیں میں تم سب کو فارغ کر دوں گا۔ تم سب بد حرام ہو مالک کی غیر موجودگی میں کمروں میں جا کر آرام کرتے رہتے ہو بس۔" اس نے ملازمین کی بھی ایسی تیسی کر دی تھی۔ ملازمین سر جھکائے خاموش تھے۔ افگن ان سے مختلف سوال کرتا رہا تھا۔
"کون کون آیا کب کب آیا؟" وغیرہ وغیرہ۔
"اچھا تم لوگ جاؤ۔" فائزہ نے ان کو بھیج دیا تھا فرح کمرے میں دیکھ رہی تھی، افگن کے فیورٹ ڈیکوریشن پیسز جو وہ ابروڈ سے لایا تھا ٹوٹ چکے تھے فرح کو حقیقتاً افسوس ہوا تھا۔
ہر چیز کا ستیاناس مارا گیا تھا، افگن خاموش تھا۔ اس کا چہرہ بہت سنجیدہ تھا۔ اس نے ملازمین سے پوچھا تھا کہ سب سے پہلے تقریب سے واپس گھر کون آیا تھا جواباً جو نام سننے کو ملا تھا اس کے بعد افگن کی سوچ وہیں رک گئی تھی۔
"شہرینہ بی بی اگر یہ سب تم نے کیا ہے تو پھر دیکھو اب تمہارے ساتھ کیا ہوتا ہے۔" اس نے بہت نفرت سے سوچا اور پھر ایک پاؤں زور سے کمرے کے دروازے پر مارتے کمرے سے نکلا تھا۔
"افگن............ رکو تو............ افگن............!" گھبرائی پریشان سی فائزہ اس کے پیچھے تک آئی تھیں، لیکن افگن رکے بغیر اسپیڈ سے اپنی گاڑی کی چابی نکال کر لان کی طرف نکل گیا تھا وہ گاڑی نکال کر لے گیا تو فائزہ نے پریشانی سے سر تھاما تھا فرح بھی ساتھ تھی۔
"پتا نہیں کس نے کیا ہے مہمانوں سے گھر بھرا ہوا ہے اب میں کس کس کی خبر گیری کروں۔" فرح نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھا تھا۔ انداز تسلی دینے والا تھا۔
"کسی سے پوچھوں گی تو کوئی اپنی بے عزتی محسوس ہی کرے گا۔"
"امی ٹینشن نہ لیں۔"
"پتا نہیں اب یہ کہاں چلا گیا ہے۔" وہ اور زیادہ فکر مند ہو چکی تھیں۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

بانو بینڈ والے

یاسمین نشاط

آؤ مل کر مانگیں ہم عید کے دن
باقی نہ رہے کوئی بھی غم عید کے دن
ہر آنگن میں خوشیوں بھرا سورج اترے
اور چمکتا رہے ہر آنگن عید کے دن

صفیہ نے آٹے میں پانی گھول کر پتلی سی لئی بنا کر کالی سلور کی دیگچی چولہے پر چڑھا دی۔ لکڑیاں گیلی تھیں پھونک پھونک کر اس کی سانس دھونکنی کی طرح چلنے لگی آنکھوں میں دھوئیں کی کڑواہٹ بھر گئی تھی۔

شام ہونے والی تھی انہیں علی الصبح آرڈر پورا کر کے دینا تھا رضیہ ویسے کل سے بیمار تھی۔ زبیدہ سارے زمانے کی کمی ہانڈی کیا چڑھا لیتی سارے خاندان پر احسان کر دیتی۔ نیا مٹے (ماں) سارا دن باہر کے کاموں میں لگی رہتی لکڑیاں، تیل، گھی، آٹا، دال، سبزی...... دس چکر ٹیکے کے دکان کے لگتے پھر کہیں جا کر کھانا نصیب ہوتا اور کھانا ہی کیا پتلی دال اور بھوسی سمیت پکی ایک ایک چپاتی اور کبھی وہ بھی نصیب نہ ہوتی۔

''صفو باجی جلدی کرنا، ہانڈی چڑھانی ہے۔'' زبیدہ نے ایک پھٹا پرانا رسالہ جو صبح ریڑھی والے سے کاٹھ کباڑ کے عوض خریدا گیا تھا، کھولتے ہوئے کہا۔ ابا نے اسے پانچ جماعتیں کیا پڑھا دی تھیں خود کو مکمل سمجھنے لگی تھی۔

''بن گئی۔'' صفیہ نے گاڑھے ہوتے مادے میں لکڑی مارتے ہوئے زبیدہ پر نظر ڈالی پھر دوپٹے سے دیگچی نیچے اتار لی۔

''سن ہانڈی پک جائے تو ذرا اندر آ جانا رضیہ کو بھی بخار ہے مجھ سے اکیلے نہیں ہوگا صبح تک۔'' پلاسٹک کے ڈبے میں لئی کی مطلوبہ مقدار انڈیلتے ہوئے اس نے زبیدہ سے کہا تو اس نے لٹکا سا جواب دیا۔

''نہ بہن، یہ گندا کام مجھ سے نہیں ہوتا اس لئی سے آتی بدبو تو میرے دماغ سے پہلے ہی نہیں نکلتی۔ اوپر سے تم کہہ رہی ہو تمہارے ساتھ بیٹھ کر لفافے بناؤں، نہ مجھے تو معاف ہی رکھو۔''

''ٹھہر جا ذرا تو۔'' اندر آتی نیا مٹے نے پیروں سے چپل اتاری۔

''ساری رات بیٹھ کر تیری بہنیں یہ لفافے بناتی ہیں تو جا کر شام کو دس بیس روپے ملتے ہیں اور تجھے دال روٹی کھانا نصیب ہوتی ہے تو رزق کے وسیلے پر باتیں بناتی ہے، توبہ کر، توبہ......''

''ویسے تو اماں ایسا کہہ رہی ہے جیسے لفافے بنا کر یہ دونوں خزانہ کما رہی ہیں۔ ہونہہ...... اور توبہ کیوں کروں کون سا مجھ سے من و سلویٰ چھینے لگا ہے یہ پانی جیسی دال اور سوکھی روٹی اور یہ توبہ، ثواب اور گناہ بس ہم غریبوں کے لیے رہ گیا ہے ناں۔''

"چپ کر جا نگھی' اللہ کے غضب سے ڈر۔" نیامتے نے ہاتھ میں پکڑی ٹوٹی چپل اسے دے ماری۔ وہ ہائے کر کے رہ گئی' صفو اس ساری بات میں کچھ نہ بولی اپنی لپ ٹی والا ڈبہ اٹھایا اور بیٹھک میں چلی گئی۔ رضیہ وہیں چٹائی پر ٹیڑھی میڑھی لیٹی تھی' خالی کاغذوں کا بنڈل اٹھاتے ہوئے اس نے رضیہ کی پیشانی پر ہاتھ رکھا تو وہ دہک رہی تھی۔ وہ بنڈل وہیں رکھ کر دروازے میں آ کھڑی ہوئی۔ نیامتے اب پھکنی لیے آگ جلانے کی کوشش کر رہی تھی زبیدہ پیاز کاٹ رہی تھی۔

"اماں...... رضیہ کا بخار نہیں ٹوٹ رہا' کسی ڈاکٹر کو دکھالے۔" اس نے آہستگی سے کہا' اماں کا جواب جانتی تھی اس لیے سنے بنا پلٹ آئی۔

کبھی کبھی اس کا دل زبیدہ کی باتوں کی بھرپور تائید کرنے لگتا تھا۔ سارا دن رومانوی کہانیاں پڑھ پڑھ کر اس کا دماغ تو خراب رہتا ہی تھا لیکن وہ جب بھی اماں سے بحث کرتی کئی کئی دن صفو کا دل بھی زبیدہ کی حمایت میں پیش پیش رہتا۔

ابھی اس نے بنڈل کھولا ہی تھا کہ بیرونی دروازہ بجا اور پھر کھلنے کی آواز آئی۔ سرور آ گیا تھا اس کی ہلکی پھلکی کھانسی کی آواز میں سارے زمانے کی تھکن تھی۔

ابا کی چال میں اب لڑکھڑاہٹ آنے لگی تھی سر کے بال تو مدت ہوئی سفید ہو چکے تھے لیکن اس کے باوجود سرور نے اپنا حوصلہ نہیں کھونے دیا تھا' اس کے خواب ابھی بھی زندہ تھے برسوں پہلے جب اس کے آنگن میں صفو نے آنکھ کھولی تھی تو اس ننھی منی گڑیا کو دیکھ کر اس کا جوان دل خوابوں سے بھر گیا تھا۔

"دیکھ نیامتے' میں اپنی گڑیا کی شادی پر خود شہنائی بجاؤں گا' ایسی کہ لوگ مدتوں یاد رکھیں گے کہ بابو بینڈ والے کی بیٹی کی شادی ہوئی تھی۔" وہ محبت سے اس ننھی گڑیا کو تک رہا تھا اور اس کو ابھی سے دلہن کے روپ میں دیکھ رہا تھا' جس نے ابھی تک صحیح طرح سے آنکھیں بھی نہیں کھولی تھیں۔

"جانے دے سرور' بڑے سالوں کی بات ہے یہ اور تُو نے ابھی سے اس کے بیاہ کے سپنے دیکھنے شروع کر دیے۔" نیامتے ہنسی۔

"بیٹیوں کے قد بڑھتے دیر نہیں لگتی' تُو دیکھنا چند سال میں کیسے تیرے جتنی ہو جائے گی۔" اور اس کا کہا سچ تھا' صفو نے بڑی جلدی قد کاٹھ نکالا اور اس کے بعد رجو اور زبی نے بھی' جتنی جلدی وہ بڑھیں اتنی جلدی سرور کا بڑھاپا بھی اترا۔ جب اس نے شہنائی بجانا شروع کی تب ابھی وہ لڑکپن میں تھا ان کے ساتھ والے گھر میں چاچا فوجی رہا کرتے تھے۔ کسی زمانے میں چاچا فوجی' فوجی بینڈ میں شامل تھا بعد میں سب چھوڑ چھاڑ کر اپنا ذاتی بینڈ بنا لیا۔

چاچا فوجی بہت اچھا شہنائی نواز تھا' اس نے گھر کے کمرے میں ہی نوجوانوں کو شہنائی بجانے کی تربیت دینا شروع کی اور کچھ باجا بجانے والے اور ڈھول بجانے والے اس نے تنخواہ پر ملازم رکھے چند ہی دنوں میں اس کے بینڈ کا نام ہو گیا۔ اب وہ تقریباً ہر بڑے فنکشن میں جاتے تھے۔ چاچا فوجی نے ہی آوارہ پھرتے سرور کو شہنائی بجانا سکھائی' چاچا فوجی اس کی بہت تعریف کیا کرتے تھے یوں تو شہنائی کی آواز ہوتی ہی درد بھری ہے لیکن جب سرور شہنائی بجاتا تو گویا ہر سُر سے آنسو ٹپکتے محسوس ہوتے۔ چاچا فوجی کے بینڈ میں بہت جلد اس کا نام ہو گیا۔ وہ اور چاچا فوجی کا بینڈ لازم و ملزم ہو گئے۔ ابے کی سبزی کی دکان تھی' اس کے میراثی بن جانے کا اسے خاصا قلق ہوا لیکن اس نے کہا کچھ نہیں۔

سرور کو بڑا اچھا لگتا تھا جب وہ بینڈ والوں کا یونیفارم پہنتا اور جب وہ شہنائی پر "ساڈا چڑیاں دا چنبہ" بجاتا تو ہر کس و ناکس کی آنکھ سے آنسو نکل آتے۔ وقت گزرا چاچا فوجی مر گیا' سب آپوں دھاپ ہو گئے' دینے باجے والے نے اسے سمجھایا کہ اب وہ اپنا بینڈ بنا لیتے ہیں چاچا فوجی تو گیا لیکن سرور کا دل نہ مانا' وہ یونہی ادھر ادھر پھرتا رہا۔

ابا مر کھپ گیا ساتھ میں سبزی کی دکان بھی بند ہو گئی جب بے بے نے اس کا کھانا پانی بند کر دیا۔

"کما کر لا سرورے' میں کہاں سے کھلاؤں تجھے۔" اور تب سرور نے سنجیدگی سے سوچا' ہنر تو کوئی آتا نہ تھا ٹرنک میں رکھی شہنائی دوبارہ نکال لی' دینا اپنا بینڈ تو نہ بنا سکا تھا البتہ کسی اور باجے والے کے ہاں ملازم ہو گیا تھا' سرور کو بھی لے گیا۔

"دیکھ سرور۔" ماسٹر نے اس کی شہنائی کی نے سے سگریٹ کی راکھ فرش پر جھاڑی اور کہنے لگا۔ "بے شک تیری شہنائی میں بڑا درد ہے پر میں تجھے تنخواہ نہیں دے سکتا۔" سرور کا دل ڈوب گیا۔

(بے بے اس کو گھر سے نکال باہر کرے گی بغیر تنخواہ کے کام کرنے کا فیدہ)

"پر جتنی ویلیں ہوں گی ساری تمہاری۔" ماسٹر نے بات مکمل کی۔ "مطلب جو ویل تمہیں ملے گی وہ تمہاری۔"
سرور کو یہ ناانصافی پسند نہیں تھی' چاچا فوجی تو مہینے کے بیس روپے الگ دیتا تھا اور بارات کے ساتھ جانے کے جو پیسے طے ہوتے تھے وہ بھی سب میں برابر تقسیم ہوتے تھے اس کے علاوہ دن میں ایک بار کی چائے اور بھی کبھار کھانا بھی مل جایا کرتا تھا لیکن ماسٹر تو بہت ہی کنجوس تھا' سرور کی مجبوری تھی سو ہامی بھرلی۔

اس وقت شہر میں دو ہی تو بینڈ تھے ایک چاچا فوجی کا جو ختم ہوگیا اور دوسرا ماسٹر کا۔ زندگی گزرنے لگی' ویلیں اتنی بھی نہیں ہوتی تھیں کہ گھر چل سکے لیکن ہفتے بعد پانچ چھ روپے بن ہی جایا کرتے۔

وقت تھوڑا اور گزرا بے بے نے اپنی بھتیجی نیامتے سے اس کا بیاہ کردیا۔ نیامتے بھی صبر کی مٹی سے گندھی تھی' روکھی سوکھی کھا کر گزارا کرنے لگی سو سرور پر کچھ خاص بوجھ نہیں پڑا۔
ایک دن دینے کی پیسوں کے لین دین پر ماسٹر سے لڑائی ہوگئی' ماسٹر نے اسے نکال باہر کیا۔ وہ جاتے جاتے سرور کو بھی ساتھ لے گیا اس کا مقصد ماسٹر کو دکھ پہنچانا تھا' نالاں تو سرور بھی تھا لیکن روکھی سوکھی کا انتظام تو چل ہی رہا تھا۔ ہفتہ فارغ بیٹھا تو گھر میں فاقے ہونے لگے' وہ دوبارہ ماسٹر کے پاس جانے کی سوچ رہا تھا کہ دینا آگیا۔

"چل میرے ساتھ رب نے بڑی سوہنی جگہ انتظام کردیا ہے۔" سرور خوش ہوگیا' اپنی شہنائی اٹھائی اور چل پڑا۔
مسیح بابو حیدرآبادی تھے عادت کے اچھے طبیعت کے نرم۔ وہ شہر میں نئے تھے اور نئی طرز کا ہی بینڈ بنانا چاہتے تھے۔ انہوں نے اچھے کم از کم مڈل پاس جوان بھرتی کیے' تیس روپے ماہوار روز کا کھانا اور چائے ان کا' اس کے علاوہ ویلیں بھی ان کی۔ وہ صرف بکنگ کے پیسے رکھتے تھے اور کچھ نہیں' زندگی بہت بہتر ہوگئی سرور کے لیے اور یہ سب اس کے خیال میں اس بچے کے مبارک قدم تھے جو دنیا میں آنے والا تھا اور یہ تیس روپے کئی سال نہ بڑھے البتہ بچوں کی تعداد بڑھ کر تین ہوگئی۔ تینوں بیٹیاں اور قد نکالنے میں ایک دوسرے سے بھاگ کر آگے اور سرور بابو کی ہمت اور آمدن پیچھے۔
گزر اوقات مشکل سے ہونے لگی' اماں مرگئی' ایک کھانے والا کم ہوگیا۔ نیامتے ایک دن منڈی گئی اور خاکی کاغذوں کا بنڈل اٹھالائی' سلور کی دیگچی پر لئی چڑھاتے ہوئے اس نے ان لفافوں سے ہونے والی آمدن کا حساب کتاب لگالیا۔ مفو اور رجو تو اسکول جانے والی عمر سے آگے نکل گئی تھیں البتہ زبیدہ ابھی پانچ سال کی تھی' سرکاری اسکول میں بٹھادیا' سرور نے اعتراض کیا وہ اب تھکنے لگا تھا سانس میں پہلے جیسے روانی نہ رہی تھی۔

کسی نے مشورہ دیا رجو کو سلائی کڑھائی سکھادے' گھر بیٹھے کپڑے سیئے گی اچھی خاصی آمدن ہوجائے گی۔ نیامتے کو خیال اچھا لگا مگر رجو نے انکار کردیا' روز اٹھ کر کسی کے گھر جاکر بیٹھے رہنا اسے پسند نہیں تھا۔ ویسے بھی ہفتے کے تین دن تو اسے کوئی نہ کوئی مسئلہ ہی رہتا' سر درد' بخار' کھانسی لے دے کے مفو ہی تھی لیکن مفو نے بھی گھر سنبھال رکھا تھا۔
چولہا چوکا' صفائی ستھرائی اس کے بعد نیامتے کے ساتھ ہاتھ بٹادیتی' مفو سولہ کی ہوگئی تو نیامتے کو ہول اٹھنے شروع ہوئے' ابھی تک کسی نے بھی بھی باتوں باتوں میں بھی اس کی بیٹیوں کا ذکر تک نہ کیا تھا۔ مفو کی اٹھان اچھی تھی' رنگ روپ دمکتا ہوا پھر عمر بھی نکھار والی' مفو کی آنکھوں میں بھی سپنوں نے ڈیرے ڈال لیے۔

سرور جب بھی شادی کے فنکشن کے لیے جاتا' مفو دیوار پر لگے سالوں پرانے پلاسٹک کے اس گول شیشے کے آگے آ کھڑی ہوتی جو پلستر اکھڑی دیوار پر زنگ آلود کیل پر بڑی مستقل مزاجی سے ٹنگا کھڑا تھا۔
زنگ لگے شیشے میں کچھ واضح نظر نہیں آتا تھا لیکن مفو کو اپنا زرتار آنچل والا ٹیکے نتھ سے مزین چہرہ بہت واضح نظر آتا۔ ابا کی شہنائی کی آواز کانوں میں رس گھولتی اور وہ خوابوں کے گھوڑے پر سوار جہان بھر کی سیر کرآتی۔
نیامتے کی آواز سارا سحر چکنا چور کرڈالتی اور وہ پھر سے لئی میں انگلی ڈبو ڈبو کر لفافے جوڑنے لگتی۔ رجو کی نہ نظر آنے والی بیماری دن رات حاوی رہنے لگی۔ نیامتے نے باہر کی ذمہ داری اٹھالی' زبیدہ پانچ جماعتوں کے بعد گھر بیٹھ گئی کہ آگے نہ وسائل تھے نہ سرور میں اب پہلے جیسا جوش وخروش رہا تھا۔
زمانے کو پر لگ گئے اور لوگوں کی زبانیں لمبی ہوگئیں' شرافت ونجابت کو تو کوئی اب پوچھتا ہی نہ تھا۔ گھر کی ظاہری حالت ہی بتادیتی تھی کی لڑکی جہیز میں کیا لانے والی ہے وہ تو صد شکر بھلے وقتوں میں سرور کے ابا نے ڈیڑھ مرلے کی یہ کٹیا بنالی

تھی ورنہ جو حالات تھے کرایہ دینا بھی مشکل ہو جاتا۔
بوسیدہ دروازے پر لٹکا ٹاٹ کا پھٹا پردہ کسی کو بھی یہ دہلیز پھلانگنے نہ دیتا۔ جہیز کے نام پر ایک پائی نہ تھی اور ایسے میں وہ تینوں بیاہ کے انتظام میں روز عمر کو چابک مارتیں اور وہ سرکش گھوڑا سرپٹ دوڑے چلا جاتا۔ صفو بیس کی ہوئی تو سرور کی امیدیں دم توڑنے لگیں' ابھی تک کوئی رشتہ نہ آیا تھا' صفو کے بعد رجو بھی تیار بیٹھی تھی اور زبیدہ تو سب سے پہلے ہی تیار تھی۔ اس کی شہنائی کے سُر میں دن بدن مایوسی اترنے لگی۔ خواب مرنے لگے اسے لگا اس کی بیٹیاں رشتوں کے انتظار میں بیٹھی رہیں گی' اس گھر کی غربت کبھی شہنائی کی آواز نہیں سنے گی۔ نیا متے نے دو گھروں کا کام بھی پکڑ لیا تھا لیکن سمجھ نہیں آتی تھی کہ چادر کو اوڑھیں تو اوڑھیں کیسے؟ کبھی سر ننگا ہوتا کبھی پاؤں' زبیدہ کی عمر ابھی کم تھی خواب جواں تھے جبکہ صفو نے اپنے خوابوں پر عمر کی سفیدی گرتی دیکھ لی تھی۔
ساری رات بیٹھنے کے باوجود وہ کام ختم نہیں کر پائی تھی' فجر کے وقت اسے اونگھ آ گئی' وہ وہیں پڑ گئی کل گرمی بھی زوروں پر تھی' مصروفیت میں اس نے دیکھا بھی نہیں کہ رجو کا کیا حال ہے بخار اترا کہ نہیں' وہ اسی طرح گٹھڑی بنی لیٹی تھی۔ صبح دم نیا متے کی چیخ سے اس کی آنکھ کھلی' وہ رجو کو زور زور سے جھنجھوڑ رہی تھی جبکہ وہ بے حس بنی لیٹی تھی۔
"رجو......" یکدم صفو کے دل کو کچھ ہوا' وہ بھاگ کر اس کی جانب آئی لیکن اب وہاں رجو نہیں تھی اس کا سرد جسم تھا اکڑا ہوا۔ وہ شہنائی کی آواز سننے کی چاہ دل میں لیے چپ چاپ کفن اوڑھ گئی تھی۔
بیٹی کی جواں مرگی نے سرور کی کمر توڑ کر رکھ دی تھی' وہ رویا اور بے حساب رویا۔ وہ کچھ بھی تو نہ دے پایا تھا اپنی بیٹیوں کو' کوئی سکھ بھی نہیں' پیٹ بھر کھانا تو نصیب نہیں تھا انہیں' دوائی' علاج کہاں سے ہوتا۔ جانے رجو کو کون سی بیماری چاٹ گئی' کیسا بخار تھا جو اترا ہی نہیں۔ گھر میں کئی دن موت کا سناٹا چھایا رہا' نیا متے بھی چپ ہو گئی تھی اس نے دکان والے کو کہہ دیا تھا سامان گھر پہنچا دیا کرے اور تیار مال لے جایا کرے۔ سو دکان دار گھر آنے لگا اور اگلے فساد کی بنیاد نیا متے کا یہی فیصلہ بنا۔
راشد باہر آ کر موٹر سائیکل کا ہارن دیا کرتا اور نیا متے تیار مال لے تھما آتی۔ اگلے دن کا سامان پکڑ لیتی' پچھلے دو دن سے وہ بخار میں پھنک رہی تھی سو ان دونوں میں صفو کو ہی یہ کام کرنا پڑا۔ پھٹے ٹاٹ کے پیچھے سے وہ ہاتھ برآمد ہوتا اور سامان رکھ کر پلک جھپکنے میں غائب۔ تیسرے دن صفو نے اسے مال خود ہی دیا لیکن اس روز راشد اس چھپی ہاتھ کو چھونے کی خواہش لے کر آیا تھا سو اس نے سامان زمین پر رکھنے کی بجائے اس کی طرف بڑھایا۔ صفو کو ٹاٹ کے سوراخوں میں سے وہ دکھائی دے رہا تھا' وہ متذبذب سی تھوڑا سا اوٹ سے باہر ہو گئی اور بس وہی لمحہ اس کی اکیس بائیس سالہ احتیاط کو کھا گیا۔
راشد نے جن نظروں سے صفو کو دیکھا اس کی نیندیں اڑا دینے کو کافی تھا' سوئے ہوئے خوابوں میں اتھل پتھل ہوئی۔ کانوں میں شہنائیاں گونجیں اور اس رات وہ دیوار پر ٹنگا شیشہ اتار کر کمرے میں لے آئی' اس نے کئی بار اپنا چہرہ دیکھا اور کئی بار ان نظروں کو محسوس کیا اور پھر اس نے نیا متے کو آواز لگانی ہی چھوڑ دی' ادھر ہارن بجتا' صفو لفافوں کا بنڈل اٹھائے باہر' نہ کبھی راشد نے کچھ کہا' نہ کبھی اس نے لیکن وہ ایک نظر اگلے دن تک کے لیے کافی رہتی۔
اس روز نیا متے بڑے گھر سے کچھ پرانے کپڑوں کی گٹھڑی اٹھا لائی' بیگم صاحبہ نے دیئے تھے' اچھی حالت میں تھے۔ دو کام والے سوٹ اور کچھ گرم کپڑے' صفو نے لپک کر لال رنگ کا کامدانی جوڑا اٹھا لیا۔ نیا متے نے بس ایک نظر ڈالی پھر سے کپڑوں کو پھٹکنے لگی' صفو نے وہ جوڑا سنبھال لیا' رات جب سب سو گئے تو اس نے پہن کر دیکھا۔ بلب کی زرد روشنی میں اسے اپنا آپ عجیب سا لگا لیکن یہ اسے خوابوں کا جوڑا لگ رہا تھا' اس کی چمکتی تاروں میں اسے خوش رنگ زندگی کی نوید سنائی دینے لگی تھی' ابا کا خواب اب پورا ہونے کو تھا۔
اگلے دن جب راشد آیا اس نے اسے بیٹھک میں بٹھا لیا' اماں نیا متے زبیدہ کو لے کر بیگم صاحبہ کے گھر گئی ہوئی تھی اور ابا کام پر۔ وہ راشد کے لیے لال شربت کا گلاس لے کر آئی' جس کے ہر گھونٹ کے ساتھ اس نے صفو کو نظروں میں اتارا اور صفو دعا کرتی رہی یہ شربت کا گلاس کبھی ختم نہ ہو' وہ منتظر رہی کہ راشد کوئی پیار بھری بات' کوئی آس امید والا جملہ بولے لیکن اس نے آخری گھونٹ لیا' گلاس اسے تھمایا اور سامان اٹھا کر چلا گیا۔
وہ نہیں جانتی تھی کہ اماں نیا متے نے اسے بیٹھک سے

نکلتے دیکھ لیا ہے' وہ بھی چپ تھی' چاہتی تھی کہ اس طرح ہی صفو کا انتظام ہوجائے ورنہ تو پھٹے ٹاٹ والی دہلیز کوئی پھلانگنے کو تیار ہی نہ تھا۔ صفو کو راشد پر غصہ آیا' موقع ملا تھا کوئی دل کی بات تو کرتا' کچھ کہتا تو سہی کہ وہ اسے اچھی لگتی ہے لیکن کچھ بھی نہیں بولا۔

اگلے دو دن وہ غصہ میں رہی' سامان لینے دینے اس نے زبیدہ کو بھیجا اور سوچ کر بیٹھی رہی وہ زبیدہ سے اس کے بارے میں پوچھے گا لیکن ایسا کچھ نہ ہوا بلکہ اب زبیدہ کو کہنا ہی نہ پڑتا' وہ ٹائم پیس پر نظریں جمائے بیٹھی رہتی جیسے ہی دس بجتے وہ بنڈل اٹھا کر دروازے پر جا پہنچتی۔ موٹر سائیکل کا ہارن بجنا اب بند ہوگیا تھا اور ساتھ میں جیسے صفو کا دل بھی۔ اسے زبیدہ کے لچھن کچھ ٹھیک نہ لگ رہے تھے' ایک دن زبیدہ سامان لے کر اندر آئی تو اس کے ہاتھ میں رنگ برنگی چوڑیوں کا لفافہ تھا' مہندی اور جھمکے۔

صفو کا رہا سہا سکون بھی غارت ہوگیا' راشد اتنی جلدی راستہ بدل لے گا اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ وہ زبیدہ سے پوچھنا چاہتی تھی لیکن شرم وحیا آڑے آئی زبیدہ پر تھرڈ کلاس رومانوی کہانیوں کا اثر تھا۔ وہ چیزیں پہن پہن کر سارا دن گھر میں اترائی' گنگناتی رہتی۔ نیامتے کو راشد کی طرف سے امید بندھی تھی وہ سوچ رہی تھی کہ جیسے ہی راشد صفو کا ہاتھ مانگے گا وہ اسے رخصت کرنے میں دیر نہیں کرے گی لیکن اس کی نوبت ہی نہیں آئی۔

ایک صبح گھر سے زبیدہ کے تکیے کے نیچے سے پرچہ ملا' صفو ان پڑھ اٹھا کر ابا کے پاس لے آئی' ابا کہاں پڑھا لکھا تھا' باہر نکل کر محلے کے بچے کو بلا لایا' زبیدہ کے بارے میں کسی نے سوچا ہی نہیں' یہی سمجھا کہ کسی سہیلی کے گھر چلی گئی ہوگی۔ بچے نے جو ٹوٹی پھوٹی اردو میں پڑھنا شروع کیا تو ابا کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے' اس نے بچے کے ہاتھ سے پرچہ چھینا اور کمرے میں آ گیا لیکن اب اس کا وجود بے جان تھا اور رنگ پیلا' جیسے کسی نے سارا لہو نچوڑ لیا ہو۔

وہ چارپائی کی ادوائن پر ٹک گیا' صفو باہر آئی تو سرور کی حالت دیکھ کر دوڑی' نیامتے کام پر جا چکی تھی' وہ زبیدہ کو آوازیں دینے لگی' سرور نے بولنا چاہا مگر بول نہ پایا اور ایک طرف کو لڑھک گیا' صفو چیخنے لگی' گھسیٹ کر ابا کو کمرے میں لے کر آئی' سینے پر سر رکھا سانسیں چل رہی تھیں مگر مدھم مدھم۔

اس نے چہرے پر پانی چھڑکا' ہاتھ پیر مسلے لیکن اسے ہوش نہ آیا وہ اماں شبراتن کو بلا کر لائی' بچے کو بڑے گھر دوڑایا۔ نیامتے کے آنے تک وہ رکشہ میں سرور کو بیٹھا چکی تھی' سرور کو فالج کا شدید اٹیک ہوا تھا اور وہ کومہ میں چلا گیا تھا۔

"اچھا بھلا تھا ابا......" صفو رو رو کر نیامتے کو بتا رہی تھی۔

"زبیدہ کے سرہانے سے ایک کاغذ نکلا وہی پڑھوانے باہر نکلا تھا' واپس آیا تو یہ حالت تھی۔" سرور آئی سی یو میں تھا۔

"زبیدہ......" نیامتے چونکی۔ "زبیدہ کہاں ہے؟" اس نے پوچھا۔

"تیرے ساتھ نہیں گئی' وہ تو صبح سے غائب ہے' وہی پرچہ تو......" بولتے بولتے ذہن میں ایک وسوسہ جاگا۔

"اماں......زبیدہ کہیں گھر سے بھاگ تو نہیں گئی' آج کل اس کے طور طریقے عجیب سے ہو رہے تھے۔" اس نے دل میں در آنے والا خیال نیامتے سے کہہ ڈالا' نیامتے کے دل کو دھچکا لگا۔ وہ دوسری بیٹی کھونے کا حوصلہ نہیں رکھتی تھی' رجو کے بعد زبیدہ' اس نے بے اختیار صفو کو دیکھا۔ اس کا اترا چہرہ غماز تھا کہ اس کے خوابوں کی مٹی پلید ہو رہی تھی اور اس کا باپ سرور شہر بھر کی باراتوں میں شہنائی بجانے والا اپنی بیٹیوں کی خوشیاں ٹاٹ لگے دروازے سے اندر نہیں لا سکا تھا۔ ایک مر گئی' ایک بھاگ گئی اور جو رہ گئی اس کے ساتھ جانے کیا ہونے والا تھا۔ اتنی محنت کے باوجود وہ اپنی بچیوں کے لیے ایک ٹکا نہیں جوڑ پائی تھی' دال سبزی کرتے ہی پیسے ختم ہوجاتے اور اب سرور کی بیماری کی صورت میں ایک نیا خرچہ اس کا ذہن ماؤف ہو رہا تھا' سرکاری اسپتال کے اس بنچ پر بیٹھے بیٹھے اس نے اپنی ساری زندگی کھنگال ڈالی تھی' کہیں خوشی سے مل بیٹھنے کی کوئی یاد نہیں تھی' بھاگ دوڑ' تھکان اور بس......اور زبیدہ نے جو پانچ جماعتیں پڑھ لیں اس کو بھی لیک لگا دی' پڑھائی دماغ خراب کرتی ہے اس کی مرحومہ ساس کہا کرتی تھی اور اب اسے لگا صحیح کہا کرتی تھی۔

سرور گھر آ گیا' ایک نیا خرچہ۔ وہ جو کبھی کبھار دو چار ویلیں آ جاتی تھیں وہ بھی گئیں۔ صفو نے لفافے بنانے بھی بند کر دیئے' راشد دوبارہ آیا ہی نہیں' آنا بنتا بھی نہیں تھا' زبیدہ کو بھگا لے گیا تھا کس منہ سے آتا۔ اماں بھی دوبارہ اس کی دکان پر نہیں گئی' اماں کے چار سو روپے پر سارے گھر کا دارومدار آ گیا' صفیہ نے صحن میں ٹنگا شیشہ اتار کر ٹرنک میں رکھ دیا' نہ

ہو نہ وہ دیکھے گی اور نہ زندگی کی حسرتیں اس کے ذہن کو خراب کریں گی۔

اس نے اپنے آپ کو ابا کی خدمت کے لیے وقف کر دیا' صبح شام مالش' کھانا پینا' دیکھ بھال وہ ایک بار پھر مصروف ہوگئی۔ اماں نے ایک اور گھر پکڑ لیا تھا اب وہ شام کو آتی' اس کی دن رات کی خدمت رنگ لائی اور ابا کی حالت سنبھلنے لگی۔ وہ ابا کے پاس بیٹھی چھوٹی چھوٹی باتیں کرتی رہتی اور سرور کی بند آنکھوں کے کنارے بھیگتے رہتے پھر ایک دن اسی طرح چپ چپ ابا رخصت ہوگیا۔

گھر میں مزید سناٹے اتر آئے' اماں نے جو چار پیسے جوڑے تھے سرور کے کفن دفن پر خرچ ہوگئے۔ گھر کی ایک دیوار پر شہنائی ٹنگی رہ گئی' ایک دن راشد آ گیا' صفو کا دل آنکھوں میں آ گیا۔ اس شخص نے بہت کھیل کھیلا تھا اس کے ساتھ' وہ غصہ اور نفرت سے اسے دیکھتی رہی پھر جانے کیوں بیٹھک کا دروازہ کھول دیا' وہ اس سے پوچھنا چاہتی تھی کہ اس نے زبیدہ کو کیوں بھگایا۔ وہ رشتہ لے کر بھی آ سکتا تھا' ابا کی خواہش بھی پوری ہو جاتی اور جان بھی بچ جاتی لیکن راشد کا جواب اسے حیران کر گیا۔

زبیدہ اس کے ساتھ نہیں بھاگی تھی بلکہ سامنے والے گھر میں جو دودھ دہی والا (گوالا) آتا تھا اس کے ساتھ بھاگی تھی۔ راشد نے بتایا تھا اس کہ شادی ہوگئی تھی اور وہ مارے شرم کے ادھر نہیں آیا تھا' وہ شرمندہ تھا کہ اپنے ماں باپ کو لیکے گھر نہیں لا سکا تھا پھر راشد روز آنے لگا' صفو پھر سے دلچسپی بھر لیتی پکانے لگی' ٹرنک میں رکھا شیشہ دوبارہ دیوار پر ٹانگ دیا۔

نیا متے نے سب دیکھا پر خاموش رہی' وہ اب بولتی ہی نہ تھی۔ سرور کے بعد جیسے اس کی ساری حسیں ہی مر گئی تھیں' بس ایک کام کرنا وہ نہیں بھولتی تھی دیوار پر ٹنگی سرور کی شہنائی کو دن میں دو بار ضرور صاف کرتی اور ایسے میں اس کی آنکھ سے ٹپکنے والے وہ دو آنسو گویا اس کی حسرتوں بھری زندگی کے ترجمان ہوتے' پھر ایک دن زبیدہ لوٹ آئی' لٹی پٹی' ویران حلیہ' اجاڑ شکل نہ ان دونوں نے کچھ پوچھا نہ اس نے بتایا۔

سارا دن چپ خلاؤں میں گھورتی رہتی' صفو روٹی اس کے آگے رکھ دیتی' وہ کھا لیتی' نہ رکھتی تو مانگتی بھی نا۔ اس روز وہ راشد کے لیے شربت کا گلاس لے کر جا رہی تھی کہ زبیدہ نے روک لیا' اس کی چپ ٹوٹی تھی۔

"صفو باجی...... تجھے راشد نے ابھی تک ویٹنگ روم میں بٹھا رکھا ہے؟ یہ ساری عمر تجھے یہیں بٹھائے گا' جھوٹی محبت کے دعوے کرے گا پر تجھے بیاہنے نہیں آئے گا۔ اس بوسیدہ ٹاٹ کے دروازے کو کوئی عبور نہیں کرے گا' یہاں بیوپاری تو آ سکتے ہیں طلب گار نہیں۔" جانے کس بھٹی میں پک کر آئی تھی سیانی ہوگئی تھی اور باتیں بھی پڑھے لکھے لوگوں والی کرنے لگی تھی۔

صفو نے اس کی باتوں پر دھیان نہیں دیا اور شربت کا گلاس لے کر بیٹھک میں آ گئی۔ راشد کرسی پر پاؤں پسارے بیٹھا تھا' گلاس اس کے ہاتھ سے لیتے ہوئے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ صفو کے وجود میں کرنٹ دوڑ گیا' وہ ہاتھ چھڑانا چاہتی تھی چھڑا نہ سکی۔ راشد اپنی نگاہیں اس پر گاڑھے رہا' وہ مٹی کا ڈھیر بنتی گئی اور پھر ذرہ ذرہ ہوگئی' اس کی کوئی وقعت نہ رہی۔ برسوں سے سنبھالا وجود ایک منٹ میں خاک ہوگیا' وہ کتنی دیر سر جھکائے بیٹھی رہی اور سوچتی رہی اسے راشد کے سامنے بے بس نہیں ہونا چاہیے تھا۔

"میں کل پھر آؤں گا' ہم شادی نہیں کر سکتے' محبت سے تو رہ سکتے ہیں۔" وہ کہہ رہا تھا اور صفو کو اس محبت کی "غلاظت" کا اندازہ ہوگیا تھا' راشد جاتے جاتے اس کی مٹھی میں کچھ تھما گیا تھا' اس نے مٹھی کھولی سو سو کے پانچ نوٹ تھے۔

"میں اپنے ضمیر پر کوئی بوجھ نہیں رکھنا چاہتا۔" اس نے کہا تھا۔ صفو نے ساری زندگی اتنے پیسے نہیں دیکھے تھے' زبیدہ نے ٹھیک کہا تھا "ٹاٹ کے دروازے کے اندر کوئی بیوپاری ہی آ سکتا ہے' طلب گار نہیں۔"

وہ اپنا حلیہ درست کرتی باہر نکلی اور نظر بلا ارادہ ہی دیوار کی جانب اٹھ گئی' دیوار خالی تھی۔ نیا متے فرش پر بیٹھی تھی' اس کی آنکھوں میں آنسو بھرے تھے۔ اس نے اپنے ہاتھ میں دبے نوٹوں کو دیکھا پھر نیا متے کے ہاتھوں کی طرف' بابو بینڈ والے کی شہنائی ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی تھی۔

❁

تیری زلف کے سر ہونے تک
اقرا صغیر احمد

sponsored

YouTube

Health Care Club

To Get Notifications Follow Steps 1 & 2

STEP-1--->

Subscribe

<---STEP-2

قسط نمبر 10

ہر ایک نے کہا کیوں تجھے آرام نہیں آیا
ہنستے رہے لب پہ تیرا نام نہ آیا
مت پوچھ کہ ہم ضبط کی کس راہ سے گزرے
یہ دیکھ کہ تجھ پہ کوئی الزام نہ آیا

گزشتہ قسط کا خلاصہ

نوفل خواب سے بیدار ہوتا ہے تو وہ پسینوں میں شرابور ہوتا ہے اس کے حواسوں میں انشراح چھائی ہوتی ہے۔ جس سے نوفل خوف زدہ ہو جاتا ہے۔ سودہ کے ہاتھ سے گرم چائے کا مگ گر کر اس کا پیر جلا دیتا ہے سب اس کی فکر کرنے لگاتے پر زید اطمینان سے بیٹھا چائے پیتا رہتا ہے اور وہ اس وقت بالکل انجان بن جاتا ہے اور سودہ اپنی تکلیف کو برداشت کرنے کی کوشش کرتی ہیں جب کہ اس کے پیر میں بڑے بڑے آبلے بن جاتے ہیں۔ نوفل چند مہمانوں کے ہمراہ شہر کے مہنگے ترین ہوٹل آتا ہے تو وہاں لاریب کے ہمراہ تین خواتین کو دیکھ کر حیران و پریشان ہو جاتا ہے اور بے دلی سے مہمانوں کے ساتھ وقت گزار کر جب وہ گھر آتا ہے اور لاریب سے ملتا ہے تو اس کو ڈانٹ پھٹکار کرنے لگتا ہے جب کہ لاریب چند لمحات خائف رہنے کے بعد نوفل کو انشراح میں دلچسپی لینے کی بات کہہ کر مزید غصہ دلا دیتا ہے اور لاریب اس کے غصے سے خائف ہو کر جہاں آرا سے دوبارہ نہ ملنے کا کہہ کر وہاں سے چلا جاتا ہے۔ انشراح جہاں آرا سے درشت لہجے میں بات کرتی ہوئے کہتی ہے کہ وہ لاریب کو کیوں کھلے عام گھر آنے دیتی ہیں اور کیوں اس کو اتنا سر چڑھا رہی ہیں۔ جس پر جہاں آرا آبدیدہ ہو جاتی ہیں اور اپنی مری ہوئی بیٹی کو یاد کرنے لگتی ہیں۔ ادھر کوئی یوسف صاحب کو بلیک میل کرتا ان سے رقم کا مطالبہ کرتا ہے۔ جس کی بھنک نوفل کو مل جاتی ہے اور وہ اس بلیک میلر کا پتا کرنے کی جستجو میں لگ جاتا ہے۔ انشراح لاریب کو گھر میں داخل ہوتے دیکھ کر بدمزہ ہو جاتی ہے اور خاموشی سے گھر سے باہر نکل جاتی ہے جہاں اس کا ٹکراؤ نوفل سے ہو جاتا ہے اور نوفل اس کو دیکھ کر بات کرنے رک جاتا ہے اور وہاں باتوں باتوں میں دونوں میں تلخ کلامی ہو جاتی ہے اور نوفل انشراح کو غصے میں پکڑ کر زبردستی اپنی کار میں بیٹھا کر لے جاتا ہے اور راستے میں دونوں کی مزید تلخ کلامی اتنا بڑھتی ہے کہ نوفل کی کار کی رفتار تیز ہو جاتی ہے اور انشراح اس کو کار روکنا پر زبردستی کرتی ہے تو کار بے قابو ہو کر ایک ٹیلے سے جا ٹکراتی ہے۔ زید سے ملنے اس کا دوست جنید آتا ہے جسے بوا ڈرائنگ روم میں بیٹھا کر مائدہ سے کہتی ہیں کہ زید کو بتانے کا پر مائدہ ڈرائنگ روم کی دروازے سے جھانک کر جنید کو دیکھتی ہیں اور اپنا دل ہار بیٹھتی ہے۔

اب آگے پڑھیے

❀ ❀ ❀

"عائلہ! مجھے تمہاری مدد چاہیے۔" اس کی آواز میں اضطراب پنہاں تھا۔

"جی خیریت تو ہے نوفل بھائی؟" وہ اس کی کال پر گھبرا گئی تھی۔ جواباً اس نے اسے وہ جگہ بتا کر آنے کو کہا اور جب وہ وہاں پہنچی تو باہر بھی اسی لمحے کار سے نکلا تھا۔ وہ بھی اس کی طرح حیران و پریشان تھا نوفل کار سے باہر کھڑا تھا اور انشراح کو اس کی کار میں بیٹھے دیکھ کر وہ دونوں بری طرح چونک گئے تھے۔ انشراح نے عائلہ کو دیکھا تو اس کی جان میں جان آگئی اور وہ ڈور کھول کر باہر نکلنے کی سعی کرنے لگی۔

"یا اللہ تم نوفل بھائی کے ساتھ ہو۔" وہ تحیر زدہ لہجے میں کہتی ہوئی اس کو کار سے باہر نکلنے میں مدد دینے لگی تھی۔
پاؤں کے زخموں سے وہ پہلے ہی بے حال تھی مستزاد کار ٹیلے سے ٹکرانے کے باعث وہ بے اوسان ہو کر گری تھی اور معلوم کتنی

دیر تک بے ہوش رہی تھی اور ہوش میں آنے کے بعد نوفل کو خود پر جھکے ہوئے دیکھ کر اس کے ہوش واقعی اڑ گئے تھے۔ نہ جانے وہ کب سے اس کی بے ہوشی کا فائدہ اٹھا رہا تھا اور اس کو ہوش میں آتے دیکھ کر نیک و پارسا بن گیا تھا پھر وہ ہی چوری و سینہ زوری والی دھونس تھی خود کو بچاؤ و بے گناہ ثابت کرنے کے لیے وہی زہریلے لفظ بولنے لگا تھا جو وہ عموماً خود پر مر مٹنے والی لڑکیوں کو سنایا کرتا تھا اور وہ اس کے سامنے خود کو کمزور سمجھتے ہوئے غصے و آنسوؤں کے لاوے کو دل میں دبائے بیٹھی تھی عاکفہ کو قریب دیکھ کر اس کا ضبط جواب دے گیا تھا۔ بہت مشکل سے وہ اکڑے ہوئے جسم و لنگڑاتی ہوئی ٹانگ سے باہر آئی اور عاکفہ سے لپٹ کر روتے ہوئے اس کو سب بتاتی چلی گئی۔

"مائی گڈنیس! مجھے سمجھ نہیں آ رہی ہے تم کیوں غلطی پر غلطی کر رہے ہو؟ ایک کام ادھورا نہیں ہے اور تم دوسری تیسری غلطی پر غلطی کیے جاتے ہو کیا ضرورت تھی تمہیں اس کو اس طرح ہراساں کرنے کی؟" بابر شاکڈ رہ گیا تھا بہت پروقار و تمکنت کے حامل شخص کی بینا قابل یقین حرکتیں، بہت حیران کن تھیں وہ ہمیشہ ناقابل تسخیر رہا تھا۔

"پاگل ہو گیا ہوں میں! یہی کہنا چاہ رہے ہو نہ تم؟ پھر یقین کر لو حقیقتاً میں پاگل ہو گیا ہوں۔" وہ شانے اچکا کر گویا ہوا۔

"حالت دیکھو اس کی وہ کمزور و عام لڑکی نہیں ہے لیکن وہ جس انداز میں رو رہی ہے تم کس طرح اپنے کلیئر ہونے کا پروف دو گے؟" اس کی نگاہیں عاکفہ کے شانے سے لگی روتی ہوئی انشراح پر تھیں۔

"روتی ہوئی عورت بہت جلدی ٹریپ کر لیتی ہے تم جیسے مردوں کو، مجھ جیسوں کو نہیں اور تم کس پروف کی بات کر رہے ہو؟ جب میں نے کچھ کیا ہی نہیں تو صفائی کس بات کی پیش کروں؟" اس نے ایک نگاہ اس طرف نہیں دیکھا اور مضبوط لہجے میں بولا۔

"نوفل..... یہ ٹھیک نہیں ہے تم کسی اور کا بدلہ کسی اور سے لے رہے ہو؟"

"میں کسی کا بدلہ کسی سے نہیں لے رہا، جیسا سوال ہو گا ویسا جواب ہو گا۔"

"نوفل بھائی..... بھائی سمجھتی تھی میں آپ کو بہت بلند مقام تھا میری نگاہوں میں آپ کا لیکن بہت پستی میں گرے ہوئے دکھائی دے رہے ہیں میرا دل توڑ دیا ہے آپ نے۔" سہارا دے کر انشراح کو اپنی کار میں بٹھا کر وہ تیز تیز چلتی ہوئی اس کے پاس آ کر مضبوط لہجے میں بولی۔ اس نے کچھ کہنے کے لیے لب وا کرنے چاہے پھر خاموش ہی کھڑا رہا۔

"یہ بہت بڑی مس انڈر اسٹینڈنگ کری ایٹ ہوئی ہے عاکفہ تم بات تو سنو؟" اس کو واپس جاتے دیکھ کر بابر آگے بڑھا۔

"کیا..... مس انڈر اسٹینڈنگ..... کیا بات کر رہے ہو؟ انشراح جیسی لڑکی کیوں جھوٹ بولے گی؟ کیوں خود پر انگلی اٹھوائے گی؟ حالت دیکھو اس کی مہینوں کی بیمار لگ رہی ہے۔" انشراح کی دگرگوں حالت اور اس کی بتائی ہوئی باتیں اسے سخت مشتعل کر رہی تھیں۔

"نوفل میرے بچپن کا دوست ہے اس کی فطرت سے میں پوری طرح واقف ہوں۔ تمہاری فرینڈ سے زیادہ حسین و خوب صورت لڑکیاں اس کے قرب کے لیے اپنا آپ نچھاور کرنے کے لیے تیار رہتی ہیں پورے ہوش و حواس کے ساتھ وہ موقع ہوتے ہوئے بھی ٹھوکر مارتا ہے یہ محض غلط فہمی ہے۔" اس نے کسی قابل وکیل کی طرح دوست کا دفاع کیا۔

"ایک دوست دوسرے دوست کا بچاؤ اسی طرح کرتا ہے جس طرح تم کر رہے ہو۔" وہ کہہ کر آگے بڑھ گئی۔ وہ ہونٹ بھینچے دور تک اس کی کار کو جاتے دیکھتا رہا۔

"واپس آ جاؤ گھر تک پہنچا کر آؤ گے کیا؟" وہ قریب آ کر بابر سے مخاطب ہوا جو ابھی تک اس راستے کو گھور رہا تھا جہاں سے عاکفہ کی کار گزری تھی۔

"یہ ایک بہت بڑا بلنڈر ہو گیا ہے ایسا نہیں ہونا چاہیے تھا۔"

"تم اس لیے ڈسٹرب ہو کہ عاکفہ خفا ہو گئی؟"

"نہیں بات تمہارے وقار و کردار پر آ رہی ہے۔"

"تو کیا؟" انداز میں قدرے بے پروائی تھی۔

"تو کیا..... دماغ خراب ہو گیا ہے تمہارا محسوس ہی نہیں کر پا رہے ہو کہ جو ہوا بالکل غلط ہوا ہے۔" وہ جھنجلا کر بولا۔

"جب میرا ضمیر مطمئن ہے کہ میں نے کچھ غلط نہیں کیا تو پھر مجھے کسی کی پروا نہیں اور نہ تمہیں پروا کرنے کی ضرورت ہے۔"

عاکفہ کو یہاں اس لیے بلایا تھا کہ وہ اس مصیبت کو یہاں سے لے کر جائے اس کے سامنے صفائی پیش کرنا مقصد نہیں تھا میرا۔" وہ کہہ کر کار کی طرف بڑھ گیا تھا۔

❁.......❁.......❁

رو رو کر اس نے برا حال کرلیا تھا' راستہ بھر عاکفہ سمجھاتی آئی تھی کہ جو ہوا اسے بھول جائے اور وہ پہلے ہی انشراح کے الزام کی تردید و تصدیق دل سے نہ کرسکی تھی کہ نوفل کے مزاج سے وہ بھی آگاہی رکھتی تھی۔ وہ مغرور و بدد ماغ تھا' اکھڑ و بدتمیز تھا تو صرف ان لڑکیوں کے لیے جو اس سے اظہار محبت و پسندیدگی کے لیے مری جاتی تھیں وگرنہ مزاجاً وہ بے حد نرم' شائستہ و مہذب انسان تھا۔ دوسروں کے کام آنا اس کی زیست کا مشن تھا۔ بہت کم عرصے میں ان کی گہری دوستی ہوئی تھی اور ایک بار بھی اس نے اس میں کوئی ایسی اخلاق باختگی نہ دیکھی تھی کہ جس سے اس کے کردار میں کوئی معمولی سا بھی جھول دکھائی دے یا کوئی کمزوری نظر آئے پھر بابر کی گواہی بھی اہمیت کی حامل تھی' اس کا ہر لفظ سچا و کھرا تھا۔

وہ انشراح کو لے کر اس کے گھر ہی آ گئی تھی' بالی تنہا تھی جہاں آرا کسی فنکشن میں گئیں ہوئیں تھیں۔ عاکفہ نے بالی کے ساتھ مل کر اس کے پاؤں کی بینڈیج کر کے پین کلر بھی کھلائی۔

کار مٹی کے ٹیلے سے ٹکرانے سے ان دونوں کو کوئی خاص چوٹیں نہیں آئی تھیں اور کار کو بھی معمولی سے ڈینٹ پڑے تھے' اصل زخم اس کی روح پر لگے تھے۔ ایک ناپسندیدہ شخص نے اس کو کہیں کا نہیں چھوڑا تھا۔

"تم اس بات کو بار بار کیوں یاد کررہی ہو اشی' میں کہہ رہی ہوں نا جو تم سمجھ رہی ہو ایسا کچھ نہیں ہوا ہے' وہ ایسے نہیں ہیں۔" اس کو دونوں ہاتھوں سے سر تھامے بڑبڑاتے دیکھ کر عاکفہ نے کہا۔

"یہ تم کہہ رہی ہو....... تم کہہ سکتی ہو کیونکہ تم اس وحشی پر آنکھیں بند کر کے یقین رکھتی ہو لیکن میں بتارہی ہوں وہ ایک منافق انسان ہے جو معصوم لڑکیوں کے جذبات سے کھیلتا ہے۔ سب کے سامنے وہ لڑکیوں سے نفرت اور بے زاری کے مظاہرے کرتا ہے ان کو نظر انداز کر کے نفرت جتا کر ہیرو بنتا ہے اور پھر یہی شاطر انسان موقع سے فائدہ اٹھاتا ہے۔"

"ٹھیک ہے' تم ایزی ہو جاؤ' میں کسی پر بھی آنکھ بند کر کے یقین کرنے والی نہیں۔ تم ٹھیک ہو جاؤ' زخم بھر جائیں تو ہم پھر ان سے بات کریں گے' وہ کس طرح سے ایک جگہ ہیرو اور ولن کا کھیل کھیل سکتے ہیں۔" عاکفہ نے اس کا چہرہ صاف کرتے ہوئے تسلی دی۔

"میرا دل چاہ رہا ہے میں اس ذلیل آدمی کو شوٹ کردوں یا خود کو ختم کرلوں۔ میں کیوں بے ہوش ہوئی اور اس کو قریب آنے کا موقع دیا' نہ بے ہوش ہوتی نہ وہ......."

"انشراح....... کیا نوفل بھائی نے.......؟" عاکفہ اس کے چہرے کو دیکھ کر دانستہ چپ ہوئی تھی۔ اس نے بوجھل آنکھوں سے عاکفہ کی طرف دیکھا' ادھوری بات کا مفہوم وہ سمجھ گئی تھی فوری گردن نفی میں ہلا کر بولی۔

"نہیں....... نہیں....... مجھے وہ مر کر بھی نہیں پاسکتا۔"

"پھر....... اتنا شور کس بات پر کررہی ہو تم؟" وہ گویا کسی بوجھ سے آزاد ہو کر حیرانی سے چیخ اٹھی۔

"اس کے ہاتھوں نے مجھے چھوا ہے۔"

"تم خود بتارہی ہو کار ٹکرانے کی وجہ سے خوف کے باعث بے ہوش ہو گئی تھیں اور تمہیں ہوش میں لانے کے لیے ان کو تمہیں چھونا پڑا ہوگا۔" وہ اس کی بات قطع کر کے اعتماد سے گویا ہوئی۔

"چھونا پڑا ہوگا؟" اس کی نگاہوں میں وہ منظر پوری طرح تازہ ہو گیا۔ جب آنکھ کھلنے پر اس کو بے حد قریب پایا تھا اور اس کو آنکھ کھولتے دیکھ کر وہ بھی ایسے گھبرا گیا تھا جیسے کوئی چور چوری کرتے ہوئے پکڑا جائے۔

"تمہارا مطلب ہے میں جھوٹ کہہ رہی ہوں؟" اس کا انداز ہذیانی ہوا۔

"نہیں' تم خود کو ریلیکس کرو' اس مسئلے کا حل تب ہی نکلے گا۔" عاکفہ اس کی جذباتی کیفیت دیکھ کر اس کا ہاتھ تھام کر محبت سے بولی۔ بالی نے پُر تکلف چائے کا اہتمام کرلیا تھا کیونکہ کھانے کا دونوں ہی منع کر چکی تھیں پھر عاکفہ اور بالی نے مختلف باتوں میں لگا کر اس کا ذہن بٹایا' جس سے کافی حد تک وہ ریلیکس ہوئی تھی۔

"ممّا انتظار کررہی ہیں انشی! پلیز میرے جانے کے بعد رونے نہیں بیٹھ جانا" میں نے غصے میں نوفل بھائی کو کھری کھری سنائی تھیں اور بے فکر رہو ان کو بخشنے والی میں اب بھی نہیں ہوں۔ بس تم اب کسی انشی سید کی سوچ کو دل میں جگہ نہیں دینا مجھے تمہاری فکر رہے گی۔"

"اس کمینے کا نام مت لو بہت دو غلا بندہ ہے وہ۔"

"اوکے۔" وہ اس سے مل کر چلی گئی بالی گیٹ تک اسے چھوڑنے گئی تھی پھر آ کر وہ انشراح کا سر دبانے لگی اور سوچ کر گویا ہوئی۔

"بے بی تم کو منع بھی کیا تھا مت جاؤ گھر سے مگر تم کسی کی سنتی کب ہو؟"

"مجھے کیا معلوم تھا چھوٹے شیطان سے بچ کر جا رہی ہوں باہر بڑا شیطان مل جائے گا' خاندانی کمینے لوگ ہیں وہ سب ایک سے بڑھ کر ایک ذلیل۔" نوفل کے خلاف اس کا اشتعال کم ہونے میں نہیں آ رہا تھا۔

"دفع کرو انشی' اللہ نے تمہاری عزت محفوظ رکھی یہ بہت شکر ہے اس کا تم ماسی کو کیا جواب دو گی؟ وہ بہت غصے میں تھی پھر بار بار لاریب تمہارا پوچھ رہا تھا اس سے علیحدہ ڈھیروں جھوٹ بولے۔"

"اب نانی کو فیصلہ کرنا ہوگا وہ اگر لاریب کو گھر میں آنے کی اجازت دیں گی تو...... میں روم سے کسی قیمت پر باہر نہیں آؤں گی۔"

"ایسا ہوا تو ماسی تمہارا قتل کر دے گی۔"

"ہونہہ' مجھے کوئی ڈر نہیں اور سنو جو ابھی تم نے سنا ہے وہ نانی کو بالکل نہیں بتانا خوامخواہ وہ بات کو طول دیں گی۔"

"میں کب بتانے والی ہوں۔" وہ مسکرائی۔

❀ ❀ ❀

وہ حیرانی سے کھڑا ہوا تھا بے تکلف انداز میں سلام کا جواب دیتا ہوا۔

"کیسے ہیں آپ؟" وہ مسکراتی ہوئی اس سے گویا ہوئی۔

"فائن...... " وہ ابھی تک کھڑا ہوا تھا حیرت کی بات تھی وہ جب بھی اس گھر میں آیا تھا بوڑھی ملازمہ بوا کے علاوہ کوئی بھی اس کے سامنے نہیں آیا تھا ماسوائے ایک بار کے جب زید کی کزن اس کے سامنے آئی تھی بہت گھبرائی بوکھلائی سی تھی وہ کر فوراً ہی ٹرالی دے کر چلی گئی تھی اور یہ لڑکی بہت اعتماد و بے تکلفی سے سامنے کھڑی تھی۔

"آپ نے شاید پہچانا نہیں ہے مجھے؟" مائدہ مسکرائی۔

"جی۔" لڑکیوں سے فلرٹ کرنا اس کا شغل تھا لیکن اس ٹائم وہ جہاں تھا۔ وہ اس کے بہترین دوست کا گھر تھا یہاں اس کی جھکی جھکی نگاہیں جھکی رہیں۔

"میں مائدہ ہوں زید بھائی کی بہن یاد آیا آپ کو؟" اس کے لہجے میں احترام و اجتناب بھرا ہوا تھا۔

"میں تو آپ کو دیکھتے ہی پہچان گئی تھی کہ آپ جنید ہیں۔"

"زید کہاں ہیں؟" اس کو بے تکلفی سے اپنا نام پکارنا عجیب لگا۔

"ارے آپ ابھی تک کھڑے ہیں' بیٹھیں نا۔ بھائی آ رہے ہیں وہ فریش ہونے گئے ہیں۔" وال کلاک دیکھتی ہوئی بتایا۔

"آپ کیا لیں گے چائے یا کولڈ ڈرنک؟"

"نہیں' شکریہ۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

"آپ تکلف کر رہے ہیں؟"

"تکلف کیوں کروں گا؟ زید کا گھر میرا گھر ہے۔"

"پھر بتائیں کیا لاؤں آپ کے لیے؟" وہ اصرار کرنے لگی۔

"میرا زید کے ساتھ کسی ہوٹل میں ڈنر کا ارادہ ہے دیر ہو جائے تو ہم نکلیں گے آپ پریشان مت ہوں۔"

"میں کوئی لائٹ سا ڈرنک لاتی ہوں' آپ اس طرح جائیں گے تو بھائی خفا ہوں گے اور بے فکر رہیں ڈرنک سے آپ کا پیٹ نہیں بھرے گا۔" وہ کہہ کر مسکراتی ہوئی چلی گئی۔ جنید اس کی بے تکلفی پر حیران و پریشان رہ گیا تھا۔

کھانے کی ٹیبل پر سب ہی جمع تھے ہلکی پھلکی باتوں کے دوران کھانا کھایا جارہا تھا۔ وہ ماما کے خیال سے ڈنر کے لیے آ گیا تھا مگر اس کا دل ہر چیز سے بے زار ہو رہا تھا۔ ماما نے اس کی پلیٹ میں روسٹڈ چکن اور سلاد و رائتہ ڈالتے ہوئے پلیٹ اس کے آگے بڑھائی تھی۔

"یہ سبزی کباب اور چکن چلی رائس بھی امینہ نوفل کو دیں۔" یوسف صاحب نے کھانا سرو کرتی ملازمہ کو حکم دیا۔

"مجھے بھوک نہیں ہے پاپا۔" وہ امینہ کو ہاتھ کے اشارے سے منع کرتا ہوا بولا۔

"چکن شاشلک اور ریشمی کباب ٹرائی کر کے تو دیکھیں بیٹا۔" یوسف صاحب نے بھی شفقت سے کہا۔

"چچا جان میرا بالکل بھی موڈ نہیں ہے میں تو بس آپ لوگوں کا ساتھ دینے بیٹھ گیا ہوں۔" اس نے ان سب کی نگاہیں خود پر مرکوز دیکھ کر نارمل لہجے میں کہا۔

"ہر سال عکرمہ بھائی کی برسی کے بعد آپ اسی طرح گم صم ہو کر رہ جاتے ہیں۔ ایک عرصہ ہو گیا ہے ان کو ہم سے جدا ہوئے اب تک آپ اس بری طرح اپ سیٹ ہو جاتے ہیں۔" سامعہ کے لہجے میں بھی ممتا بھرا گداز تھا ماما اور حمرہ بھی اس کو محبت سے دیکھ رہی تھیں۔

"عکرمہ محبت بھی دل و جان سے کرتا تھا نوفل سے۔" یوسف صاحب جو آج کل خود کھوئے کھوئے تھے بھائی کو یاد کر کے افسردہ ہو گئے اور یہ افسردگی ماحول میں سرایت کر گئی تھی پھر سب کھانے میں مصروف ہو گئے تھے۔

کوئی کچھ نہیں بولا اور نوفل کو کچھ طمانیت محسوس ہوئی تھی کہ وہ اس کی خاموشی کو کچھ اور رنگ دے گئے تھے۔ اس کو ڈر تھا ماما نے اس کی آزردگی کا پوچھا تو وہ ان سے چھپا نہیں سکے گا اور پھر بات کہاں سے کہاں پہنچتی اس کو اندازہ نہ تھا۔ لاریب وہاں بیٹھا بظاہر سر جھکائے کھانا کھا رہا تھا مگر ساتھ ہی وہ نوفل کی خود پر پڑنے والی پرتپش نگاہوں کو محسوس کر رہا تھا۔

"مجھے تم سے بات کرنی ہے میرے روم میں آؤ۔" وہ جاتے ہوئے سرگوشی میں کہہ گیا تھا اور لاریب اندر ہی اندر سہم گیا تھا۔

"کیا اس کو پتا چل گیا کہ میں انشراح کو فالو کر رہا ہوں؟" وہ نہ اپنے روم میں گیا نہ ہی نوفل کے بلکہ لان کے عقبی حصے میں آ گیا تھا جہاں گھنے درختوں کا طویل سلسلہ تھا۔

"اس نے مجھے سختی سے وارن کیا تھا کہ میں اس کے آس پاس بھی دکھائی نہ دوں ورنہ وہ بہت بری طرح سے پیش آئے گا۔" وہ پریشانی سے اِدھر اُدھر ٹہل رہا تھا سبز گھاس اس کے قدموں تلے بری طرح کچلی جارہی تھی معاً کچھ دیر بعد قدموں کی آہٹیں ابھریں اور نوفل اس کے سامنے کھڑا تھا۔

"میں نے تمہیں روم میں بلایا تھا اور تم یہاں ہو؟" وہ سینے پر بازو لپیٹے سامنے کھڑا تھا بے حد بگڑے تیوروں کے ساتھ۔

"وہ...... وہ مجھے کھانا ہضم نہیں ہوا عجیب سی طبیعت ہو رہی ہے میں نے سوچا واک کرلوں گا تو کچھ بہتر فیل کروں گا۔" وہ اس کو دیکھ کر ششدر کر گویا ہوا۔

"ایک بات بتاؤ سچ سچ؟" لہجہ از حد سنجیدہ تھا۔ وہ اس کے پریشان و بوکھلائے ہوئے چہرے کو دیکھ رہا تھا اور اس کے کانوں میں انشراح کی نفرت آمیز باتیں گونجنے لگی تھیں۔

"تم اور تمہارا وہ کمینہ بھائی دنیا کے ذلیل ترین انسان ہو۔"

"تم انشراح کو فالو کر رہے ہو؟" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

"نہیں وہ اس کی بہن......"

"میں اس کی بات کر رہا ہوں اس کی بہن کی نہیں۔"

"یہی بتا رہا ہوں ایک شام اس کی بہن یعنی آنٹی سے ملاقات ہو گئی تھی وہ زبردستی مجھے اپنے ساتھ گھر لے گئی تھیں۔"

"زبردستی...... میرا مطلب ہے کن پوائنٹ پر؟" وہ سخت لہجے میں غرایا۔

"نہیں وہ کہنے لگیں ہمارے گھر میں کوئی مرد نہیں ہے ہم اکیلی عورتیں ہیں پریشانی ہوتی ہے ہمیں۔ تم میرے بیٹے بن جاؤ اور میں انکار نہ کر سکا تھا۔" جلدی جلدی اس نے خود کو کمپوز کیا۔

"اس بڑھیا کے بیٹے بن کر تم انشراح کے ماموں بن گئے ہو؟"
"جو ماموں بناتے ہیں وہ ماموں کہاں بنتے ہیں بھائی؟" اس نے اندر ہی اندر سوچتے ہوئے قہقہہ لگایا۔
"ہاں ایسا ہی سمجھ لو تم۔" آہستگی سے بولا۔
"اچھا اب تم مجھے ماموں بنانے کی سعی کر رہے ہو جس میں کبھی بھی کامیاب نہیں ہو گے اس کے راستے سے ہٹ جاؤ۔"
"او کے ہٹ گیا سمجھو۔ یہ بتاؤ مجھے راستے سے ہٹا کر تم اس کے راستے پر چل رہے ہو؟" وہ غور سے اس کی طرف دیکھ کر بولا۔
"شٹ اپ...... فضول بات مت کرو۔"
"فضول بات نہیں ہے دوسروں کی طرف انگلی وہ اٹھاتے ہیں جن کے اپنے دامن صاف ہوتے ہیں اور تم تو چھپے رستم نکلے یار' میں جو ہوں' جیسا ہوں سب جانتے ہیں میرے بارے میں' تمہاری طرح میں مولانا پن کے ڈھونگ نہیں کرتا ہوں۔" خوف' گھبراہٹ دبے چند لمحوں میں غائب ہوئی تھی' وہ بڑے اعتماد سے کھڑا تھا۔
"تمہیں خود بھی نہیں معلوم تم کیا بکواس کر رہے ہو پھر بھلا مجھ کو کیا سمجھاؤ گے کیسا مولانا پن؟" اس کے انداز میں بے پروائی تھی۔
"یہ اپنے بازو پر دیکھیں لپ اسٹک کے نشان......" وہ اس کی آستین پر اوپر کے سائیڈ لگے سرخ رنگ کے نشانات کی طرف اشارہ کر کے ذومعنی لہجے میں گویا ہوا اور نوفل چند لمحے لب بھینچے کھڑا رہا۔
"تم کب سے یہ کھیل کھیلنے لگے؟ مرد ہونے کا ثبوت دے ہی دیا تم نے' میں سوچ رہا تھا تم عورت کے لیے نہیں بنے......" اس نے بھی چونک کر بازو کی طرف دیکھا جہاں دو تین سرخ بے ترتیب سے نشانات تھے لیکن کوئی نشان نقوش کو واضح نہیں کرتا تھا۔
"کون ہے وہ اپسرا جس نے تم جیسے پتھر کو نرم کر دیا؟" چند لمحے قبل خوف زدہ ہونے والے لاریب میں یک دم ہی اعتماد بھر چکا تھا اور بھرتا کیوں نہیں' ایک ایسے شخص کے راز سے وہ آگاہ ہوا تھا جو اس کی عیاشیوں کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ تھا۔
"کہیں وہ اپسرا انشراح ہی تو نہیں؟ آپ نے ہی تم سے میری شکایت کی ہے' ہوں وہ ہی ہو گی اس نے ہی کہا ہے تم سے میرے بارے میں۔ وہ میسنی' میرے سامنے نہیں آتی' نخرے دکھاتی ہے اور تمہارے ساتھ مزے اڑاتی ہے بچ......" وہ غصے سے گویا ہوا تھا۔
"شٹ اپ' تم کس طرح کسی لڑکی کو گالی دے سکتے ہو؟" نوفل نے بھرپور تھپڑ اس کے منہ پر مارتے ہوئے کہا۔
"اس کی خاطر تم نے مجھے مارا......" وہ صدمہ سے بولا۔
"اگر آئندہ تم نے میرا نام کسی لڑکی کے ساتھ انوالو کرنے کی کوشش کی تو میں تم کو جان سے مار دوں گا سمجھے۔" وہ اشتعال پر قابو نہ پا سکا۔
"جب تمہارے اور انشراح درمیان کچھ نہیں چل رہا پھر تم اس کی اتنی کیئر کیوں کر رہے ہو' کیوں سائیڈ لیتے ہو اس کی؟"
"میں نہیں چاہتا کوئی لڑکی برباد ہو خواہ وہ کوئی بھی ہو۔ یہ بات ذہن میں رکھنا اب تمہیں کوئی رعایت نہیں ملے گی۔" وہ وارن کر کے چلا گیا۔
"اس تھپڑ کی قیمت کسی اور کو ادا کرنی ہو گی' جلد کرنی ہو گی۔" وہ عزم سے بڑبڑایا۔

❀......❀......❀

اب آیا ہے خوشیاں منانے موسم
بساط محبت بچھانے کا موسم
گلستاں گلستاں چٹکتی ہیں کلیاں
یہ موسم ہے غنچے کھلانے کا موسم
فضاؤں میں مستی سی چھائی ہوئی ہے
ہے پھولوں سے آنگن سجانے کا موسم
بڑی نرم رو ہے یہ باد بہاری
ہے صحرا میں سبزہ اگانے کا موسم

جنید کو بار بار آنے والی کال کو بالآخر ریسیو کرنا ہی پڑا۔
"کب سے کال کررہی ہوں آپ ہیں کہ......"
"اور میں تمہیں کہہ چکا ہوں پلیز پیچھا چھوڑ دو میرا مجھے تم سے فرینڈ شپ نہیں کرنی۔" وہ رسانیت سے اس کو سمجھا رہا تھا۔
"آپ جانتے ہیں میں زید کی بہن ہوں۔"
"ہاں زید کی بہن میری بہن ہے۔"
"شادی سے پہلے سب ہی بہن بھائی ہوتے ہیں یہ معلوم ہوگا آپ کو۔" وہ کھلکھلائی۔
"مائدہ......" شدید تعجب سے وہ بس یہی کہہ سکا۔
"ہا......آپ کے منہ سے اپنا نام سن کر محسوس ہوا میرا نام کس قدر خوب صورت ہے پلیز پھر پکاریں میرا نام۔" دوسری طرف سے بے تابی سے کہا گیا تھا جنید سر تھام کر رہ گیا۔
"میں تم سے کسی صورت بھی دوستی نہیں کرسکتا پلیز اب مذاق کرنا بند کرو پورا ہفتہ ہوگیا ہے تمہیں تنگ کرتے ہوئے مذاق کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔"
"مذاق...... آپ اس کو مذاق سمجھ رہے ہیں؟ یہ میری زندگی اور موت کا مسئلہ ہے اور آپ کو مذاق لگ رہا ہے۔" اس کی آواز میں رنجیدگی درآئی۔
"تم بالکل بے وقوف لڑکی ہو ایک ہی بار کسی کو دیکھ کر فدا نہیں ہوا جاتا اور نہ ہی زندگی و موت کا مسئلہ بنتا ہے۔" اس کی ہٹ دھرمی پر اسے غصہ آنے لگا۔
"اب مجھے احمق کہیں یا بے وقوف میں ایک نظر کی محبت کا شکار ہوگئی ہوں اور یہ ایک نظر کی محبت صرف ایک بار ہی ہوتی ہے بار بار ہونے والی محبت نہیں ہے یہ۔"
"میری بہت ساری لڑکیوں سے فرینڈ شپ ہے آل ریڈی میرے پاس ان گنت گرل فرینڈز ہیں اور ان میں تمہاری جگہ ہی نہیں بنتی کہیں بھی۔" اس نے پیچھا چھڑانے کے لیے سچائی کا سہارا لیا تھا دوسری طرف چند لمحے خاموشی رہی۔
"تھینکس گاڈ! بات تمہاری سمجھ میں آ گئی ہے بائے۔" لائن ڈسکنکٹ ہونے سے پہلے وہ بول اٹھی۔
"آپ کی دوستی ساری دنیا کی لڑکیوں سے کیوں نہ ہو مجھے کوئی اعتراض نہیں کیونکہ وہ آپ کی فرینڈز ہیں اور میں آپ سے محبت کرتی ہوں۔ محبت کا پھول کانٹوں میں کھلتا ہے اور میں بھی آپ کی فرینڈز کو کانٹوں کی طرح برداشت کرلوں گی لیکن آپ سے دست بردار ہونا میرے لیے موت ہے۔" بڑی شدتوں سے محبت کا اظہار کرکے فون بند ہوگیا تھا۔
موبائل اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا پچھلے ہفتے سے وہ سخت ڈپریشن میں تھا۔ زید کے گھر ہونے والی مائدہ سے ملاقات وبال جان بن گئی تھی۔ مائدہ کو اس نے زید کی بہن کی طرح ہی عزت و توقیر دی تھی۔ وہ دل پھینک قسم کا فلرٹی نوجوان تھا لیکن یہاں زید کی دوستی کا پاس رکھا تھا اپنی نگاہوں کو بے حجاب نہیں ہونے دیا مگر معاملہ الٹ نکلا تھا۔
مائدہ کا پہلی ملاقات میں اتنا فری ہونا اسے عجیب سا لگا تھا کیونکہ زید جیسے باکردار و شریف نوجوان کی بہن ہونے کے ناطے وہ اسے بھی اپنی بہن سمجھتا تھا اور ایک غلط نظر بھی اس کی طرف نہ اٹھی تھی جبکہ اس نے اس دن بے تکلف ہونے کی کوشش کی تھی گریز و اجتناب کے باوجود وہ پیچھے نہیں ہٹی تھی اور پھر زید کے موبائل سے اس کا نمبر لے کر وہ ہفتے بھر سے متواتر کالز کررہی تھی۔ پہلے پہل اس نے نرمی سے سمجھایا پھر غصے سے سمجھانے کی سعی کی اور وہ نہ سمجھنے کا تہیہ کیے بیٹھی تھی۔ اس کو یہی خوف کسی ناگ کی مانند ڈس رہا تھا کہ زید کو معلوم ہوا تو وہ کیا ری ایکٹ کرے گا؟ پہلے ہی وہ اس کی فلرٹ طبیعت سے بے زار تھا دوسری لڑکیوں کی حمایت میں اسے سدھرنے کی ہدایت کرتا تھا اور اس کو اپنی بہن کے افیئر کا معلوم ہوگا تو وہ کس طرح اس کو بے قصور سمجھے گا؟ وہ کس طرح یقین کرے گا کہ یہاں وہ سراسر بے خطا ہے؟ وہ جو دوسروں کی بہنوں کی خاطر اس سے لڑا کرتا تھا جب اپنی بہن کے متعلق جانے گا تو پھر...... کسی صورت وہ معاف کرنے والا نہیں تھا یہی سوچ اور فکر نے اس کو متوحش کرکے رکھا ہوا تھا ساری سرگرمیاں گم ہوگئی تھیں۔
"صاحب......وہ زید صاحب آئے ہیں۔" ملازم نے آ کر اطلاع دی۔

"ز...... زید آیا ہے؟" اس کے چہرے کا رنگ فق ہوگیا۔ "جا کر کہہ دو میں گھر میں نہیں ہوں۔" اس کا دل عجیب انداز میں دھڑک رہا تھا زید کو معلوم ہوگیا تھا۔

"صاحب! میں نے تو کہہ دیا آپ گھر میں ہیں۔" ملازم پریشان ہوا۔

"ایڈیٹ...... مجھ سے پوچھا نہیں تم نے' کیوں؟" وہ آپے سے باہر ہوا۔

"صاحب...... آپ نے پہلے کہا ہی نہیں۔" ملازم حیران و پریشان تھا کہ پہلے کبھی بھی اس طرح اعتراض نہیں ہوا تھا۔

❁ ❁ ❁

بلا سوچے سمجھے کیے گئے کام کبھی فائدہ مند ثابت نہیں ہوتے' یہی اس کے ساتھ ہوا تھا کہ وہ جس شدت کے ساتھ انشراح سے دور بھاگنا چاہتا تھا وہ اتنی ہی سرعت سے کسی نہ کسی اتفاق سے قریب آرہی تھی' کوئی نہ کوئی حادثہ کوئی نہ کوئی بے ساختگی اس طرح سرزد ہوجاتی تھی کہ وہ دونوں اضطراب میں مبتلا رہتا اور اب بھی ایک ہفتہ گزر گیا تھا۔ اس کے اور انشراح کے درمیان ہونے والی غلط فہمی کو ہفتہ ہوچکا تھا' کچھ دن بعد سے ہی اس نے یونیورسٹی آنا شروع کردیا تھا' پاؤں کا زخم اس کا ٹھیک ہوچکا تھا لیکن مزاج ابھی تک خراب ہی تھے۔ جس راستے پر وہ ہوتا تھا' انشراح وہ راستہ ہی چھوڑ دیا کرتی۔

پہلی دفعہ اس کو احساس ہوا تھا' حقارت سے کسی کو ٹھکرانا' نفرت سے نظر انداز کردینا کس بری طرح سے ڈسٹرب کردیتا ہے' انسان قصور وار نہ ہوتے ہوئے بھی خود کو مجرم سمجھنے لگتا ہے' ویسے بائی نیچر وہ اس کو خاطر میں لانے والا نہ تھا' بس اتفاقیہ ہی ڈیپارٹمنٹ سے گزرتے ہوئے ان کی نظریں ٹکرائی تھیں اور اس کی نگاہوں میں جو اپنے لیے نفرت و حقارت دیکھی تھی وہ اس کو جھنجھوڑ گئی تھی جو چیخ چیخ کر کہہ رہی تھی۔

"وہ ایک بدکردار و بے حیت انسان ہے۔" وہ ایک لمحہ اس کی حیات پر بھاری گزرا تھا' مضبوط کردار اور بے داغ ماضی ایک دم ہی کھوکھلا و ناپائیدار محسوس ہونے لگا تھا' وہ وہاں سے ایسے منہ بنا کر گزری تھی گویا کوئی سڑاند زدہ جگہ ہو۔ عائزہ بھی بڑی ثابت قدمی سے دوستی کا ساتھ دے رہی تھی اپنی ناراضگی کے اظہار کے لیے اس نے بات چیت بند کر رکھی تھی۔

بابر آتے جاتے طنز کے تیر برسانا اپنا جائز حق سمجھتا تھا' ان سب رویوں نے اسے ان سب سے دور و بے زار کر ڈالا تھا' پھر اسے یاد آیا' یہ سب مکافات عمل ہے' کل اس نے چال چلی تھی اور انشراح کو سب سے دور کردیا تھا اور آج وہ اپنی ہی بے وقوفی کے ہاتھوں سب سے دور ہوگیا تھا' جو سب سے زیادہ بے چین کر رہا تھا وہ بابر کا غصہ اور عائزہ کی خفگی تھی۔ نامعلوم کب سادہ لوح' خوش مزاج اور حساس طبیعت کی مالک عائزہ اس کو سچ بہنوں کی طرح عزیز ہوگئی تھی وہ جو کسی کے آگے غلط بیانی کرنے یا صفائی پیش کرنے کو پسند نہ کرتا تھا' عائزہ کے سامنے ہر بات صاف صاف کہہ گیا تھا۔

"میری بات پر اب بھی یقین نہیں کیا تم کو عائزہ؟" اس کو خاموشی سے سر جھکائے دیکھ کر نوفل نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"یہ بات نہیں ہے نوفل بھائی' دراصل آپ سے میں شرمندہ ہوں کہ اُشی کی حالت دیکھ کر میں اتنی اپ سیٹ ہوگئی تھی کہ کچھ سوچے سمجھے بنا ہی میں آپ سے بدگمان ہوگئی۔" وہ سخت شرمندہ ہو رہی تھی۔

"اٹس اوکے' مجھے آئیڈیا ہے تمہاری اس وقت کی فیلنگز کا اس لیے میں نے چپ رہنا ہی مناسب سمجھا تھا کہ بعض اوقات خاموشی چبھتی تو ہے مگر وقت گزرنے پر سودمند محسوس ہوتی ہے۔" وہ کہہ کر کولڈ ڈرنک پینے لگا۔

"معاملہ عائزہ کے سامنے کلیئر ہونے کا کوئی رزلٹ نہیں نکلے گا' سارا معاملہ انشراح کے سامنے کلیئر کرنے کا۔ غلط فہمی کا شکار وہ ہوئی ہے اور بہت عجیب سا بی ہیویئر میں دور سے ہی اس میں محسوس کر رہا ہوں وہ ان کانفیڈنٹ ہوگئی ہے۔" وہاں موجود بابر نے کہا۔

"ہاں' وہ وہموں کا شکار بن گئی ہے دراصل اس کو جب ہوش آیا تو وہ آپ کے اتنی قریب تھی تب سے ہی اس کو لگتا ہے اس کی بے ہوشی سے ناجائز فائدہ اٹھایا گیا ہے' کوشش کے باوجود اس ڈپریشن سے باہر نہیں نکل پا رہی۔" عائزہ نے حیا کی چادر کو تھامے ہوئے انشراح کی کیفیت بیان کردی۔

"شاید اس کو کہتے ہیں نیکی گلے پڑنا' اگر کوئی مر رہا ہو تو اس کو مرنے دو نہیں تو وہ آپ کو زندہ نہیں رہنے دے گا ہونہہ اسٹوپڈ۔" غصے سے اس کا وجیہہ چہرہ قندھاری انار بن گیا تھا۔

"غلطی تمہاری ہے بھگتنی تمہیں ہی پڑے گی اب بھگتو ہر وقت تمہارے اندر اشتعال کا جو ایندھن جلتا رہتا ہے یہ سب اس کا ہی کمال ہے۔"

"تم خاموش رہو پلیز۔" اس نے خفگی سے کہا۔

"آپ اس سے ایک بار سوری کرلیں تو فل بھائی......"

"میں اور اس سے سوری کرلوں؟" اس کی پیشانی شکن آلود ہوئی۔

"ہوں کیا حرج ہے؟" بابر نے شانے اچکائے۔

"تو......نو۔" وہ عائلہ کے جانے کے بعد وہیں کینٹین میں بیٹھے تھے۔

"یہ ہٹ دھرمی سوٹ نہیں کر رہی تمہیں اس معاملے میں۔"

"جب میں نے کچھ کیا ہی نہیں ہے پھر معافی کس بات کی؟"

"تم نے کچھ نہیں کیا اس بات کو میں بھی مانتا ہوں اور عائلہ بھی یقین کرتی ہے مگر میری جان! اصل یقین جس ہستی کو کرنا ہے وہ ہی جب یقین نہیں کر رہی تو پھر تم پر کون یقین کرے گا؟ خاصے قابل اعتراض وقت میں اس کو ہوش آیا تھا اور سچ یہ ہے کہ اس سچ پر یقین کرنا بھی ناممکن سا ہے۔"

"جھوٹ ایک بے جان وجود کی مانند ہوتا ہے جو وقت پڑنے پر حق کی صدا بلند نہیں کرسکتا اور پکڑا جاتا ہے مگر سچ وہ طاقت ہے جو نہ ماننے والے کو بھی ماننے پر مجبور کردیتا ہے اور میرے سچ میں اتنی طاقت ہے کہ وہ خود کو منوالے گا آج نہیں تو کل میرا دعویٰ ہے۔"
اس نے پُریقین لہجے میں کہا اور بابر سر ہلا کر رہ گیا۔

❁......❁......❁

اگر کسی کی آنکھ جو پُر نم نہیں ہے
نہ سمجھو یہ کہ اس کو غم نہیں ہے
میں تم کو چاہ کر پچھتا رہا ہوں
کوئی اس زخم کا مرہم نہیں ہے

"زید......کچھ تم ہوگا آپ کے پاس ضروری مشورہ لینا ہے۔" منور صاحب نے اس کو آج آفس سے جلدی آتے دیکھ کر محبت سے کہا۔

"جی آپ کہیے کیا مشورہ کرنا چاہتے ہیں؟" وہ بریف کیس اور کوٹ وہیں رکھ کر سنجیدگی سے گویا ہوا۔

"اپنی سودہ ہے نا اس کی پھوپو کو آپ جانتے ہیں وہ ایک عرصے سے سودہ کا رشتہ اپنے بیٹے پیارے میاں سے کرنے کی خواہش رکھتی ہیں۔"

"جی اچھی آپا سے واقف ہوں مگر کبھی پیارے صاحب سے ملنا نہیں ہوا۔" وہ بے حد سنجیدہ تھا۔

"پرسوں ہی ہم گئے تھے وہاں ملاقات ہوئی تھی ماں باپ اور بہنوں کی بہ نسبت بہت سلجھا ہوا با اخلاق بچہ ہے۔ شارجہ کی کسی بڑی آئل ریفائنری میں انجینئر ہے دولت کی کمی نہیں اور بندہ بھی نائس ہے۔" وہ بڑے متاثر لگ رہے تھے زید ہونٹ بھینچے خاموش رہا۔

"میں یہی مشورہ لینا چاہ رہا تھا آپ کی کیا مرضی ہے پیارے میاں کا رشتہ قبول کرلیا جائے یا نہیں آپ کی کیا رائے ہے بیٹا؟"
اس کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا تھا ہر سُو دھواں دھواں لگ رہا تھا زبان اکڑ کر خشک ہوگئی۔

"بوا......پانی لائیں۔" از حد شدت سے پیاس جاگی تھی بوا جھٹ سے پانی کا ٹھنڈا ٹھار گلاس لے کر آئی تھیں۔

"چائے لاؤں بیٹا؟ صوفیہ بی نے پکوڑے اور سموسے بھی تیار کیے ہیں۔" وہ خالی گلاس لیتے ہوئے دلار سے پوچھنے لگی تھیں۔

"تمہارے بوا نیکی اور پوچھ پوچھ؟ پہلی فرصت میں لے آئیں۔" منور چٹورے پن سے گویا ہوئے اور بوا مسکراتی ہوئیں چلی گئیں۔

"تایا جان آپ اس بارے میں پاپا سے مشورہ کرلیں تو بہتر ہوگا۔ میں بھلا کیا بتاؤں آپ کو مجھے تو تجربہ بالکل بھی نہیں ہے اس معاملے میں۔ پاپا ویسے بھی اس معاملے کو اچھی طرح ہینڈل کریں گے۔" زیادہ دیر خاموش رہنا اس کو مناسب نہیں لگا۔

"بھائی جان سے بات ہوئی ہے میری اُنہوں نے کہا ہے کہ آپ سے مشورہ کروں اور جو آپ کا فیصلہ ہوگا وہی ان کا اور میرا بھی فیصلہ ہوگا۔"

"میرا فیصلہ؟" اس نے چونک کر ان کی طرف دیکھا۔

"جی آپ کا..... بی کوز آپ بھی اس گھر کے بیٹے ہیں آپ کی رائے اور مشورے کی بھی بڑی اہمیت ہے۔" ان کے انداز میں خوشدلی تھی۔

"لیکن اتنی جلدی کیوں کر رہے ہیں ابھی وہ پڑھ رہی ہے۔"

"یہ اس کا لاسٹ ایئر ہے صوفیہ جلد از جلد اس کے فرض سے سبکدوش ہونا چاہتی ہے اور ابھی صرف منگنی ہوگی' چھ ماہ بعد شادی کردیں گے یتیم بچی ہے وہ وقت پر رخصت ہوجانا ہی اس کے حق میں بہتر ہے۔"

"ٹھیک ہے پھر اس پرپوزل کو قبول کرلیجیے۔"

❁......❁......❁

مدثر صاحب نے موبائل بڑی بے دلی سے رکھا اور لیٹ گئے تھے۔ ان کے چہرے پر افسردگی و ملال کے گہرے رنگ چھائے ہوئے تھے قریب بیٹھی عروسہ نے شوہر کے تاثرات شدت سے نوٹ کیے تھے جو منور کی کال آنے پر بے حد اداس ہوگئے تھے۔

"آپ اتنے اپ سیٹ کیوں ہوگئے ہیں؟ جبکہ آپ کو پہلے سے اندازہ تھا کہ زید کا جواب یہی ہوگا وہ سودہ کو کبھی پسند نہیں کریں گے۔"

"اندازہ تھا مجھے لیکن نہ جانے کیوں اس دن زید کو سودہ کے پاؤں کی بینڈیج کرتے دیکھ کر دل میں ایک خیال سا آیا تھا شاید اس کے دل میں سودہ کے لیے کوئی سوفٹ کارنر پیدا ہوگیا ہے ورنہ میں جانتا ہوں۔ وہ جتنی نفرت مجھ سے کرتا ہے اتنی ہی سودہ سے نفرت اس کے دل میں ہے۔"

"پھر آپ نے کیوں منور بھائی سے کہا زید سے مشورہ کرنے کا خوامخواہ خود نے بھی اس کی ڈور تھام کر رکھی اور منور بھائی سے بھی اصرار کیا اور اب یہاں خود رنجیدہ ہو رہے ہیں وہاں وہ ہوں گے۔" عروسہ کا لہجہ ہمدردی و تفکر لیے ہوئے تھا۔

"خواہش ہم سب کی یہی ہے زید و سودہ کو ساتھ دیکھیں اسی آرزو نے امید کا دامن تھام لیا تھا کہ شاید.....زید عمرانہ کے سحر سے آزاد ہوچکا ہے اس کی اصلیت سے آگاہی مل گئی ہے اسے مگر....." وہ بات ادھوری چھوڑ کر گہرے گہرے سانس لینے لگے تھے۔

"پلیز مدثر" کام ڈاؤن' ڈاکٹر نے آپ کو ڈپریشن سے بالکل دور رہنے کا کہا ہے آپ کچھ بھی نہ سوچیں' جو بات آپ کے اختیار میں نہیں اس کے متعلق سوچنا آپ کے دل کی تکلیف کو بڑھانے کے سوا اور کچھ نہیں ہوگا اور یہ سوچ کہ آپ زیادتی کررہے ہیں کہ زید ماں سے متنفر ہوجائیں گے۔ ماں کیسی بھی ہو بچوں کے لیے ماں سے بڑھ کر پیار کرنے والا کوئی اور نہیں ہوسکتا۔"

"کیسی عورت ہو عروسہ' ہمیشہ اس عورت کی حمایت لیتی ہو جو تمہارا نام بھی سننا گوارا نہیں کرتی' یہاں رہ کر بھی تم وہاں کے لوگوں سے واقف ہو حالات و واقعات سے باخبر رہتی ہو سب سے محبت کرتی ہو۔" انہوں نے محبت سے ان کا ہاتھ تھام کر کہا۔

"آپ کے اپنے لوگ میرے اپنے ہیں آپ کے حوالے سے مجھے بے حد عزیز ہیں۔ منور بھائی کو کال بیک کرکے کہہ دیں وہ بھی اداس نہ ہوں۔"

❁......❁......❁

یادِ ماضی عذاب ہے یارب
چھین لے مجھ سے حافظہ میرا
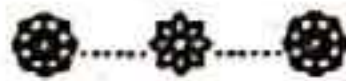
"اس بکواس کی وجہ صاف صاف بتادو تو بہتر ہے تمہارے حق میں۔" وہ موبائل پر سرد مہری سے گویا ہوئے۔

"میرے حق میں کیا بہتر ہے اور کیا نہیں یہ مجھ سے بہتر کون جان سکتا ہے' البتہ آپ نے میرے پیچھے نوفل کو لگا کر اپنے حق میں برا کیا ہے۔"

"میں نے نوفل سے کچھ نہیں کہا۔"

"پھر وہ کیوں میرا پیچھا کررہا ہے؟ اس کے خوف سے میں سرحد پار بیٹھا ہوں لیکن یہاں بھی میں خود کو محفوظ نہیں سمجھ رہا۔ ہر لمحہ ڈر رہتا ہے کہ وہ آئے گا اور مجھے ڈھونڈ نکالے گا۔" اس کا لہجہ اضطرابی تھا۔

"ہاں نوفل ایسا ہے وہ تم کو دنیا کے آخری کونے سے بھی ڈھونڈ سکتا ہے۔ تم نے غلط آدمی سے پنگا لیا ہے ابھی بھی وقت ہے دُم دبا کر بھاگ جاؤ ورنہ بھاگنے کا بھی موقع نہیں ملے گا۔" ان کے لہجے میں نوفل کے لیے تفخر و انبساط تھا۔

"میں بھاگتا نہیں ہوں بلکہ بھاگنے پر مجبور کردیتا ہوں ابھی تک صرف میں اس لیے بھاگ رہا ہوں کیونکہ میں نے آپ کے ماضی کی داستان نوفل کو نہیں سنائی اور سنادی تو پھر کون بھاگے گا آپ اچھی طرح جان سکتے ہیں۔" دوسری جانب سے سیف فاروقی کے لہجے میں دھمکی آمیز طنز تھا۔

"یہ گیدڑ بھبکیاں کسی اور کو دو میرا ماضی چاند کی مانند روشن تھا۔"

"چاند کی مانند ہاہاہا...... بھول گئے چاند میں بھی داغ ہوتا ہے اور داغ چاند میں ہو یا کردار میں سب داغ دار کردیتا ہے۔" یوسف صاحب چپ ہوگئے تھے ذہن میں آندھیوں کے جھکڑ چلنے لگے تھے۔

"لگتا ہے ماضی کے بجھے ہوئے چراغ جلنے لگے ہیں آنکھوں میں چھائے خود فریبی کے اندھیرے مٹنے لگے ہیں ڈیئس گڈ اب میرا کام ہوگا نہ میں پچھلے کئی ماہ سے جس کوشش میں تھا وہ اب بارآور ہوتی لگ رہی ہے۔"

"شٹ اپ یو ایڈیٹ......" انہوں نے غصے سے کہہ کر فون رکھ دیا اور سر پکڑ کر بیٹھ گئے تھے۔ ماضی کا وہ حصہ جو انہوں نے سب کی نگاہوں سے چھپا کر رکھا تھا وہ اب نمودار ہونے لگا تھا۔

❁......❁......❁

"انشراح...... تم کچن میں کام مت کیا کرو مجھے اچھا نہیں لگتا۔ یہ تمہارے نازک اور خوب صورت ہاتھ کام کے لیے نہیں بنے ہیں۔" وہ میکرونی بوائل کررہی تھی معاً نانی نے وہاں آکر کہا۔

"ارے میں کہاں کام کرتی ہوں نانی بس ذرا بھی کوکنگ کرنے کی کوشش کرتی ہوں وہ بھی پاستا یا پھر میکرونی وغیرہ ہی بناتی ہوں۔" وہ ساس پین میں چمچ چلاتی ہوئی گویا ہوئی۔

"اتنا بھی کرتی ہو تو بہت ہے ورنہ آج کل لڑکیوں کو انڈہ تک ابالنا نہیں آتا اور فیشن دنیا جہاں کے کرالو کم بختوں سے۔"

"چلو چھوڑو یہ سب بالی خود کرلے گی تم میرے ساتھ اندر چلو اور تو میرے لیے ایک کپ کڑک چائے لے کر لا فٹافٹ۔" وہ وہاں موجود بالی سے کہہ کر اس کا ہاتھ پکڑ کر وہاں سے لے گئی تھیں بالی نے پیچھے سے مسکراتے ہوئے خطرے کا نشان بنایا تھا اور وہ مسکرا کر رہ گئی تھی۔

"میں دیکھ رہی ہوں کچھ دنوں سے تم بہت خاموش اور الجھی الجھی رہتی ہو۔ کیا بات ہے مجھے نہیں بتاؤ گی؟ ایسی کیا بات ہے جو مجھ سے بھی چھپا رہی ہو؟" ایک عرصے بعد نانی اس سے خوشگوار موڈ میں گویا ہوئی تھیں جب سے لاریب ان کے درمیان آیا تھا دونوں کے تعلقات کشیدہ ہی رہا کرتے تھے۔

"آج کتنے ٹائم کے بعد آپ میری نانی لگ رہی ہیں ورنہ آپ تو مجھے پیار ہی کرنا بھول گئی تھیں مجھے ہر وقت آپ کی ضرورت رہتی ہے نانی جان۔" وہ ان سے لپٹ گئی اور انہوں نے بھی اس کو اپنی آغوش میں لے لیا تھا۔

"تم ہی مجھ سے دور ہوگئی تھیں بیٹا ہمارا ہے ہی کون روشن سات سمندر پار ہے یہاں ہم ہی ایک دوسرے کا سہارا ہیں۔ یہ بات اور ہے کہ وقتی سہارے کے لیے میں اِدھر اُدھر لوگوں سے میل ملاپ رکھتی ہوں پھر یہ ضروری بھی ہے لوگوں سے ہم دوستی نہیں کریں گے تو وہ خوانخواہ ہی ہمارے دشمن بن جائیں گے۔ دشمن بنانے سے بہتر ہے دوست بنایا جائے۔"

"آپ اچھے لوگوں سے دوستی کریں لاریب جیسے شخص سے نہیں۔" وہ دوستانہ موڈ میں تھیں اس کی بات سن کر ہنس کر بولیں۔

"کیوں دشمن بنتی ہو اس کی میری بچی بہت اچھا لڑکا ہے وہ بہت خیال کرتا ہے بہت فراخ دل ہے اس دور میں کون کس کو پوچھتا ہے۔"

"نہ پوچھیں وہ...... ہمیں کیا فرق پڑتا ہے بہت پیسہ ہے ہمارے پاس اس گرے ہوئے شخص کی کسی عنایت کی ضرورت نہیں۔"

اس کی نگاہوں میں نوفل کا چہرہ آ گیا تھا پھر لہجہ ازخود ہی آگ برسانے لگا تھا' دونوں بھائی ایک ہی کیٹیگری سے تعلق رکھتے تھے' بس فرق یہ تھا کہ ایک پارسائی' شرافت کا لیبل لگا کر موقع سے فائدہ اٹھاتا تھا' دوسرا بے خوفی سے لوٹنے کی تاک میں رہتا تھا۔

"اب مجھے نہیں معلوم تم کس کا غصہ اس بچے پر نکال رہی ہو لیکن میرا تجربہ کہتا ہے لاریب کچھ نظر باز ضرور ہے عموماً اس عمر میں لڑکے ایسے ہی ہوتے ہیں ورنہ وہ بہت نائس ہے میری تو بے حد عزت کرتا ہے۔"

"نظر بازی اچھی عادت ہے؟ وہ میرے گھر میں آ کر مجھے بھوکے کتے کی طرح گھورتا ہے اور میرا دل کرتا ہے اس کی آنکھیں نکال لوں۔"

"کچھ مردوں میں ایسی خصلت ہوتی ہے' ہمیں کیا لینا اس کی عادت سے۔" ابھی اس موضوع پر طویل بحث چلتی کہ نانی سے کوئی خاتون ملنے کے لیے آ گئیں تو وہ اٹھ کر چلی گئیں۔

"ماسی کا موڈ جب اچھا ہوتا ہے تو کتنی اچھی لگتی ہیں آج کتنے دنوں بعد وہ اپنے پرانے موڈ میں آئی ہیں۔" بالی اس کے لیے میکرونی تیار کر کے لائی تھی' ٹرے اس کے آگے رکھتی ہوئی گویا ہوئی۔

"نانی خود کو غیر محفوظ اور کمزور سمجھنے لگی ہیں' یہی وجہ ہے جو وہ لاریب کو فری کر رہی ہیں۔ ان کو یہ سمجھ ہی نہیں آ رہی ہے کہ گھر کی حفاظت صرف گھر کے مرد ہی کرتے ہیں' باہر کے مرد صرف لٹیرے ہوتے ہیں۔"

"دفع کرو لاریب کو' تم یہ میکرونی کھاؤ بہت اسپائسی ہے۔"

"میرا دل نہیں چاہ رہا' تم کھا لو۔" اس نے ٹرے اس کی طرف کھسکائی۔

"ارے کیا ہوا؟ ابھی تو بھوک بھوک کر رہی تھیں اور اب اپ سیٹ ہو گئی ہو' کیا ماسی نے کوئی بات کہہ دی ہے؟" اس کے بدلتے موڈ پر وہ پریشان ہو کر پوچھنے لگی۔

"میں کیا کروں بالی' میرے دل سے نوفل کی وہ حرکت نہیں نکل رہی...... میں بھول کر بھی نہیں بھول پا رہی ہوں۔" وہ اس سے لپٹ کر سسکنے لگی' اندر آتی نانی ٹھٹک کر رہ گئیں۔

❀......❀......❀

سودہ کا جلا ہوا پاؤں خاصی حد تک ٹھیک ہو چکا تھا اور حسب عادت وہ گھر کے کاموں میں مصروف ہو گئی تھی۔ آج اس نے لان میں رکھے گملوں پر کلر کرنے کا پروگرام بنایا تھا۔ مالی بابا سے سرخ رنگ کا پینٹ منگوایا اور ابھی وہ دیکھ ہی رہی تھی' ڈبہ ہاتھ سے چھوٹ کر عمرانہ کی لیمن کلر کی ساڑھی پر گرا اور اسے سرخ کر گیا تھا۔ یہ سب آناً فاناً لمحے بھر میں ہوا تھا مائدہ کی بے پروائی تھی جو ملازمہ سے پریس کروا کر ساڑھی ہینگر سمیت کوریڈور میں ہی رکھ کر چلی گئی تھی۔ سودہ کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا تھا لمحے بھر کو دل چاہا وہ یہاں سے اتنی دور بھاگ جائے کہ کوئی ڈھونڈ نہ پائے لیکن خواہش کب سچ ہوتی ہے؟ مصیبت آ گئی تھی عمرانہ اس وقت وہاں وارد ہوئیں اور ساڑھی کا حشر دیکھ کر وہ بے ساختہ چیخ اٹھیں۔

"مائی گاڈ...... میری اتنی قیمتی ساڑھی کا کیا حال کر دیا تم نے؟"

"میں...... میں نے کچھ نہیں کیا ممانی جان......"

"کچھ نہیں کیا کی بچی اس پر کلر جن بھوت ڈال گئے ہیں؟ جان کر میری ساڑھی خراب کی ہے تو نے کمینی' میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔" وہ حواس باختہ سودہ کی طرف جارحانہ انداز میں بڑھی تھیں معاً پیچھے آتی زمرد درمیان میں آ گئیں۔

"ہاتھ قابو میں رکھو اپنے عمرانہ' سودہ نے جان کر کلر نہیں گرایا۔" ماں کی چیخ سن کر زید بھی نیچے آ گیا تھا مگر معاملے کی نوعیت سمجھ کر وہ آگے نہیں بڑھا' صوفیہ کو بولنے آگے بڑھنے نہیں دیا تھا۔

"اس کے حمایتی سب ہی بن جاتے ہیں یہ گھنی میسنی ہر کام کر کے مظلوم بن جاتی ہے جب سے اس گھر میں آئی ہے میرا سکون غارت کر دیا ہے یہ اپنا نے دبئی سے لا کر دی تھی ایسی ساڑھی یہاں ملے گی بھی نہیں۔" وہ فق چہرہ' خشک ہونٹ لیے کھڑی سودہ کو کھا جانے والی نگاہوں سے گھورتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔ زمرد نے سودہ کا ہاتھ پکڑ کر جاتے ہوئے کہا۔

"پاکستان میں اس سے بھی بہترین و نفیس ساڑھیاں مل جاتی ہیں زید بیٹا' اپنی ماں کو دلا کر لائیے۔" وہ زید سے کہتی ہوئی چلی

گئیں۔ زید غصے سے چیختی چلاتی ماں کو لے کر اوپر آ گیا تھا۔

"پلیز مما...... اب جو ہونا تھا وہ ہوگیا آپ کیوں دل جلا رہی ہیں، چلیں میں آپ کو دوسری ساڑھیاں لے دیتا ہوں۔"

"وہ کوئی عام ساڑھی نہیں تھی میری بہن نے دی تھی، جس محبت سے انہوں نے دی تھی۔ اس کا کوئی بدل ہی ممکن نہیں ہے لاکھوں ساڑھیاں اس ایک ساڑھی کے سامنے ہیچ ہیں۔" وہ گردن جھٹک کر بولیں۔

"ساڑھی وہاں گئی کیسے؟" وہ اندر آتی مائدہ سے مخاطب ہوا۔

"میں بھول کر آ گئی تھی بھائی، مجھے نہیں معلوم تھا وہ ایسا کرے گی۔" اس نے جھٹ اپنی صفائی پیش کی۔

"کیا کرتی ہو تم؟ کسی کام کی ذمہ داری نہیں ہے تم پر پھر بھی مما کا ایک آدھ کام بھی تم کو بھول جاتا ہے؟" اس نے سرزنش کی۔

"ایک آدھ کام کیا میرے سارے کام میری بچی کرتی ہے اور کون پوچھ رہا ہے مجھے، بوا رات دن ان کی غلامی میں لگی رہتی ہیں اور دوسری ملازمائیں بھی کہاں سنتی ہیں۔" وہ منہ بنا کر گویا ہوئیں۔

"چلیں ہم شاپنگ پر چلتے ہیں آپ اپنی پسند کی شاپنگ کیجیے گا۔" وہ جانتا تھا اس کی ماں دماغی مریضہ تھی معمولی سی بات برداشت کرنے کی اہلیت نہ رہی تھی ان میں ذرا ذرا سی بات ان کے کمزور اعصاب پر قیامت بن کر گرتی تھی اور پھر وہ ہذیان بکنے لگتی تھیں ان کو اس ڈپریشن سے نکالنے کے لیے اس نے شاپنگ کا ارادہ کیا تھا۔

انہوں نے پہلے رضوانہ کے گھر جا کر اسے ساتھ لینے کا ارادہ ظاہر کیا، وہ ان کو وہاں لے آیا تو سر درد کا کہہ کر عروہ کو ساتھ لے جانے کا کہا تھا۔ محبت خواہ کسی بھی رشتے میں ملفوف ہو کر سامنے آئے اپنا خراج ضرور مانگتی ہے اور یہ خراج محبت کرنے والوں کو ادا کرنا ہی پڑتا ہے۔ شاپنگ سے اسے چڑ تھی لیکن ماں کی محبت میں وہ تیار ہو گیا تھا۔

"زید بیٹا آپ کے گھر والوں نے میری بہن کا یہ حال کر دیا ہے اور جو کسر رہ گئی ہے وہ اس لڑکی نے پوری کر دی۔ میں کہتی ہوں اس سے پہلے کہ عمرانہ کو کچھ ہو اور ہو آپ علیحدہ گھر لے کر دور رہیں ان سے۔" رضوانہ نے بہن کی محبت میں جذباتی لہجے میں کہا۔

عمرانہ نے بہن کا ساتھ دیتے ہوئے سودہ و صوفیہ کے خلاف محاذ قائم کر لیے۔ کولڈ ڈرنک کا گھونٹ زہر بن گیا تھا ماں اور خالہ کی باتیں اس کو ایک آنکھ نہیں بھا رہی تھیں لیکن محبت تاوان وصول کرتی ہے وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا کون غلط ہے؟ کون صحیح؟ بظاہر تو سب کے ہی چہرے اجلے و روشن تھے تایا و تائی جان، صوفیہ پھوپو جو مزاج کی کڑک تھیں مگر اس سے کبھی بھی سخت لہجے میں بات نہیں کی اور ایک وہ جھکی جھکی پلکوں و خاموش لبوں سے سارے گھر میں کسی بے کل روح کی مانند سرگرداں رہنے والی لڑکی، جس میں کچھ ایسی کشش و سحر تھا کہ ہزار ہا کوششوں کے باوجود بھی وہ اس پر نگاہ ڈالنے پر مجبور تھے اور وہ بے خبر تھی، جنہیں اپنی خبر نہ ہوں وہ کسی کو نقصان کیونکر پہنچا سکتے ہیں؟ پھر ماں کی حالت بھی اس کے سامنے تھی۔ وہ فیصلہ نہیں کر پایا کہ کون صحیح ہے اور کون غلط؟

"ارے آپ نے تو کولڈ ڈرنک بھی ایسے ہی رکھ دی یہ ٹرالی تو ابھی لوازمات سے بھری ہوئی ہے یہ سب بھی کھانا ہے آپ کو۔" اس کو گلاس واپس رکھتے دیکھ کر رضوانہ حیرانی سے گویا ہوئیں۔

"سوری خالہ جان، میں کچھ نہ کھا سکوں گا سوری اگین۔"

"اچھا اس اچھا کوئی بات نہیں، ڈنر تو آج ہمارے ساتھ ہی کریں گے۔" مسلسل بولتی رضوانہ نے عمرانہ کو خاموش رہنے کا اشارہ کر کے خوشدلی سے کہا۔

"مما، ہم شاپنگ کیوں نہ اس دن کریں جب آپ کا موڈ ہو، میں چاہتا ہوں شاپنگ آپ کی پسند کی ہو۔" وہ پُر امید لہجے میں بولا۔

"عروہ میری جو اس کی ہر چیز لائے گی وہ میری پسند سے واقف ہے۔" اس کی ایک نہ چلی۔ چند لمحوں بعد بن سنک سے تیار عروہ فرنٹ سیٹ پر بیٹھی پوچھ رہی تھی۔

"آپ اتنے تم فہم نہیں ہیں جتنا میرے سامنے پوز کرتے ہیں۔" اس کی مسلسل خاموشی پر وہ چوٹ کرتی ہوئی گویا ہوئی۔

"مجھے لگتا ہے آپ کو ممی اور آنٹی کا سودہ کے خلاف بولنا برا لگا ہے آپ نے نہ کولڈ ڈرنک پی نہ کچھ کھایا۔ آپ ہمارے گھر آ کر اتنے اپنی ٹیوڈ کیوں دکھاتے ہیں؟" وہ اس کی طرف دیکھ کر بولی۔ جواباً اس نے ہونٹ بھینچتے ہوئے اسپیڈ بڑھا دی تھی۔

❀......❀......❀

نوفل کے ذہن میں عجیب و نامعلوم سی بے چینی و بے کلی سرائیت کرگئی تھی۔ لاریب کے انشراح کے متعلق خیالات جان کر اور انشراح کی غصے میں کہی گئی لاریب اور خود اپنے مطابق خیالات نے جتنا اشتعال دلایا تھا اتنا ہی وہ چونک گیا تھا کہ لاریب کی رگ رگ سے وہ واقف تھا اس کا بھرپور پلاننگ کے ساتھ انشراح کی نانی کے گرد گھیرا ڈالنے کا مقصد ہی یہی تھا کہ وہ انشراح کا شکار کرنے کے لیے جال بچھاتا آرہا ہے۔ اس نے تہیہ کرلیا تھا وہ انشراح سے دشمنی ہونے کے باوجود اس کو اس کا شکار نہیں بننے دے گا۔ اس کی نقل و حرکت جاننے کے لیے اس کی ایک بہت بڑی کمزوری اس کے ہاتھ میں تھی۔ رات نیند میں وہ بولنے کا عادی تھا اور اس دوران وہ ساری باتیں بول دیا کرتا تھا اور اس نے اس کی اس کمزوری سے فائدہ اٹھانے کی ٹھان لی تھی اور اس کے لیے اس نے اپنے ساتھ اس گھر کی سب سے پرانی وفادار ملازمہ امینہ کو شریک راز بنالیا تھا پھر امینہ یوں بھی کارآمد تھی کہ لاریب کے کام وہ ہی کیا کرتی تھی۔ لاریب کے کمرے میں آنے جانے کی اس کو آزادی تھی۔ وائس ریکارڈنگ کے ذریعے وہ آسانی سے لاریب کے شب و روز کے معمولات سے آگاہ ہونے لگا تھا جس میں اس کے کام کی باتیں کم ہوتی تھیں۔ فضول باتیں زیادہ وہ ان ہی غلط راستوں کا راہی تھا۔

یوسف صاحب پہلی بار زرقا بیگم کو لے کر عمرے کی سعادت حاصل کرنے گئے تھے دوسری بیوی حمرہ اپنے والدین کے پاس امریکہ گئی ہوئی تھیں۔ ایک عرصے بعد سوکن کو اس کا حق ملتے دیکھ کر ان کے اندر حاسدانہ آگ بھڑک اٹھی جس کو بجھانے کے لیے ان کو یہ ملک ہی چھوڑنا پڑا تھا۔ یوسف صاحب جاتے ہوئے اس کو سمجھا گئے تھے کہ سیف فاروقی سے الجھنے کی کوشش نہ کرے اس جیسے کے منہ لگنا ان کے شایانِ شان نہیں ہے لیکن وہ عہد کرچکا تھا کہ سیف فاروقی سے سچ اگلوائے بنا پیچھا نہیں چھوڑے گا کچھ نہ کچھ تو ایسا تھا جس کی بیس پر وہ بلیک میل کررہا تھا اگر کچھ بھی نہیں تھا تو پھر اس نے خود سے دشمنی کرلی تھی۔

ماما کے جانے کے بعد ہر سو ایک سناٹا چھا گیا تھا اور وہ اس خاموشی سے دور رہنے کے لیے بابر کے ساتھ زیادہ وقت گزار رہا تھا اب بھی اس کے پاس جانے کے لیے گھر سے نکلا تھا معاً ایک اجنبی نمبر سے کال آئی تھی اور پراسرار انداز میں ملنے کے لیے دعوت دی گئی تھی۔

''کون ہیں آپ' کیوں ملنا چاہتے ہیں مجھ سے؟''

''گھبرائیے نہیں نہ ہی خوف زدہ ہوں' ہم آپ کے خیر خواہ نہیں چاہنے والے ہیں۔'' دوسری طرف لہجہ بھاری و بارعب تھا۔

''شٹ اپ' مجھے نہیں ملنا کسی سے بھی۔''

''ہاہاہا...... ڈر گئے؟ چہرے سے تو بڑے بہادر لگتے ہو۔''

''میں کسی سے ڈرنے والا نہیں ہوں اور تم جیسوں سے بالکل بھی نہیں۔'' وہ دائیں ہاتھ سے کار ڈرائیو کرتا دوسرے ہاتھ سے موبائل کان سے لگائے بات کررہا تھا چہرے پر گہری سنجیدگی تھی۔

''ہم جیسوں سے مطلب محبت کرنے والوں سے ڈرنا بھی نہیں چاہیے' ہمارے پاس آپ کے کچھ راز ہیں چاہتے ہیں ان کا سودہ صرف آپ سے ہی ہو' ویسے اس سودے کے خریدار بہت ہیں لیکن ہم نہیں چاہتے آپ کی رسوائی ہو' بدنام ہوجائیں آپ' پوری دنیا میں آپ اور آپ کے ڈیڈی کی عزت و شہرت' نیک نامی خاک ہوجائے۔'' اس کا دماغ گھوم گیا تھا یہ نیا گورکھ دھندہ شروع ہوا تھا۔

''کون ہو تم؟'' وہ خونخوار لہجے میں بولا۔

''بتایا تھا نا' بھئی خیر خواہ ہوں۔''

''کیا چاہتے ہو؟''

''ڈیل...... پھر اندر کی بات اندر ہی رہے گی۔''

''اوکے آرہا ہوں جگہ بتاؤ۔'' وہ سنجیدگی سے بولا۔ جواباً اس کو ایک عام سے ہوٹل کا ایڈریس دیا گیا تھا اس نے سوچا بابر کو انفارم کرے لیکن پھر تنہا ہی جانے کا فیصلہ کرلیا تھا کہ نہ معلوم کیا بات ہو' کیسے لوگ ہوں وہ اپنے ساتھ اس کو مصیبت میں نہیں

ڈال سکتا تھا۔
ہوٹل اوسط درجے کا تھا آبادی سے دور وہ کار پارک کرکے اندر داخل ہوا۔ پرائیوٹ روم تک اس کی رہنمائی ویٹر نے کی وہ اندر داخل ہوا اور وہاں موجود ہستی کو دیکھ کر حیرت سے گنگ کھڑا رہ گیا۔
''مرحبا...... مرحبا...... مرحبا یقین تھا کچی ڈور سے کھنچے چلے آئیں گے معاملہ ہی کچھ اس نوعیت کا ہے کہ آپ کو بھاگ کر آنا ہی تھا۔''
پرپل وگولڈن بنارسی ساڑھی' میچنگ جیولری' پرپل ہی لپ اسٹک سے رنگے ہونٹ معنی خیز مسکراہٹ سے چمک رہے تھے وہ اس کو بڑے کروفر سے دیکھ رہی تھیں۔ ان کے ساتھ ہی گہرے رنگ کے سوٹ میں ملبوس لمبا چوڑا مرد بیٹھا ہوا تھا جس کے سانولے چہرے پر بے ترتیب مونچھیں وتختی اس کے حلق کوئی اچھا تاثر نہیں دے رہی تھی وہ گردن اکڑائے بیٹھا تھا۔
''آپ نے کال کروائی ہے؟'' اس نے جہاں آرا کو دیکھتا ہوا پوچھا۔
''ہاں میں نے کال کروائی ہے اور یہاں بلوایا ہے آپ بیٹھیں نہ پلیز۔'' جہاں آرا ایک دم ہی بہت مہذب وخوش اخلاق بن گئی تھیں۔
''تھینکس' اس تھرڈ کلاس ہوٹل میں بلوانے کا مقصد بھی یقیناً کوئی تھرڈ کلاس منصوبہ ہی ہوگا آپ کا۔'' وہ بہت حیران تھا اور شاکڈ بھی انشراح کی نانی کو دیکھ کر کئی اندیشے سر اٹھاتے چلے گئے تھے۔
''بیٹا...... یہ آپ کو معلوم ہی ہوگا ہر ایکشن کا ری ایکشن ہوتا ہے جیسا بیج بوتے ہیں ویسی ہی فصل کاٹتے ہیں۔ جیسی حرکت آپ نے کی ہے ویسا ہی ہرجانہ بھی ادا کرنا ہوگا اور رہا سوال اس گھٹیا ہوٹل میں بلانے کا تو میں اس شہر کے سب سے بہترین ہوٹل میں بھی آپ کو بلا سکتی تھی۔ صرف آپ کی رسوائی کے خوف سے نہ بلا سکی کہ......''
''میں یہاں کوئی بکواس سننے نہیں آیا...... صرف کام کی بات کرو کیا چاہتی ہو یہاں بلانے کا مقصد کیا ہے؟'' وہ بات کاٹ کر سرد لہجے میں غرایا جہاں آرا کے برابر میں براجمان مرد نے اسے گھورا جہاں آرا نے اسے ٹھنڈا رہنے کی تلقین کرتے ہوئے کہا۔
''آپ نے جو میری بچی انشراح کے ساتھ کیا وہ سب مجھے بتا چکی ہے۔'' وہ اٹھ کر اس کے قریب آ کر لفظ لفظ جما کر بول رہی تھیں۔
''کیا کیا ہے میں نے اس کے ساتھ؟'' وہ بے خوفی سے ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اطمینان سے گویا ہوا۔
''عصمت لوٹی ہے آپ نے اس کی...... زیادتی کی ہے......'' اس کی شخصیت کے رعب کا کمال تھا کہ وہ اس کو تم کہہ کر نہیں پکار رہی تھی۔
''اوہ...... کیا پروف ہے آپ کے اس الزام کا آپ کے پاس؟''
''میڈیکل کروا رہی ہوں اس کا۔'' ان کے سخت لہجے میں دھمکی دی۔
''جی...... جی بالکل بڑے شوق سے کروائیے وہ آپ کی بچی ہے آپ کا حق ہے جو بھی آپ اس کے ساتھ کروائیں مگر مجھے یہاں بلانے کا مقصد؟''
''آپا...... لگتا ہے گھی سیدھی انگلی سے نہیں نکلے گا۔'' وہ گھورتا ہوا آدمی نوفل کو بے خوف و بے فکر دیکھ کر جہاں آرا سے مخاطب ہوا۔
''ارے نہیں سراج...... ایسی کوئی بات نہیں ہے یہ بھی اپنا بچہ ہے۔''
''ایکسکیوزمی' میں آپ جیسے گھٹیا و ذلیل لوگوں سے کوئی تعلق رکھنا پسند نہیں کرتا۔ میں باعزت ومعزز گھرانے سے تعلق رکھتا ہوں۔''
''معلوم ہے آپ کی فیملی کی عزت کا خیال کرکے ہی آپ کو یہاں بلوایا ہے۔ بات ساری یہ ہے کہ مرا ہوا بندہ اور لٹی ہوئی عزت کبھی واپس نہیں آتی' میری بچی کا مستقبل تباہ ہوگیا اب کون شادی کرے گا اس سے؟ کون عزت سے بیاہ کرلے جائے گا؟'' انہوں نے رونا شروع کردیا تھا۔ نوفل سمجھ نہیں پارہا تھا اس کو کیا کرنا چاہیے؟

❁......❁......❁

''پلیز زید...... اسپیڈ کم کریں مجھے ڈر لگ رہا ہے' کار ٹکرا جائے گی۔'' عروہ خطرناک حد تک کار کی تیز رفتار سے گھبرا کر بولی۔
''مجھے خوف نہیں آتا میں ایسا ہی ہوں' میرے ساتھ آنے سے قبل تم کو ہزار بار سوچنا چاہیے تھا اب آ گئی ہو تو برداشت کرو۔'' اس نے رفتار کم کیے بغیر سپاٹ لہجے میں کہا اور عروہ جو خوش گمانی کی نشیمن میں گم ہو گئی تھی کہ شاید وہ اس کے ساتھ آنے پر راضی ہوا ہے تو شاید دل کی کوئی کلی کھل ہی گئی مگر......
''ایم سوری' میں آنٹی کے خیال سے آئی ہوں' انہوں نے مجبور کیا تھا آپ جانتے ہیں وہ کس قدر ڈپریسڈ تھیں۔ سو وہ اور اس کی ممی جان کر ان کو تنگ کرتی ہیں تا کہ وہ تندرست نہ رہ سکیں' بیمار ہو جائیں۔ ڈاکٹر نے ان کو خوش رکھنے کی ہدایت کی ہے اور ان کو کوئی خوش رکھنا نہیں چاہتا ہے اگر ہم بھی ان کا خیال نہیں رکھیں گے' ان کی بات نہیں مانیں گے پھر وہ کہاں جائیں گی...... کس کو اپنا کہیں گی؟'' بہت عقل مندی سے عروہ نے اپنا دفاع کیا تھا اس کی کمزوری' اس کی دکھتی رگ اپنے ہاتھ میں لے لی تھی اور ہمیشہ کی طرح وہ ماں کے نام پر موم بن گیا یہ کس طرح ممکن تھا جو اس کی ماں کا خیال رکھے' محبت کرے وہ اس سے کس طرح سختی برت سکتا تھا' رویہ لچک دار ہوتا چلا گیا تھا۔
''سوری' میں نے تمہیں ہرٹ کیا اینڈ تھینکس تمہیں میری مما کا اتنا خیال ہے۔'' اس نے رفتار درمیانی کرتے ہوئے نرمی سے کہا۔
''یہ کیا بات کی آپ نے زید آپ کی مما میری خالہ بھی ہیں۔'' زید کا نرم لہجے میں بات کرنا اس کی پہلی کامیابی تھی اور یہ اس کو معلوم ہو گیا تھا وہ عمرانہ کا جتنا خیال کرے گی اتنا ہی اس کے قریب ہوتی جائے گی۔ وہ مسرور سی دل ہی دل میں پلاننگ کرنے لگی تھی' چند گھنٹوں بعد واپسی پر وہ عمرانہ کے ساتھ مائدہ کی بھی بھرپور شاپنگ کر کے لائی تھی۔ پہلی بار اس نے زید کے لبوں پر مسکراہٹ دیکھی تھی گو کہ ایک خلش دل میں خار بن کر چبھ گئی تھی کہ اس نے تکلفاً بھی اس کو شاپنگ کی دعوت نہ دی تھی مگر اس نے یہ سوچ کر صبر کر لیا کہ ایک وقت ایسا آئے گا جب صرف وہ اپنی شاپنگ کرے گی ابھی زید کی اتنی ہی عنایت بہت تھی کہ وہ اس کے ساتھ تھا۔

❀......❀......❀

''آپا...... میں کہتا ہوں رونے دھونے سے کام نہیں چلے گا۔ لڑکی کی ہماری زندگی خراب ہو گئی ہے' کسی شریف آدمی سے شادی کے وہ لائق ہی نہیں رہی' تم اس سے پیسہ لو اور ہم یہ ملک ہی چھوڑ دیں گے' باہر ہمیں کوئی پہچانے گا نہیں وہاں ہی عزت سے وہ بیاہی جا سکتی ہے۔'' سراج نے اٹھ کر جہاں آرا کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے سمجھایا۔
''میری بیٹی کی زندگی تباہ ہوئی ہے اس کی زندگی بہتر بنانے کے لیے مجھ بہت سوچ سمجھ کر فیصلے کرنے ہوں گے۔'' وہ رنجیدگی سے گویا ہوئیں۔
''تم لوگ عصمتوں کے سوداگر ہو یہی کاروبار ہے تم لوگوں کا۔''
''ایک تو بدمعاشی کرتے ہو پھر آنکھیں بھی دکھاتے ہو' لگتا ہے سیدھے طریقے سے ماننے والے نہیں ہو۔''
''شٹ اپ' منہ بند رکھو اپنا۔ میری ایک کال پر اسپیشل فورس تم لوگوں کو گرفتار کر کے لے جائے گی اور ساری زندگی تم لوگوں کی جیل میں سڑتے ہوئے گزرے گی' تم جیسے لوگوں کو ہینڈل کرنا آتا ہے مجھے۔'' اسے ان کے ناپاک عزم سے واقف ہونے میں دیر نہیں لگی تھی۔
جہاں آرا کی لالچی و حریص طبیعت سے وہ اچھی طرح واقف تھا' لیکن اس کو جو دلی صدمہ ہوا تھا وہ یہ جان کر کہ انشراح بھی ان سے ملی ہوئی تھی۔ ایک معمولی سی بے احتیاطی کو اس نے کس طرح حیا سوز کہانی میں بدلا تھا۔ بظاہر شریف و معصوم لگنے والی لڑکی کا باطن کتنا سیاہ و بدبودار تھا۔ کس قدر بے حیائی سے اس نے ان کے ساتھ مل کر اسے بلیک میل کرنے کا پروگرام بنایا تھا۔
''دیکھ بیٹا...... شرافت سے ہماری منہ مانگی رقم ہمیں دے دو نہیں تو کل میں تمام اخبارات و میڈیا میں تمہارے اور تمہارے خاندان کی عزت کی دھجیاں اڑا دوں گی۔ یوسف صاحب کو لوگ آج بھی اتنی اچھی طرح جانتے ہیں جتنا آج سے بیس سال پہلے جانتے تھے اور ان کے حوالے سے تمہاری بھی ایک اچھی شناخت ہے معاشرے میں۔'' جہاں آرا کا سنگین لہجہ بتا رہا تھا وہ پیسوں کے حصول کے لیے کسی بھی حد تک جا سکتی ہے پھر وہ اسے سوچنے کا ٹائم دے کر سراج کے ساتھ چلی گئی تھیں

وہ بھی گم صم سا واپس آ گیا تھا۔
اس بے ضمیر عورت نے یوسف صاحب کا نام لے کر اس کو شش و پنج میں مبتلا کر دیا تھا اور اس کے لیے مسئلہ یہ تھا کہ یوسف صاحب پہلے ہی سیف فاروقی کی بلیک میلنگ سے اپ سیٹ تھے مستزاد اس نئے مسئلے کو وہ کسی طور بھی برداشت کرنے کی اہلیت نہیں رکھتے تھے۔ جہاں آرا بیسہ بٹورنے کی خاطر اپنی دی گئی ہر دھمکی پر من و عن عمل کرنے میں کوئی عار محسوس نہ کرے گی اور ہر سمت رسوائی و جگ ہنسائی ان کے لیے شروع ہو جائے گی جو کسی صورت ان کو گوارا نہ تھی۔
اس نے بابر سے ملاقات کا ارادہ ملتوی کیا اور بہت سوچ و بچار کے بعد یہی فیصلہ کیا تھا کہ رقم ہی ادا کر کے جان چھڑائے پھر اس نے سراج کو کال کر کے رقم پہنچانے کی جگہ معلوم کی تھی اس کی کوٹھی سے کچھ فاصلے پر ہی وہ لین دین مکمل ہوا تھا۔
"یہ میرے کسی گناہ کا تاوان نہیں ہے یہ میں تمہیں اللہ کے نام پر دے رہا ہوں' اگلی دفعہ یہاں کا رخ خواب میں بھی نہیں کرنا۔" ڈالرز سے بھرا بریف کیس لیتے ہوئے ان کی زبانوں نے ساتھ نہیں دیا تھا وہ صرف گردنیں جھکانے پر اکتفا کر سکے تھے۔

❀......❀......❀
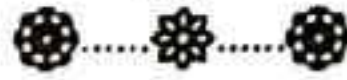
"مما! آپ گھر کیوں نہیں چلتی؟ اپنا گھر ہوتے ہوئے ہم یہاں کیوں رہ رہے ہیں؟" عمرانہ کے ہتک آمیز رویے نے اس کا دل اس حد تک بدظن و گھائل کر دیا تھا کہ وہ ماں سے سوال کرنے لگی تھی۔
"تمہارے باپ کا سایہ تمہارے سر پر نہیں ہے اس وجہ سے یہاں رہ رہے ہیں۔" ان کا دل خود بیٹی کی تذلیل پر خون کے آنسو رو رہا تھا مگر وہ اس کے سامنے رو کر اسے مزید دکھی کرنا نہیں چاہتی تھی سو ضبط سے کہہ گئیں۔
"میں اب بڑی ہو گئی ہوں ممی! میں آپ کا سہارا بنوں گی ہم یہاں نہیں رہیں گے اپنے گھر میں زندگی گزاریں گے۔" وہ ہاتھ پکڑ کر ضد کرنے لگی۔
"عمرانہ بھابی کی باتوں کو ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دیا کرو وہ شروع سے ایسی ہی بدمزاج و بدلحاظ ہیں اور باقی تو سب بہت پیار کرتے ہیں تم سے سو وہ ایک کی خاطر سب کی محبتوں کو کیوں الزام دے رہی ہو۔ بڑی بھابی اور دونوں بھائیوں نے کتنا پیار دیا ہے تمہیں۔"
"ممی...... ایک نفرت ہزار محبتوں پر بھاری ہوتی ہے میں بڑے ماموں سے کہنے جا رہی ہوں کہ وہ ہمیں جانے کی اجازت دیں۔"
"میری بات بھائیوں نے کبھی مانی نہیں ہے تم جا کر بات کرو اگر راضی ہو جائیں تو میں تمہارے ساتھ ہوں بیٹی۔" آس بھرے لہجے میں انہوں نے اس کو اجازت دی تو وہ ان کے کمرے میں چلی آئی جہاں بہت ہلکی سبز روشنی تھی اے سی کی کولنگ ہر سو پھیلی ہوئی تھی۔ بڑے ماموں چیئر پر بیٹھے ٹیبل پر جھکے کچھ لکھ رہے تھے لیمپ کا شیڈ ٹیبل پر جھکا ہوا تھا۔ وہاں آتے ہی اس کے ضبط کے بندھن ٹوٹ گئے اور روتے روتے اس نے ان سے یہاں سے جانے کی اجازت مانگی تھی۔ نہ عمرانہ کی نفرت کا اظہار کیا نہ مائدہ کی لاتعلقی کا ذکر کیا۔
"پلیز بڑے ماموں...... آپ اجازت دے دیں میں اب اس گھر میں رہنا چاہتی ہوں جہاں میرے بابا رہا کرتے تھے۔ میں ان کی خوشبو کو محسوس کرنا چاہتی ہوں۔" اس نے آگے بڑھ کر دونوں ہاتھوں سے ان کو تھامتے ہوئے کہا اور دوسرے لمحے لگا یہ وجود بڑے ماموں کا نہیں ہے وہ جو انہیں چیئر کے پیچھے سے تھامے کھڑی تھی جھک کر دیکھا تو دیکھتی رہ گئی۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

خوشیاں لے کر آرہا ہے یہ تہوار
یہ دن بھی آتا نہیں ہے بار بار
خوش رہو تم عید کے لمحات میں
سارے جہاں کا مل جائے تمہیں پیار

شہرم کے الفاظ تھے یا کہ اس کی اندرونی چھڑی ہوئی جذباتی جنگ میں فتح کا اعلان تھا۔ دل تو چاہ رہا تھا اونچے اونچے قہقہے لگائے شنید کے سامنے کھڑے ہوکر سینہ تان کر ہنسنے کو اسے چڑانے کو من مچل رہا تھا۔ اتنے سال سے جھکنے جھکانے کے کھیل کو پایہ تکمیل تک پہنچتا دیکھ کر وہ کتنا سرشار تھا' یہ کوئی ولید کے دل سے پوچھتا یہاں تک کہ ممی کے سامنے بھی جا کر بات بے بات ہنسنے کی ایک خواہش چور دروازے سے جھانکی تھی' کیوں نہ ہوتی؟ انہوں نے بھی تو پچھلے چوبیس سال سے مسلسل ڈی گریڈ کیا تھا اس کے اندر کا جنون باغی ہوا۔

یہ تو اس کی اعلیٰ ظرفی تھی کہ بھائی کی محبت میں کبھی رقابت کی آگ میں اندھا نہیں ہوا' کبھی آگے بڑھ کر اپنا حق چھین کر دل کو تسکین نہیں پہنچائی لیکن کبھی اپنی ماں بھی غاصب ہوئی ہے اولاد کے حق کی تقسیم میں' یہاں تک کہ اس کے حصے کا پیار بھی چھوٹے بیٹے کے شانوں پر تمغے کی طرح سجا دیا پر اس نے کبھی آواز نہ اٹھائی شاید اس کی سمجھ داری وقت سے پہلے جوان ہوگئی تھی کہ اس مادی دنیا میں اجلے چہروں کی کتنی قدر ہے ظاہری حلیے سے پیار کرنے والے باطن میں چھپی روشنی سے کیوں محروم رہ جاتے ہیں۔ چوبیس سال سے وہ اس سوال کا جواب ڈھونڈنے میں مصروف تھا آخر آج اس کی الجھی گتھی سلجھ گئی کہ بصارت کھو سکتی ہے بصیرت نہیں' کسی کی نگاہوں نے اس کے اندر کے اجلے پن کو دریافت کرلیا تھا۔

اپنا آپ جہاں بہت معتبر محسوس ہو رہا تھا وہاں کسی کی محبت کا بلا شرکت مالک بن بیٹھنے کا احساس ہواؤں میں اڑائے جارہا تھا۔ اسے کچھ کچھ یاد تھا جب ممی ہسپتال سے اس گلابی گڈے سمیت لوٹی تھیں' جس کے روم میں آتے ہی ماحول خوبناک سا ہوگیا تھا۔ آتے ہی سب کے سب اس پر جھک گئے تھے وہ بھی اپنی کانچ جیسی نیلی آنکھوں کو کبھی بند کرلیتا تھا اور کبھی کھول کر سب کی دبی دبی مسرت آمیز چیخوں کو بلند کرنے پر مجبور کررہا تھا۔

"میں تو شام تک بیٹھی رہوں گی یہیں اس کے جاگنے کا انتظار کروں گی۔ اس کی بہت ساری تصویریں لے کر جاؤں گی کالج اپنی فرینڈز کو دکھانے۔ اس کی آنکھیں کیسی ہیں بھابی' بالکل کنچوں کی طرح جیسے شام ڈھلے سورج ہو خوابیدہ سا' جیسے شفاف پانیوں میں کنول کھلے ہوں یا کسی ندی کا نیلا پانی۔" چھوٹی پھوپو سحر اپنی شاعرانہ فطرت کی بنا پر کچھ زیادہ پُرجوش ہو رہی تھیں۔ ممی کی راج ہنس کی طرح اجلی گردن کچھ اور تن گئی تھی۔

"مصرف تصویریں کھینچنے سے ہی کام نہیں چلے گا انہیں فیس بک پر اپ لوڈ بھی کرنا دیکھنا کتنے کمنٹس آتے ہیں۔" ان کی تو مہینے کی نقاہت پل بھر میں سرخی میں بدل گئی تھی۔

”بالکل زوبیہ پر گیا ہے اسے بھی جب ہم دیکھنے گئے تھے ایسی ہی کانچ کی گڑیا کی طرح تھی۔“ ممانے دیکھتے ہی اوکے کردیا تھا اور تو اور جب تک کہ ولید پیدا نہیں ہوا اسے کسی کام کو ہاتھ بھی نہ لگانے دیا تھا کہ کہیں اس کے اجلے ہاتھوں کی چمک ماند نہ پڑ جائے۔

”ہم ہی بھیا کے سارے کام بھاگ بھاگ کر کرتے تھے۔“ اب کے تمغہ حسن نواز نے کی باری بڑی پھوپو کی تھی‘ جن کے جملوں نے ممی اور ننھے گڈے کو اکٹھا خراج تحسین پیش کیا تھا۔ اس پوری گفتگو میں پہلی بار ولید نے اپنا نام سنا تھا‘ جو اپنے سانولے سانولے ہاتھوں سے کاٹ میں لیٹے اپنے بھائی کو مسلسل پیار کیے جا رہا تھا۔ چار سال بعد بڑا بھائی بننے کا احساس ہی اتنا فرحت آمیز تھا وہ بھی چاند کی شکل و شباہت والا بھائی وہ بھی اترا سا گیا تھا۔ اپنے دوستوں کو بلا بلا کر دکھا رہا تھا اور داد و تحسین سمیٹ رہا تھا‘ خبر نہیں تھی کہ کبھی یہ پرستائش جملے خود اس کی ذات کو کھوکھلا کرنے میں معاون ثابت ہوں گے‘ رقابت کا جذبہ نہ رکھتے ہوئے بھی کچھ دیر کے لیے احساس کمتری جیسے زہریلے پن کا شکار ضرور ہوا کرے گا۔

میں نے اس کا نام ”شنید“ رکھنا ہے‘ میں نے ہر نماز میں اللہ سے دعا مانگی تھی کہ یااللہ اس بار میری شکل و صورت سی اولاد عطا کرنا۔ یہ میری کسی قبولیت کے لمحے کا ثمر ہے۔“ ممی امپورٹڈ لوشن سے اس کا مساج کرتیں وہ اور دمک اٹھتا اور اس کا ننھا ذہن یہی سوچ کر خوش ہو جاتا کہ یہ چاند میرا بھائی ہے صرف میرا۔ لیے اس بات کی بھی پروا نہیں تھی کہ ممی نے اس کی طرف دیکھنا بھی چھوڑ دیا ہے اور صرف اس گلابی گڈے میں مصروف رہتی ہیں‘ اسے چھوٹی پھوپو اور تائی تیار کرتیں‘ اسکول بھیجتیں‘ کھانا کھلاتیں وہ یہی سوچتا کہ چھوٹے بھائی کی وجہ سے مصروف ہوگئی ہیں کیونکہ شنید ابھی مجبور ہے چل پھر نہیں سکتا تو ممی کو ہی ذمہ داری اٹھانی ہے۔ مصروفیت کی وجہ سے نہیں سمجھ پاتا کہ اس کی خوب صورتی ممی کو کسی اور جانب متوجہ ہی نہیں کرتی‘ خوب صورتی کا سحر ہی کچھ ایسا ہوتا ہے۔ اس دن ممی کی چچی جو کینیڈا سے لوٹی تھیں ممی سے ملنے گئیں شنید کو بے ساختہ گود میں بھرلیا۔

”ولید کی دفعہ تم نے کیا کھایا تھا زوبیہ...... جو بچے پر اپنا اثر نہ لا سکیں اور اس کی بار ایسا کیا ہوا کہ بچہ تمہارے نین نقش چرا بیٹھا۔“ وہ پاس ہی بیٹھا کھلونوں سے کھیل رہا تھا۔

”بچہ یا تو باپ پر جاتا ہے یا ماں پر شکر ہے اس بار معاذ پر نہیں گیا‘ آپ کو تو پتا ہے چچی‘ معاذ کے گھر والوں کی اجلی اجلی صورتیں دیکھ کر میں نے اس رشتے کے لیے حامی بھری تھی پر پتا نہیں تھا معاذ سانولی رنگت کے ہوں گے۔ بڑی مشکل سے اپنے دل کو سنبھالا تھا میں نے۔“ ممی ہنسیں اچھی بھلی کھلتی گندمی رنگت والے پپا کو انہوں نے سانولے پن کی فہرست میں لا کھڑا کیا تھا۔

”ہاں بھئی جانتی ہوں تم کتنی حسن پرست تھیں۔“ وہ ہنسیں۔ ممی نے احتیاط سے شنید کو نرم فروں والے خوب صورت سوٹ میں ملبوس کیا۔ کچھ تو وہ بے انتہا حسین بھی تھا اور بے حد احتیاط‘ اچھی اچھی پراڈکٹ والے لوشن‘ پاؤڈر‘ آئل‘ شیمپو اور اچھے رنگنے کے استعمال سے کسی ریاست کا شہزادہ لگنے لگا تھا۔ ایک بار اس نے اس کا لوشن استعمال کرلیا تھا بس پھر کیا تھا ممی کی خوب صورت صبیح پیشانی میں بل پڑ گئے تھے۔

”تم تو کچھ بھی استعمال کرسکتے ہو ولید‘ لیکن اس کی کاسمیٹکس مت چھوا کرو یہ صرف شنید کے لیے ہیں۔“

”لیکن ممی...... میں بھی تو شنید کا بھائی ہوں‘ یہ چیزیں میرے لیے کیوں نہیں؟“ اس نے پہلی بار اپنی حیثیت متعارف کرائی تھی۔

”اس لیے کہ دوسری کاسمیٹکس استعمال کرنے سے اس کی اسکن خراب ہوجائے گی‘ چمک ماند پڑ جائے گی اور تمہیں کوئی فرق نہیں پڑے گا کچھ بھی لگالو۔“ انہوں نے بے زاری سے جواب دیا۔

”کیوں...... مجھے کیوں نہیں فرق پڑے گا لوکل پراڈکٹس میری اسکن کو بھی متاثر کرسکتی ہے۔“ یہ سوچتا وہ قدآور آئینہ میں اپنا جائزہ لینے لگا۔

شنید بیڈ پر بیٹھا کھیل رہا تھا ایک نظر خود پر اور ایک اس پر ڈالی تو واضح فرق محسوس ہوا۔ کتنی اجلی رنگت تھی اس کے مقابلے میں شنید کی اور شکل و شباہت میں بھی واضح فرق تھا۔ وہ عام سی شکل و صورت کا اور شنید چہرے سمندر کے پانی سی نیلگوں آنکھوں کا مالک تھا۔ آنکھوں پر مڑی ہوئی سیاہ پلکیں‘ گولڈن بال اسے تو کسی اشتہار میں آسانی سلیکٹ کیا جاسکتا تھا وہ کچھ ملول سا ہوا۔

”ٹھیک کہتی ہیں ممی میں کچھ بھی لگالوں فرق ہی کیا پڑتا ہے۔“ سر جھٹک کر وہ بیگ اٹھا کر ٹیوشن چلا گیا۔

ممی اسے اور اس کی خوب صورتی کو سینت سینت کر رکھتا

چاہتی تھیں کسی قیمتی خزانے کی طرح۔ اس کے لیے برانڈڈ جوتے اور کپڑے آتے' لوگ اسے مڑ مڑ کر دیکھنے پر مجبور ہوجاتے۔ ایک مشہور دودھ کی کمپنی نے اپنا پروگرام ان کے علاقے میں کروایا تو ممی بھی ایک شان تفاخر سے شنید کو لے کر شریک ہوئی تھیں اور جب لوٹیں تو ان کے ہاتھ میں سب سے خوب صورت اور صحت مند بچے کا سرٹیفکیٹ اور ایوارڈ تھا' اس لمحے جو خوشی اور رعنائی ان کے چہرے پر تھی اس کا بیان ممکن نہ تھا۔ دودھ والوں نے بے حساب تصویریں لیں شنید کی سب سے زیادہ فوکس اس کی مسکراہٹ اور آنکھوں کو کیا۔ ان کا انگ انگ سرشاری میں ڈھلا ہوا تھا۔

"میرا بھتیجا ہے ہی اتنا خوب صورت۔" سحر پھوپو گود میں لے کر گھومی تھیں۔ تفریق کا یہ زہر بہت آہستہ آہستہ رگ وپے میں پیوست ہورہا تھا' نہ چاہتے ہوئے بھی کبھی کبھی احساس کمتری کی زد میں آجاتا' جس طرح زلزلہ اچانک ہی حواسوں کو ہلا دیتا ہے۔ تباہی ہو نہ ہو اثرات ذہن کے کسی کونے میں رہ جاتے ہیں۔ پے در پے پڑنے والے اس جھٹکے نے تباہی تو کچھ نہ مچائی کیونکہ اسے اپنے اس اکلوتے بھائی سے پیار بہت تھا۔ وہ حسن پرست نہیں تھا' انسانیت سے پیار کرنے والا اس کا مزاج تھا پر ان جھٹکوں کے اثرات نے اسے وقت سے پہلے بہت سمجھ دار بنادیا تھا۔ تعلیم حاصل کرنا اس کا جنون تھا' کچھ بن کر دکھانے کی جستجو نے اپنے ظاہری حلیے کو فراموش کرنے پر مجبور کردیا تھا پھر ممی کی بے پروائی نے مزاج کو اور بے نیازی پر اکسایا تھا۔ خود پر توجہ دینی ہی چھوڑ دی تھی کیونکہ وقتاً فوقتاً اس قسم کے جملے سماعت سے ٹکراتے ٹکراتے اعصاب بے حس ہوگئے تھے۔

"تم کچھ بھی پہن لو' کچھ بھی کھالو' کچھ بھی پی لو کوئی مسئلہ نہیں اور شنید کو تو منہ سے بھرپور غذائیں دیتیں اس کی خوراک کا خاص خیال رکھتیں' وہ بڑا ہوتا گیا اس کے سونے جیسے حسن میں اضافہ ہوتا گیا' نتیجتاً وہ ممی کے پہلو سے لپٹا رہ گیا' کچھ بھی کرتا ممی کے حکم سے' یہ کھالوں' یہ پہن لوں' باہر چلا جاؤں' ہر وقت کے اجازت نامے اور ممی کی حکم کی پاسداری کرتے کرتے وہ "ماماز بوائے" بن گیا۔ اسے دھوپ میں فیلڈنگ کرانے کی اجازت نہ ملتی اور ولید ہر قسم کی ایکٹیویٹی کے لیے ہمہ وقت تیار ملتا خواہ باؤلنگ' بیٹنگ ہو کہ فیلڈنگ۔

اتنی توجہ اور محبت صرف شنید کے لیے دیکھ کر وہ کبھی جیلس نہیں ہوا بلکہ اسکول اور باہر کے ماحول میں اس کے لیے "ممی" بن جاتا ہمہ وقت اس کی پروا کو تیار' اس سے وہ بے پناہ محبت کرتا تھا۔ وہ بھی چھوٹے سے چھوٹا مسئلہ اس کے آگے بیان کرتا اور وہ بڑا بھائی ہونے کے ناطے اس کے ہر غم کو اپنا سمجھتا۔

بس نہیں بھایا تھا تو ممی اور پاپا کا امتیازی سلوک جو انہوں نے اس کے ساتھ روا رکھا تھا۔ یہ نہیں کہ وہ اس سے محبت نہیں کرتے تھے پر جو چاہت کی نظر شنید کے لیے تھی وہ اس کے لیے نہیں تھی۔ کسی حسینہ کی طرح اس کے حسن کی حفاظت شنید کو بے اعتمادی بخش گیا' اس کا برتاؤ بھی کسی نازک اندام دوشیزہ کی طرح ہوگیا' کہیں بھی آنے جانے کے وقت وہ ممی سے کلر چوائس کرتا' فنکشن میں بھی ہر ڈش کا ڈھکن اٹھاتے ہوئے ممی سے نگاہوں ہی نگاہوں میں اجازت طلب کرتا۔ ممی کی تنبیہی نگاہوں پر ڈش رکھ دیتا اور سر کی ہلکی سی جنبش پر اٹھالیتا۔ مضمون چوائس کرتے ہوئے ولید کا خیال تھا کہ وہ آرمی جوائن کرے کیونکہ قد کاٹھ بھی اس کا بہت متوازن تھا پر ممی نے سختی سے منع کردیا تھا۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے میں اپنے بچے کو اتنی سخت ٹریننگ کی نذر نہیں کرسکتی اور اس سے دور رہنا بھی میرے لیے سوہان روح ہے۔" حسن پرستی کا یہ عالم تھا۔

"وہاں سب ہی اپنی ماں کے لعل ہوتے ہیں ممی..... سب ہی جگر گوشے ہوتے ہیں جب جاتے ہیں تو اپنی اپنی ماؤں کے دھیان' گیان سب چرا کر چل دیتے ہیں۔ ماں کی جان گھر پر ہوتی ہے اور روح اپنے اپنے لخت جگر کے پاس لیکن اس مقام کی ویلیو حاصل کرنے کے لیے ماں اور بیٹے دونوں قربانیاں دینے کو تیار ہوجاتے ہیں۔" پہلی بار اس نے مسکراتے ہوئے ممی کی کسی بات سے اختلاف کیا تھا۔

"تم آرمی والوں کی حمایت میں بولنا بند کرو' اتنا ہی اس پیشے سے لگاؤ تھا تو تم نے خود کیوں نہیں جوائن کرلی۔ لمبا چوڑا سراپا تمہارا بھی تو ہے اور رنگ سے کوئی فرق تھوڑی پڑتا ہے۔" انہوں نے اس مقام پر بھی اس کے سانولے پن کو فراموش نہیں کیا تھا اب تو خیر وہ عادی ہوگیا تھا اس قسم کی محاذ آرائی کا۔

"ضرور کرتا اگر میری دلچسپی انجینئرنگ میں نہیں ہوتی سوچا میں نہ سہی میرا بھائی سہی آپ شنید سے تو پوچھ لیں اس کی کیا مرضی ہے؟" شنید بے پروائی سے ٹی وی دیکھ رہا تھا۔

"اس سے کیا پوچھنا' جو میرا فیصلہ ہوگا وہی اس کا ہوگا۔" انہوں نے کندھے اچکائے۔

اسے ساری زندگی کے فیصلوں کا اختیار سونپ دیا تھا اور شنید کے تمام اختیارات اپنے ہاتھ میں رکھے تھے۔ انہیں سب اچھا لگتا شنید کا اسٹیج پر شہزادوں والا رول کرنا' دنیا والوں کا اس کے حسن کو خراج تحسین پیش کرنا' لڑکیوں کی ماؤں کا اسے آنکھ بھر بھر کر تکنا۔

"اس کے لیے تو لڑکی بھی اس کی ٹکر کی ڈھونڈنی ہوگی جسے دنیا کہے چاند سورج کی جوڑی۔" ایک دن کسی بات پر انہوں نے ہنس کر کہا۔

"اور ولید کے لیے بھابی......؟" ان کی دیورانی نے مزہ لیا۔

"ولید میرا شریف النفس بچہ ہے اس کی مجھے پریشانی نہیں' اسی کی طرح کوئی سیدھی سادی لڑکی اس کے ساتھ سوٹ کرے گی۔"

یہ تو تھا کہ وہ کبھی ان کی پریشانی کی وجہ نہیں بنا تھا' نہ اس کے لیے انہیں کبھی تردد کرنا پڑا لیکن سیرت کا کریکٹر سرٹیفکیٹ اسے آج مل گیا تھا۔

"تو شنید نے کون سی بدمعاشی کی ہے بھابی جو شرافت ولید تک محدود ہوگئی۔"

"یہ بات نہیں بس بات سمجھ داری کی ہے وہ شنید سے چار سال بڑا نہیں چالیس سال بڑا لگتا ہے' اپنی فہم و فراست میں تو مجھے اس کے لیے کیا فکر ہوسکتی ہے' ہمارے انتخاب کو خیر مقدم کہے گا۔" ممی بہت بے نیاز تھیں اس کے معاملے میں بالکل اس کی طرح۔

انہی دنوں ممی کی بہن امریکہ سے آئی ہوئی تھیں قیام انہی کے گھر ہوا ساتھ اپنے دو خوب صورت انگریزوں کی سی لک دیتے ہوئے بیٹوں اور ایک شہزادی کی سی آن بان رکھنے والی بیٹی سمیت وہ ممی کے گلے لگ کے خوب روئیں کہ سب کی آنکھیں نم کر گئیں' آخر بائیس سال بعد ملاقات ہوئی تھی۔ جب چھوٹے بچے جوان ہوگئے' اسکول میں پڑھنے والے بچے اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوگئے تھے' ممی نے بھی رو رو کر چہرہ سرخ کرلیا تھا۔ اشک باری کا یہ سلسلہ اس وقت تھما جب بچے اپنی اپنی خالاؤں کے گلے لگنے کو لائن میں لگے لگے تھکنے لگے۔

"ارے یہ شہرم ہے۔" ممی جھینپے جھینپے انداز میں اس سے ملنے لگیں اس نے سنہری بالوں کی پونی شانوں سے پیچھے کی اور ان کے گلے لگ گئی۔ سرخ ٹاپ اور وائٹ ٹراؤزر میں وہ اٹھارہ سالہ لڑکی نازک سی گڑیا لگ رہی تھی' ہونٹوں پر کھلتے شگوفوں سی مسکراہٹ سجائے' بول کم اور مسکرا زیادہ رہی تھی۔

"اپنی اس بچی کو تو میں نے دیکھا ہی نہیں تھا روبرو بس اسکائپ پر بات ہوجاتی تھی پر جو مزا کلیجے سے لگا کر پیار کرنے میں ہے وہ اسکرین کے اندر سے کہاں۔" ممی پل میں روایتی خالہ بن گئیں۔

"تمہارے تینوں بچے ماشاء اللہ خوب صورت ہیں انیتا...... اللہ لمبی خوشگوار زندگی عطا کرے' ماں باپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے' آمین۔"

"ماشاء اللہ میرے بھانجے ولید اور شنید کم حسین ہیں کیا؟ اللہ سب کے بچوں کو ایسا قابل اور لائق فائق بنائے۔" انہوں نے ولید کو پیار کرنا چاہا جواباً وہ جھک گیا' کہاں بوٹا سی قد کی مالک انیتا خالہ اور کہاں ولید کا لانبا سراپا۔ انیتا خالہ بہت پُرشفیق ہستی تھیں جن کی محبت سب کے لیے یکساں تھی۔

دونوں بہنیں رات گئے تک سر جوڑے بیٹھی رہتیں' نہ جانے یادوں کے کون کون سے گوہر نایاب دریافت کرتی تھیں' ماحول میں خوشگوار سی تبدیلی آگئی تھی۔ شہرم بھی بہت خوش مزاج سی لڑکی تھی' مسکان اس کے لبوں کا خاصہ تھی' بے حد کم گو سی یہ خوب صورت بھانجی ممی کو بے انتہا بھاگئی' ہمہ وقت چاہت بھری نظروں سے اسے دیکھتی رہتیں۔

"میں اب پاکستان میں ہمیشہ کے لیے سیٹل ہونے کا ارادہ رکھتی ہوں زوبیہ کیونکہ شہرم کے لیے یہاں کا ماحول' یہاں کے لوگ سب بہت موزوں ہیں اب یہ بیٹوں کی مرضی ہے یہاں اپنا بزنس سیٹ کریں یا وہاں کی جاب کو جاری رکھیں۔ میرے لیے بہت ہوگئی دیار غیر میں ایک عمر گزری اب تو آخری عمر کے لمحات اپنوں کے پاس ہی گزارنے کو دل چاہتا ہے۔ غضنفر کی موت کے ساتھ ہی زندگی کے رنگ جیسے اڑ گئے۔ بے گانی فضاؤں کا اثر سر چڑھ کر بولنے لگا' اب تو اعصاب بھی شکستہ ہونے لگے ہیں۔ بیٹوں کی پروا کچھ زیادہ نہیں کیونکہ انہوں نے اسی ماحول میں آنکھ کھولی ہے' خمیر میں وہی رچاؤ ہے پر شہرم کے لیے میں مضبوط فیصلہ لینا چاہتی ہوں تاکہ ہمیشہ کے لیے میری بچی محفوظ رہے' خواہ اپنوں میں یا غیروں میں رہے پر پاکستان میں اس کا مستقبل محفوظ ہو۔" شہرم نے مچھلی کے پیس کو کانٹے سے کھانا شروع کردیا' نظریں جھکی ہوئی تھیں اور ہمیشہ کی طرح خاموشی میں اس کے تاثرات پنہاں تھے۔

"غیروں میں کیوں جائے گی خدانخواستہ کیا اپنے نہیں ہیں اس کے۔" ممی نے پیار بھری نظروں سے اسے دیکھا اور ساتھ بیٹھے شنید کو بھی۔ "تم ہمیشہ بے گانوں جیسی باتیں نہ کیا کرو شہزم میری بچی ہے بس اس کی طرف سے تم بے فکر رہو۔" ممی نے بے دھڑک اپنا فیصلہ سنا دیا' ساتھ انیتا خالہ کی آنکھوں میں ٹمٹماتے تشکر اور خوشی کے ستارے بھی پوشیدہ نہ رہ سکے۔ شہزم کا سفید چہرہ ایک دم سے گلاب رنگوں میں نہا گیا' وہ جو بے فکر ہوکر دیسی کھانوں سے لطف اندوز ہورہی تھی ایک دم سے ہاتھ روک کر بیٹھی رہ گئی۔ بیک وقت شنید اور ولید کی نظریں اس کے چہرے کے دلفریب رنگوں میں الجھ کر رہ گئیں۔ شنید زیرلب مسکرایا اور ولید ایک الجھاؤ اور تذبذب میں گھر گیا۔

"مجھے امید تھی میری بہن میرا مان رکھ لے گی' میری امیدوں اور اعتماد کو بھٹکنے سے بچالے گی۔" انیتا خالہ کے تو پاؤں ہی خوشی سے نہیں ٹک رہے تھے۔

"ارے پاگل...... کیا میں خوش نصیب نہیں ہوں جو اتنی سمجھ دار اور خوب صورت بہو کی ساس بنوں گی۔" اب کے شہزم کے لیے لمحات کو برداشت کرنا محال تھا' اٹھ کر کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ بے گانی تہذیب کا ذرا بھی اثر اس پر نہ تھا' ایک شرگیں مسکراہٹ تھی جو دونوں نے دیکھی تھی۔

ولید نے ایسا منظر کب دیکھا تھا؟ دل جو دھڑکا تو پہلی بار اس کے لیے جو کسی اور سے منسوب ہونے جارہی تھی۔ بہت کچھ کھونے کا احساس دل میں جاگزیں ہوگیا تھا۔ دل میں کبھی اپنے رنگ و روپ کے کم ہونے کا ملال ایسا نہ جاگا تھا جیسا کہ اب وہ شکستہ ہوا بیٹھا تھا۔ کیا تھا کہ وہ بھی شنید کی طرح سرخ و سپید رنگت کا مالک ہوتا' آج ممی پہلے بڑے بیٹے کے لیے سوچ رہی ہوتیں۔

"مجھے جوڑ ملنے کے لیے سرگرداں نہیں ہونا پڑا' اللہ نے گھر بھیج دیا جوڑا۔ شہزم اور شنید کی جوڑی لوگوں کی نگاہوں کو خیرہ کردے گی۔" ممی' چچی کو خوشی خوشی بتا رہی تھیں اور اس کے اعصاب پر کوڑے برس رہے تھے۔ کبھی کسی موڑ پر اپنے چھوٹے بھائی سے جیلسی نہ محسوس کرنے والا ولید آج بہت پُرملال تھا۔ حسد آج بھی نہیں تھی بس اللہ سے ایک شکوہ کرنے کی جسارت کر بیٹھا تھا کہ جس سے نصیب کے ستارے ہی نہیں ملتے تھے اس کے لیے دل دھڑکا ہی کیوں؟ اس کی کم گوئی' اس کی سفید کلیوں جیسی مسکان' طور طریقہ سب سے بڑھ کر دل

لوٹ کرلے جانے والی حیا کیا کچھ نہ بھا گیا تھا۔ لیپ ٹاپ کی اسکرین پر نظریں گاڑے جانے کتنی ہی دیر گزر گئی تھی۔

"میں بھی معظم اور عظام کے ساتھ باہر چلا جاؤں گا تاکہ اپنے بھائی کے لیے کسی رقابت کے جذبے کو فروغ نہ دے سکوں۔ اپنے بھائی کی امانت کے لیے کبھی کوئی گستاخ نظر اٹھے یہ غیرت کو گوارا نہ تھا' دل کا کیا ہے یہ تو سمجھوتوں کا عادی ہو چلا ہے۔" اس نے مصمم ارادہ کرلیا پر ٹوٹ سا گیا تھا۔ پُرطول دل کی کہانیاں کسے سناتا' جو بھی سنتا اس پر ہی ہنستا کہ اپنی شکل دیکھو اور خواب۔ بچپن سے کم صورتی کا زہر جو ممی نے بھرا تھا وہ آج تکلیف دے رہا تھا۔ ممی اور شنید سے گفتگو کا دائرہ سمٹ گیا تھا' پہلے تو کھلے دل سے سب ملتا تھا اپنی حقیقت کو کھلے دل سے قبول کرتا تھا پر اب یہ حقیقت ہضم ہونے میں نہیں آرہی تھی۔

اس دن انیتا خالہ اپنی کسی دوست سے ملنے چلی گئیں' معظم اور عظام بھی شنید کے ساتھ نکلے ہوئے تھے۔ وہ ممی کے کمرے میں جانے لگا' آج کل وہ میگرین (آدھے سر کا درد) کی مریضہ بن گئی تھیں۔ صبح سے کام میں ایسا الجھا تھا کہ طبیعت پوچھنا بھی یاد نہیں رہا تھا۔ اب مغرب کے بعد تھوڑا ریلیکس ہوا تو سوچا حال بھی دریافت کرلے اور میڈیسن کا

بھی پوچھ لے۔ دروازے پر ناک کرنے ہی والا تھا کہ اندر سے شبنم کی آواز پر ساکت ہوگیا۔ مغربی لب و لہجے میں اردو بولتی وہ کافی مفصل گفتگو ممی سے کررہی تھی اس نے کھڑکی کا پردہ تھوڑا سا سرکایا کہ آخر کیا باتیں ہورہی ہیں اس کا اس ٹائم اندر جانا مناسب بھی ہے کہ نہیں۔ ممی صوفے پر تھیں پشت کھڑکی کی جانب کیے وہ شبنم کی طرف دیکھ رہی تھیں جو سر جھکائے ان پر کچھ واضح کررہی تھی۔

"آپ غلط سمجھ رہی تھیں خالہ..... شکر ہے کہ یہ بات مما سے کرنے سے پہلے آپ نے میرے سامنے کلیئر کردی۔ مجھے آپ کی بیٹی بن کر بہت خوشی ہوگی میں خود بھی یہی چاہتی تھی کہ میری قسمت کا فیصلہ اپنوں میں ہو لیکن مجھے مضبوط سہارا چاہیے خالہ جو مجھے..... ولید کی صورت میں ہی مل سکتا ہے۔ آپ شنید کے لیے سمجھ بیٹھی تھیں شکل و صورت رنگ و روپ کے یکساں ہوجانے سے ضروری نہیں فکر و خیالات بھی ایک جیسے ہوجائیں۔ مجھے سنجیدہ اور مضبوط خیالات کے مالک انسان پسند ہیں نہ کہ ہر وقت اپنے ہی بناؤ سنگھار پر توجہ دینے والا انسان۔ خالہ..... برا نہیں مانیے گا شنید بھی بہت اچھے ہیں لیکن مجھے ایسا پارٹنر چاہیے جسے دیکھ کر تحفظ کا احساس ہو نہ کہ "ماماز بوائے" کی طرح کسی نہ کسی پلو سے لپٹا ہوا ہو۔ مجھے ولید پسند ہیں اگر آپ کو میری خوشی عزیز ہے تو خالہ پلیز مما سے ولید کے لیے رشتہ مانگیے گا۔" پل بھر میں سارے حساب بے باق ہوگئے تھے شبنم کی جھکی پلکوں کی اوٹ میں حیا کی تتلیاں منڈلا رہی تھیں چہرہ شفق رنگوں میں نہایا ہوا تھا اس کا دل چاہا اپنی ایڑیوں پر گول گول گھوم جائے پردہ چھوڑ کر تیزی سے اپنے کمرے میں آگیا۔

یہ کیسا کھیل تھا جس میں وہ کھیلے بغیر فاتح بن گیا تھا وہ تو میدان چھوڑ کر جارہا تھا لیکن قدرت نے یہ کیسا فیصلہ کیا۔ کہیں شنید تو شبنم کو نہیں پسند کر بیٹھا یہ تکلیف دہ خیال آتے ہی دل مضطرب ہوگیا لیکن، بہت جلد اسے اس سوال کا جواب بھی مل گیا جب اس کی بات سن کر شنید نے فلک شگاف قہقہہ لگایا۔

"ابھی میری عمر ہی کیا ہوئی ہے بھائی جو محبت اور عشق و عاشقی کے چکروں میں پڑوں گا۔ ابھی تو میں نے اپنے آپ کو اسٹیبلش کرنا ہے پھر شادی وادی کا سوچوں گا اور اللہ کے واسطے....." اس نے باقاعدہ ہاتھ جوڑے۔ "اب تو قربانیاں دینے کی عادت ترک کردیں یعنی اگر میرا جواب اقرار میں ہوتا تو آپ میری خاطر شبنم سے دستبردار ہوجاتے..... حد ہوتی ہے بھائی اتنے اچھے نہ بنیں کہ میری ہی نظر آپ کو لگ جائے۔" اس نے اس کا گال تھپتھپایا۔ اس کے سر سے بوجھ اتر گیا ہو جیسے سرشار سا ہوا تھا۔

منزل قریب تر تھی۔ وہ شام کتنی حسین تر تھی جب ممی ولید بھائی کی نظر اتار رہی تھیں تھوڑی دیر بعد ان کا نکاح تھا شبنم سے۔

"مجھے خوشی ہے شبنم نے تمہارا انتخاب کیا حسن شکل و صورت میں نہیں نظر میں ہوتی ہے۔ تمہارے اندر جگمگاتے جواہر کو جو میری آنکھیں نہیں دیکھ پائیں وہ شبنم نے بازیاب کرلیے۔" ممی کو بھی اپنی غلطی کا احساس ہوگیا تھا۔

اور کچھ ہی دیر میں دونوں نکاح نامہ پر دستخط کررہے تھے۔ شبنم کے چہرے کے رنگوں نے ولید بھائی کو الوہی خوشی عطا کی تھی بار بار نظریں چرا کر اسے ہی تکے جارہے تھے۔

"میں نے اپنے بھائی کی انگلی پکڑ کر چلنا سیکھا تھا زندگی کے ہر میدان میں آگے بڑھا ورنہ ممی نے تو بے جا لاڈ پیار دے کر مجھے بے اعتمادی عطا کی تھی۔ یہ ولید بھائی ہی تھے جن کے شانوں پر سر رکھ کر میں فخر محسوس کیا کرتا کہ اتنا بولڈ اور بہادر میرا بھائی ہے صرف میرا۔"

تو آج اپنے دل کا راز آشکار کرکے انہیں ساری عمر کے لیے شکستگی میں کیوں جتلا رکھتا کہ شبنم کو میں نے بھی چاہا تھا۔ اچھا ہی ہوا کہ شبنم کے خیالات اس کے برعکس نکلے ورنہ بھائی نے تو اپنی محبت کی قربانی دے دینی تھی۔ وہ محبت جو بھی ان کے حصے کی تھی اور ممی نے میری جھولی میں ڈال دی تھی۔ قربانیاں ہمیشہ ان ہی کا مقدر کیوں بنتیں اس لیے قدرت نے اس بار فیصلہ آسان کردیا تھا اور دل کا کیا ہے..... پل بھر کو ملول ہوا ہے لیکن ولید بھائی کی خوشیوں بھری زندگی سارے ملال دھودے گی بس کچھ دنوں کی بات ہے۔

آنکھ کے کونے میں اترتی نمی انگلی کی پور میں جذب کرتا آگے بڑھ گیا جہاں فوٹو سیشن ہورہا تھا اور مجھے بھی تو شامل ہونا تھا اپنے بھائی کی خوشیوں میں۔

شب ہجر کی پہلی بارش
نازیہ کنول نازی

معزز قارئین آپ سے التماس ہے کہ ہم www.urdusoftbooks.com پر آپ حضرات کے لیے مسلسل اچھی اچھی کُتب فراہم کرنے کے لیے کوشاں رہتے ہیں جس کے لیے وقت اور رقم دونوں صرف ہوتے ہیں جس کی غرض سے ہماری اِس ویب سائٹ کُچھ سپانسر اشتہارات لگائے گئے ہیں جب ویب سائٹ وزٹرز اُن اشتہارات میں سے کسی اشتہار پر کلک کرتے ہیں تو ویب سائٹ کو تھوڑی سی آمدن حاصل ہوتی ہے، یہ آمدن ویب سائٹ کے اخراجات کو برداشت کرنے میں معاون ثابت ہوتی ہے اس لیے آپ حضرات سے گزارش ہے کے اپنے Google Chrome یا Mozilla Firefox کی Adblocker Extension کو Pause کردیں یا صرف ہماری ویب سائٹ کے لیے Pause کردیں۔ نیچے نظر آنے والی تصویر میں دکھایا گیا ہے کے Adblocker کے Pause ہونے یا انسٹال نہ ہونے کی صورت میں اشتہارات **Green Box** والی جگہ پر ظاہر ہوں گے۔

قسط نمبر 25

صبح کی ہوا تجھ سے ملے تو کہہ دینا
شام کی منڈیروں پر دیے ہم جلائیں گے
ہم تیری محبت کے جگنوؤں کی آمد پر
تتلیوں کے رنگ سے رستے سجائیں گے

گزشتہ قسط کا خلاصہ

حویلی کے بڑے کمرے کی دہلیز پر کھڑی عبدالہادی کی نگاہیں شہزاد کو حویلی میں دیکھ کر شاکڈ رہ جاتیں ہیں۔ ملک فیاض جیسے گھاگ شکاری کی بیوی بن کر حویلی آنے والی نئی دلہن وہ لڑکی ہوگی اس کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا۔ باہر حویلی کے کشادہ صحن میں میرب فیاض جلے پیر کی بلی کی مانند اِدھر سے اُدھر چکر لگا رہی ہوتی ہے' بمشکل اپنے آنسوؤں کو کنٹرول کیے شہزاد کو گالیاں دیتے ہوئے اپنا غصہ کم کرنے کی کوشش کررہی ہوتی ہے۔ اس کا بس نہ چل رہا ہوتا کہ وہ شہزاد کو اٹھا کر حویلی سے باہر پھینک دے۔ عبدالہادی سوچتا ہے کہ کیا شہزاد اغوا ہوئی تھی؟ نہیں کچھ غلط تھا بلکہ نہیں کچھ غلط نہیں' بہت کچھ غلط تھا مگر کیا؟ یہ اسے پتا کرنا تھا تبھی وہ چپ چاپ واپس پلٹ جاتا ہے۔ پورے ایک ہفتہ کی دربدری کے بعد صمید حسن گھر واپس آئے تو ان کی سماعت میں مسلسل درمکنون کے الفاظ گونج رہے تھے۔ بستر پر جو عورت بے حس و حرکت پڑی ہے وہ میری ماں' صرف میری ماں' اس کا کسی مرزا وسیم علی صمید حسن نامی کسی شخص سے کوئی تعلق نہیں ہے اور صمید حسن شکستہ انداز میں گھر آتے ہی کمرے کی جانب بڑھتے ہیں اور پھر اپنی الماری سے پسٹل نکال کر اپنی کنپٹی پر رکھتے ہیں تو سارا بیگم تیزی سے بڑھ کر ان کا ہاتھ پکڑ لیتی ہیں اور ان کے پیر پکڑ کر اپنے گناہوں کی اعتراف کرتی ہیں تو صمید حسن کو ایک دھچکا سا لگتا ہے۔ زاویار صمید حسن سے باز پرس کرتا ہے اور صمید حسن اپنی غلطی کا اعتراف کرکے اس کو سب کچھ سچ بتادیتے ہیں اور زاویار اپنی ماں کو مسمار کرنے کا ان سے اعتراف کرتا ہے اور صمید حسن شرمندہ ہوکر اس سے معافی مانگتے ہیں۔ عبدالہادی شہزاد کو سمجھانے کی کوشش کرتا ہے' شہزاد اور عبدالہادی میں بحث ہوتی ہیں اور آخر میں وہ جاتے ہوئے اپنا موقف شہزاد پر عیاں کرجاتا ہے اور شہزاد بھونچکاں سی نم آنکھوں کے ساتھ اسے تیزی سے سیڑھیاں اترتے دیکھتی رہتی ہے۔ اگلی صبح شہزاد آفشین سے حویلی کے مزید راز جاننے کی کوشش کررہی ہوتی ہے اور افشین اس کو ملک فیاض کی پہلی بیوی اور عبدالہادی اور دیگر کے بارے میں تفصیل سے بتارہی ہوتی ہے کہ عبدالہادی وہاں پہنچ جاتا ہے اور افشین کو وہاں سے بھیج کر شہزاد سے کہتا ہے اس کو حویلی کے بارے میں جو بھی جاننا ہے وہ اس سے یا اس کی ماں سے پوچھ سکتی ہے جسے شہزاد ان سنی کردیتی ہے اور عبدالہادی اس کے دشمنی کی لسٹ سے نکل جاتا ہے۔ عبدالہادی اور اس کی ماں ملک فیاض کے لندن جانے اور وہاں کے حالات کے بارے میں بات چیت کرتے ہیں اور پھر شہزاد کے بارے میں سن کر اس کی ماں پریشان ہوجاتی ہیں۔ شہزاد شام کے پہر ملک فیاض کی پہلی بیوی کے کمرے میں جاتی ہے اور اس کی حالت دیکھ کر افسردہ ہوجاتی ہے اور پھر اگلی صبح وہ عبدالہادی کے کمرے میں آکر اس کا سیل مانگتی ہے اور تھوڑی سی بحث و مباحثہ کے بعد وہ شہزاد کو اپنا سیل دیدیتا ہے۔ سدید علوی مجاہدین کے ہاتھ لگ جاتا ہے اور وہ اس کی دیکھ بھال کرنے لگتے ہیں۔ صیام کافی عرصہ بعد آفس آتا ہے اپنا ریزائن لیٹر دینے وہاں اس کو درمکنون کی پریشانیوں کا علم ہوتا ہے اور وہ افسردہ ہوکر اپنا فیصلہ واپس لینا کا سوچ کر ریزائن لیٹر ٹکڑے ٹکڑے کررہا ہوتا ہے کہ عائلہ اس کے آفس میں داخل ہوکر اپنا تعارف کرواتی ہے اور درمکنون سے ملاقات کی خواہش ظاہر کرتی ہے۔

اب آگے پڑھیے

❀....❀....❀

زمین زادے چلو باتیں کریں شہر تمنا کی
یہاں تو شام سے پہلے ہی سورج ڈوب جاتا ہے
یہاں ہر خواب سے پہلے ہی نیندیں چونک اٹھتی ہیں
بہاریں یوں گزرتی ہیں
کہ جیسے وقت سے ان کی کوئی ازلی عداوت ہو
کوئی بادل نہیں رکتا' ہوائیں بے مروت ہیں
ہوئی صدیاں کہ آنکھوں میں کوئی سورج نہیں چمکا
کوئی شبنم نہیں اتری' کوئی موتی نہیں دمکا
چلو یہ تو ہماری کم نگاہی کی سزا ٹھہری
مگر ہم خواب نہ دیکھیں تو نیندیں بے ثمر اپنی
سماعت بے خبر اپنی' سزا نا معتبر اپنی
زمین زادے چلو باتیں کریں شہر تمنا کی
یہ باتیں جو سلگتی ہیں مگر کرنیں نہیں بنتیں
انہیں روشن اگر کر پاؤ تو کتنے گھڑی ٹھہرو
مگر کیا کر سکو گے' مگر کیا کر سکیں گے ہم
کہ ہم اس شہر میں بے خواب راتوں کے حوالے ہیں
زمیں زادے زمین پر بسنے والے تھکنے والے ہیں

❀....❀....❀

درمکنون اس وقت لیپ ٹاپ کھولے آفیشل ای میلز چیک کر رہی تھی جب عائلہ دستک کے بعد اجازت پا کر کمرے میں چلی آئی۔

''السلام علیکم!'' درمکنون نے اس کے سلام پر لیپ ٹاپ سے توجہ ہٹا کر نگاہیں اس کے چہرے پر جما دیں۔

''وعلیکم السلام! تشریف رکھیں۔''

''شکریہ۔'' کرسی سنبھال کر بیٹھتے ہوئے اس نے ایک نظر درمکنون کے شفاف چہرے پر ڈالی پھر متانت سے بولی۔

''میرا نام عائلہ ہے' ابھی چند روز قبل مجھے آپ کی کمپنی کی طرف سے پرسنل سیکرٹری اپائنٹ کیا گیا ہے۔''

''جی میرے علم میں ہے' اس سے پہلے کہاں جاب کرتی تھیں آپ؟'' اب وہ مکمل طور پر اس کی طرف متوجہ تھی۔ عائلہ کی آنکھیں ضبط کی ہزار کوششوں کے باوجود بھیگ گئیں۔

''صمید انڈسٹریز میں۔'' دھیمے لہجے میں اس نے سر جھکا کر یوں بتایا گویا اپنے جرم یا اپنے گناہ کا اعتراف کیا ہو' درمکنون بے ساختہ چونکی۔

''صمید انڈسٹریز میں؟'' اس نے تصدیق چاہی تھی' عائلہ نے اثبات میں سر ہلایا۔

''کیا پوسٹ تھی آپ کی؟''

''صمید انکل کی اسسٹنٹ تھی میں۔''

''صمید انکل؟''

''جی' میرے دادا کرنل شیر علی نے انہیں بیٹا بنا کر ان کی پرورش کی تھی' انہی کے دیئے گئے پیسوں سے صمید انکل نے کاروبار شروع کیا تھا۔ اسی لیے میں انہیں انکل کہتی ہوں اور اسی لیے میں بطور اسسٹنٹ ان کے ساتھ کام کرتی رہی ہوں۔''

''اوہ..... جہاں تک میں جانتی ہوں ان کا ایک نام ہے بزنس کی دنیا میں' تو آپ ان کے ساتھ کام کیوں نہیں کرنا چاہتی اب؟'' وہ یہ سوال کیوں پوچھ رہی تھی خود اسے بھی نہیں پتا تھا۔ عائلہ سر جھکائے اپنے آنسوؤں کے روکنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے بتانے لگی۔

''صمید انکل کا بیٹا میرا شوہر ہے مگر وہ نہیں چاہتا کہ میں اس کی کمپنی میں رہوں یا کام کروں۔''

''آئی سی' چلیں آپ تھوڑی دیر انتظار کریں۔ میں ابھی فری ہوکر دوبارہ بلاتی ہوں آپ کو۔''

اچانک سیل فون کی بیل نے اس کی توجہ اپنی جانب مبذول کروائی تھی۔ اسکرین پر ساویز آفندی کا نمبر جگمگا رہا تھا۔ عائلہ اثبات میں سر ہلا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ درمکنون ابھی کال پک کرنے ہی والی تھی کہ اسے ساویز کے حوالے سے پرہیان اور اس کے ساتھ ہونے والی ملاقات یاد آئی تو ذہن میں ایک دم سے کچھ اور بھی روشن ہوا ابھی سیل ٹیبل پر رکھ کر اس نے عائلہ کو آواز دی۔

''بات سنیں۔'' عائلہ کا ہاتھ دروازے کے ہینڈل پر تھا' وہ وہیں سے پلٹی۔

''جی۔''

''کیا آپ کے شوہر کا نام زاویار صمید حسن ہے۔''

''جی۔'' عائلہ کے جی نے اسے جیسے چکرا کر رکھ دیا' بے ساختہ منہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے وہ اس کے قریب آئی۔

''مریرہ رحمان کو جانتی ہیں آپ؟'' اس کے عین سامنے کھڑے ہوکر اس نے پوچھا۔ عائلہ نے اثبات میں سر ہلایا۔

''جی ہاں' میرے دادا کرنل شیر علی کی سگی بھتیجی اور میری پھوپو ہیں وہ۔''

''اگر وہ تمہاری پھوپو ہیں تو میں تمہاری بہن ہوں عائلہ کیونکہ میں مریرہ رحمٰن کی بیٹی ہوں۔''

''کیا.....؟'' عائلہ کی آنکھیں حیرانی سے پھیلیں۔ درمکنون نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے نم پلکوں کے ساتھ اسے گلے لگالیا' عائلہ کو کسی اپنے کا کندھا کیا ملا اس کے کب سے رکے آنسوؤں کو بہنے کا بہانہ مل گیا' دونوں اگلے کئی لمحوں تک ایک دوسرے کے گلے لگیں اپنا اپنا غم ہلکا کرتی رہیں۔

❁......❁......❁

درمکنون آفس ٹائم کے بعد عائلہ کو اپنے ساتھ گھر لے آئی تھی۔ وہ دونوں ہال میں بیٹھی تھیں جب عائلہ نے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''مریرہ پھوپو کہاں ہیں' نظر نہیں آرہیں؟'' اس کے سوال نے درمکنون کی پلکیں پھر بھگودیں' وہ بولی تو اس کا لہجہ بے حد شکستہ تھا۔

''ان کی طبیعت ٹھیک نہیں' وہ ہسپتال میں ہیں۔''

''اوہ.....! کیا ہوا ان کو؟''

''ایکسیڈنٹ ہوا تھا۔''

''مائی گاڈ' زیادہ چوٹیں تو نہیں آئیں انہیں؟''

''نہیں۔''

''الحمدللہ..... ان کے پاس کون ہے اس وقت؟''

''سمر انکل۔''

''سمر انکل' اظہار ملک صاحب کے بیٹے ہیں ناں' دادا ابو کے بہت اچھے دوست تھے اظہار ملک۔''

''ہوں۔''

''میں مریرہ پھوپو کو دیکھنا چاہتی ہوں۔''

''ہوں' تھوڑی دیر میں چلتے ہیں' کیا تمہیں اپنے سسرال واپس جانا ہے ابھی؟''

"نہیں! مجھے اس گھر کے مکینوں نے اس گھر سے بےدخل کردیا ہے۔"
"کیا.....! مگر کیوں؟" عائلہ کی نگاہیں اپنے ہاتھوں کی ہتھیلیوں پر تھیں درمکنون کا کافی بنا تا ہاتھ وہیں ٹھہر گیا تھا۔
"یہ تو مجھے خود بھی نہیں پتا بس اتنا پتا ہے کہ صمید انکل کا بیٹا زاویار مجھے پسند نہیں کرتا۔"
"کیا تم اسے پسند کرتی ہو؟"
"نہیں۔"
"تو پھر یہ شادی......"
"صرف پیپر میرج ہے میرے دادا نے مرنے سے پہلے میری حفاظت کے لیے بنا، مجھ سے میری رائے لیے زاویار صمید حسن کے ساتھ میرا رشتہ طے کردیا تھا۔"
"ہوں! کیا تم کسی اور کو چاہتی ہو؟" اس بار درمکنون کے سوال نے اس کے اندر جمی برف کو پگھلانے کا کام کیا تھا۔
"ہوں۔"
"پھر شادی کیوں نہیں کی اس سے؟"
"میرے نصیب میں نہیں تھا۔"
"بے وفا نکلا؟"
"نہیں۔"
"تو پھر؟"
"راہ حق میں شہید ہوگیا۔"
"اوہ..... اللہ درجات بلند کرے۔" عائلہ کی آنکھوں میں تیرتے آنسوؤں نے اس پر واضح کردیا تھا کہ راہ حق میں شہید ہونے والا اس کی زندگی میں کتنا اہم تھا‘ تبھی دونوں کے درمیان اگلے کئی لمحوں تک خاموشی چھائی رہی تھی۔ اسی پل درمکنون کے نمبر پر پھر ساویز کی کال آئی تو اس نے نا چاہتے ہوئے بھی اٹینڈ کرلی۔
"کیسی ہو رہی؟" سلام دعا کے بعد اس نے حال پوچھا‘ درمکنون نے آنکھ میں امڈتے آنسوؤں کو پیچھے دھکیل دیا۔
"ٹھیک ہوں‘ تم کیسے ہو؟"
"میں بھی ٹھیک ہوں۔ آنٹی کا پتا چلا تھا بہت افسوس ہوا سن کر۔"
"ہوں۔"
"میں چکر لگاؤں گا کچھ روز تک پاکستان کا‘ تم پریشان مت ہونا۔"
"ٹھیک ہے۔"
"بزی ہو؟"
"ہوں۔"
"چلو ٹھیک ہے پھر میں بعد میں رابطہ کرتا ہوں۔"
"ٹھیک ہے۔"
"اللہ حافظ۔" اس نے کال کاٹ دی‘ درمکنون نے گہری سانس بھرتے ہوئے سیل سائیڈ پر رکھ دیا۔ عائلہ اپنا کافی مگ خالی کرچکی تھی‘ درمکنون نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔
"آؤ تمہیں تمہارا کمرا دکھادوں آج کے بعد تم یہیں رہوگی۔" اس نے اچانک کچھ یوں کہا کہ وہ ہکا بکا رہ گئی۔
"مگر......"
"کچھ اگر مگر نہیں‘ صمید حسن کے گھر کے دروازے تم پر بند ہوگئے تو کیا ہوگیا‘ مریم رحمان کے گھر میں بہت جگہ ہے تمہارے لیے۔"

اس لڑکی کا دل سمندر تھا' عائلہ حیرانی سے اسے دیکھے گئی' قدرت کی اتنی بڑی مہربانی کا تو اس نے سوچا ہی نہیں تھا۔ کرنل صاحب کے گھر میں تنہا اتنے دن اور راتیں اس نے کس خوف اور کرب میں گزاریں اسی کا دل جانتا تھا۔ ہر لمحہ یہی خوف دامن گیر رہتا کہ کہیں صمید حسن آ کر اسے پھر سے اپنے گھر نہ لے جائیں جہاں زاویار صمید حسن کی نفرت کا گراف اس کی برداشت سے کہیں بڑھ کر تھا مگر یہاں آنے کے بعد وہ اس خوف سے آزاد ہوگئی تھی۔ صمید حسن اور ان کا بدد ماغ بیٹا یہاں نہیں آ سکتے تھے' تبھی اس نے خاموشی سے سر جھکایا تو درمکنون اسے اس کا کمرا دکھانے لے گئی' فی الوقت ان دونوں کو ہی ایک دوسرے کی ضرورت تھی۔

عائلہ کو کمرا بے حد پسند آیا' صاف ستھرا اور کھلا کھلا سا' درمکنون نے گلاس ونڈو کے پردے سمیٹ دیے۔

''یہ کمرا پہلے شہرزاد کا تھا' عمر انکل کی بیٹی اور میری بہت اچھی دوست کا مگر پچھلے کچھ دنوں سے اس کا کچھ پتا نہیں کہ وہ کہاں ہے' نمبر بھی مسلسل بند جا رہا ہے اس کا' شاید عمر انکل جانتے ہوں کہ وہ کہاں ہے مگر مجھ سے رابطہ نہیں ہوا اس کا۔''

''اوہ...... تو کیا اس کے واپس آ جانے پر یہ کمرا مجھے خالی کرنا ہوگا؟''

''نہیں' کیونکہ اب عمر انکل پاکستان آ گئے ہیں' وہ ان کے ساتھ رہے گی۔ شہربانو آنٹی' شہرزاد کی مما بھی وہیں رہ رہی ہیں۔''

''ٹھیک ہے' کل میں آفس جاؤں کہ چھٹی کرلوں؟''

''جیسے تمہاری مرضی عائلہ' جاب پکی سمجھو اور اب تھوڑا ریسٹ کرلو تھک گئی ہوگی۔''

''ہوں۔''

عائلہ کا گال تھپتھپاتے ہوئے درمکنون نے کہا اور پھر اس کے اثبات میں سر ہلانے پر کمرے سے نکل گئی۔ عائلہ اس رات ایک پل کے لیے بھی نہیں سو سکی تھی' جس عورت کے کردار کا بہانہ بنا کر زاویار صمید حسن نے اسے اپنی زندگی اور گھر سے بے دخل کیا تھا' وہ اسی عورت کے گھر میں آ گئی تھی۔ تقدیر اسے وہاں لے آئی تھی جہاں آنے اور رہنے کا اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ اللہ جانے ''صمید ہاؤس'' سے اس کی بے دخلی کے بعد صمید حسن نے اسے ڈھونڈا بھی ہوگا کہ نہیں۔ جانے سارا بیگم نے زاویار صمید حسن کو اس کی شرمناک حرکت پر ڈانٹا بھی ہوگا کہ نہیں' وہ اب آگے کیا کرے گی؟ کیسے ایک ناپسندیدہ شخص کے کاغذی رشتے کو کسی مالا کی طرح گلے سے اتار کر پھینکے گی؟

سوچیں تھیں کہ زہریلے ناگوں کی طرح ڈستی جا رہی تھیں' وہ پوری رات کروٹ پر کروٹ بدلتی رہی۔ صبح فجر کی اذان کے ساتھ اس نے بستر چھوڑا اور وضو کر کے جائے نماز پر جا کھڑی ہوئی' فی الحال اسے سکون سے زیادہ کسی چیز کی ضرورت نہیں تھی۔

❀......❀......❀

درمکنون ابھی نماز سے فارغ ہوئی تھی جب اس کے سیل کی اسکرین پر ایک اجنبی نمبر جگمگا اٹھا' کئی بار بیلز کے بعد اس نے کال پک کی جب دوسری طرف سے تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد شہرزاد کی آواز سننے کو ملی۔

''السلام علیکم!''

''وعلیکم السلام! شہرزاد؟''

''ہوں۔''

''کیسی ہو تم' کہاں ہو' کہاں چلی گئی تھیں تم اور یہ نمبر کس کا ہے؟'' کئی سوال اس نے ایک ہی سانس میں پوچھ ڈالے تھے' دوسری طرف پھر خاموشی چھا گئی۔

''شہرزاد......'' درمکنون نے آواز دی تب وہ بولی۔

''میرے پاس فی الحال تمہارے کسی سوال کا جواب نہیں ہے دری' تم بس اتنا بتا دو عمر انکل ٹھیک ہیں؟''

''نہیں' ان پر قاتلانہ حملہ ہوا تھا جس میں وہ بال بال بچ گئے مگر ابھی مکمل طور پر صحت یاب نہیں ہیں۔''

''مائی گاڈ مجھے پتا تھا یہ لوگ کوئی کمینی حرکت ضرور کریں گے۔'' وہ بڑبڑائی' درمکنون چونک اٹھی۔

''کون لوگ؟''

''کچھ نہیں' تم پلیز عمر انکل کا خیال رکھنا' میں جلد واپس آ جاؤں گی۔''

''ٹھیک ہے۔''

''مریرہ آنٹی کیسی ہیں؟'' اس بار شہزاد نے پوچھا اور وہ خاموش ہو گئی۔

''کیا ہوا' تم بول کیوں نہیں رہیں؟''

''مما ٹھیک نہیں ہیں شہزاد' وہ کومہ میں چلی گئی ہیں۔''

''کیا..... مگر کیسے؟'' دوسری طرف شہزاد کو جیسے زور کا جھٹکا لگا۔ درمکنون کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر آئیں۔

''روڈ ایکسیڈنٹ ہوا تھا ان کا۔''

''اوہ میرے اللہ' اتنا کچھ ہو گیا وہاں' ڈاکٹر کیا کہتے ہیں۔''

''کچھ نہیں' کوئی امید نہیں۔'' درمکنون کی آواز بھرا گئی تھی' شہزاد کو چپ لگ گئی' بہت سے لمحوں کی خاموشی کے بعد اس کی آواز آئی۔

''اپنا خیال رکھنا دری' میں پھر رابطہ کروں گی۔'' اس سے پہلے کہ درمکنون اس کو کچھ اور بتاتی یا پوچھتی اس نے فوراً کال ڈراپ کر دی' درمکنون اسے کال بیک کر رہی تھی مگر اس نے اس کی کال اٹینڈ کرنے کی بجائے اس کا نمبر بلیک لسٹ میں ڈال دیا تھا۔

بوجھل سانس فضاء کے سپرد کرتے ہوئے اس کے قدم عبدالہادی کے کمرے کی طرف بڑھے جو دونوں ہاتھ سر کے نیچے جمائے' چت لیٹا اسی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

''یہ لو اپنا موبائل' شکریہ۔'' لیے دیئے سے لہجے میں عبدالہادی کو اس کا موبائل واپس کرتے ہوئے اس کے ہاتھوں میں واضح لرزش تھی۔ وہ یک ٹک اسے دیکھتا رہا' جو نفرت کی آگ میں جلتی خود ایک جہنم میں آ گری تھی۔

❁......❁......❁

عائلہ درمکنون کے ساتھ آفس پہنچی تو دونوں خاصی لیٹ ہو چکی تھیں' صیام ابھی ان دونوں کو سلام کرتا درمکنون کے آفس میں جانے کا سوچ ہی رہا تھا جب اس نے خود اسے طلب کر لیا۔

''السلام علیکم!'' کمرے میں داخل ہوتے ہی اس نے پھر سلامتی بھیجی' جواب میں درمکنون نے اداس نگاہوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔

''وعلیکم السلام' بیٹھیے۔'' اس کا انداز اس وقت بھی خالص پروفیشنل تھا' صیام اس کے سامنے رکھی کرسی پر بیٹھ گیا۔

''مسٹر صیام یہ عائلہ ہیں' عائلہ علوی صمید انڈسٹریز میں منیجر کے عہدے پر کام کرتی رہی ہیں' آج سے یہ ہماری کمپنی میں بطور میری پرسنل سیکرٹری کا کام کریں گی' آپ اگر کہیں اور کام کرنے میں انٹرسٹڈ ہیں تو جاب چھوڑ کر جا سکتے ہیں۔'' مکمل اعتماد کے ساتھ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی' صیام نے اثبات میں سر ہلایا۔

''ٹھیک ہے۔''

''اب آپ جا سکتے ہیں' آج سے عائلہ آپ کی سیٹ سنبھالے گی۔''

وہ صرف دکھی نہیں' بہت الجھی ہوئی بھی لگ رہی تھی۔ وہ خاموشی سے اس کے آفس سے نکل آیا' اب وہ اسے کیا بتاتا کہ اس کے لیے اس نے بہترین جاب ٹھکرا دی تھی۔

❁......❁......❁

''ایکسکیوز می.....'' وہ گاڑی کا دروازہ کھول رہی تھی جب صیام کی پکار پر بے ساختہ رک کر اس نے پیچھے دیکھا' بلو جینز پر بلیک چیک دار شرٹ کے ساتھ وہ ہمیشہ کی طرح جاذب نظر دکھائی دے رہا تھا' درمکنون نے سوالیہ نظریں اس پر جما دیں۔

''جی فرمائیے۔''

''عبدالحنان سے مریرہ میم کا پتا چلا' یقین کرنے سے قاصر ہوں کہ ان کے ساتھ یہ سب کیسے ہو گیا' میں دیکھنا چاہتا ہوں

انہیں اگر آپ کو اعتراض نہ ہوتو۔"
"ٹھیک ہے میں ابھی وہیں جارہی ہوں' آجایئے۔" مختصر لہجے میں کہتی وہ گاڑی میں بیٹھ گئی تھی۔ صیام نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی' اگلے دومنٹ کے بعد گاڑی تارکول کی کشادہ سڑک پر سرپٹ بھاگ رہی تھی۔
"کیسے ہوا یہ حادثہ ان کے ساتھ؟" چند لمحوں کی خاموشی کے بعد صیام نے چپ کا گلہ گھونٹا' درمکنون بے نیازی سے باہر دیکھتی رہی۔
"پتا نہیں' مجھے بہت بعد میں بتایا گیا تھا کہ مما ٹھیک نہیں ہیں۔"
"کون دیکھ بھال کررہا ہے ان کی اس وقت؟"
"عمر انکل۔"
"اور آپ کے پاس کون ہوتا ہے گھر میں؟"
"میرا اللہ۔"
"میں انسانوں کی بات کررہا ہوں۔"
"انسانوں کے سہارے کو سہارا نہیں سمجھتی میں۔"
"مطلب آپ اکیلی رہ رہی ہیں آنٹی کے بغیر۔" اس نے کہا اور درمکنون کی آنکھیں بھرآئیں تھیں' صیام نے ایک نظر اسے دیکھا پھر لب بھینچ لیے۔ اسے روتے ہوئے دیکھنا اس کے لیے دنیا کا سب سے مشکل کام تھا۔
شگفتہ کی شادی ہوگئی تھی' عشرت کے لیے وہ آج کل کسی مناسب رشتے کی تلاش میں تھا' ماں جی دونوں بیٹیوں کے فرض سے سبکدوش ہونے کے بعد اس کے سر پر بھی سہرا سجانے کی خواہش مند تھیں مگر وہ تھا کہ اس موضوع پر کوئی بات ہی نہیں کرتا تھا جیسے ہی وہ یہ ذکر شروع کرتیں وہ کوئی نہ کوئی بہانہ بنا کر اٹھ جاتا۔
اس روز درمکنون کے ساتھ مریرہ رحمان کو دیکھنے کے بعد خود وہ اندر سے بہت اداس ہوگیا تھا۔ رات کے دس بج رہے تھے جب عمر عباس نے زبردستی اسے صیام کے ساتھ گھر بھیج دیا' وہ گھر آئی تو عائلہ رات کا کھانا پکارہی تھی۔
"السلام علیکم!" تھکے تھکے سے لہجے میں اس نے جونہی سلام کیا وہ اس کے پاس آکر بیٹھ گئی۔
"وعلیکم السلام! کیا آپ مریرہ پھوپو سے مل کر آرہی ہیں؟"
"ہوں۔"
"مجھے کیوں نہیں ساتھ لے کر گئیں' میں بھی انہیں دیکھنا اور ان سے ملنا چاہتی ہوں۔"
"بھول گئی تھی یار' کل لے چلوں گی۔"
"ٹھیک ہے اب کھانا کھا کر تھوڑا آرام کرلیں۔"
"ہوں' آرام تو میں کرلوں گی مگر پلیز تم مجھے آپ وآپ مت کہا کرو' اجنبیت کا احساس ہوتا ہے' مدتوں بعد تو کہیں کوئی رشتہ دار ملا ہے' وہ بھی تکلف برتے تو اچھا نہیں لگتا۔"
"ٹھیک ہے آئندہ احتیاط کروں گی۔"
"گڈ گرل' اب کھانا نکال لو میں بس ابھی آئی۔" شہزاد کے بعد وہ عائلہ کے ساتھ بھی جلد گھل مل گئی تھی' اس کی فطرت ہی ایسی تھی ہر کسی کے ساتھ جلد گھل مل جانا۔
اس رات کھانے کے بعد دونوں دیر تک ایک دوسرے سے اپنے اپنے دکھ شیئر کررہی تھیں' عائلہ کو مریرہ رحمان کے ماضی کی حقیقت معلوم ہوئی تو زاویار سے اس کی نفرت کا گراف مزید بلند ہوگیا البتہ سارا بیگم اور حمید حسن کے لیے اس کے دل میں کوئی بدگمانی پیدا نہیں ہوسکتی تھی کیونکہ اس نے ان دونوں کو ہمیشہ بے حد مہربان پایا تھا۔

❀......❀......❀

اس روز موسم بے حد سرد تھا۔ عمر عباس اپنے ذاتی کام کی نوعیت سے شہر سے باہر گیا ہوا تھا' اس کی غیر موجودگی میں ہوزان

مریرہ کے پاس تھی۔ درمکنون آفس سے فارغ ہوکر ہسپتال آئی تو رات وہیں رکنے کا پروگرام بنالیا۔
آسمان پر اچانک بادلوں کے گھیراؤ اور بجلی کی کڑک نے گرمی کا گلہ گھونٹ دیا تھا' عائلہ بھی اس کے ساتھ ہی آفس سے سیدھی وہیں چلی آئی تھی۔
چوکیدار پچھلے ایک ہفتے سے چھٹی پر تھا مگر عمر عباس کو اس نے اس بات سے مطلع نہیں کیا تھا کیونکہ اول تو عمر چوکیدار کو اتنی چھٹی نہ دیتا اگر دے بھی دی جاتی تو وہ ہر صورت اسے ایک ہفتہ اپنے گھر رہنے پر مجبور کرتا اور ابھی وہ نہیں کرسکتی تھی۔
اسے اپنے گھر اور کمرے میں اپنے بستر پر نیند آتی تھی' گو مریرہ وہاں نہیں تھی مگر اسے اس کی خوشبو وہیں محسوس ہوتی تھی پھر اب تو وہ تنہا بھی نہیں تھی۔ عائلہ مریرہ کی حالت دیکھ کر بے حد دلگرفتہ تھی۔
شہر بانو اور ہوزان کے ساتھ بھی اس کی اچھی دعا سلام ہوگئی تھی کیونکہ شہر بانو بھی وہیں موجود تھیں' پوری رات یونہی گزر گئی۔
اگلے روز عائلہ نے آفس سے چھٹی کرلی' درمکنون کو کچھ ضروری میٹنگز اٹینڈ کرنا تھیں لہٰذا وہ آفس چلی آئی۔ اس کا خیال تھا کہ صیام نے آفس سے ریزائن کردیا ہوگا مگر ایسا نہیں تھا وہ آفس میں موجود تھا' درمکنون کا دل اسے دیکھ کر بہت زور سے دھڑکا تھا۔ سارے دن کام میں معروف اسے کھانے پینے کا ہوش بھی نہیں رہا تھا' یہی وجہ تھی کہ آخری میٹنگ اٹینڈ کرکے جس وقت وہ گاڑی میں آئی صیام نے اس سے پوچھے بغیر گاڑی درمکنون کے پسندیدہ ریسٹورانٹ کے باہر روک دی۔
موسم کے تیور آج بھی خطرناک تھے اوپر سے شام ڈھل گئی تھی مگر اسے چونکہ زوروں کی بھوک لگی تھی لہٰذا وہ بناء کچھ کہے چپ چاپ گاڑی سے اتر آئی۔ آف وائٹ کاٹن کے سادہ سوٹ میں ابھی ابھی سی پریشان وہ اسے اپنے دل کے بے حد قریب محسوس ہورہی تھی' گلاب کی طرح مہکتا حسن بھی ماند پڑچکا تھا۔ صیام نے اچٹتی سی ایک نظر اس کے اداس سراپے پر ڈالنے کے بعد مینو کارڈ اس کے سامنے رکھ دیا' درمکنون نے اپنا پسندیدہ کھانا آرڈر کردیا۔
دونوں کے درمیان ہنوز خاموشی کا راج تھا تقریباً پون گھنٹے بعد ان کی مطلوبہ ڈشز تیار ہوکر آئیں تو درمکنون نے پیٹ پوجا میں مزید ایک منٹ کی تاخیر بھی نہیں کی' اس کا سر بے حد بھاری ہورہا تھا جبکہ تھکن سے بدن الگ چُور چُور تھا۔
صیام نے برائے نام کھانا کھایا' کھانے کے بعد درمکنون کے منع کرنے کے باوجود اسی نے بل پے کیا' موسم ان کی سوچ سے زیادہ خراب ہوچکا تھا۔ وہ لوگ ابھی گاڑی میں آکر بیٹھے تھے کہ زوروں کی بارش شروع ہوگئی' تیز طوفانی بارش میں ڈرائیو کرنا بے حد مشکل ہورہا تھا' اوپر سے احتیاط بھی لازم تھی مجبوراً اسپیڈ کم کرنی پڑی' ابھی بمشکل آدھا راستہ ہی طے ہوا تھا کہ اچانک بائیں سائیڈ کا ٹائر جواب دے گیا' گاڑی ایک زوردار جھٹکے کے ساتھ رک گئی تھی۔
درمکنون کی پریشانی میں مزید اضافہ ہوگیا تھا' خراب طبیعت کے ساتھ تھکن اور اچانک بڑھنے والی ٹھنڈ نے اس کی طبیعت میں خرابی پیدا کردی تھی۔ صیام نے گاڑی کا ٹائر تبدیل کیا اس دوران وہ بھی بارش میں بُری طرح بھیگ چکا تھا۔
''سمجھ میں نہیں آتا خراب موسم میں ہی گاڑی کیوں خراب ہوجاتی ہے۔'' بازوؤں سے پانی کے قطرے جھاڑتے ہوئے وہ گاڑی میں آبیٹھا تھا۔ درمکنون نے ہنوز خاموشی کا پردہ تانے رکھا۔ رات کے ساڑھے گیارہ ہورہے تھے' صیام نے ایک نظر رسٹ واچ پر ڈالنے کے بعد گاڑی اسٹارٹ کرلی۔
''کہاں جانا ہے' ہسپتال یا گھر؟''
''گھر......؟''
''ٹائم کافی ہوگیا ہے کیا گھر پر کوئی ہے؟''
''مجھے نہیں پتا' عائلہ آچکی ہوگی شاید میرا ویٹ بھی کررہی ہو۔''
''ٹھیک ہے۔''
''مجھے گھر ڈراپ کرکے آپ گاڑی لے جانا' صبح میں لیٹ آفس آؤں گی اس لیے عائلہ کو پک کرلینا آپ' وہ ابھی ٹھیک سے ڈرائیو نہیں کرسکتی۔''
''ٹھیک ہے۔'' وہ کچھ اور کہہ بھی نہیں سکتا تھا۔ اگلے پندرہ منٹ کے بعد اس نے درمکنون کو مریرہ پیلس کے سامنے

اتار دیا تھا۔

"اب آپ جاسکتے ہیں' صبح دس بجے تک آجایئے گا۔"

"ٹھیک ہے اپنا خیال رکھیے گا اللہ حافظ۔" درمکنون کے پلٹتے ہی وہ بھی پھر سے گاڑی میں آ بیٹھا' بارش اب بھی ہورہی تھی مگر اس میں پہلے جیسی شدت نہیں رہی تھی۔

ذہن میں درمکنون کے سراپے کو بسائے اگلے پانچ منٹ کے بعد اس نے گاڑی اپنے گھر کے راستے پر ڈال دی تھی۔

❀......❀......❀

گیٹ کھلا تھا' درمکنون نے جیسے ہی گیٹ کے اس پار قدم دھرے سارے گھر کو اندھیرے میں ڈوبا پاکر حیران رہ گئی۔ اگر عائلہ گھر آچکی تھی تو پھر اس نے سارے گھر کی لائٹس کیوں بند کررکھی تھیں؟ پتا نہیں اس کی طبیعت بھی ٹھیک تھی کہ نہیں؟ اس نے پرس میں ہاتھ مارا مگر اس کا سیل وہاں نہیں تھا' گاڑی میں ہی رہ گیا تھا' دایاں ہاتھ سر پر مارتی وہ اندھیرے میں ہی آگے بڑھ آئی۔

"عائلہ......" اپنے خوف کو زائل کرنے کے لیے اس نے بلند آواز میں عائلہ کو پکارا مگر جواب میں اسے عائلہ کی آواز سننے کو نہیں ملی البتہ لاؤنج کی لائٹ آن ہوگئی تھی۔

"عائلہ......"

لاؤنج میں قدم رکھتے ہی اس نے پھر عائلہ کو آواز دی اور تبھی سائیڈ روم سے ایک شخص نکل کر اس کے سامنے آ گیا تھا۔ درمکنون کی نظر جیسے ہی اس پر گئی اس کی چیخ نکل گئی' اس کے چیختے ہی تین چار آدمی اور نکل آئے' وہ سمجھ گئی تھی کہ اس کے گھر میں ڈاکہ پڑچکا ہے۔

اندھیرے میں ڈوبی عمارت اس وقت سے پہلے اسے کبھی اتنی خوفناک نہیں لگی تھی۔ اس کے گھر سے جانے کیا کیا سمیٹا جاچکا تھا مگر اس وقت اسے مال کی پروا نہیں تھی جان اور عزت کی پروا تھی تبھی اندھیرے کی پروا کیے بغیر وہ الٹے پاؤں بھاگی تھی تاہم وہ بھاگنے میں کامیاب نہ ہوسکی۔

گیٹ تک پہنچنے سے پہلے ہی دیوہیکل نما شخص نے اسے پکڑ کر اپنے بازوؤں میں دبوچ لیا تھا۔ رات کے اس پہر سنسان گھر میں وہ صرف مال لوٹنے کا ارادہ لے کر نہیں آئے تھے' پری کی طرح نازک اندام بے حد حسین اس لڑکی کی عزت مال سے بھی زیادہ پرکشش تھی' درمکنون کی چیخیں آسمان کو چھونے لگیں۔

❀......❀......❀

کہا تھا ناں

زیادہ دور مت جانا

زیادہ دور جانے سے روابط ٹوٹ جاتے ہیں
روابط ٹوٹ جائیں تو تعلق چھوٹ جاتے ہیں
تعلق چھوٹ جائیں تو بہت تکلیف ہوتی ہے
بہت تکلیف میں اکثر یہ آنکھیں بھیگ جاتی ہیں
تمہیں تو بھیگی آنکھیں بہت تکلیف دیتی تھیں
مگر اب کیوں میرے آنسو تمہیں پاگل نہیں کرتے

کہا تھا ناں

زیادہ دور مت جانا

زیادہ دور جانے سے کوئی مرتو نہیں جاتا
مگر آہستہ آہستہ

کوئی بہتے ہوئے آنسو بھی پینا سیکھ جاتا ہے
اکیلا آدمی ایک دن تو جینا سیکھ جاتا ہے

صیام اپنے گھر کے قریب کے پہنچنے ہی والا تھا' جب اس کی نظر ڈیش بورڈ پر پڑے درمکنون کے آئی فون پر جا ٹھہری۔ وہ شاید اب بھی دھیان نہ کرتا اگر فون کی بیل نہ بجتی' اسکرین پر کوئی اجنبی نمبر جگمگا رہا تھا۔

صیام نے سرسری سی ایک نظر سیل پر ڈالنے کے بعد گاڑی ریورس گیئر میں ڈال دی' درمکنون کے لیے سیل ضروری تھا۔ تقریباً پانچ منٹ کے بعد وہ گیٹ کے سامنے موجود تھا۔ گاڑی سے نکل کر اس نے گیٹ پر دستک دی کیونکہ چوکیدار کا کہیں دور دور تک نام و نشان نہیں تھا مگر اس کی دستک کے جواب میں کوئی گیٹ تک نہیں آیا۔

بارش تھم چکی تھی مگر ٹھنڈی ہوا کے سبب اس کے بھیگے ہوئے کپڑے اسے ٹھٹھرنے پر مجبور کررہے تھے تبھی اس نے زوردار دستک دی اور یہی وہ پل تھا جب اس کے کانوں میں درمکنون کی چیخ گونجی تھی۔

کہیں کچھ غلط تھا' اس کا دل انجانے سے خدشے کے پیش نظر زور سے دھڑک اٹھا' گیٹ کھولنے کی ہر ممکن کوشش کے بعد ناکام ہوکر اس نے گیٹ پھلانگنے کا فیصلہ کرلیا۔ گیٹ کے اوپر لگا حفاظتی جنگلہ عبور کرنے میں وہ اپنے دونوں ہاتھ شدید زخمی کروا بیٹھا تھا مگر اس وقت اسے اپنے زخموں کی پروا نہیں تھی۔ گیٹ پھلانگ کر جس وقت وہ لان سے ہوتا ہوا اندر ہال کمرے میں آیا اس کے پاؤں تلے سے گویا زمین نکل گئی۔ ایک شخص جس نے درمکنون کو دبوچ رکھا تھا صیام کو دیکھ کر اسے پرے دھکیلتے ہوئے اپنے ساتھیوں کے ساتھ اوپر چھت پر جانے والی سیڑھیوں پر چڑھ گیا' دور کہیں پولیس موبائل کا سائرن بھی سنائی دے رہا تھا۔

درمکنون اس نامعلوم شخص کے پنجے سے آزاد ہوتے ہی صیام کی طرف بھاگی اور کسی معصوم بچے کی طرح اس کے بازو سے لگ کر پھوٹ پھوٹ کررودی۔ صیام جیسے اپنی جگہ فریز ہوگیا تھا' اسے اگر ذرا سا بھی گمان ہوتا کہ درمکنون کے ساتھ کوئی حادثہ پیش آنے والا ہے تو وہ کبھی اتنی رات کو اسے یوں اکیلا وہاں چھوڑ کر نہ جاتا مگر اب کیا ہوسکتا تھا۔

اس کے گمان میں درمکنون اپنی عزت کا گوہر لٹا چکی تھی مگر حقیقت میں ایسا نہیں تھا' اللہ نے اس وقت اسے درمکنون صمید حسن کے لیے رحمت کا فرشتہ بنا کر بھیجا تھا اگر وہ وہاں پہنچنے میں ذرا سی بھی مزید تاخیر کرتا تو شاید وہ اپنی ہستی کے سب سے انمول خزانے سے محروم ہوجاتی۔

یہی احساس اسے صیام کے قریب لایا تھا' وہ اس کا محافظ تھا مگر صیام کو یہ یقین کون دلاتا؟ اس کا دل کرچی کرچی ہوکر آندھیوں کی نذر ہوچکا تھا۔ بازو سے لگ کر روتی درمکنون کے سر پر اس نے اپنا ہاتھ یوں رکھا جیسے اس کی تکلیف میں اسے تسلی دے رہا ہو مگر اس وقت وہ خود کتنی تکلیف میں تھا یہ کوئی نہیں جانتا تھا۔

❁ ❁ ❁

زاویار عمر عباس کی ہمراہی میں اس روز ہسپتال آیا تھا۔ بڑھی ہوئی شیو' رف کپڑے اور اندر کو دھنسی آنکھیں اس کی حالت کا پتا دیتی تھیں۔ طویل کوریڈور عبور کرکے جس وقت وہ مریرہ کے کمرے کے سامنے آئے' زاویار کی حالت غیر ہوگئی بھلا وہ کس منہ سے اس عورت کا سامنا کرتا جسے زندگی سے دور کرکے موت کے قریب کرنے والا خود وہی تھا' بے ساختہ اس لمحے اسے اپنے الفاظ یاد آئے تھے۔

''نفرت ہے مجھے عورت کے کردار سے' آپ سے' آپ کے تصور سے...... کتنا بدنصیب ہوں میں کہ جس نے آپ جیسی بدچلن عورت کی کوکھ سے جنم لیا۔ کاش میں اتنا بہادر ہوتا کہ آپ کو اپنے ہاتھوں سے موت کی آغوش میں سلا سکتا تا کہ دنیا کی ساری عورتیں غلط راہ پر چلنے سے پہلے ایک بار آپ کا انجام دیکھ کر عبرت پکڑلیتیں' کوئی حق نہیں ہے آپ جیسی گری ہوئی عورت کو عزت سے جینے کا' سمجھی آپ؟'' اس نے کہا ہی نہیں تھا سچ کر دکھایا تھا۔

خود اپنے ہاتھوں اپنی ماں کو زندگی اور موت کے درمیان الجھا دیا تھا' وہ کس منہ سے اندر جاتا؟ در و دیوار اس پر پتھر نہ پھینکتے' اس کا مذاق نہ اڑاتے؟

''آؤ۔'' عمر اسے کمرے میں آنے کی دعوت دے رہا تھا' وہ آج صبح ہی مری سے واپس آیا تھا' زاویار نے آہستہ سے

نفی میں سر ہلایا۔
"نہیں...... میں اندر نہیں آسکتا مسٹر عمر میں ان کا سامنا نہیں کرسکتا۔" بھیگے لہجے میں کہتا وہ تیزی سے پلٹا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا کوریڈور سے باہر نکل گیا۔ اس کا دل اس لمحے غم سے پھٹ رہا تھا مگر کیسی بے بسی تھی کہ وہ کسی کے سامنے رو بھی نہیں سکتا تھا۔
اگلے کئی گھنٹے قریبی پارک میں تنہا بیٹھ کر رونے کے بعد وہ اپنی گاڑی کے قریب آیا تو اس کا دل پہلے سے بھی زیادہ بوجھل تھا۔ شام ڈھل چکی تھی اس نے گاڑی کرنل صاحب کے گھر کے راستے پر ڈال دی۔
وہ صرف اپنی ماں کا مجرم نہیں تھا بلکہ کسی اور کے بہت سے قرض بھی اس پر واجب تھے لہٰذا وقت آ گیا تھا کہ وہ اب ان قرضوں کی ادائیگی شروع کردیتا' محبت نا سہی انسانیت کی انگلی ہی تھام لیتا۔
کرنل صاحب کے مکان پر آیا تو دروازے پر لگا تالا اس کا منہ چڑا رہا تھا' قرب و جوار سے پتا کرنے پر معلوم ہوا کہ پچھلے بہت دنوں سے عائلہ وہاں نہیں آئی تھی۔
اگر وہ وہاں نہیں آئی تھی تو کہاں چلی گئی تھی؟ کرنل صاحب کے بعد بھلا اس کا کہاں ٹھکانہ تھا؟ الجھنیں تھیں کہ بڑھتی جارہی تھیں' دل کا بوجھ کم ہونے کی بجائے مزید بڑھ گیا تھا' جانے ابھی اسے اور کن کن آزمائشوں کی بھٹی سے نکل کر کندن بننا تھا۔

❁......❁......❁
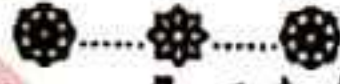
پریہان لندن واپس چلی گئی تھی' مریم رحمٰن کی سگی بیٹی کے ہاتھوں ہونے والی بے عزتی کے بعد وہ پاکستان میں رہ بھی نہیں سکتی تھی۔ اس وقت وہ ایلی کے ساتھ نیوٹرے ڈیم آئی تھی جب اس نے اس کی آنکھوں میں بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔
"کیا بات ہے پری۔ پاکستان جا کر تم پہلے سے زیادہ ڈسٹرب لگ رہی ہو۔"
"ایسی کوئی بات نہیں۔"
"ایسی ہی بات ہے' کچھ ایسا ہے جو تم مجھ سے چھپا رہی ہو۔"
"نہیں ایلی ایسا کچھ نہیں ہے' بس میرا دل بہت اداس ہے۔"
"کیوں؟" اس نے پوچھا' پریہان نے سر اٹھا کر بوجھل سانس فضا کے سپرد کی۔
"کیونکہ جن کے لیے میں پاکستان گئی تھی' میں ان کے لیے کچھ بھی نہیں کرسکی ایلی...... میرے سامنے ایک پتھر کا مجسمہ تھا۔ جس سے میں معافی بھی نہیں مانگ سکی' مجھے ان کے پاس رک کر انہیں ٹھیک سے دیکھنے کا حق بھی نہیں ملا' میں نے ایک بار پھر اس جرم کی سزا پائی ایلی جو میں نے کیا ہی نہیں تھا۔"
اب وہ رو رہی تھی' ایلی دکھ سے اسے دیکھتا رہا' اس کے پاس فی الوقت اسے تسلی دینے کے لیے ایک لفظ بھی نہیں تھا' بہتر تھا وہ کھل کر رو لیتی تبھی وہ چپ سادھ گیا تھا۔
نیوٹرے ڈیم کی اداسی ان دونوں کے اندر حلول ہورہی تھی عین اسی لمحے وہاں پہلے سے موجود سارہ یزآفندی کی نگاہ قطعی غیر دانستگی میں ان پر گئی تھی اور وہ ایلی کے ساتھ پریہان کو دیکھ کر ٹھٹک کر رہ گیا بھلا وہ وہاں کیا کررہی تھی اور وہ بھی اس کے بزنس پارٹنر ایلی چوہان کے ساتھ؟
اسے لگا شاید اسے کوئی دھوکا ہوا ہے' وہ لڑکی پریہان نہیں بلکہ اس کی کوئی ہم شکل ہوگی' اپنی اسی الجھن کو دور کرنے وہ اٹھ کر ایلی کے قریب آیا اور اس کے قریب آنے پر اسے پتا چلا کہ وہ پریہان کی ہم شکل نہیں' پریہان ہی تھی۔
"ہیلو۔" جب قریب آ گیا تھا تو مخاطب کرنا بھی مجبوری تھی۔
ایلی کے ساتھ ساتھ پریہان نے بھی چونک کر اسے دیکھا اور منہ پھیر لیا۔ ایک عرصے کے بعد اسے دیکھ کر بھی اس کی آنکھوں میں دکھ یا شناسائی کی کوئی رمق نہیں ابھری تھی اس نے یوں ظاہر کیا تھا جیسے وہ اسے جانتی ہی نہ ہو۔
حیرانی سی حیرانی تھی' کل تک اس کے لیے رو رو کر پاگل ہونے والی اس وقت اس کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہیں کررہی تھی۔ کیوں؟ اسے فرق نہیں پڑنا چاہیے تھا مگر پڑ رہا تھا شاید کسی کو دھتکار دینا اتنا ہی آسان ہوتا ہے جتنا خود کسی کے ہاتھوں

دھتکارے جانا مشکل، ایلی اب اس سے مصافحہ کررہا تھا۔

"تم یہاں کیسے؟"

"کچھ نہیں، فارغ تھا سوچا تھوڑی سیر وتفریح کرلوں۔"

"آہم...... یہ میری فیانسی پریہان اور پریہان یہ ساویز ہے، میرا بزنس پارٹنر۔" ایلی نے اتنے اعتماد سے جھوٹ بولتے ہوئے تعارف کروایا کہ وہ حیران رہ گئی۔ ساویز اب گہری نگاہوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"میں انہیں جانتا ہوں۔"

"اوہ ریئلی؟" ایلی کی ایکٹنگ لاجواب تھی، پریہان کا دل زور سے دھڑک اٹھا۔ اس کے آنسو اس کی پلکوں پر ہی اٹک گئے تھے۔

"ہوں، میری دوست کی بہن ہیں یہ، کبھی فرصت میں مل کے بیٹھیں گے تو مکمل تعارف کرواؤں گا۔"

"شیور۔" ساویز کے سلگتے الفاظ پر ایلی نے گرم جوشی سے اس کا ہاتھ دباتے ہوئے کہا پھر پریہان کی طرف متوجہ ہوگیا۔

"اب چلیں؟"

"ہوں۔" ایلی جانتا تھا اس کے دل میں طوفان اٹھ رہے ہوں گے تبھی وہ اسے وہاں سے لے آیا تھا، پیرس سے لندن واپسی کے دوران پریہان نے جی بھر کے آنسو بہائے، اگلے روز آفس میں ساویز اس کے مقابل تھا۔

"مسٹر ایلی...... کیا آپ جانتے ہیں آپ کی فیانسی کیسی لڑکی ہے؟"

"کیسی لڑکی ہے؟" اپنے کام سے توجہ ہٹا کر اس نے سوالیہ نگاہوں سے ساویز آفندی کی طرف دیکھا تبھی وہ بولا۔

"وہ آپ کے قابل نہیں ہے۔"

"یہ کیسے کہہ سکتے ہیں؟"

"کیونکہ میں اسے بہت اچھی طرح سے جانتا ہوں۔"

"کیسے جانتے ہیں؟"

"آپ کی فیانسی اس سے پہلے میری فیانسی تھی۔"

"کیا......؟"

"جی ہاں، مگر میں نے یہ رشتہ ختم کردیا۔"

"کیوں؟"

"کیونکہ وہ میرے قابل نہیں تھی۔"

"میں سمجھا نہیں۔" ایلی کی ایکٹنگ اپنے عروج پر تھی ساویز نے رخ پھیرلیا۔

"مسٹر ایلی...... پریہان ایک ایسی لڑکی ہے، جس کی ولدیت کے خانے میں کسی مرد کا نام درج نہیں۔"

"یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں؟"

"کیونکہ میں اسے بہت قریب سے جانتا ہوں، فیملی ٹرمز ہیں ہمارے۔"

"اوہ...... مجھے اس بات کا پتا نہیں تھا کہ آپ کا میری فیانسی کے ساتھ کبھی کوئی تعلق رہا ہے مگر حقیقت میں پریہان بہت اچھی لڑکی ہے اور جہاں تک میں جانتا ہوں اس کے باپ کا نام عذیر تھا جو تایازاد کزن بھی تھا، پریہان کی ممی کا۔"

"یہ فرضی کہانی آپ کو پریہان نے ہی سنائی ہوگی۔"

"نہیں...... میں نے اپنے طور پر خود معلومات کروائی ہے بالفرض یہ سچ نہ بھی ہوتا تب بھی اگر آپ کی جگہ میں ہوتا تو کبھی پریہان سے رشتہ ختم نہ کرتا کیونکہ جائز یا ناجائز پیدا ہونا بچوں کے اختیار میں نہیں ہوتا یہ ان کے ماں باپ کی غلطی اور گناہ ہوتا ہے سزا بھی انہی کو ملنی چاہیے بچوں کو نہیں۔"

"آپ کا دل بہت بڑا ہے مسٹر ایلی۔"

''نہیں...... دل نہیں، میرا ظرف بہت بڑا ہے۔'' وہ چوٹ کررہا تھا، ساویز کو چپ لگ گئی۔ لنچ ٹائم میں ایلی فون پر ہیان کو بتارہا تھا کہ اس نے کیسے ساویز آفندی کا دماغ صاف کیا۔

''شکریہ ایلی...... تم واقعی بہت اچھے ہو۔''

''اپنا شکریہ اپنے پاس رکھو، میں پہلے ہی شکریہ میں بہت خود کفیل ہوں۔''

''اوکے، سوری۔''

''سوری کی ضرورت بھی نہیں ہے آگے آگے دیکھو ہوتا ہے کیا۔''

''میں جانتی ہوں ایلی...... اللہ نے چاہا تو سب بہتر ہی ہوگا۔''

''ان شاء اللہ مجھے میرا پیار نہیں ملا تو کیا ہوا پری، تمہارا پیار تمہیں دلا کر رہوں گا، یہ وعدہ ہے تم سے۔'' گمبھیر لہجے میں اس نے کہا اور پری کی آنکھیں بھر آئی تھیں، رندھے ہوئے گلے کے ساتھ کچھ بھی کہنا محال تھا لہٰذا اس نے کال کاٹ دی۔

❀......❀......❀
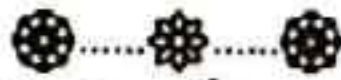
مریرہ رحمٰن کو ہوش آ گیا تھا مگر صمید حسن نے جو بے وفائی اس کے ساتھ کی تھی اس کے بعد وہ اس کی شکل دیکھنے کی روادار بھی نہیں تھی۔

صمید دھوکے اور فراڈ میں اس حد تک جاسکتا ہے وہ مر کر بھی یقین نہیں کرسکتی تھی، ہوش میں آتے ہی آنسوؤں کی بارش پھر شروع ہوگئی تھی۔ صمید حسن نے اس کا صرف دل اور مان ہی نہیں توڑا تھا، اس کی ساری شخصیت ہی مسمار کردی تھی، زاویار رورہا تھا اس کے رونے کی آواز سن کر سارا وہاں چلی آئی۔

''مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے۔'' نظریں جھکائے وہ اس کے سامنے دونوں ہاتھ باندھے کھڑی تھی، مریرہ کے تن بدن میں اسے دیکھتے ہی آگ لگ گئی۔

''دفع ہوجاؤ یہاں سے، میں تمہاری شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتی۔''

''میں آپ کی حالت سمجھ سکتی ہوں مگر آپ حقیقت کو جتنی جلدی تسلیم کرلیں اتنا ہی آپ کے لیے بہتر ہے، اس وقت میں آپ کو جو سچ بتانے آئی ہوں شاید صمید حسن وہ سچ آپ کو زندگی میں کبھی نہ بتا سکیں۔''

''مجھے کچھ نہیں سننا، بھاڑ میں جاؤ تم دونوں۔''

''ہم دونوں نہیں، آپ کو جانا پڑ سکتا ہے بھاڑ میں کیونکہ یہ گھر صمید حسن نے میرے نام کردیا ہے۔ پریہان صمید حسن کی ہی بیٹی ہے جیسے زاویار ان کا بیٹا ہے، ہماری شادی ہوئی ہے اور وہ بھی خود صمید حسن کی پسند پر، جس روز وہ پہلی بار ہمارے گھر آئے تھے اسی روز وہ مجھ پر اپنا دل ہار بیٹھے، میرے بابا سے میرا ہاتھ بھی انہوں نے خود مانگا، مجھے خبر نہیں تھی کہ یہ شادی شدہ ہیں نہ ہی انہوں نے میرے بابا کو بتایا اگر بتادیتے تو شاید میرے بابا بھی ان سے میری شادی نہ کرتے۔ مجھے تو یہاں آنے کے بعد پتا چلا کہ صمید مجھ سے شادی سے پہلے ہی آپ کے ساتھ شادی رچا چکے تھے۔ میں خود بھی اس بات پر بہت اپ سیٹ رہی ہوں مگر صمید حسن کی محبت میں بالآخر میں نے یہ حقیقت تسلیم کرلی لہٰذا آپ کے لیے بھی بہتر ہوگا کہ آپ خاموشی سے یہ سچ پی جائیں ورنہ شاید صمید حسن کی زندگی سے نکلنے میں آپ کو ایک لمحہ بھی نہ لگے۔''

''بکواس بند کرو۔'' سارا بیگم کے لبوں سے نکلے الفاظ پر وہ جتنا تیز چیخ سکتی تھی چیخی تھی۔ زاویار اور شدت سے رونے لگا۔

''میرا فرض آپ کو سمجھانا تھا اگر آپ سمجھنا نہیں چاہتیں تو میں کیا کرسکتی ہوں، پہلے بات اور تھی مگر اب جب آپ پر ساری حقیقت عیاں ہوہی چکی ہے تو چھپانے کا کچھ فائدہ نہیں۔ جتنا آپ شور مچائیں گی اتنا ہی اپنا نقصان کریں گی کیونکہ صمید نے صاف کہہ دیا ہے اگر آپ کو اس رشتے پر اعتراض ہوا تو وہ خاموشی سے آپ کو طلاق دے کر رخصت کردیں گے۔'' جتنے پہاڑ وہ اس وقت مریرہ رحمان پر گراسکتی تھی اس نے گرادیئے تھے۔

مریرہ کا پور پور زخمی ہوگیا اس میں مزید چلانے کی ہمت بھی نہیں رہی تھی حمنہ اس کا حال پوچھنے آئی تو وہ اس کے گلے لگ کر شدت سے رودی، اتنی ہمت بھی نہیں رہی تھی اس میں کہ وہ اسے سب کچھ بتاسکتی۔ رونے کے دوران بی پی ڈاؤن ہونا شروع

ہوگیا تو وہ بنا صمید کو مطلع کیے اسے ہسپتال لے گئی' وہیں چیک اپ کے دوران لیڈی ڈاکٹر نے حمنہ کو بتایا کہ مریرہ کی طبیعت حاملہ ہونے کی وجہ سے زیادہ خراب ہے کیونکہ وہ اندر سے بہت کمزور تھی۔

زیست کے اس موڑ پر جب صمید اور اس کا رشتہ ایک نئے امتحان کی سولی چڑھا ہوا تھا قدرت نے اسے ایک اور آزمائش میں ڈال دیا' اسے ڈرپ لگی تھی' حمنہ سگی بہنوں کی طرح اس کے پاس بیٹھی اسے حوصلہ دیتی رہی اس کی ہمت بندھاتی رہی۔ اسے خبر ہی نہیں تھی کہ اس پر کیسی قیامت ٹوٹی تھی۔

❀......❀......❀

صمید پورا دن سڑکیں ناپنے کے بعد گھر آیا تو اس کا دماغ جیسے پھٹ رہا تھا' جو تکلیف رات اس نے مریرہ کو دی' اسے زندہ در گور کر دینے کے لیے کافی تھی' جتنا وہ اپنے اور اس کے رشتے کو آزمائشوں سے بچانا چاہ رہا تھا اتنا ہی ان کا رشتہ کمزور پڑتا جا رہا تھا اس کا بس نہ چلتا تھا کہ وہ سارا منیر حسین کا گلا گھونٹ دیتا جس کی بے وقت کی ضد نے اسے اچھی خاصی مشکل میں ڈال دیا تھا۔

گاڑی پارک کرنے کے بعد وہ اندر آیا تو لاؤنج میں سارا کو صوفے پر روتے ہوئے دیکھ کر کوفت سے منہ پھیر لیا۔

''مریرہ کہاں ہے؟'' پورے گھر میں مریرہ کو موجود نہ پا کر وہ ازحد پریشان ہوگیا تھا' تبھی نا چاہتے ہوئے بھی سارا بیگم سے پوچھا تو اس کے آنسوؤں کے بہاؤ میں مزید شدت آگئی۔

''وہ حمنہ حسین کے ساتھ کسی وکیل کے پاس گئی ہیں صمید......''

''کیا......مگر کیوں؟''

''طلاق چاہتی ہیں وہ آپ سے اس لیے۔''

''کیا......؟''

''جی ہاں' میں نے بہت کوشش کی انہیں سمجھانے کی' یہ یقین دلانے کی کہ میرا اور آپ کا رشتہ کچھ بھی نہیں' صرف مجبوری میں میرے مرتے ہوئے باپ کی آخری خواہش پوری کرنے کے لیے آپ کو مجھ سے نکاح کرنا پڑا ورنہ حقیقت میں ہمارا کوئی قلبی لگاؤ کیسی انڈر اسٹینڈنگ نہیں۔ میں نے یہ بھی کہا کہ آپ نے میری بے سہارا بچی کو باپ کا نام دے کر نیکی کمائی ہے مگر پھر بھی میں یہاں سے چلی جاؤں گی' کبھی اپنے کسی حق کا مطالبہ نہیں کروں گی مگر انہوں نے میری ایک نہیں سنی صمید' وہ بہت ناراض تھیں۔ بہت زیادہ برا بھلا کہہ رہی تھیں آپ کو' انہوں نے ہی کال کر کے اپنی دوست کو بلوایا اور پھر طلاق کا فیصلہ کرلیا' ان کی دوست کافی دیر تک انہیں آپ کے خلاف ورغلاتی رہی ہیں۔''

''پاگل ہے میرو...... ہر کسی کی باتوں میں آجاتی ہے' میں اسے ایسا نہیں کرنے دوں گا۔''

''میں بھی یہی چاہتی ہوں صمید' میں اتنی خود غرض نہیں ہوں کہ صرف اپنے اور اپنی بچی کے لیے آپ دونوں کی ازدواجی زندگی کو سولی پر چڑھا دوں' جیسے ہی مریرہ سے آپ کی صلح ہوتی ہے میں اس گھر سے اور آپ کی زندگی سے کہیں دور چلی جاؤں گی۔'' آنسوؤں سے بھری آنکھوں کے ساتھ وہ جتنا جھوٹ بول سکتی تھی بول رہی تھی۔ صمید نے ایک نظر اسے دیکھا پھر اثبات میں سر ہلا دیا۔

''ہوں' فی الوقت یہی بہتر ہے' میں کسی بھی قیمت پر اپنی میرو کو کھونا نہیں چاہتا۔''

''میں جانتی ہوں' مریرہ آپ کے لیے اور آپ مریرہ کے لیے بہت ضروری ہیں اللہ نہ کرے کبھی میری وجہ سے آپ کے اور مریرہ کے درمیان کوئی دوری آئے۔ مجھے اب آپ سے کچھ بھی نہیں چاہیے صمید بس آپ دونوں خوش رہیں یہی میری خوشی ہے۔''

''شکریہ سارا۔'' صمید نے کہا تھا اور فوراً گھر سے باہر نکل گیا تھا' سارا کے لبوں پر آپ ہی آپ دھیمی سی مسکان بکھر گئی تھی۔ مریرہ گھر واپس آئی تو شام پوری طرح ڈھل چکی تھی۔ حمنہ اسے سہارا دے کر گاڑی سے اس کے کمرے تک لائی تھی' بیڈ پر آرام سے بیٹھنے کے بعد اس نے حمنہ سے کہا۔

"مجھے تم سے کچھ کہنا تھا حمنہ۔"

"ہوں کہو۔"

"مجھے یہ بچہ نہیں چاہیے۔"

"پاگل ہوگئی ہو کیا کہہ رہی ہو آخر ایسا کیا ہوا ہے؟" حمنہ حیران ہی تو رہ گئی تھی مریرہ نے سارے آنسو اپنے اندر اتار لیے۔

"کچھ بھی نہیں ہوا بس مجھے یہ بچہ نہیں چاہیے۔"

"مگر کیوں؟"

"کیونکہ میں...... صمید حسن اور اس سے وابستہ کسی بھی چیز سے کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہتی۔"

"میرو...... یہ تم کیا کہہ رہی ہو یار! کیا پھر سے کوئی جھگڑا ہوا ہے تمہارا صمید بھائی کے ساتھ؟"

"نہیں۔" کسی خشک جھیل کی مانند وہ ساکت تھی حمنہ حسین بے چین ہو کر رہ گئی۔

"نہیں تو پھر تم ایسی پاگلوں جیسی باتیں کیوں کر رہی ہو؟"

"میں بتاتی ہوں جی۔" سارا منیر حسین جانے کب وہاں چلی آئی حمنہ کا پارا چڑھ گیا۔

"تمہیں بلایا ہے کسی نے یہاں کچھ پوچھا ہے میں نے تم سے نہیں ناں تو دفع ہو جاؤ یہاں سے۔" وہ فرسٹریشن کا شکار تھی سارا بیگم پر غصہ نکل گیا۔ صمید نے اسی پل وہاں قدم دھرے تھے تبھی مریرہ حمنہ کا ہاتھ دباتے ہوئے دھیمے لہجے میں بولی۔

"اس سے ایسے بات نہ کرو حمنہ میری سوتن ہے یہ صمید حسن کی دوسری محبوب بیوی اس کے گھر میں کھڑی ہو کر تم اسے غصہ دکھاؤ گی تو یہ تمہیں یہاں سے نکال باہر کرے گی؟" حمنہ کی آنکھیں حیرانی سے سکڑ گئی تھیں۔ مریرہ نے اپنے آنسو چھپانے کے لیے منہ پھیر لیا۔

"بھلا صمید بھائی ایسا کر سکتے ہیں وہ تو جان دیتے ہیں تم پر۔"

"بکواس ہے سب جھوٹ ہے وہ جان لینے والوں میں سے ہے جان دینے والوں میں سے نہیں۔"

"سارا......" اچانک صمید حسن کی پکار پر جہاں سارا بیگم نے چونک کر سر اٹھایا تھا وہیں حمنہ حسین نے بھی گردن پھیر کر اس کی طرف دیکھا۔ سرمئی شلوار سوٹ میں ملبوس وہ شخص بے حد شکستہ اور نڈھال لگ رہا تھا۔

"تم جاؤ یہاں سے۔" اس نے سارا کو حکم سنایا تھا وہ سر جھکائے چلی گئی تبھی وہ مریرہ کی طرف متوجہ ہوا۔

"مجھے تم سے بات کرنی ہے میرو۔"

"حمنہ اسے کہہ دو یہاں سے چلا جائے مجھے نہ اس کی شکل دیکھنی ہے نہ اس سے کوئی بات کرنی ہے۔"

"تم میرے ساتھ ایسا نہیں کرسکتیں میرو......"

"کیوں؟ تم جو چاہو کرسکتے ہو تمہیں پوچھنے روکنے والا کوئی نہیں۔" وہ چیخی تھی صمید نے لب بھینچ لیے۔

"بات کا بتنگڑ مت بناؤ میرو...... ہم آپس میں بیٹھ کر آرام سے بات کرسکتے ہیں۔"

"مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنی نہ اب نہ پھر بھی۔"

"کول ڈاؤن میرو اتنا جذباتی نہیں ہوتے ایک بار صمید بھائی کی بات سننے میں کوئی حرج نہیں۔" حمنہ نے اسے سمجھایا تھا مگر اس نے جھاڑ دیا۔

"تمہارے لیے حرج نہیں ہوگا میرے دل پر ڈاکہ پڑا ہے میرے لیے حرج ہے ویسے بھی بے گھرے لوگوں سے بات کی جاتی ہے ان کی بات کا اعتبار کیا جاتا ہے جھوٹ اور بے ایمان لوگوں سے کوئی بات نہیں کی جاتی۔"

"تم دوسروں کے سامنے میری بے عزتی کر رہی ہو میرو......"

"بے عزتی...... بے عزتی ان کی ہوتی ہے صمید حسن...... جن کی کوئی عزت ہو تمہاری کوئی عزت نہیں رہ گئی ہے میری نظروں میں۔" زخمی شیرنی کی طرح وہ دھاڑ رہی تھی صمید حسن نے بمشکل اپنا غصہ ضبط کیا۔

"ٹھیک ہے جو کرنا ہے کرو جب تمہیں نہیں پروا تو مجھے بھی پروا نہیں۔" غصے سے کہہ کر وہ اپنے کمرے میں تو آ گیا تھا مگر دل کو چین نہیں تھا' مریرہ کی حالت اس کا غصہ اور آنسو اسے بے چین کر رہے تھے۔
وہ اس سے بات تو کرتی اس بار وہ اس سے صرف سچ بولنا چاہتا تھا' اسے سچ سچ بتانا چاہتا تھا کہ سارا منیر حسین کے ساتھ اس کی شادی کن حالات میں ہوئی' کتنا زیادہ مجبور ہو کر اس نے یہ قدم اٹھایا' وہ حلف اٹھا کر اسے بتانے کو تیار تھا کہ اسے سارا منیر حسین کی ذات میں ایک فیصد بھی دلچسپی نہیں تھی۔ وہ صرف اسے اپنے گھر میں رکھ کر اس کے حقوق پورے کر رہا تھا تو صرف اپنے اللہ کے ڈر اور خوف سے۔ ہوس نہیں تھی اسے نہ ہی پیسوں کا لالچ تھا۔ اگر سارا منیر حسین کے ساتھ اس کا رشتہ مریرہ کو اس سے دور کر سکتا تھا تو ایسے رشتے اس پر وار دیتا' وہ ایک بار بات تو کرتی۔ حمنہ اب مریرہ کو سمجھا رہی تھی۔
"دیکھو میرو...... میں سمجھتی ہوں کہ صمید بھائی نے بہت زیادہ غلط کیا ہے' تمہارے اعتماد کو ٹھیس پہنچا کر انہوں نے تمہارا دل توڑا ہے مگر...... ابھی جو صورت حال ہے اس کے مطابق تمہاری مخلص دوست ہوتے ہوئے میں تمہیں یہی مشورہ دوں گی کہ پلیز فی الوقت تم اپنے جذبات اور غصے پر کنٹرول رکھو' تمہارا بیٹا ابھی بہت چھوٹا ہے پھر تم حاملہ بھی ہو' دو دو بچوں کے ساتھ' شوہر کے سہارے کے بغیر اس معاشرے میں زندہ رہنا بہت مشکل ہے۔ محبت سے نہ سہی' مجبوری سے ہی تمہیں ان کے ساتھ نبھا کرنا پڑے گا کیونکہ بچوں کے لیے ماں کا وجود جتنا ضروری ہوتا ہے باپ کا ہونا بھی اتنا ہی اہم ہے۔ باپ کے بغیر بچوں کی کوئی شخصیت' کوئی زندگی نہیں ہوتی۔"
"اللہ مالک ہے حمنہ' تم بھی تو باپ کے بغیر بچے پال ہی رہی ہو' میرے بچے بھی پل جائیں گے۔"
"کہنا آسان ہے میری جان' مگر کرنا بہت مشکل...... مجھے پتا ہے جیسے میں نے اپنے بچوں کو سنبھالا ہے' ہر روز ایک نئے عذاب سے گزری ہوں میں۔ چاہے میکے میں جتنا بھی سکھ ہو ناں میرو' بھائی جتنے بھی اچھے ہوں' وہ بچوں کو ان کے باپ والا پیار نہیں دے سکتے جو فرمائشیں باپ پوری کر سکتا ہے ماموں نہیں کر سکتے۔"
"جانتی ہوں مگر میں منافقت پسند نہیں ہوں حمنہ' بچی کھری ایمان دار لڑکی ہوں۔ نفرت اور محبت دونوں ایمان داری سے کرتی ہوں' میرے دل میں اب اس شخص کے لیے کوئی جگہ نہیں' جس نے اپنا نام' اپنی ذات اپنا وقت سب کسی اور کو سونپ دیا۔ میں نے آج تک جھوٹا کھانا نہیں کھایا' شوہر کیسے قبول کرلوں؟"
"کرنا پڑے گا میرو کیونکہ تمہارے پاس کوئی اور راستہ نہیں ہے۔"
"راستے نکل آتے ہیں حمنہ' میں کمزور نہیں ہوں۔"
"تم ایک عورت ہو میرو اور عورت چاہے جتنی بھی بااختیار کیوں نہ ہو جائے وہ اندر سے کمزور ہی رہتی ہے۔"
"مجھے بزدلی کا درس مت دو حمنہ پلیز۔"
"بزدلی کا درس نہیں دے رہی' مصلحت کی پٹی پڑھا رہی ہوں کیونکہ اسی میں تمہاری بھلائی ہے۔ پرسوں میں ایبروڈ جا رہی ہوں امی کے ساتھ' ان کی حالت بگڑتی جا رہی ہے' ڈاکٹر نے بیرون ملک علاج کا مشورہ دیا ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ میں وہاں اتنی دور بیٹھ کر تمہاری پریشانی میں گھلتی رہوں اور تم اس حالت میں جبکہ تمہیں زیادہ سے زیادہ پرسکون اور خوش رہنے کی ضرورت ہے' در بدر کے دھکے کھاؤ' پلیز میرے واپس آنے تک اس معاملے کو سنبھالو۔ میرے واپس آنے کے بعد ہم دونوں بیٹھ کر اس کا کوئی اچھا سا حل سوچیں گے' ٹھیک ہے۔" اپنا ہاتھ مریرہ کے بازو پر رکھتے ہوئے حمنہ نے اسے بڑی آس بھری نگاہوں سے دیکھا تھا جواب میں مریرہ نے بوجھل سانس فضا کے سپرد کرتے ہوئے آہستہ سے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

❀

نظر کے سامنے
صدف آصف

عید کا چاند نظر آئے گا جس دم مجھ کو
میں تیرے وصل کی اے دوست دعا مانگوں گا
میں جو برسوں سے ہوں تنہائی کے صحرا میں مقیم
اب تیرے عہدِ رفاقت کی گھٹا مانگوں گا

جھلسا دینے والی گرمی اور لو کے تھپیڑوں سے مسکان حیدر کو اپنی توانائی ختم ہوتی محسوس ہوئی۔ اس نے بھاری بھر کم شاپرز زمین پر رکھ کر چکراتے سر کو تھام لیا۔ تیزی سے قدم بڑھاتی ہوئی رانیہ محمود نے مڑ کر سہیلی کو دیکھا اور اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرتے ہوئے کپڑوں کی ایک دکان میں گھس گئی۔ رانیہ کی یہ بڑی بری عادت تھی کہ وہ شاپنگ کرتے وقت اتنی بولائی رہتی کہ ہر شاپ پر اپنا کوئی نہ کوئی سامان بھول جاتی' اس کے ساتھ چلتی ہوئی مسکان کو مجبوراً اس کی چیزوں کا خیال رکھنا پڑتا تھا۔ ابھی بھی ایسا ہی ہوا اور دونوں ہاتھوں میں شاپرز اٹھائے اٹھائے اس کے بازو شل ہونے لگے تھے۔ وہ اپنے حالات کی وجہ سے خود تو بہت سوچ سمجھ کر دانتوں سے پیسہ پکڑ کر خرچ کرتی تھی، اس لیے بمشکل ایک آدھ سوٹ ہی خریدتی مگر رانیہ کی شاہ خرچیوں پر دانت کچکچا کر رہ جاتی جو ایک کے بعد ایک مہنگی سے مہنگی چیز خریدتی چلی جارہی تھی۔

''پیاس سے میرا گلا خشک ہورہا ہے۔'' مسکان نے رانیہ کے پیچھے شاپ میں داخل ہوتے ہی ہانک لگائی۔

''بس ایک سوٹ اور خرید لوں۔'' رانیہ نے اپنے سامنے بکھرے دیدہ زیب پرنٹ والے لان کے سوٹوں کو للچائی نظروں سے دیکھا۔

''اف..... باقی کی شاپنگ بعد میں کرلینا۔ مجھ میں اب مزید چلنے کی ہمت نہیں۔'' اسے رانیہ کے سامنے ہاتھ جوڑنے پڑے تب کہیں جاکر وہ ایک سوٹ پیک کروا کر بے نیازی دکھاتی ہوئی شاپ سے باہر آگئی۔

''میں نے تمہارے لیے سوٹ خریدا ہے۔'' رانیہ نے اس کے برابر میں پہنچ کر زبردستی شاپر تھمایا۔

''کیا میرے لیے.....!'' وہ ایک دم چونکی۔

''اس کی کیا ضرورت تھی؟'' تکلف دکھانے کی ناکام سی کوشش کے بعد اشتیاق سے شاپر میں جھانکا۔

ان دونوں کے گھروں کی دیوار سے دیوار ملی ہوئی تھی' بچپن ساتھ گزرا' اس لیے تحفوں کا لین دین کوئی نئی بات نہیں تھی۔

''اف.....'' گہرے جامنی رنگ کا لان کا سوٹ دیکھ کر مسکان کا دل خراب ہوگیا مگر ناپسندیدگی کا اظہار کرکے دوست کو ناراض نہیں کرنا چاہتی تھی۔

''کیا ہوا..... سوٹ پسند نہیں آیا؟'' رانیہ نے اس کے چہرے کی بے زاریت محسوس کرتے ہوئے پوچھا۔

''نہیں..... اچھا ہے مگر یہ رنگ کچھ زیادہ ہی تیز نہیں۔ میں پہن کر مزید کالی نہ لگوں۔'' اس نے ساتھ قدم بڑھاتے ہوئے بالآخر سچ کہا۔

''ارے یار..... اصل میں' میں نے ایک آرٹیکل میں پڑھا تھا کہ سانولے لوگوں پر جامنی رنگ شخصیت کی کشش میں اضافے کا باعث بنتا ہے۔ بس یہ ہی سوچ کر لے لیا اگر نہیں پسند تو کوئی بات نہیں۔'' رانیہ نے منہ بنا کر شاپر واپس لینے کی ایکٹنگ کے ساتھ برین واشنگ بھی کی۔

''تم سچ کہہ رہی ہو؟'' وہ بغور اس کی بات سننے کے بعد غیر یقینی سے اسے تکنے لگی۔

''مجھے جھوٹ بول کر کون سے لڈو پیڑے ملنے ہیں۔ میری بلا سے تم کچھ بھی پہنو مگر میں تو ڈھونڈ ڈھونڈ کر ساری ایسی چیزیں نکالتی ہوں جن سے تم اچھی لگو۔'' رانیہ نے بڑی چالاکی سے اسے ایک بار پھر قائل کیا تو وہ سہیلی کے خلوص کی دل سے قائل ہوگئی۔ اب کی بار سوٹ دیکھا تو وہ اتنا برا نہ لگا۔

''چلو ٹھیک ہے' رات کو سی لوں گی اور نعیمہ خالہ کے گھر اتوار کو جو قرآن خوانی ہے تو اس میں پہن لوں گی۔'' اس نے بھولے پن سے سر ہلایا۔

''یہ ہی تو میں چاہتی ہوں کہ عارب سے جب بھی تمہارا

سامنا ہوا اس کی نگاہیں تمہارے آس پاس بھٹک بھی نہ سکیں۔"
رانیہ کے اندر سکون اترا۔ وہ مسکان کی نس نس سے واقف تھی اسی لیے اپنے حساب سے سارا انتظام کیا تھا۔

☆☆☆......☆☆☆

"اس بار تو سورج کے تیور ہی بدلے ہوئے ہیں ایسے آگ برسا رہا ہے جیسے سوا نیزے سے بھی اوپر چلا گیا ہو، دن بھر سڑی گرمی چین لینے نہیں دیتی اور رات کو حبس اور گھٹن سونے نہیں دیتی۔" بڑبڑ کرتی نعیمہ بیگم نے سبزی کا بھاری بھرکم تھیلا ٹیبل پر پٹخا اور خود بھی پاس رکھی کرسی پر دھم سے بیٹھ گئیں۔

ماں کی آواز پر عارب حمزہ نے کروٹ بدل کر مندی مندی آنکھوں سے دیکھا، وہ صحن میں بچھے تخت پر الٹا لیٹا تھا مگر اتنے شور کے بعد بھلا کس کو نیند آنی تھی۔

"پورا ملک گرمی سے بلبلا رہا ہے اور اللہ مارے ان بجلی والوں کو دیکھو لوڈ شیڈنگ ختم کرنے کی جگہ اس کا دورانیہ بڑھا دیا ہے۔" بڑبڑاتے ہوئے فریج سے ٹھنڈے پانی کی بوتل نکالی اور پورا گلاس ایک ہی سانس میں پی گئیں تاکہ صلواتیں سنانے کا کام جاری رہ سکے۔ عارب کے لیے لیٹے رہنا مشکل ہوگیا تو آنکھیں ملتا سر کو کھجاتا ہوا اٹھ بیٹھا۔ ماں کی لن ترانی سننے لگا۔

"کوئی پوچھنے والا ہی نہیں۔ سب اپنے حال میں مست ہیں اور کسی کام میں پھرتی دکھائیں نہ دکھائیں، ملک کو لوٹنے میں بڑی مستعدی دکھاتے ہیں۔" سبزی کا شاپر اٹھاتے ہوئے بھی ان کا بولنا کم نہ ہوا۔

عارب نے ہاتھ کی پشت سے جمائی روکی۔ کرسی پر رکھی ٹی شرٹ اٹھا کر پہنی اور تخت کے نیچے جھانک کر اپنے سلیپر تلاش کرنے لگا۔ رات تو کمرے میں حبس اتنا بڑھ گیا تھا کہ وہ صحن میں نکل آیا اور تخت پر لیٹتے ہی سو گیا تھا۔

"قیمتوں میں جیسے آگ لگ گئی ہے۔ مٹھی بھر سبزی خریدی اور پورے تین سو خرچ ہوگئے۔" اب ان کا رخ مہنگائی کی جانب مڑ چکا تھا۔

"امی کے دماغ پر لگتا ہے، گرمی سوار ہے۔ اس وقت تو ان کو اچھی بات بھی بری لگے گی، موڈ کچھ بہتر ہو تو بات کروں۔" برش پر پیسٹ لگاتے ہوئے اس نے دل میں سوچا۔

"کل رات سے انکل کا کمزور وجود اور اداس چہرہ بھلائے نہیں بھول رہا تھا۔ جلدی ہی کچھ کرنا پڑے گا۔" عارب نے آئینے میں اپنا وجیہہ عکس دیکھتے ہوئے سوچا اور شیو بنانے لگا۔

☆☆☆......☆☆☆

"بھابی! آپ اتنی صبح؟" وہ دروازے پر کھڑی بے بی کی امی کو دیکھ کر حیران رہ گئی۔

"ہاں یہ لو تمہاری کمیٹی کے پیسے۔" برقعہ درست کرتے ہوئے شکیلہ نے پرس میں سے پیسے نکالے اور اسے تھما دیے۔

"ہاں تو پیسے کہیں بھاگے جا رہے تھے بعد میں دے جاتیں۔" وہ اتنے سارے نوٹ دیکھ کر کھلکھلائیں، پیسے کی شکل جو دیکھ لی تھی۔

"تمہیں تو پتا ہے کہ میں اسکول میں پڑھانے لگی ہوں، گھر بند رہتا ہے مگر دیواریں چھوٹی ہیں اور پھر برا وقت بتا کر نہیں آتا۔ جس کی امانت ہو اسے فوراً پہنچا دوں تب ہی سکون ملتا ہے۔" وہ تفصیل سے اپنی مجبوری بتانے لگی۔

"یہ تو ہے، خیر چلیں اندر آئیں چائے پی کر جایئے گا۔" اس نے خوش دلی سے آفر دی۔

"نہیں دیر ہو رہی ہے پھر کبھی سہی ابھی اسکول جانا ہے۔" شکیلہ نے ہاتھ ہلا کر اجازت طلب کی۔

مسکان نے گنگناتے ہوئے دروازہ بند کیا اور منڈیر پر پھیلی دھوپ کو دیکھا، اسے ہمیشہ سے سردیوں میں گرمیاں اور گرمیوں میں سردیاں پسند تھیں مگر خلاف مزاج سڑی دھوپ میں بھی اس کی بیٹری چارج ہوگئی کہتے ہیں ناکہ دل کا موسم اچھا ہو تو سارے موسم اچھے لگتے ہیں اگر دل کا موسم اداس ہو تو سارے موسموں میں اداسی بھر جاتی ہے۔ اس کا تو دل کا معاملہ پیسوں پر جا کر اٹکتا تھا، حیدر صاحب کی کم آمدنی میں گزر بسر کے لیے کیسے چادر کے اندر پاؤں چھپانے پڑتے تھے، اس کی گواہ وہ خود تھی۔ اسی لیے اس کی دل کی کلی کھلی جا رہی تھی۔ مسکان نے ایک بار پھر نوٹ گنے، پورے پچاس ہزار تھے۔ خوشی سے دل لبریز ہوگیا۔ اس مہینے اس کی کمیٹی نکلی تھی، جس سے وہ اپنی برسوں پرانی خواہش پوری کرنے والی تھی۔ سوچ سوچ کر آنکھوں کے ساتھ ہونٹ بھی مسکرانے لگے۔ اس نے لباس تبدیل کیا اور گنگناتے ہوئے لمبے بالوں کی چوٹی باندھی۔ یونی ورسٹی کو دیر ہو رہی تھی تو جلدی سے کچن کی جانب قدم بڑھائے تاکہ ناشتہ کرکے باپ کے ساتھ ہی نکل جائے۔

☆☆☆......☆☆☆

"اٹھ گیا میرا لعل، ناشتہ بنا دوں؟" نعیمہ کا غصہ کم ہوا تو کچن میں داخل ہوتے بیٹے پر توجہ دی۔

"اوہ امی یہ اتنی دیر سے آپ بول رہی تھیں۔ میں تو سمجھا ٹی وی پر کوئی ٹاک شو چل رہا ہے۔" عارب نے ماں کا موڈ ٹھیک کرنے کے لیے جان کر چھیڑا۔

"امی کے بچے میرا مذاق اڑاتا ہے۔" وہ ہنستی ہوئی بیٹے کے قریب ہوئیں اور مٹھی میں اس کے گھنے بال جکڑ لیے۔

"آہ...... او...... آئی...... امی چھوڑیں نا۔" ہونٹوں پر شرارتی مسکراہٹ سجائے زور سے شور مچانے لگا۔

"چل ڈرامے باز۔" وہ بیٹے کی ہر ادا سے واقف تھیں۔

"اس میں بھلا کیسی ڈرامے بازی پہلے ہی بال گر رہے ہیں۔ لگتا ہے شادی سے پہلے گنجا ہو جاؤں گا۔" اس نے مغالطے سے کام لیتے ہوئے اپنے مطلب کی بات نکالی۔

"اللہ نہ کرے۔ گنجے ہوں تمہارے دشمن۔" وہ سینے پر ہاتھ رکھ کر گھبرائیں۔

"تو کیا کروں میری ماں بہنوں کو کوئی لڑکی تو پسند آتی نہیں۔ جب تک آپ لوگوں کو من پسند گوہر نایاب ملے گا۔ میری عمر تو چالیس سے اوپر چلی جائے گی اور پھر ابا جان کی طرح گنجا تو ہونا ہی ہے۔" اس نے پورا منظر نامہ تیار کر رکھا تھا۔

"توبہ ہے لڑکے منہ سے اچھی بات نکالو اور یہ اچانک تمہیں شادی کا شوق کیسے چڑھ گیا، اس سے پہلے تو ہاتھ جوڑتے تھے کہ مجھے آزاد پنچھی رہنے دو۔" انہوں نے بیٹے کو دیکھتے ہوئے ہو بہو نقل اتاری۔

"کسی بے وقوف کو ہی شادی کا شوق ہوگا۔ وہ تو مجھے آپ کی فکر ہے۔"

"میری فکر؟" چائے کا پانی چولہے پر چڑھاتے ہوئے انہوں نے اپنے لمبے چوڑے ہینڈسم بیٹے کو پیار سے دیکھا جو جینز پرانی شرٹ پہنے پیروں میں سلیپر پہنے خود سے بے پروا پھر بھی دیکھنے والی آنکھوں کو متوجہ کرنے کا ہنر جانتا تھا۔

"ہاں نا اب دیکھیں یہ جو میری تینوں بہنیں اور آپ کی بیٹیاں ہیں نا شادی کے بعد کتنی خود غرض ہوگئی ہیں۔" اس نے منہ بسور کر دوسری جانب چھلانگ لگائی۔

"اب میری معصوم بچیوں سے تمہیں کیا تکلیف ہوگئی؟" نعیمہ نے پراٹھا بیلتے ہوئے اسے گھورا تو وہ تھوڑا سنبھلا۔

"میرا مطلب یہ ہے کہ ہر چھٹی والے دن اپنے لال پیلوں کے ساتھ یہاں جمع ہو جاتی ہیں، بیٹھ کر گپیں لگاتی جاتی ہیں اور میری مظلوم ماں کچن میں کھڑی اپنے دامادوں کے فرمائشی کھانے پکانے میں مصروف رہتی ہے۔" اس نے مبالغہ آمیزی کی انتہا کردی۔

"ہائے اللہ تو کیا ہوا میں جیسے تمہاری ماں ہوں ویسے ہی ان کی بھی ہوں۔ وہ اتنے مان سے میکے آتی ہیں تو کیا اتنا بھی نہ کروں۔" نعیمہ نے بیلن لہراتے ہوئے چمک کر پوچھا۔

"بالکل کریں جی کون روکتا ہے۔ اس کے بعد جو دو دن تک پیر پکڑ کر ہائے وائے کرتی رہتی ہیں، اس کا کیا؟" اس نے ہنستے ہوئے پوچھا تو وہ نگاہیں چرا گئیں۔

"اسی لیے تو کہتا ہوں، بہو لے آئیں۔ مشکل آسان ہو جائے گی۔"

"بس رہنے دو۔ آج کل کی لڑکیاں کون سی اتنی سیدھی ہیں جو آتے ہی گھر بار سنبھال لیں گی۔ وہ تمہارا دوست مدثر اس کی بیوی کو نہیں دیکھا چار دن میں بہو بیگم میاں کو کان سے پکڑ کر سسرال سے دور لے گئی۔" نعیمہ نے پراٹھا اتار کر ہاٹ پاٹ میں رکھتے ہوئے خدشات بیان کیے تو اس کا چہرہ ایک دم سرخ ہو گیا۔

☆☆☆......☆☆☆

"ماں...... ناشتہ۔" وہ اسکارف پہنتی ہوئی باہر نکلی تو صحن میں پلنگ پر لیٹی ریحانہ دکھائی دیں۔

"بیٹا میں نے پراٹھے پکا دیے ہیں تم چائے پکا کر رات کی سبزی گرم کرلو اور باپ کو بھی ناشتہ کرا دو۔ میری کمر میں اچانک کھڑے کھڑے تکلیف شروع ہوگئی تو میں آرام کی غرض سے لیٹی ہوں۔" ریحانہ حیدر نے کمر پکڑے مشکل سے جواب دیا۔

"اوہ ماں...... جب طبیعت ٹھیک نہیں تھی تو کچن میں کیوں گئیں۔ مجھے آواز دے دیتیں۔" وہ دردمندی سے بولی۔

"کوئی بات نہیں۔ اب تم ناشتہ کرو اور جاؤ ورنہ یونی ورسٹی سے دیر ہو جائے گی۔" ریحانہ بدقت مسکرائیں۔

"اچھا جاتی ہوں مگر پہلے آپ یہ رکھ لیں۔" اس نے ماں کے قریب بیٹھ کر مٹھی میں دبی رقم ماں کو تھمائی۔

"کتنے سارے پیسے تمہارے پاس کہاں سے آئے؟" وہ ہکا بکا سی کمر کا درد بھول کر سیدھی ہو کر بیٹھ گئیں۔

"افوہ چوری نہیں کی ہے۔ کمیٹی کے پیسے ہیں۔ آپ ان کو سنبھال کر رکھ لیں۔ ہم رمضان سے پہلے گھر کا رنگ و روغن کروائیں گے۔" اس کے لہجے کی خوشی چھپائے نہیں چھپ رہی تھی، کتنے سالوں سے وہ اپنے گھر کی حالت سدھارنا چاہ رہی تھی مگر باپ کی کم تنخواہ میں یہ کام مشکل ہو جاتا۔ اس نے ہمت

کر کے ایک سال پہلے کمیٹی ڈالی تھی جو اس ماہ نکل آئی تو اس کے پیپرز میں پڑے ہیں تنگ دے رہے تھے۔
"نہیں میری بچی یہ تمہاری محنت کی کمائی ہے۔ اسے تم اپنے اوپر خرچ کرنا۔" ریحانہ کو اپنی معصوم سی بچی پر ایک دم پیار آیا۔
"نہیں میری پیاری ماں یہ سارے پیسے آپ کے ہیں۔ جیسے دل چاہے خرچ کریں۔" اس نے بھی بے نیازی دکھائی۔
"پکی؟" ریحانہ کی آنکھیں کسی خیال کے تحت چمک اٹھیں۔
"پکی۔" اس نے ماں کی طرف دیکھ کر اثبات میں سر ہلایا۔

☆☆☆......☆☆☆

"امی...... اس کا کیس الگ ہے۔ بہتر مستقبل کے لیے امیر گھرانے کی لڑکی سے شادی کی ہے تو اس کی مرضی پر تو چلے گا ناں۔" عارب نے خود پر قابو پاتے ہوئے ماں کو سمجھایا ورنہ دوست کی نالائقی پر اسے پچھتاوا ہوتا کاش اسے سمجھا سکتا۔
"ویسے بھی میں تو اپنے جیسے گھرانے کی لڑکی سے شادی کروں گا۔ جس کو شروع سے کام کی عادت ہوگی آپ بیٹھ کر بس حکم نامہ جاری کریئے گا۔ وہ سارے کام چٹکی بجاتے ہی کر دیا کرے گی۔" ایک بار پھر ماں کو سہانے خواب دکھانے لگا۔
"یہ تو تب ہوگا نا جب مرضی کی لڑکی ملے گی۔ اتنی لڑکیاں دیکھ لیں مگر تم لوگوں کو کوئی پسند ہی نہیں آتی۔" نعیمہ بیگم نے ٹوکری سے پیاز نکال کر آملیٹ کے لیے کترتے ہوئے جواب دیا۔
"وہ اس لیے کہ آپ کی تلاش کوسوں دور تک پھیلی ہوئی ہے۔" اس نے آنکھیں چمکاتے ہوئے گھنے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔
"لڑکے یہ تم آج اس قدر مشکل باتیں کیوں کر رہے ہو؟" نعیمہ نے آنکھوں میں آنے والے آنسو پونچھے جو پیاز کے مرہون منت تھے۔
"امی...... بعض اوقات جنہیں ہم بہت دور جا کر ڈھونڈ رہے ہوتے ہیں وہ نظروں کے سامنے ہی پائے جاتے ہیں۔ بس ہمارے غور کرنے کی دیر ہوتی ہے۔" اس نے معنی خیز انداز میں ٹماٹر اچھالتے ہوئے کہا۔
"تم کہنا کیا چاہتے ہو؟" ان کا تیزی سے چلتا ہاتھ رکا۔
"یہی کہ اپنی جوہری شناس آنکھیں ذرا آس پاس تو گھمائیں۔"
"آس پاس سے کیا مطلب؟" نعیمہ کی سوالیہ نگاہیں اس پر ٹک گئیں۔
"اب آپ اتنی تو عقل مند ہیں کہ بیٹے کی بات کے مطلب کے ساتھ اس کے دل کا حال بھی جان سکیں۔" اس نے ہنستے ہوئے فریج سے دو انڈے نکال کر سامنے رکھ دیئے۔
"اپنے منہ سے لڑکی کا نام کیوں نہیں بتاتے۔" وہ زچ لہجے میں بولیں۔

پہچان پر ہے ناز تو پہچان جایئے
کیا ہے ہمارے دل میں بھلا جان جایئے

وہ امیر مینائی کا مشہور شعر پڑھتے ہوئے کھلکھلایا تو نعیمہ نے سر پکڑ لیا۔
"میں نہانے جا رہا ہوں۔ جلدی سے ناشتہ بنا دیں۔ آفس سے دیر ہو رہی ہے۔" اس نے ماں کو گم صم سا دیکھا تو اطلاع دیتا ہوا کچن سے باہر نکل گیا اور وہ فرائی پین میں انڈہ ڈال کر آس پاس والی بات میں گم ہوگئیں۔

☆☆☆......☆☆☆

مسکان یونی ورسٹی سے واپس لوٹی تو شاک رہ گئی، ماں نے اس کے کمرے کو کپڑوں کا جمعہ بازار بنایا ہوا تھا خوب رونق لگی تھی۔ پلنگ پر شاپر ہی شاپر بکھرے ہوئے تھے۔ وہ بھنا کر ماں کی طرف گھومی تو ریحانہ نگاہیں چرا کر جلدی سے شاپر سمیٹنے لگیں۔
"آپ نے پوری کمیٹی خرچ کر دی نا۔" اس نے کمر پر ہاتھ رکھ کر سرخ چہرے سے ماں کو دیکھا۔
"آئے ہائے اب کیا شادی شدہ بیٹیوں کے مان بھی پورے نہ کروں؟" ماتھے پر ہاتھ مار کر تڑخ کر جواب دیا۔
"ماں کچھ تو سوچا ہوتا۔ میں نے یہ کمیٹی گھر کے رنگ و روغن کے لیے ڈالی تھی اور آپ نے ساری اپنی لاڈلیوں اور ان کی آل اولاد کی عیدی کے کپڑوں پر خرچ کر دی۔" وہ دانت کچکچا کر بولی۔
"ارے نہیں میرے بچے عید کے لیے تمہارے بھی دو سوٹ لائی ہوں۔" ریحانہ نے اس کو پچکار کر ایک شاپر بڑھایا۔
"مجھے نہیں پہننا۔" وہ منہ بسور کر بیٹھ گئی۔
"لے لو تم نے ہی تو کہا تھا کہ پکی پکی سارے پیسے آپ کے ہیں۔" وہ بھی جھوٹ موٹ کا منہ بنا کر بیٹھ گئیں تو مسکان کی ہنسی چھوٹ گئی۔
"اچھا ناں تو میں کوئی پاگل تھوڑی ہوں جو ایسے ہی پیسے خرچ کرتی۔ وہ تیرے بھائی مدثر کا فون آیا تھا، میں نے اسے جب تمہاری کمیٹی والی بات بتائی تو شرمندہ ہونے لگا۔ اس نے وعدہ کیا ہے کہ وہ رمضان سے پہلے پورے گھر کا رنگ کروا دے گا۔

بس اسی لیے میں نے....." وہ مسکان کے گھورنے پر صفائی دیتے دیتے ہکلانے لگیں۔

"میری بھولی ماں بھائی پچھلے تین سالوں سے یہی وعدہ کرتے آرہے ہیں۔" وہ طنزیہ مسکراہٹ لبوں پر سجائے پلنگ پر دھم سے گرگئی۔

"نہیں اس بار تو مدثر نے پکی پکی والا وعدہ کیا ہے۔" وہ بیٹی کو یقین دلانے پر تل گئیں۔

"کیا آپ بھابی کو جانتی نہیں ہیں کتنے چھوٹے دل کی ہیں۔ شادی کے بعد سے ان کی ساری طاقت اسی بات پر صرف ہوتی ہے کہ بھائی کا ایک پیسہ بھی ہم لوگوں پر خرچ نہ ہوسکے۔" بولتے بولتے مسکان کی آنکھیں بھرآئیں۔

"ٹھیک کہتی ہو تم میں نے اس جیسی دوسری ناشکری عورت نہیں دیکھی، اتنے پیسے والوں کی بیٹی ہے مگر ہر وقت تنگی کا رونا روتی رہتی ہے، کس نے کہا تھا کہ مہنگے علاقے میں جاکر رہے۔ یہ چھوٹا ہی سہی مگر ہے تو اپنا گھر یہاں مل جل کر رہتی مگر نہیں بھئی جب تک میرے خون کو مجھ سے الگ نہ کرلیا اس کو چین نہ آیا۔ اب روتی ہے کہ اخراجات اتنے بڑھ گئے ہیں کہ انہیں پورا نہیں پڑتا ہونہہ، جھوٹی کہیں کی۔" مسکان نے بے خیالی میں ماں کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا تھا وہ تو ایسے شروع ہوئیں کہ دم لینے کا نام ہی نہیں لیا۔

"بس کردیں ماں کیوں ان کے گناہ دھو رہی ہیں۔" مسکان نے ماں کے آگے ہاتھ جوڑ دیئے تو وہ چپ سی رہ گئیں۔ مسکان پھر ماں کی شاپنگ کی طرف متوجہ ہوئی جو وہ یقیناً ٹھیکیدارنی خالہ کے ساتھ کرکے آئی تھیں تب ہی سارے سوٹ مہنگی دکانوں کے تھے۔

"ہائے اب تو یہ سب واپس بھی نہیں ہوسکتا۔" ریحانہ نے بیٹی کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا اور بڑی بیچارگی سے بتایا۔

"جو ہونا تھا ہوگیا اب کچھ بھی واپس کرنے کی ضرورت نہیں۔" مسکان کو ان کے بھولے پن پر پیار آیا تو گلے میں بانہیں ڈال کر بولی۔

"میں کون سا کچھ بھی واپس کرنے جارہی تھی۔" وہ شرارت سے کھلکھلائیں تو مسکان کو بھی ہنسی آگئی۔

☆☆☆......☆☆☆

رات کے لیے آلو گوبھی پکانے کے بعد نعیمہ چادر اوڑھ کر پڑوس میں چل دیں۔ محمود ٹھیکیدار اسی وقت دروازے سے کہیں باہر جانے کے لیے نکل رہے تھے۔

"السلام علیکم بہن جی..... مزاج بخیر؟" انہیں دیکھ کر احترام سے ایک جانب ہوتے ہوئے سلام کیا۔

"وعلیکم السلام بھائی! اللہ کا شکر ہے۔" دوپٹہ سر پر جماتے ہوئے انہوں نے نرمی سے جواب دیا۔

"ٹھیکیدارنی گھر پر ہے؟" حفظ ماتقدم کے طور پر انہوں نے پوچھا۔ جیسے محمود سارے محلے میں ٹھیکیدار کہلاتے تھے اسی نسبت سے ان کی بیوی صبیحہ کو ٹھیکیدارنی کا خطاب ملا تھا۔

"جی ہاں، اپنے من چاہے مشغلے میں مصروف ہیں، اس وقت انہیں بھلا گھر سے باہر جانے کی فرصت کہاں ملنے والی ہے۔" وہ زچ لہجے میں بولے۔ نعیمہ ایک دم خاموش کھڑی رہ گئیں۔

"بہن جی! آپ صبیحہ کو سمجھاتی کیوں نہیں وہ بیٹی کے رشتے کے سلسلے میں حقیقت پسندی سے کام لے مگر اسے تو ہمیشہ سے دنیا کے چلن سے ہٹ کر کچھ نیا کرنے کی خواہش تنگ کرتی ہے، اس کے لیے وہ ہماری اوقات سے بڑھ کر دکھاوا کرتی ہے۔ میرے حساب سے تو یہ سب بے وقوفی کی علامت ہے۔" وہ بیوی کو سمجھا سمجھا کر تھک گئے تو پڑوسن سے مدد مانگ بیٹھے۔

"جی بھائی صاحب! اتنی بار تو منع کیا ہے مگر....." نعیمہ کچھ کہتے کہتے رک گئیں۔ صبیحہ ان کی سب سے عزیز سہیلی بھی تو تھی نا اس لیے مزید کچھ کہنا مناسب نہ لگا۔ اندر جانے میں ہی عافیت جانی۔ محمود سر جھٹک کر باہر چل دیئے۔ نعیمہ نے جیسے ہی لاؤنج میں قدم رکھا، ان کی آنکھیں حیرت سے کھل گئیں۔

☆☆☆......☆☆☆

مسکان نے ماں سے بحث کرنے سے بہتر سمجھا کہ وہ وہاں سے اٹھ جائے۔ تازہ دم ہونے کے لیے نہانے چلی گئی۔ باہر نکلی تو لمبے بالوں کو تولیے سے رگڑتے ہوئے خشک کرنے کے بعد آئینہ میں اپنا عکس دیکھا۔ دھوپ نے چہرے کی سانولی رنگت کو مزید کملا دیا تھا اس نے جھجکتے سے ادھر ادھر دیکھا، ماں اپنے کمرے میں نماز پڑھنے چلی گئی تھیں۔ اس نے خاموشی سے کالج کی سہیلی کی دی ہوئی رنگ گورا کرنے والی کریم کی تھوڑی سی مقدار ہتھیلی پر نکال کر جلدی سے چہرے پر لگائی ٹیوب کا ڈھکن بند کرنے کے بعد بیگ میں چھپانے کی کوشش کررہی تھی کہ آہٹ پر کریم ہاتھ سے چھوٹ گئی۔

"کیا چھپایا جارہا ہے؟" رانیہ کے چھاپہ مارنے پر وہ بھنا گئی۔

"تم کیا دھوپ دوپہری میں لوگوں کے گھروں میں جھانکتی پھر رہی ہو۔" مسکان کا اعتماد بحال ہوا تو دھیرے سے بوتل اٹھا کر بیگ میں چھپائی۔

"یار! ایک تو مجھے اماں نے تنگ کر رکھا ہے۔" رانیہ اس وقت کوئی اپنا ہی مسئلہ لے کر آئی تھی، اس لیے اس کی طرف توجہ کم دی، جس پر مسکان نے شکر ادا کیا۔

"اب ٹھیکیدارنی خالہ نے کیا کردیا؟" وہ کریم کا ہلکے ہاتھوں سے چہرے پر مساج کرتے ہوئے مسکرائی۔

"رشتے والی ایک بار پھر بے وقوف بنانے کے لیے کسی لالچی بکرے کو پکڑ کر لارہی ہے اور میری اماں نے ان کی خاطر داری کے لیے صبح سے ملازمین کو لائن حاضر کیا ہوا ہے۔" رانیہ نے سر ہلا کر بتایا تو تیکھی ناک میں پہنی ہیرے کی نازک سی کیل نے لشکارا مارا۔

"تمہیں پرابلم کس سے ہے؟" مسکان نے اس کی گلابی رنگت اور بے شکن چہرے کو رشک سے دیکھا۔ ڈارک بلیو سوٹ میں اس کا سراپا کھل رہا تھا۔ چہرے کی چمک بتاتی تھی کہ زندگی میں کس قدر اطمینان اور سکون پھیلا ہوا ہے۔

"مجھے اماں کے فلسفے سے پرابلم ہے، وہ ایسا لڑکا ڈھونڈ رہی ہیں جس کے آگے پیچھے کوئی نہ ہو۔ وہ پڑھا لکھا بھی ہو، شریف بھی ہو۔ بھلا یہ کیا بات ہوئی؟" وہ منہ بگاڑ کر بولی۔

"ہاں تو اچھا ہے نا اکیلا لڑکا ہوگا۔ تم اپنے گھر پر راج کرو گی۔" مسکان نے گال کھجاتے ہوئے چھیڑا۔

"خاک راج کروں گی۔ ابا نے جو اوپر نیا پورشن بنوایا ہے، اماں چاہتی ہیں کہ میں شادی کے بعد وہاں رہوں۔" اس نے تپ کر کہا۔

"ہا..... ہا..... ہا..... واہ خالہ نے اکلوتی لڑکی کو اپنے ساتھ رکھنے کا کیا آئیڈیا سوچا ہے۔" مسکان نے اپنی سہیلی کی بات پر کھلکھلا کر ہنستے ہوئے جواب دیا۔

"اوئی اللہ....." اس کے چہرے کی خارش بڑھنے لگی۔ اب دونوں ہاتھوں سے کھجلی شروع ہوگئی۔

"ہاں مجھے بھی اماں کے قریب رہنا ہے مگر اتنے بھی نہیں کہ اوپر ہی رہنے لگوں۔" وہ ہنستے ہوئے معنی خیز لہجے میں بولی مگر مسکان کا دھیان اس کی طرف تھا ہی نہیں، وہ اپنے چہرے پر پریشانی سے ہاتھ پھیر رہی تھی، جہاں ننھے ننھے دانے ابھر آئے تھے۔

"ارے یہ تمہارا چہرہ اتنا سرخ کیوں ہو رہا ہے؟" رانیہ نے چونک کر اسے دیکھا۔

"شاید کریم کا ری ایکشن ہوگیا ہے۔" مسکان کے منہ سے نکلا اور منہ دھونے کے لیے واش روم کی طرف بھاگی۔

"کون سی کریم؟" رانیہ نے بھی اس کے پیچھے دوڑ لگائی۔

"رنگ گورا کرنے والی۔ کالج کی ایک دوست کی بہن کا بیوٹی پارلر ہے، اس نے مجھے لاکر دی تھی۔" وہ منہ دھوتے ہوئے بتانے لگی۔

"اف لڑکی! تم اپنے رنگ کے کمپلیکس سے کب باہر آؤ گی گوری نہیں ہو تو کیا ہوا اتنی کالی بھی نہیں ہو۔" اس کا انداز مذاق اڑانے والا ہوا۔

"تم دوست ہو کہ دشمن۔" مسکان نے باہر نکل کر تولیے سے منہ پونچھتے ہوئے اسے گھورا تو وہ گڑبڑا گئی۔

"میں تو مذاق کررہی تھی اتنی پرکشش ہو خاص طور پر تمہاری سحر انگیز آنکھیں، سچ میں اگر میں لڑکا ہوتی تو قسم سے تم پر عاشق ہوجاتی۔" رانیہ نے ماتھے پر ہاتھ مار کر اسے منانا چاہا۔

"جھوٹ نہ بولو اگر میں سچ مچ میں ایسی ہوتی تو پھر ٹھکرائے جانے کا درد بار بار نہ سہتی۔" وہ ایک دم بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو دی تو رانیہ نے اسے گلے لگالیا۔ وہ جانتی تھی کہ کتنے لوگ آئے اور کھاپی کر اسے ٹھکرا کر چلے گئے۔ صرف اس کی سانولی رنگت کی وجہ سے۔

"اچھی خاصی پراعتماد لڑکی احساس کمتری کا شکار ہوگئی تھی۔ ایک طرح سے تو یہ بات میرے حق میں جاتی ہے۔" اس نے خود کو سمجھایا۔

"اب ہر ایک لڑکی میری طرح خوش شکل اور گوری چٹی تو نہیں ہوسکتی۔" مسکان کو گلے لگائے لگائے رانیہ نے دیوار پر آویزاں آئینے میں اپنے عکس کو دیکھ کر سراہا۔

☆☆☆......☆☆☆

کہیں کباب کا مسالہ رکھا ہوا تھا تو کہیں گاجر کش ہو رہی تھی اور ٹھیکیدارنی پیڑھے پر بیٹھی سل پر گھس گھس کر کوفتے کا مسالہ پیسنے میں مصروف پسینہ پسینہ ہوئی جارہی تھیں۔ پھلوں کے ٹوکرے میں سے ایک ملازم آم صاف کرکے فروٹ باسکٹ میں طریقے سے رکھ رہا تھا۔

"اوہو..... تم تو بہت مصروف ہو۔" نعیمہ نے ہنس کر صبیحہ کو اپنی طرف متوجہ کیا۔

”اوہ.....تم آئی ہو آؤ یہیں بیٹھ جاؤ۔“ انہیں دیکھ کر مسکرائی اور مصروف انداز میں پاس بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

”اے بنتو یخنی چڑھائی کہ نہیں؟“

”بی بی جی چڑھادی.....کیا پتیلی میں مسالہ لگادوں؟“ بنتو نے پوچھا۔

”ہاں لگادے مگر مرچ کم رکھنا کم بخت مسالوں پر تیرے ہاتھ بہت چلتے ہیں ہمیشہ تیز کردیتی ہے۔“ وہ جواباً چلائیں۔

”کون آرہا ہے جس کے لیے اس قدر اہتمام کیا جارہا ہے۔“ نعیمہ بیگم نے پڑوسن کے قریب ہی بچھی کرسی پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

”وہ رانیہ کے رشتے کا سلسلہ ہے۔ بوا نے ایک بہت پڑھا لکھا لڑکا بتایا تھا، اسی کو ملوانے لا رہی ہیں۔“ صبیحہ نے جھجکتے ہوئے بتایا۔

”ٹھیک ارنی' اب میں کچھ بولوں گی تو تم ناراض ہوجاؤ گی۔“ نعیمہ کو ان پر تاؤ آیا۔

”نہیں اب تم بھی سنادو۔“ وہ منہ بسور کر ہنڈے سے قیمے کو زور زور سے کوٹتے ہوئے بولیں کچھ دیر پہلے شوہر نے جم کر کلاس لگائی تھی۔

”ہاں تو۔ اس سے پہلے بھی تم نے ایسی ہی بے وقوفی کی تھی۔ بوا نے تم سے ڈاکٹر لڑکا کہہ کر پانچ ہزار روپے اینٹھ لیے اور جب تم لوگوں نے معلومات کروائی تو لڑکا کمپاؤڈر تھا اور اس کا کلینک نہیں محلے میں چھوٹا سا میڈیکل اسٹور نکلا۔“ وہ سناتی چلی گئیں۔

”کہتی تو تم ٹھیک ہو مگر کیا کروں۔ رانیہ ہماری اکلوتی بیٹی ہے۔ میں اس کو خود سے دور کرنے کی ہمت نہیں کرپاتی اس لیے نظروں کے سامنے رکھنا چاہتی ہوں۔ بس اس لیے ایسا لڑکا ڈھونڈ رہی ہوں جو گھر داماد بن کر ہمارے ساتھ رہے۔ اب فی زمانہ رشتے والیوں کی مدد کے بغیر تو یہ سب ممکن نہیں اس لیے بوا کے کہے کا اعتبار کرنا پڑتا ہے۔“ وہ بھی سہیلی کے سامنے دل کی بھڑاس نکالتی چلی گئیں مگر نعیمہ تو ان کے جملوں میں اٹک گئی۔

”اے بہن تم ہی کچھ رانیہ کو سمجھاؤ۔ اس لڑکی کے تو دماغ ہی نہیں ملتے' کہتی ہے کہ آپ کے قریب تو رہنا چاہتی ہوں مگر اتنا بھی نہیں کہ شوہر کے ساتھ میکے میں ہی پڑی رہوں۔“ ان کی کتھا جاری تھی۔

”ٹھیک ارنی کہتی تو وہ ٹھیک ہے۔ شادی کے بعد میکے میں رہنے سے بھلا کوئی عزت ہوتی ہے۔“ نعیمہ ایک خاص انداز میں سوچتے ہوئے مسکرائی۔

”دعا کرو کوئی ایسا لڑکا مل جائے کہ رانیہ بھی مان جائے اور میری خواہش بھی پوری ہوجائے۔“ وہ معنی خیز انداز میں بولیں۔

”بی بی جی ذرا کھیر کے لیے چاول نکال دیں۔“ بنتو نے چلا کر انہیں مدد کے لیے بلوایا۔

”تم بیٹھو میں ایک منٹ میں آئی۔“ صبیحہ بھاری بھر کم وجود سمیٹ کر ہانپتی ہوئی اٹھیں۔

”میں نے یہ بات کیوں نہیں سوچی۔ رانیہ اور عارب......“ صبیحہ جیسے ایک نئی بات بجھا گئی۔ انہیں لگا جیسے گتھی سلجھ گئی ہو۔

”اچھا میں چلتی ہوں تم اپنا کام کرو۔“ وہ عجلت میں اٹھ گئیں، شوہر سے مشورہ ضروری تھا۔ بیٹیوں کو بھی بتانا تھا کہ گوہر نایاب مل گیا۔

”اتنی جلدی' ابھی بیٹھو چائے پی کر جانا۔“ صبیحہ نے پیچھے سے ہانک لگائی۔

”پھر بھی سہی۔“ وہ سنی ان سنی کرتی ہوئی باہر نکل گئیں۔ نعیمہ کو پورا یقین تھا کہ عارب کے نظر کے سامنے کا مطلب پڑوس میں رہنے والی رانیہ سے ہے۔ گوری چٹی سی رانیہ واقعی اس قابل بھی کہ اسے چاہا جائے۔ اس رشتے سے دونوں گھرانوں کا مسئلہ حل ہوجاتا۔

☆☆☆......☆☆☆

مسکان کا مسئلہ ہی عجیب تھا، گھر میں ساری بہنوں کی رنگت کھلتی ہوئی تھی، بس ایک وہ ہی تھوڑی سانولی تھی مگر تیکھے نین نقوش اور بڑی بڑی آنکھوں کے ساتھ وہ دیکھنے والوں کو متاثر کرلیتی اگر ریحانہ بیگم نے ذرا سا بھی دھیان رکھا ہوتا۔ اس کی دونوں بڑی بہنوں کی شادی میں کوئی مسئلہ نہ ہوا خاندان میں ہی ہوگئی۔ اس کے بعد جب مسکان کی باری آئی تو کسی جاننے والی کے توسط سے انجینئر لڑکے کا رشتہ آیا۔ ماں بہنیں دیکھنے تو اسے آئیں مگر چھوٹی ریحام کو پسند کرگئیں۔ جب وہ بہن کو ساتھ لیے لڑکے والوں کے سامنے سبز رنگ کا جدید اسٹائل کا سوٹ زیب تن کیے آئی تو اس کی دمکتی رنگت اور شوخ اداؤں نے سب کی توجہ اپنی جانب کھینچ لی اور ہلکے رنگ کے لباس میں ملبوس مسکان جیسے پس منظر میں چلی گئی۔ ریحانہ نے سب کے اصرار پر بڑی سے پہلے چھوٹی کی شادی کردی۔

ریحانہ ان کے بعد زور وشور سے مسکان کے لیے رشتہ

تلاش کرنے کی مہم پر جت گئیں۔ اتفاق سے لڑکے والے جب بھی دیکھنے آئے تو مسکان نے بہنوں کی غیر حاضری پر رانیہ کو مدد کے لیے بلوا بھیجا۔ اسے اکیلے ان لوگوں کا سامنا کرنے میں گھبراہٹ ہوتی تھی۔ اب چمکتے چاند کے سامنے ستارے کو بھلا کون دیکھتا، لوگ انکار کرتے چلے گئے، ایک دو نے تو رانیہ کا رشتہ مانگ لیا اس کے بعد ریحانہ تھوڑی محتاط ہوگئی مگر مسکان کے اندر ایک عجیب سا احساس کمتری سر اٹھانے لگا۔ وہ لاشعوری طور پر اپنے چہرے پر رنگ صاف کرنے والے ٹوٹکے اور کریموں سے تجربے کرنے لگی، جس سے تاحال کوئی خاص فائدہ تو نہ ہوا الٹا نقصان ضرور ہوجاتا تھا۔ کبھی الرجی تو کبھی دانے چہرے پر پھیل جاتے۔

☆☆☆......☆☆☆

پچھلے کئی دنوں سے جاری تپش اور دھوپ کے بعد اللہ اللہ کرکے سیاہ گھٹاؤں کے قافلے آسمان پر اترنے لگے، موسم ایک دم تبدیل ہوگیا۔ ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں نے جیسے ہر سو خوشی کی لہر دوڑا دی۔ جس کی وجہ سے موسم قدرے خوشگوار ہوگیا۔ آج بہت دنوں بعد گرمی کا زور ٹوٹا رم جھم پھوار نے تیز موسلا دھار بارش کا روپ دھار لیا۔ جس کی وجہ سے سڑکوں پر جگہ جگہ پانی کھڑا ہوگیا تھا۔ عارب آفس سے نکلا تو موسم کی ادا دیکھ کر خوش ہوگیا اور مسکراتا، گنگناتا ہوا بائیک بھگانے لگا۔ گھر کے نزدیک پہنچا تھا کہ بائیک اچانک چلتے چلتے بند ہوگئی۔ شکر ہے گھر سے پانچ منٹ کا راستہ رہ گیا تھا۔ اس نے اتر کر بائیک کا ہینڈل تھاما اور مرتا کیا نہ کرتا کے مصداق پیدل ہی چلنے لگا۔ سڑک کے عین وسط میں مسکان کو کھڑا دیکھ کر حیران رہ گیا۔ غور کیا تو ہنسی نکلتے نکلتے رہ گئی، پاس سے گزرتی ایک گاڑی کی تیز رفتاری نے اس پر بارش کے کیچڑ زدہ چھینٹے اڑائے تھے۔ ہاتھ میں پکڑا ہوا شاپر بھی نیچے گر گیا تھا جس میں موجود سیب سڑک پر بکھرے ہوئے تھے۔ مسکان خود سے بے خبر بڑی غضب ناک نظروں سے جاتی ہوئی گاڑی کو تک رہی تھی، جو کافی دور جاچکی تھی۔ کوئی اور ہوتا تو شاید وہ اتنا دھیان نہیں دیتا مگر ان کا بچپن کھیلتے کودتے ساتھ گزرا تھا۔ وہ صرف پڑوسن ہی نہیں اس کے عزیز دوست کی بہن بھی تھی جسے یوں بیچ سڑک پر کھڑا دیکھ کر وہ منہ موڑ کر نہیں جاسکتا تھا۔ اپنی تربیت کے ہاتھوں مجبور ہوکر اس کے قریب جاکر بائیک اسٹینڈ پر کھڑی کی اور جیب سے ٹشو نکال کر اسے پیش کیا۔ مسکان نے فوراً چہرے اور کپڑے پر لگنے والے داغ پونچھے اور اس کا شکریہ ادا کرکے آگے بڑھ گئی۔

اس نے پاس پڑا ہوا چند بچے ہوئے سیبوں کا شاپر اٹھایا اور اس کے پیچھے بھاگا۔ شاپر لینے کے بعد بھی مسکان نے اسے کوئی خاص رسپانس نہ دیا اور اسکارف ٹھیک کرتے ہوئے دھیرے دھیرے چلنے لگی۔

"یہ لڑکی کتنی منفرد ہے، نہ ہی لڑکیوں والی فضول کی ادائیں، نہ ہی بلاوجہ کا ہنسی مذاق۔" اس نے سر پر ہاتھ رکھ کر اسے جاتے دیکھا۔ اپنے آپ میں مگن پُروقار سی مسکان ویسے ہی ہے جیسا لڑکیوں کو ہونا چاہیے۔ عارب کو مسکان کی بے نیازی بہت اچھی لگی۔ بند کتاب جیسی یہ لڑکی اسے ہمیشہ متاثر کرتی تھی۔

☆☆☆......☆☆☆

گورے رنگ کا زمانہ
کبھی ہوگا نہ پرانا
گوری ڈر تجھے کس کا ہے
تیرا تو رنگ گورا ہے
سانولا سلونا رنگ کتنوں کو بھاتا ہے
جسے دیکھو گوریوں کے پیچھے چلا آتا ہے
گورے رنگ کا زمانہ کبھی ہوگا نہ پرانا
ذرا کردے اشارہ گوریئے
تیرا تو رنگ گورا ہے
تیرا تو رنگ گورا ہے

رانیہ نے اپنی پسند کا گانا لگایا ہی تھا کہ ٹپ ٹپ کرکے بوندا باندی شروع ہوگئی، بارش کے برستے ہی گلی کے بچوں کی تو موجیں ہوگئیں شور مچاتے ہوئے نہانے کے لیے گھروں سے نکل آئے۔ رانیہ کا موڈ بھی ایک دم خوش گوار ہوگیا۔ اس بار بھی اس کی دل کی مراد پوری ہوئی تھی، بوا کا بتایا ہوا پڑھا لکھا لڑکا تان میٹرک نکلا۔ اس لیے وہ مسرور سی پورے گھر میں اترائی اترائی سی پھر رہی تھی۔ صبیحہ سوگ منانے کے لیے سر پر دوپٹہ باندھے اپنے کمرے میں جالیٹی۔ پہلے شوہر اور پھر بیٹی نے اپنے طعنوں سے ماں کو اچھا خاصہ زچ کردیا تھا؟ گھر کا ماحول بھی اچھا خاصہ کبیدہ ہوگیا اور ماں بیٹی میں بات چیت بند ہوگئی تھی۔ باتوں کی شوقین رانیہ اس خاموشی سے گھبرا کر دروازے میں جاکر کھڑی ہوئی اور موسم سے لطف اندوز ہونے لگی۔ گلی میں اچھا خاصہ پانی جمع ہوگیا تھا۔ بچے جمع شدہ پانی میں کاغذی کشتیاں تیرا رہے تھے۔ وہ بڑی دلچسپی سے ان کی شرارتیں دیکھنے لگی۔

اچانک اس کے دل کی دھڑکن ایک نئی لے پر ناچ اٹھی۔ من کی مراد جو پوری ہوگئی تھی، سامنے سے عارب بائیک گھسیٹتا ہوا چلا آرہا تھا۔ اس کے گھنے بالوں پر پانی کے قطرے جمع ہوکر چمک رہے تھے۔ وہ بارش میں اچھا خاصہ بھیگ چکا تھا۔ رانیہ کا دل چاہا کہ وہ بھاگ کر گھر سے تولیہ لاکر اسے تھمادے مگر شرم آڑے آگئی۔ اس کے قریب آنے پر رانیہ جان بوجھ کر پانی میں کھیلتے بچوں سے باتوں میں مگن ہوگئی۔ بائیک تھامے اس کے قریب سے گزرتے ہوئے عارب کی نگاہیں رانیہ کے حسین وجود سے الجھیں، سرخ لباس میں بھیر بوٹی بنی چہرے پر بانکپن، گلابی وجود کی ہنسی کا الہڑپن اس کے کانوں میں رس گھولنے لگا، وہ کچھ کھوسا گیا مگر لمحے بھر کا سحر تھا۔ رانیہ نے مسکرا کر اس کی جانب دیکھ کر ہاتھ لہرا لیا تو عارب نے سر جھٹکا۔

"کھلی کتاب اور عورت میں کچھ تو فرق ہونا چاہیے۔" اپنے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے اس کے دماغ میں یہ ہی بات آئی۔ رانیہ کی نگاہوں نے بہت دور تک اس کا پیچھا کیا مگر عارب کا فولادی وجود اس کی نظروں سے دور ہوتا چلا گیا۔

رانیہ مڑی تو اس کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا۔ گلی کے کونے سے مسکان بھیگتی ہوئی چلی آرہی تھی، ان دونوں کو آگے پیچھے آتا دیکھ کر ذہن میں عجیب سے خیالات گردش کرنے لگے۔ وہ تینوں بچپن سے ایک مثلث کی طرح تھے۔ ساتھ ساتھ کھیلتے کودتے تھے۔ رانیہ شروع سے مسکان کو نیچا دکھانے کی کوشش کرتی مگر ہر کھیل میں عارب مسکان کو پہلے اپنی پارٹنر بناتا پھر رانیہ کی باری آتی، یہ بات اسے بہت ناگوار گزرتی وہ اپنی چاکلیٹ، مہنگے کھلونے اور قیمتی تحائف دے کر بھی عارب کی مکمل توجہ حاصل نہ کرپائی تھی۔ وہ سوچتی کہ جانے عارب کے دل میں اس کالی چپلی سی مسکان کے لیے اتنی ہمدردی کیوں ہے کہ اسے کھیلنے کے لیے میں نظر نہیں آتی۔ بچپن گزر گیا، جوانی آگئی مگر رانیہ کے دل میں جیسے ایک عجیب سی گرہ بندھی رہ گئی۔ عارب اس کا جنون بن چکا تھا۔ اسے یقین تھا کہ اس بار وہ عارب کو جیت جائے گی، اسی لیے مسکان کو بے وقوف بنانے کے ساتھ ساتھ ماں کے لائے ہوئے رشتوں کو بھی خاطر میں نہ لاتی تھی۔

☆☆☆......☆☆☆

"تو لے تمنے مہنگے سیب سڑک پر پھینک آئی یہ چار بھی بچا کر لانے کی کیا ضرورت تھی۔" پورا قصہ سننے کے بعد بھی انہیں بیٹی سے زیادہ تین سو روپے کلو والے سیبوں کے گرنے کا درد تھا۔

"ماں تو کیا کرتی سڑک سے چن چن کر سیب اٹھاتی۔ شکر کریں میں بچ گئی ورنہ گاڑی والا تو ٹکر مارنے کے موڈ میں تھا۔" اس نے ماں کی بات پر مکمل کر اظہار افسوس کیا۔

"ہائے اللہ نے بچالیا میری بچی کو۔" وہ گھبرا کر سینے پر ہاتھ رکھ کر بولیں۔

"اس پر بھی آپ کو میری نہیں سیبوں کی فکر ہے۔" اس نے جتاتی نظروں سے ماں کو دیکھا۔

"اچھا چلو اب منہ نہ بسورو۔ ایک خوش خبری سنو۔" ریحانہ نے بیٹی کا اترا چہرا دیکھا تو نرمی سے کہا۔

"وہ کیا؟" اس نے ڈھیلے ڈھالے انداز میں پوچھا۔

"بھائی آیا تھا تمہارا۔ پیسے دے کر گیا ہے۔" وہ جوش سے بولیں۔

"سچی......" وہ ایک دم خوش ہوکر اپنا غم بھول گئی۔

"مچی۔" وہ بھی آنکھیں گھماتے ہوئے شوخ ہوئیں۔

"مگر مجھ سے کیوں نہیں ملے؟" اس نے شکوہ کیا۔

"اصل میں وہ بہو سے چھپ کر آیا تھا اس لیے جلدی میں تھا بس دروازے سے ہی پیسے دے کر چلا گیا۔" ریحانہ نے تسلی دینے والے انداز میں کہا۔

چلیں اچھا ہے میں تو گوری ہو نہیں سکی مگر اپنے گھر پرائٹ واش کروالیتے ہیں۔" اس نے ماں کو چھیڑا تو انہوں نے بیٹی کے ایک اور دھموکا رسید کیا۔

☆☆☆......☆☆☆

"کیا وہاں بھی بات نہ بنی؟" نعیمہ نے چائے پیش کرتے ہوئے دبے لہجے میں صبیحہ سے پوچھا۔

"نہیں بہن۔ یہ بوا بھی نہ بہت جھوٹ بولتی ہے۔ پڑھے لکھے لڑکے کا لالچ دے کر خوب دعوت اڑائی اور جب رانیہ کے ابا نے لڑکے سے پوچھ گچھ کی تو میٹرک پاس بھی نہ نکلا۔" صبیحہ نے سر پر ہاتھ مار کر تاسف سے بتایا۔

"تم بھی تو ایک ہی گھر داماد کی رٹ لے کر بیٹھی ہو۔" نعیمہ نے انہیں ٹٹولا۔

"اب تو میں بھی دعوتیں کھلا کھلا کر تھک گئی ہوں۔ وقت اور پیسہ کا زیاں جو ہوتا ہے سو ہوتا ہے میاں الگ منہ پھلا کر بیٹھ جاتے ہیں۔" اپنی سہیلی کو انہوں نے تفصیلاً جواب دیتے ہوئے پر امید نگاہوں سے دیکھا۔

"تو پھر تمہارے کیا ارادے ہیں؟" نعیمہ نے بھی تخت پر بیٹھ کر چائے کی چسکی لیتے ہوئے پوچھا۔

"اس بار تو میں نے بوا کو کہہ دیا ہے کہ ہمارے معیار کا رشتہ لاؤ ورنہ حقہ پانی بند۔" وہ بیزار لہجے میں بولیں۔

"کیا کہہ رہی ہو؟" وہ حیرت سے پوچھنے لگیں۔

"سچ ہی تو کہہ رہی ہوں۔ ہر نئے رشتے پر ڈھیروں پیسے لے کر جاتی اور بہانے بہانے سے ہر مہینے کا راشن پانی الگ مانگ لیتی ہے اس کے باوجود جانے کہاں کہاں کے میلے لڑکے میری چاند جیسی بیٹی کے لیے ڈھونڈ کر لاتی ہے۔ دل چاہتا ہے کہ ہمیشہ کے لیے باہر کا راستہ دکھادوں۔" وہ منہ بگاڑ کر بولیں۔

"اچھا تو یہ بات ہے اس میں قصور بوا کا نہیں تمہارا ہے پیسوں کے لالچ میں وہ تمہیں بے وقوف بنارہی ہیں۔"

"اب میں کیا کہوں۔ تمہاری خوش قسمتی کہ ساری بیٹیوں کی شادیاں کرکے فارغ ہوچکی ہو ورنہ تو اچھے رشتوں کی تلاش میں جوتیاں گھس جاتی ہیں اور میرا تو معاملہ ہی الگ تھا۔ گھر داماد کی خواہش۔" شکوہ ادائی کے لہجے کی تلخی نعیمہ بیگم سے چھپی نہ رہ سکی۔

"ایسی شرط رکھنی ہی نہیں چاہیے۔ تم کیا دنیا سے انوکھی بیٹی کی ماں ہو۔" وہ مزے سے پیر پھیلا کر بولیں۔

"خیر اب تو میں کچھ اور ہی سوچ رہی ہوں گھر داماد والی شرط بھی ہٹادی ہے۔" ان کی بات پر نعیمہ نے بغور دیکھا۔

"کیا سوچ رہی ہو بھلا؟" انہیں کرید سی لگی۔

"یہ ہی کہ تم ہی منہ سے کچھ پھوٹ دو، اتنے تحفہ تحائف دے کر بہترین جوڑا، اچھے اچھے کھانے پکا کر روانہ کے حساب سے بھجوائے مگر تم ہو کہ کان پر جوں ہی نہیں رینگتی۔" وہ خیالی طور پر دانت پیس کر سوچنے لگیں۔

"مجھ سے کچھ کہا؟" نعیمہ نے ان سے پوچھا۔

"ہاں میں کہہ رہی ہوں کہ کوئی بھی شریف گھر کا لڑکا مل جائے تو اس عید پر رانیہ کے فرض سے فارغ ہوکر عمرے کی سعادت حاصل کریں۔" صبیحہ نے چائے ختم کرتے ہوئے کہا تو وہ دل ہی دل میں مسکرائیں۔

☆☆☆......☆☆☆

"السلام علیکم ابا!" تھکے ہارے وجود کو گھر میں گھستا دیکھ کر مسکان مستعد ہوئی۔

"وعلیکم السلام! جیتی رہو خوش رہو۔" حیدر صاحب نے محبت سے پانی کا گلاس تھامتے ہوئے بیٹی کو دعا دی۔

"کیا بات ہے بھئی آج بیگم صاحبہ کا موڈ خراب لگ رہا ہے۔" حیدر صاحب نے خاموشی سے سر جھکائے بیٹھی بیوی کو دیکھا تو پوچھا۔

"نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں۔" ریحانہ نے آہستگی سے شوہر کو جواب دیا۔

"کچھ نہ کچھ کھچڑی دماغ میں پک رہی ہے۔" وہ اپنی شریک حیات کی فطرت کو جانتے تھے اس لیے ہنستے ہوئے بولے۔

"ہمارا زمانہ کیسا اچھا تھا خاندان والے ایک دوسرے کی بیٹیاں لے لیا کرتے تھے اس طرح شادی کا کوئی مسئلہ بھی نہ ہوتا اور میل ملاقات بھی قائم رہتی تھی۔" وہ خود کلامی کرتے ہوئے شوہر کی جانب دکھ سے دیکھنے لگیں۔

"بیگم زمانہ اتنا بھی برا نہیں آخر ہماری دو بڑی لڑکیاں برادری میں ہی بیاہ کرگئی ہیں۔ اس بار ہی پریشانی ہورہی ہے مگر کیا کریں ایک تو ہمارا اتنا بڑا خاندان نہیں ہے اور دوسرے جو لڑکے ہیں وہ مسکان بیٹی کے جوڑ کے نہیں۔" وہ بیوی کا اشارہ سمجھ گئے جواب دیتے ہوئے خود بھی فکر مند ہوگئے۔

ماں باپ کی باتیں سننے کے بعد نہ جانے کیوں مسکان کو ایک عجیب سے احساس شرمندگی نے گھیر لیا۔ وہ چائے لانے کا بہانہ بنا کر کچن میں چلی گئی۔ فرائنگ پین میں فرنچ ٹوسٹ پکاتے ہوئے کھڑکی سے نگاہ بھر کر ماں کے پاس بیٹھے باپ کو دیکھا تو پہلے سے خاصے کمزور دکھائی دیے، وہ جانتی تھی کہ بھائی کی نالائقی اور اس کی فکر ماں باپ کو اندر سے کھائے دے رہی ہے، اسے خود پر اتنا غصہ آیا کہ بے خیالی میں گرم چمچہ تھام لیا۔ منہ سے بے اختیار چیخ نکل گئی۔ میاں بیوی اپنی باتیں چھوڑ کر کچن کی جانب دوڑے۔

☆☆☆......☆☆☆

"امی...... آپ ایسا سوچ بھی کیسے سکتی ہیں؟" وہ ایک دم جھنجھلا اٹھا۔

"تو تم ہی ہر وقت نظر کے سامنے کی گردان لگائے ہوئے تھے۔" نعیمہ نے انس کر بیٹے کی طرف دیکھا۔

"ہاں تو آپ کی نگاہ اپنے بائیں جانب والی پڑوس کی طرف کیوں گئی۔" وہ گھبرا کر تشریح پیش کرنے لگا۔

"بہو کے بارے میں سوچتے ہی آس پاس نگاہ گھمانے پر میرے ذہن میں رانیہ کا خیال ہی آسکتا تھا۔" ان کے انکشاف پر عارب کا دل دھڑکا۔

"تم بتاؤ کیا وہ لڑکی ہم دونوں کے معیار پر پوری نہیں اترتی ہے؟" نعیمہ نے خوشی سے ہاتھ نچایا۔

"سوری امی مگر میرا معیار کچھ الگ ہے، میں صورت سے زیادہ سیرت کی اچھائیوں پر نگاہ رکھنے والا بندہ ہوں، ویسے آپ اپنی دائیں سائیڈ والے پڑوس میں دیکھ لیتیں تو بھی کچھ نہیں بگڑتا۔" وہ بیچارگی سے ہاتھ باندھ کر منتیں کرنے لگا۔

"تمہارا مطلب ہے ریحانہ کے گھر...... اوہ یعنی مسکان۔" وہ دائیں جانب گھومیں اور پھر ایک دم اچھلیں۔

"مطلب وہ ہی جو آپ سمجھ رہی ہیں۔" اس نے ڈرتے ڈرتے ان کی طرف دیکھا۔

"تم اس سانولی سی لڑکی سے......؟" وہ کچھ بولتے ہوئے تھم گئیں۔

"امی مجھے آپ سے ایسی بات کی توقع نہیں تھی۔ رنگ و روپ اللہ کا دیا ہوا ہے یہ کسی انسان کی برائی نہیں؟" اس نے ماں کو شرمندہ کرنا چاہا۔

"بات بھلائی، برائی کی نہیں لیکن مجھے رانیہ پسند ہے۔" وہ دوٹوک لہجے میں بولیں تو عارب کا منہ اتر گیا۔

"امی...... آپ سمجھ کیوں نہیں رہیں۔" اس نے دھیرے سے سمجھانا چاہا۔

"اب اس معاملے پر مزید کوئی بات نہیں ہوگی۔" نعیمہ کا غصہ اسے خاموش کر گیا۔

"او کے۔" وہ چپ چاپ جاکر تخت پر لیٹ گیا۔

اسے ہمیشہ سے چھوئی موئی سی ذرا ذرا سی بات پر شرما جانے والی لڑکیاں اچھی لگتی تھیں شاید وہ اندر سے کچھ زیادہ ہی قدامت پسند تھا یا پھر اسے گھر کا ماحول ایسا ملا تھا۔ نعیمہ نے ہر معاملے میں حمزہ علی کی بات کو آگے رکھا۔ وہ بھی بیوی کی سنتے تھے مگر جہاں بات غلط ہوا انہیں ٹوکنے سے باز نہیں آتے، ایسے میں نعیمہ بحث کرنے کی جگہ خاموش ہوجاتی تھیں۔ ان کی تابعداری نے ہی ہمیشہ گھر کا ماحول پُرسکون رکھا۔ عارب کی بھی خواہش تھی کہ اس کی ہونے والی بیوی ماں کی طرح سمجھدار، باحیا اور محنت کش ہو۔ وہ جب بھی مسکان کو دیکھتا اسے یقین ہوجاتا کہ آنے والی زندگی کی کٹھنائیوں میں یہ لڑکی ہی اس کا ساتھ دے سکتی ہے۔ وہ اس کی بچپن کی ساتھی تھی، جب کھیلتے کھیلتے کوئی اسے تنگ کرتا تو وہ عارب کے پیچھے آکر چھپ جاتی، اس وقت وہ دس سال کا بچہ مرد بن جاتا۔ اس کی حمایت کرتا، آنسو پونچھتا اور ہمیشہ اس کا ساتھ دیتا۔ ان دونوں کا رشتہ بہت پرانا تھا۔ وہ اس وقت سے ہی دل میں بسی ہوئی تھی۔ شادی کی عمر کو پہنچ کر جب اس کی ماں بہنیں، خوب صورت اور گوری چٹی لڑکی ڈھونڈنے لگیں تب بھی وہ مسکان کا نام نہ لے سکا۔ جب اس کی ماں بہنیں آنے جانے والوں سے کہتیں کہ ایسی لڑکی دکھاؤ جو کمرے میں بیٹھے تو اجالا ہوجائے تو ہنس کر ٹال جاتا مگر سانولی سلونی سی مسکان کو دیکھ کر اس کے وجود میں محبت کی روشنی بھر جاتی پھر بھی اس نے اپنے جذبوں کو عیاں نہ ہونے دیا مگر ایک دن حیدر مبین کے پیچھے عشاء کی نماز پڑھتے ہوئے اس نے ایک باپ کی آہ وزاری سنی اور اس کا دل کٹ کر رہ گیا۔ وہ اپنے رب سے گڑگڑا کر بیٹی کے نصیب بدلنے کی دعا کررہے تھے۔ وہ لوگوں کے رویوں سے ٹوٹتے ہوئے بڑی آس لے کر اللہ کی بارگاہ میں ہاتھ پھیلائے ہوئے تھے پھر اللہ کا بندہ ہوکر اس پر کیسے اس بات کا اثر نہ ہوتا۔ اس دن فیصلہ ہوگیا کہ وہ مسکان حیدر کا ہاتھ تھامے گا۔

☆☆☆......☆☆☆

"اچھا تو پھر کیا ہوا؟" نعیمہ نے حلوہ بھونتے ہوئے بیٹی کی جانب دیکھا جو اپنی بڑی نند کا قصہ سنا رہی تھی۔

"ہونا کیا تھا امی، جب تک فرحان کی شادی نہیں ہوئی تھی باجی کی ایک ہی رٹ تھی کہ ہمیں تو گوری بہو چاہیے۔" مائرہ نے نقل اتاری۔

"ہاں تو ان کی بہو تو ماشاء اللہ بہت حسین و جمیل ہے، ہاتھ لگاؤ تو میلی ہوجائے، اس کی کوئی اور بہن ہوتی تو میں عارب کے لیے دیکھتی۔" وہ گرم سوجی کو تھال پر بچھاتے ہوئے جلدی سے بولیں۔

"امی پہلے باجی کا قصہ سن لیں پھر شکر کریں کہ اس کی کوئی اور بہن نہیں۔" اس نے ماں کی جلد بازی پر ہنستے ہوئے کہا۔

"اب ایسا کیا ہوگیا؟" وہ پُرتجسس انداز میں بولیں۔

"قصہ یہ ہوا کہ جب باجی فرحان کے لیے لڑکی ڈھونڈتی پھر رہی تھیں تو ہماری ساس نے بہت سمجھایا اپنے جیسی رہن سہن والی، نرم مزاج لڑکی تلاش کرلو تاکہ تم لوگوں میں کھپ جائے مگر ان کے سمجھانے پر باجی سینہ تان کر فرماتی کہ اماں ایسی بہو ڈھونڈ کر لاؤں گی کہ دنیا دیکھے گی۔ بیٹے کو بھی پھوپی کی بیٹی پسند تھی مگر وہ اکڑ دکھاتی رہیں اور وہاں شادی نہ ہونے دی۔" مائرہ ایک دم ہنس دی۔

"اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے تمہاری نند نے اپنا کہا ہوا تو کیا، واقعی ان کی بہو کو دیکھا ایک لمحے کو تو میں بھی ساکت رہ گئی تھی، شاہانہ جیسا حسن کم کم نظر آیا۔" نعیمہ ہاتھ پونچھتی ہوئی بیٹی کے برابر میں آکر بیٹھ گئیں۔

"صرف خوب صورت ہی نہیں وہ کافی فیشن ایبل بھی ہے۔" مائرہ نے ٹانکا جوڑا۔

"یہ تو اضافی خوبی ہوئی نا۔" نعیمہ جس کی حمایت کرنے پر آجائیں اس کی ہر بات کو مثبت لیتی تھیں۔

"اسی حسن کی تو اتراہٹ ہے کہ اب وہ لڑکی عام سے سانولے شوہر اور دبتی رنگت والے سسرالیوں کو گھاس نہیں ڈالتی۔" مائرہ کے کہنے پر نعیمہ کا منہ کھل گیا۔

"ہیں کیا مطلب؟" تجسس سے بیٹی کو دیکھا۔

"مطلب یہ میری پیاری امی کہ کل تک میکے میں گوری بہو کے حق میں دلائل دینے والی باجی، آج ٹھنڈی آہ بھر کر ہمارے سامنے اپنا دکھڑا روتی پھرتی ہیں کہ میری تو قسمت ہی خراب نکلی، چھوٹی بہو نے تو تنگ کر رکھا ہے، ہر معاملے میں اپنی چلاتی ہے، زیادہ بولو تو ایسے بے رخی سے جواب دیتی ہے کہ مزید کہنے کی ہمت ہی نہیں ہوتی، مارے باندھے نماز روزہ ہوتا ہے اور کسی آئے گئے کے سامنے بھی دوپٹہ سر پر لینے کی زحمت گوارا نہیں کرتی۔" وہ سر پر ہاتھ رکھ کر نند کی ایسی نقل اتار رہی تھی کہ نعیمہ کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"ایک بات کہوں امی! آپ عارب کی بات مان جائیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ بعد میں سر پر ہاتھ رکھ کر روئیں۔" مائرہ نے ماں کا ہاتھ دبا کر سمجھانا چاہا تو وہ سمجھ گئیں کہ بھائی نے بہن سے دکھڑا رویا ہے۔ جب ہی وہ سسرال کا قصہ نکال کر ماں کو نصیحت کرنے چلی آئی۔ بیٹی کے جانے کے بعد وہ خود پر رکھ کر یہ بات سوچتی رہیں پھر خیالات کو جھٹکا کہ ضروری نہیں کہ سب کے ساتھ ایسا ہی ہو۔

☆☆☆......☆☆☆

"انکل...... خیریت؟" اس نے کلینک میں گھستے ہوئے حیدر مبین کو دیکھا تو بنچ سے اٹھ کر ان کے قریب پہنچ کر پوچھا۔

"بس بیٹا! یہ مسکان کا ہاتھ جل گیا، وہ ہی دکھانے لایا ہوں۔" اپنے پیچھے آنے والی چادر میں لپٹی ہوئی مسکان کی جانب اشارہ کیا۔

"اوہ...... اچھا کیسے؟" اس کے لہجے میں پریشانی سمٹ آئی۔

"کچھ نہیں وہ پکاتے میں گرم چمچہ لگ گیا۔" وہ پریشانی سے بولے۔

"ابھی تک کھانا پکانا نہیں آیا، جو ہاتھ جلا لیا۔" عارب کی بڑبڑاہٹ اس کے کانوں تک بھی جا پہنچی گھور کر دیکھا مگر وہ جلدی سے ادھر ادھر دیکھنے لگا۔

"نہیں بھئی ہماری بیٹی تو اس معاملے میں طاق ہے مگر کبھی کبھی ماہر لوگوں سے بھی غلطی ہو جاتی ہے۔" وہ عارب کی شرارت سمجھ گئے تو مسکرا کر حمایت کی۔

"چلیں وہاں بیٹھتے ہیں۔" عارب کے کہنے پر وہ تینوں خالی بنچ پر جا کر بیٹھ گئے۔ گرمی اور صفائی کے ناقص انتظام کی وجہ سے شہر بھر میں مختلف اقسام کی بیماریاں پھیل گئی تھیں اسی لیے کلینک پر معمول سے زیادہ رش تھا۔ مسکان کے چہرے پر کوفت اور بیزاری کے تاثرات نمایاں ہو رہے تھے۔

"انکل ایسا کریں۔ میرا نمبر آنے والا ہے آپ پہلے دکھا دیں اور مجھے اپنا نمبر دے دیں۔" اس نے تھوڑی دیر بعد سحر انگیز سیاہ آنکھوں کی گھبراہٹ کو محسوس کرتے ہوئے نرمی سے پرچی ان کی جانب بڑھائی۔

"نہیں بیٹا...... تم کو زحمت ہوگی۔"

"تکلف مت کریں بڑی لمبی لائن ہے آپ کہاں اتنی دیر تک بیٹھیں گے میرا نمبر تو آنے والا ہے۔" عارب نے اصرار کیا۔

"اچھا ٹھیک ہے۔" وہ حالات کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے اثبات میں سر ہلانے لگے اور پرچی تھام لی۔

"مسکان بیٹا تم یہیں بیٹھو میں ابھی آیا۔" وہ کچھ سوچنے کے بعد ایک دم کھڑے ہو گئے۔

"ابو کوئی کام ہے کیا میں بھی ساتھ چلتی ہوں۔" باپ کی بات پر مسکان کا دل دھڑ دھڑانے لگا، گھبرا کر ان کا بازو تھام کر خود بھی کھڑی ہو گئی۔ عارب کے لبوں کو مسکراہٹ چھو گئی۔

"بیٹا...... میں باہر کھڑی بائیک سے اپنا پرانا نسخہ نکال کر لاتا ہوں کھانسی نے تنگ کیا ہوا ہے تمہارے ساتھ اپنی بھی دوائی لکھوا لوں گا۔" وہ اسے تسلی دیتے ہوئے بولے۔

"انکل آپ جائیے میں ہوں نا۔" اس نے گہری نگاہوں سے مسکان کے گالوں کی سرخی کو انجوائے کیا اور بولا تو حیدر مبین کے قدم باہر کی جانب بڑھ گئے۔

"بیٹھ جائیں۔" عارب نے اسے کھڑا دیکھا تو مسکرا کر

اپنے برابر والی خالی جگہ کی طرف اشارہ کیا، وہ سمٹ کر تھوڑا دور ہوکر بیٹھی۔

''آپ کی یونی کیسی چل رہی ہے۔'' اس نے کچھ دیر بعد خاموشی توڑی۔

''جی اللہ کا شکر ہے۔'' مسکان نے مختصر سا جواب دیا اور دوروازے کی طرف دیکھنے لگی جہاں سے حیدر صاحب باہر گئے تھے۔

''ایک بات پوچھوں؟'' عارب نے مسکرا کر کہا۔

''جی پوچھیں۔'' وہ پلکیں جھپکاتے ہوئے تھوڑا ہکلائی۔

''یہ آپ اتنا گھبراتی کیوں ہیں؟'' عارب نے اسے چھیڑا۔

''میں کیوں بھلا گھبرانے لگی۔'' اس نے خود پر قابو پاتے ہوئے جواب دیا۔

''اچھا شکل سے تو ایسا لگ رہا ہے جیسے، ابھی یہاں سے بھاگ کھڑی ہوں گی۔'' اس کی چھیڑ چھاڑ میں کمی نہ آئی۔

''ایسی بات نہیں ہے عارب۔'' مسکان نے گھنی پلکوں کی باڑ اٹھا کر پہلی بار اس کا نام لیا تو دلکش ہنسی اس کے لبوں کو چھوگئی۔

''پھر کیسی بات ہے یہ بتادیں؟'' عارب کو پتا نہیں کیوں اس سے بات کرنے میں مزہ آنے لگا۔

''بس بھیا کے جانے کے بعد سے میری طبیعت میں محتاط پسندی آگئی ہے، کم از کم میں اپنے بوڑھے والدین کو کسی نئے دکھ سے ہمکنار نہیں کرنا چاہتی۔'' مسکان نے دوٹوک الفاظ میں اپنا موقف واضح کیا تو عارب کے دل میں اس کی عزت دوچند ہوگئی۔

''آپ سے تو مجھے ویسے بھی محتاط رہنا ہے۔'' اس نے جاتے ہوئے مڑ کر دیکھا، آنکھوں سے نشر ہونے والا پیغام وہ سمجھا ہو یا نہ سمجھا ہو مگر یہ سمجھ گیا کہ کوئی تو ایسی بات ہے جو اس کے اندر پل رہی ہے۔

☆☆☆......☆☆☆

سانولی سلونی سی محبوبہ
تیری چوڑیاں شرنگ کرکے
جانے کیسی آگ لگائے
ہائے ہائے کریں سب لڑکے

وہ گنگناتا ہوا، اندر داخل ہوا تو ماں کو مشین میں کپڑے دھوتے دیکھا تو جاکر ان کے پیچھے کھڑا ہوگیا۔

''امی..... تو پھر آپ کب جارہی ہیں مسکان کے گھر؟'' اس نے لاڈ سے پوچھا۔

''میں کیوں جانے لگی وہاں؟'' وہ کپڑے نچوڑتے ہوئے انجان بن گئیں۔

''آپ کو پتا ہے نا کہ میں کس لیے پوچھ رہا ہوں؟'' اس کا سوالیہ انداز انہیں تپا گیا۔

''مجھے کچھ نہیں پتا۔'' تولیہ سے گیلے ہاتھ خشک کرتے ہوئے اسے ترشی سے جواب دیا۔

''اچھا ٹھیک ہے۔'' عارب اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

تھوڑی دیر بعد نعیمہ کو خیال آیا کہ جوان بچے سے ایسے بات نہیں کرنی چاہیے تو اٹھ کر اس کے کمرے میں آگئیں، وہ بازو آنکھوں پر رکھے لیٹا ہوا تھا۔

''عارب...... میرے بچے......'' اس کے اوپر قدرے جھک کر انہوں نے پیار بھرے لہجے میں پکارا۔ عارب نے پل بھر کے لیے آنکھیں کھولیں اور پھر بند کرلیں۔ یہ ماں سے ناراضگی کا کھلا اظہار تھا۔

''اپنی ماں سے ناراض ہو؟'' وہ مسکرائیں۔

''آپ میری بات سمجھنے کو تیار ہی نہیں۔'' اس نے بے بس نظروں سے ان کی طرف دیکھا۔

''سمجھنے کی ضرورت تمہیں ہے۔ مسکان بہت اچھی لڑکی ہے مگر تمہارا جوڑ رانیہ سے بنتا ہے۔'' وہ صفائیاں دیتے ہوئے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگیں۔

''امی..... رانیہ بھی اچھی لڑکی ہے مگر اس کا جوڑ ہمارے گھر کے ماحول سے نہیں بنتا۔'' اس کے بولنے پر نعیمہ نے بیٹے کی جانب دیکھا تو اس کی آنکھوں سے ان گنت شکوے ٹپک پڑے وہ کشمکش کا شکار ہوگئیں، ایک طرف بھتیجی تھی جوان کے گرد اپنی پُرفریب محبت کا جال کس رہی تھیں اور دوسری جانب بیٹا جو مسکان کے لیے پاگل ہورہا تھا۔

☆☆☆......☆☆☆

''کیا بات ہے صاحب زادے منہ لٹکائے کیوں بیٹھے ہو۔'' حمزہ صاحب نے خاموشی سے سر جھکائے بیٹے سے پوچھا۔

''نہیں ابو...... ایسی تو کوئی بات نہیں۔'' عارب نے آہستگی سے باپ کو جواب دیا۔

''تو بیٹا پھر کیسی بات ہے؟'' ان کا اصرار بڑھا۔

''ابو...... ایک بات بتائیں ہم لوگ صرف ظاہری شکل و صورت پر ہی کیوں جان دیتے ہیں؟'' اس نے ماں کو اندر آتا

دیکھا تو سوال کیا۔
"بیٹا...... کم عقل ہوتے ہیں وہ لوگ جو چمکتی چیز کے پیچھے بھاگتے ہیں۔" حمزہ علی فطرتاً بہت شفیق اور ہر ایک سے محبت کرنے والے انسان تھے پُرسوچ انداز میں بولے۔
"یہ جانتے ہوئے کہ ہر چمکتی شے سونا نہیں ہوتی۔" عارب نے مسکرا کر لقمہ دیا۔
"ہاں بھئی یہ بات تو تم نے سچ کہی۔" سر ہلاتے ہوئے انہوں نے بیٹے کی بات کی تائید کی تو نعیمہ نے گھور کر باپ بیٹے کو دیکھا۔
"لیکن بیٹا' پھر بھی بات کیا ہے؟" ان کی سوئی واپس اسی جگہ پر آ گئی۔
"کوئی بات نہیں ہے آپ تو بس ایک بات کے پیچھے ہی پڑ جاتے ہیں۔" نعیمہ بیگم نے جھنجلاتے ہوئے شوہر کو مخاطب کیا اور منہ پھلا کر بیٹھ گئیں۔ وہ حمزہ علی کو اس بات کی بھنک بھی پڑنے نہیں دینا چاہتی تھی کہ ان کے لاڈلے بیٹے نے حسین وجمیل رانیہ کی جگہ مسکان جیسی عام سی شکل وصورت والی لڑکی کا انتخاب کر کے انہیں حیرت کے ساتھ پریشانی میں مبتلا کر دیا ہے۔

☆☆☆......☆☆☆

"مسکان' کہاں ہو؟" رانیہ نے اس کے گھر میں داخل ہوتے ہی پکارا۔
"یہاں آجاؤ کمرے میں ہوں۔" اس نے قدرے اونچی آواز سے جواب دیا۔
"شکر ہے تم مل گئی۔" وہ سہیلی کو دیکھ کر جوش سے بولی۔
"کیا ہوا؟" وہ ہاتھ پر دوائی لگائے بیٹھی تھی۔
"بس وہ ہوا کہ بتانا بھی مشکل ہے۔" اس کے سسپنس بھرے انداز پر مسکان اٹھ کر بیٹھ گئی۔
"اب منہ سے کچھ پھوٹو گی بھی یا......" مسکان نے مکا گھما کر مارنے کی ایکٹنگ کی۔
"بس یار تمہاری طرف آرہی تھی کہ ان سے ٹکراؤ ہو گیا۔" اس نے رک رک کر بتانا شروع کیا، چہرہ شدت جذبات سے گلابی ہو رہا تھا۔
"کس سے؟" اس کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔
"ہمارے محلے کے ہیرو۔ لاکھوں دلوں کی دھڑکن۔" اب وہ شرارت آمیز انداز میں ہاتھ لہرا لہرا کر بولی۔
"کون عارب؟" اس کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔
"ماشاءاللہ بڑی جلدی جواب آیا ہے۔" رانیہ کی طنزیہ نگاہیں اس کا احاطہ کرنے لگیں۔
"ظاہر ہے ہمارے گھر آتے ہوئے بیچ میں ان کا گھر ہے تو تمہارا ان سے ہی ٹکراؤ ہونا تھا پھر پہچاننا کون سا مشکل کام ہے۔" مسکان نے چہرے پر آئے بالوں کو سمیٹ کر جوڑے کی شکل میں لپیٹتے ہوئے بظاہر نارمل لہجہ اختیار کیا۔
"میں تمہارے گھر آرہی تھی کہ عارب نے کھنکھار کر مجھے اپنی جانب متوجہ کیا۔" رانیہ نے نارمل بات کو بڑھا چڑھا کر بیان کیا۔
"اچھا وہ کیوں؟" اپنے دل میں اٹھتے اداسی کے طوفان پر قابو پا کر پوچھا۔
"رشتہ مانگ رہا تھا میرا۔" رانیہ نے جان کر مسکان کو چڑایا۔
"اچھا تو پھر نکاح کی ڈیٹ کون سی فکس ہوئی؟" مسکان نے بھی مذاق اڑایا۔
"تمہارے منہ میں گھی شکر مگر میری دوست وہ ابا کو پوچھ رہا تھا۔" اس نے ہنستے ہوئے بتایا۔
"ٹھیکیدار خالو کو؟" اس کی سوالیہ نگاہیں رانیہ کی طرف اٹھیں۔
"ہاں شاید ان لوگوں کو اوپر والا پورشن بنوانا ہے اس سلسلے میں ابا سے مشورہ لینا ہوگا۔" رانیہ نے تفصیل بتائی۔
"او اچھا۔" اس نے سر ہلایا۔
"ویسے ایک بات ہے بچپن میں عارب جتنا عام سا تھا جوان ہونے پر اتنا ہی اسمارٹ اور ہینڈسم ہے۔" رانیہ نے جان بوجھ کر اسے کریدنا چاہا۔
"اب ایسا بھی کوئی راجہ اندر نہیں۔ تم تو ہر ایک کی تعریف کرنے بیٹھ جاتی ہو۔" مسکان نے نفی میں گردن ہلاتے ہوئے دل کی ایک نہ سنی۔
"اچھا واقعی وہ تمہیں خاص نہیں لگتا۔ میری طرف دیکھ کر یہ بات بولو۔" رانیہ کی کسی طرح بھی تشفی نہیں ہو پا رہی تھی۔
"ہاں بھئی اس میں کوئی خاص بات ہے ہی نہیں۔" مسکان نے اپنی بات پر زور دے کر رانیہ سے نگاہیں ملائیں۔
"ایک بات پوچھوں' کیا وہ تمہیں پسند ہے؟" کچھ دیر بعد مسکان نے رانیہ سے پوچھا۔
"نہیں بھئی مجھے بھی وہ کچھ خاص نہیں لگتا مگر نعیمہ خالہ اور شاید عارب کو بھی میں بہت پسند ہوں۔ اماں بتا رہی تھیں کہ خالہ

نے ڈھکے چھپے لفظوں میں میرے لیے اپنی پسندیدگی کا اظہار بھی کیا ہے۔" رانیہ نے دروغ گوئی سے کام لیا تو مسکان کے دل پر گہری چوٹ لگی۔

"ویسے بھی تم جانتی ہو کہ میرے لیے پہلے ہی کتنے رشتے آئے ہوئے ہیں۔" سہیلی کی اتری شکل دیکھ کر وہ مزید اترا کر بولی۔

"ہاں نان میٹرک اور کمپاؤڈر کی تو میں بھی گواہ ہوں۔" مسکان کے انداز پر رانیہ کی ہنسی نکل گئی مگر اس کے جانے کے بعد وہ ایسے ہی سوچوں میں گم بیٹھی رہ گئی۔ کچھ نہ ہوتے ہوئے بھی کچھ تو تھا۔

☆☆☆......☆☆☆

بہت دنوں کی چپقلش سے چھٹکارا پانے کے لیے اس نے بہنوں کو میکے میں رکنے کی دعوت دی اور ماں کی ضد سے نمٹنے کے لیے اس نے بہنوں سے مدد مانگ لی۔ اپنے اکلوتے بھائی کی خوشی کے لیے ان سب نے مل کر ماں کو سمجھانے کا تہیہ کیا اور وہ چائے پینے کے بہانے لاؤنج میں ماں کو گھیر کر بیٹھ گئے۔

"اچھا تو تم نے سوچ سمجھ کر فیصلہ کیا ہے نا کہ مسکان سے شادی کرو گے۔" مائرہ نے اسے آنکھ دکھا کر بات شروع کی۔

"ہاں جی مسکان ہی میری منزل ہے۔" اس نے شوخی سے گردن ہلاتے ہوئے اقرار کیا۔

"مگر عارب تمہارے ساتھ اس کا کوئی جوڑ نہیں بنتا۔ یہ بھی تو سوچو دنیا کیا کہے گی؟" نعیمہ نے بیٹیوں کی طرف دیکھا اور پھر چمک کر بولیں۔

"آپ کو اپنے بیٹے سے زیادہ دنیا کی فکر ہے۔ خود ہی تو مدثر کی مثال دیتی ہیں وہ حسن اور دولت کا پجاری نکلا۔" اس نے ماں کی بات لوٹائی۔

"رانیہ ایسی نہیں ہے۔" نعیمہ نے نفی میں گردن ہلائی۔

"اچھا امی آپ یہ بات اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتی ہیں؟" عائزہ نے اپنی دو ماہ کی بچی کے منہ میں فیڈر دیتے ہوئے پوچھا۔

"بس میرا دل کہتا ہے۔" نعیمہ نے بودی دلیل پیش کی۔

"سوچیں اگر میں شادی کے بعد ٹھیکیدارنی خالہ کی خواہشات کی بھینٹ چڑھ گیا اور گھر داماد بن کر رہنے لگا پھر؟" اس نے ماں کو ڈرایا۔

"ہاں بھائی ٹھیک کہہ رہا ہے آپ ہی تو ان کے اتنے قصے سناتی تھی کہ وہ بیٹی کو سسرال نہیں بھیجیں گی۔ گھر داماد ڈھونڈ رہی ہیں۔" مائرہ نے بھی ساتھ دیا۔

"وہ پہلے کی بات تھی اب صبیحہ کے خیالات بدل چکے ہیں۔" نعیمہ نے ان سب کی باتوں پر پریشان ہو کر صفائی دی۔

"اچھا چلیں ٹھیک ہے۔ خالہ کے خیالات بدل گئے ہوں گے مگر ان کی بیٹی اس میں تو ذرا بدلاؤ نہیں آیا۔ اس دن میں خالو کے پاس اوپر کا پورشن بنوانے کی بات کرنے گیا تھا، محترمہ کا اپنی نوکرانی سے کسی بات پر بحث و مباحثہ ہوا ہوگا۔ بنو نے مجھے اکیلا دیکھ کر دل کے پھپھولے پھوڑ ڈالے کہ چھوٹی بی بی تو مل کر پانی نہیں پیتی ہیں۔ سسرال میں بھی لگتا ہے کہ مجھے ساتھ لے کر جائیں گی وغیرہ وغیرہ۔" اس نے قصہ سنایا۔

"جو محترمہ ملازمہ کی اتنی محتاج ہو۔ کیا وہ اس گھر کو سنبھال سکے گی جہاں لوگوں کا آنا جانا لگا رہتا ہے۔" مائرہ نے سر پر ہاتھ رکھ کر پوچھا۔

"اسے تو میری بہنوں کا یہاں آ کر رہنا بھی ناگوار گزرے گا۔" اس نے ایک نیا نکتہ اٹھایا۔

"ہاں بھیا کہیں تمہاری شادی کے بعد ہم بہنوں کا میکے آنا بند نہ ہو جائے۔" وہ ساری مل کر چیں چیں کرنے لگیں۔

"اچھا تو مسکان وہ یہ سب کرلے گی؟" نعیمہ نے چمک کر پوچھا۔

"بالکل کیوں کہ اس کے اور ہمارے گھر کا ماحول ایک جیسا ہے۔ نوکروں کی فوج نہیں اس کے ہاتھ بھی آپ کی طرح کام کرنے کے عادی ہیں۔ سب سے بڑھ کر وہاں بھی تین شادی شدہ بہنیں اپنے لال پیلوں کے ساتھ آ کر ٹھہرتی ہیں۔" وہ ایک ہی سانس میں بولا تو سب کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"ہونہہ۔" وہ ایکدم چپ رہ گئیں۔

"یقین نہیں تو آزمائش شرط ہے اب غیر جانبداری سے دونوں گھروں کے چکر لگا آئیں۔ دودھ کا دودھ پانی کا پانی ہو جائے گا۔" وہ ہنستے ہوئے ماں کے کاندھے دبانے لگا۔ اسے یقین تھا کہ ماں کی آزمائش پر مسکان ہی پوری اترے گی، سب نے اس کی تجویز کی حمایت کر دی۔

☆☆☆......☆☆☆

نعیمہ بیگم نے کھلے دروازے سے چھاپہ مارنے والے انداز میں قدم رکھا تو صاف ستھرے صحن میں پھیلی محسوس کی جانے والی سکون بھری خاموشی نے انہیں بری طرح سے متاثر کیا۔

بیٹے کی تعریف پر وہ یہاں زبردستی آ تو گئی تھیں، ورنہ ان کا دل تو رانیہ کی طرف ہی مائل تھا۔

"لگتا ہے تازہ تازہ رنگ کرایا گیا ہے۔" نعیمہ بیگم نے ایک ہی نظر میں پورے گھر کا جائزہ لے ڈالا۔ وہ تھوڑا آگے بڑھیں تو مسکان نے جلدی سے قرآنِ پاک بند کرکے ان کی طرف دیکھا۔ رمضان میں اس کا معمول تھا کہ فارغ وقت میں کلام پاک لے کر بیٹھ جاتی۔

"السلام علیکم خالہ! کیسی ہیں آپ؟" احترام سے کلام پاک رکھنے کے بعد اُن کے استقبال کو بڑھی۔

"وعلیکم السلام! اللہ کا شکر ہے بیٹی۔" وہ رسانیت سے اسے دیکھتے ہوئے بولیں۔ گھنی پلکوں والی سیاہ بھنورا سی آنکھوں اور تیکھے نین نقش نے ان کی توجہ اپنی طرف کھینچ لی۔

"آپ کھڑی کیوں ہیں، یہاں پنکھے کے نیچے آ کر بیٹھیں نا۔" مسکان نے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

"شکریہ بیٹا۔" کرسی پر بیٹھنے کے بعد انہوں نے مسکان کا بغور جائزہ لیا۔

"اتنی بری بھی نہیں جتنا میں نے سوچا۔" ان کے مسلسل دیکھنے پر وہ پزل ہوئی۔

"ماں کہاں ہیں تمہاری؟" نعیمہ بیگم نے اسے کنفیوز ہوتا دیکھا تو نرمی سے پوچھا۔

"وہ ماں افطاری کے لیے فروٹ لینے بازار تک گئی ہیں۔ آپ بتائیے کوئی کام تھا۔" مسکان نے تجسس سے پوچھا۔

"بس بیٹا پرسوں ہمارے یہاں افطار کی دعوت ہے تو سوچا تم لوگوں کو بلاوا دے آؤں۔" انہوں نے محبت سے کہا۔

"جی ماں آئیں گی تو بتا دوں گی۔" اس نے سر ہلایا تو دوپٹہ سرک کر گر گیا، بالوں کی آبشار سی بکھرتی چلی گئی۔ ان کی نگاہوں میں ستائش ٹھہر گئی۔

"پڑوس میں رہتے ہوئے بھی تم ہماری طرف چکر نہیں لگاتی۔" نعیمہ کو اچانک مسکان کے ساتھ ایک ان دیکھی اپنائیت کا احساس ہوا تو شکوہ لبوں پر مچل گیا، حالانکہ وہ خود بھی تو ان کے یہاں کم آتی جاتی تھیں۔

"ارے خالہ میرا تو بہت دل چاہتا ہے لیکن کیا کروں اکثر امی کی طبیعت ٹھیک نہیں رہتی۔ اب میں اس عمر میں ان کو کام کرتا دیکھوں یہ مجھے اچھا نہیں لگتا تو بس بہت کم کہیں نکلنا ہوتا ہے۔" اس نے سادگی سے بتاتے ہوئے ماں کے فرمودات گول کردیے کہ پڑوس میں جوان جہان لڑکا موجود ہے تو زیادہ جانے کی ضرورت نہیں۔

"چلو تو پھر ایسا کرنا کہ پرسوں تم تھوڑا جلدی آجانا اور افطاری بنانے میں میری تھوڑی مدد کروا دینا۔" نعیمہ نے اٹھتے ہوئے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ رکھا تو وہ اثبات میں سر ہلا بیٹھی۔

☆☆☆......☆☆☆

یوں تو پڑوس میں ٹھیکیدارنی کے گھر ان کے کئی چکر لگ جاتے تھے مگر اس بار بیٹے کے کہنے پر نعیمہ بیگم نے گھستے ہی خاص طور تنقیدی نظروں سے سارے گھر کا جائزہ لیا تو کئی باتیں مزاج کو گراں گزریں۔ جس گھر پر نوکروں کا راج ہو وہاں کی حالت تو ایسی ہونی ہی تھی ہر طرف ایک عجیب سی ابتری کا عالم دکھائی دیا۔ نعیمہ دھیرے سے چلتی ہوئی کچن میں داخل ہوئیں جہاں ٹھیکیدارنی چولہے کے سامنے کھڑی افطاری کے لیے چھولے ابلنے کو چڑھا رہی تھی۔ نعیمہ کی طرف ان کی پیٹھ تھی، پنجوں کے بل اچک کر جھانکا تو چولہے کے اطراف کافی سارا دودھ گرا ہوا دکھائی دیا۔ کاؤنٹر پر چائے کی پتی کے نشان پڑے تھے۔ ان کی صفائی پسند طبیعت مکدر ہونے لگی۔ دوسری جانب گردن گھمائی تو سنک سحری کے برتنوں سے بھرا ہوا دکھائی دیا۔ وہ تھوڑا اور آگے بڑھیں تو آلو کے چھلکے پیروں تلے کچلے گئے جو شاید چھیلتے ہوئے فرش پر گر گئے تھے اور اٹھانے کی زحمت بھی گوارا نہیں کی گئی تھی۔

"تم کب آئیں؟" آہٹ پر صبیحہ مڑیں تو اپنے پیچھے کھڑی نعیمہ کو دیکھا اور شرمندگی سے پوچھا۔

"میں بس ابھی آئی ہوں۔" وہ زبردستی مسکرائیں۔

"بہن کیا کروں۔ ان کام والی ماسیوں کا بھی کوئی اعتبار نہیں سارا سال اتنا دینا لینا کرو مگر پھر بھی دیکھ لو اس موئی بشو کو رمضان میں اس کی یہ دوسری چھٹی کی ہے۔ روزہ کی حالت میں ویسے ہی کام نہیں ہوتا، پورا کچن پھیلا ہوا ہے۔" وہ شرمندگی مٹانے کو صفائیاں پیش کرنے لگیں۔

"تمہیں کھڑے ہونے کی کیا ضرورت تھی رانیہ بیٹی سے بول دیتی نا۔" وہ ٹھیکیدارنی کے چہرے کے اتار چڑھاؤ کو پرکھتی ہوئی بولیں۔

"تمہیں پتا تو ہے آج کل کی لڑکیاں کتنی نازک ہیں اور میری رانیہ سے تو روزہ رکھنے کے بعد کچن کی گرمی برداشت ہی

نہیں ہوتی اس لیے ہمت کرکے خود ہی کھڑی ہوئی ہوں۔" وہ ان کا ہاتھ پکڑ کر باہر لاتے ہوئے بڑے فخر سے بولیں۔

"رانیہ بیٹی ہے کہاں؟" ادھر ادھر جھانکتے ہوئے پوچھا۔

"سحری میں اٹھی تھی تو اب پڑی سو رہی ہے۔ ظہر کی نماز کے وقت اٹھاؤں گی ورنہ اس کے سر میں درد ہو جائے گا۔" وہ پیار سے بولیں۔

"تم کیا اس عمر میں اکیلی ہلکان ہوتی رہتی ہو۔ کچھ کام رانیہ سے بھی کروا لیا کرو۔" پُرسوچ انداز میں جانچتے ہوئے انہوں نے اچھائی کے لیے سمجھایا۔

"ابھی اس کی عمر ہی کیا ہے ویسے بھی باپ کی بہت لاڈلی ہے وہ تو اسے کچن میں جانے نہیں دیتے۔" صبیحہ نے اپنی غلط تربیت کو شوہر کے لاڈ پیار سے جوڑا۔

"پھر بھی کچھ تو ہاتھ پاؤں چلانا چاہیے۔" وہ اپنی بات پر اڑ گئیں۔

"جب سر پر پڑے گی تو سب کچھ سیکھ لے گی۔" صبیحہ نے سہیلی کو تسلی دی تو ان کی باتوں سے نعیمہ پرسوچ کے کئی در وا ہو گئے۔ وہ افطاری کا بلاوہ دینے کے بعد پہلی بار جلدی گھر لوٹ آئیں۔

☆☆☆......☆☆☆

مدثر نے بیوی بچوں کے ساتھ پہلا روزہ ماں کی طرف کھولا۔ مغرب کی نماز پڑھنے مسجد گیا تو عارب سے ملاقات ہوگئی واپسی میں ضد کرکے اسے اپنے گھر لے آیا تاکہ گپ شپ لگائی جاسکے۔ دونوں ڈرائنگ روم میں بیٹھ گئے۔

"بس بھائی میں نے جو غلطی کی تم اسے نہ دہرانا۔" مدثر نے پھیکی سی مسکراہٹ لبوں پر سجائی۔

"نہیں بھائی اسی غلطی کا ازالہ کرنے کی کوشش تو کر رہا ہوں۔" عارب ہنسا۔

"کون سا ازالہ؟" مدثر نے اسے گھورا۔

"کچھ نہیں مذاق کر رہا تھا۔" اس نے مسکرا کر نفی میں سر ہلایا۔

"یار عجیب ناشکری عورت ہے۔ کسی حال میں بھی خوش نہیں ہوتی۔ پاگل بنایا ہوا ہے۔" وہ جلے دل کے پھپھولے پھوڑنے لگا۔

"اچھا بھابی کی برائیاں چھوڑو اور یہ بتاؤ کہ چائے والے کا بھی کوئی سین ہے یا نہیں۔ قسم سے روزے کے بعد بڑی طلب ہوتی ہے؟" عارب نے ہوا سے ہلتے پردے سے جھانک کر دیکھنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے فرمائش کی۔

"ہاں کہا ہوا تو ہے۔" وہ اٹھ کر ڈرائنگ روم کے دروازے تک گیا۔

"مسکان بیٹا چائے کی جگہ پائے تو نہیں پکانے لگی۔" مدثر نے منہ اندر کرتے اس انداز میں پوچھا کہ عارب کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"لا رہی ہوں بھائی۔" دور سے آتی اس کی سریلی آواز کانوں میں رس گھول گئی۔

تھوڑی دیر بعد پردے کے پیچھے سے اس کی جھلک دکھائی دی ہلکے پیازی رنگ کے سوٹ میں بہت ہی پیاری لگ رہی تھی۔

"شکر ہے محترمہ نے ڈھنگ کا رنگ پہنا، ورنہ محترمہ کی کلر چوائس تو بہت ہی بیہودہ ہے۔" وہ من ہی من میں مسکراتے ہوئے چائے پینے لگا۔

☆☆☆......☆☆☆

"کچھ تم بھی ہاتھ پاؤں چلا لیا کرو۔" صبیحہ نے جب سے سنا تھا کہ نعیمہ مسکان کو بہو بنانے کا سوچ رہی ہیں ان کے تن بدن میں آگ لگ گئی، کسی اور پر بس نہ چلا تو بیٹی کا پیچھا لے لیا۔

"کیا کروں۔" اس نے بیزار سا منہ بنا کر جمائی روکی۔

"کچن میں جا کر بیسن گھولو اور سنو آج افطاری پر پکوڑے تم پکاؤ گی۔" وہ حکم دیتے ہوئے لیٹ گئیں۔

"آپ کو پتا ہے کہ گھر داری کے کاموں میں مجھے کوئی خاص دلچسپی نہیں۔" اس نے منہ بنا کر ماں کے گلے میں ہاتھ ڈالا۔

"اور یہ بیسن گھولنا تو دنیا کا سب سے مشکل کام لگتا ہے ہاتھوں پر چپک جاتا ہے۔" رانیہ نے ماں کے گھورنے کا اثر لیے بغیر بات پوری کی۔

"میرے بیٹا کام کرو گی تو آئے گا نا۔ بنو بھی کچن میں ہے تمہاری مدد کردے گی۔ جاؤ میرے بچے۔" وہ لہجے میں پیار سمو کر بولیں۔

"ویسے بھی اگر میں نہ بھی سیکھوں تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں اتنی خوب صورت ہوں کہ مجھے خود کو نمایاں کرنے کے لیے سسرال والوں کی جی حضوری کی ضرورت نہیں پڑے گی۔" رانیہ نے آئینے میں اپنا عکس دیکھتے ہوئے خود فریبی کی انتہا کوں

تک پہنچ کر کہا۔
"فضول کی باتیں کم کرو اور جاؤ کچن میں۔" وہ بیٹی کے انداز پر دہل گئیں۔
"ابھی تو مجھے سونا ہے جب اٹھوں گی تب دیکھوں گی۔" وہ ماں کے برابر میں ہی بستر پر لیٹ گئی۔
"تم بس سوتی رہنا' میں تو اس دن سے ڈرتی ہوں جب کہیں تمہارے نصیب نہ سو جائیں۔" وہ سرد آہ بھر کو بولیں۔
"یہ آپ کو اچانک ہوا کیا ہے؟" اس نے کروٹ بدل کر ماں کا چہرہ دیکھا۔
"جوان جہان ہوگئی ہو۔ ڈھنگ سے روٹی نہیں بیل سکتی۔ اب میں تم کو کیا کہوں؟" وہ منہ بنا کر بیٹی کو گھورنے لگیں۔
"ساری باتیں آپ کو ابھی کیوں یاد آرہی ہیں؟" اس نے پُرتجسس انداز میں ماں سے پوچھا۔
"مسکان کو دیکھا ہے۔ تمہاری عمر کی ہے نا مگر گھر کا سارا کام کرتی ہے۔" وہ ماتھے پر ہاتھ مار کر بولیں۔
"ہاں تو اس کے گھر کون سے نوکر لگے ہوئے ہیں۔ جتنا کام وہ کرتی ہے اس سے زیادہ تو خالہ کرتی ہیں۔" اس نے ہنستے ہوئے ماں کو جتایا۔
"اس دن نعیمہ کے یہاں افطار پارٹی میں دیکھا تھا کیسے دوڑ دوڑ کر کام کروا رہی تھی اور تم میرے اتنے اشارے کرنے کے باوجود بیٹھی باتیں بنانے میں مصروف تھیں۔" وہ ایک دم برہم لہجے میں بولیں۔
"اسے تو عادت ہے جی حضوری کی۔" رانیہ کے انداز میں طنز تھا۔
"اس کی جی حضوری نے ہی تو قسمت بنادی ہے۔" وہ افسوس سے ہاتھ ملتے ہوئے بولیں۔
"ایسی کون سی لاٹری نکل آئی؟" رانیہ نے لاپروائی سے پوچھا۔
"نعیمہ اپنے قابل اور خوب صورت بیٹے کا رشتہ اس عام سی شکل وصورت والی مسکان کے لیے لے کر جانے والی ہے۔ یہ بات لاٹری سے بھی زیادہ بڑی ہے۔" ماں کے منہ سے نکلے الفاظ پر اس کے دل کو ایک زوردار جھٹکا لگا۔

☆☆☆......☆☆☆

نعیمہ نے مسکان کے گھر رشتہ بھجوانے کے لیے رضا مندی ظاہر کردی تو عارب کے دل کی کلی کھل اٹھی۔ افطار پارٹی والے دن سبز اور سفید لباس میں ملبوس پُرخلوص سی مسکان سے مل کر اس کی بہنیں بھی خوش ہوئیں بغیر کسی بناوٹ اور تصنع کے وہ ان لوگوں میں یوں گھل مل گئی جیسے اسی ماحول کا حصہ ہو۔ سارے کام اللہ کے حکم سے ٹھیک ہو رہے تھے۔ اسے ڈر تھا تو صرف اس بات کا کہ کہیں رانیہ ان دونوں کے بیچ غلط فہمی کی کوئی دیوار کھڑی نہ کردے۔ اسی لیے اس بارے میں مسکان سے بات کرنے کے لیے وہ موقع کی تلاش میں تھا۔
اس دن مدثر نے دفتر میں اسے کچھ پیسے پکڑائے کہ گھر جا کر ابو کو دے دینا تو وہ خوش ہوگیا۔ افطار کے بعد سفید کرتا شلوار پہن کر در جاناں پہ جا پہنچا اور دھیرے سے دستک دی۔ قسمت اچھی تھی کہ دروازہ مسکان نے ہی کھولا۔
"انکل ہیں؟" اس نے پوچھا۔
"ابو تو نماز پڑھ کر نہیں آئے۔" اس کی سریلی آواز جیسے کانوں میں گھنٹیاں سی بج اٹھی ہوں۔
"یہ کچھ پیسے مدثر نے انکل کو بھجوائے ہیں۔" عارب نے لفافہ بڑھایا تو مسکان نے تھام لیا اور دروازہ بند کرنے لگی۔
"ایک منٹ مسکان......" وہ جلدی سے بولا۔
"جی......؟" اس نے پوچھا۔
"مجھے کچھ کہنا ہے۔" وہ جھجکا۔
"جی بولیں۔" اس نے سادہ لہجے میں کہا۔
"دیکھیں مجھے غلط مت سمجھئے گا مگر حقیقت یہ ہے کہ آپ بہت سیدھی ہیں مگر ایسی بھی کیا سادگی کہ انسان خود پر کسی کو اتنا حاوی کرلے کہ دوسرا آپ کے دماغ سے کھیلنا شروع کردے۔" وہ بے اختیار بولا۔
"آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟" اس نے الجھ کر پوچھا۔
"آپ کو پتا بھی ہے کہ آپ رانیہ کے ساتھ جتنی مخلص ہیں وہ آپ کے ساتھ اس طرح مخلص نہیں ہے۔ وہ ایک دوغلی لڑکی ہے جو بظاہر تو آپ کی دوست ہے بے حد مخلص اور پیار لٹانے والی جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔" عارب نے جھجکتے ہوئے سچائی بیان کی۔
"یہ کیا کہہ رہے ہیں رانیہ ایسی نہیں ہے۔" اس نے شاک کے عالم میں اسے دیکھا۔
"تم سمجھ کیوں نہیں رہیں اپنی معصومیت اور سادگی کے ہاتھوں اس سے مسلسل دھوکا کھائے جارہی ہو۔ اس نے میری ماں' میری بہنوں کو تمہارے خلاف بھڑکانے کے سارے حربے

استعمال کرڈالے ہیں۔" وہ بڑی صاف گوئی سے بتاتا چلا گیا۔
"ایسا نہیں ہوسکتا۔" وہ حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھنے لگی۔
"ایسا ہی ہے۔" اس نے اپنی بات پر زور دیا۔
"بس کریں میں اپنی دوست کے بارے میں اب ایک اور لفظ بھی نہیں سن سکتی۔ وہ میرے ساتھ کبھی بھی دغا نہیں کرسکتی۔ شاید آپ کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔" وہ التجا کرنے لگی۔
"مجھے کوئی غلط فہمی نہیں ہوئی۔" وہ برہم ہوا۔
"اگر ایسا ہے بھی تو آپ کو کیا مسئلہ ہے؟" وہ بھی غصہ ہونے لگی۔
"مجھے مسئلہ ہے کیوں کہ میں تمہیں دل کی گہرائیوں سے چاہتا ہوں اور کسی اور کے منہ سے تمہاری برائی سننا میری برداشت کا امتحان بن جاتا ہے۔" اس کے لبوں سے نکلنے والے الفاظ تھے یا بم کے گولے۔ دروازہ بند کرتے ہوئے مسکان کے چہرے پر شدید غصے اور کرب کے اشتعال آمیز تاثرات اُبھرے تھے۔
"یہ لڑکی رانیہ کی باتوں میں آکر اپنا ہی نہیں میرا نقصان بھی کرے گی۔" عارب نے بند دروازے کو دیکھتے ہوئے اپنا ماتھا پیٹ لیا۔ دل چاہا کہ دروازہ کھلوا کہ اسے اتنی زور سے جھنجھوڑے کہ وہ رانیہ کے ٹرانس سے باہر نکل آئے۔

☆☆☆......☆☆☆

"میں ایسا کبھی نہیں ہونے دوں گی۔" رانیہ نے دل میں اٹھتے درد کو محسوس کرتے ہوئے خود سے کئی بار عہد کیا۔ ماں کے پھوہڑپن کام چوری کے طعنے اور مسکان کی تعریف میں کہے گئے جملوں میں ایک جلتی آگ تھی جو رانیہ کے سر پر لگی اور تلوؤں پر جاکر بھی نہ بجھی تھی۔ عارب اور مسکان کی شادی یہ حقیقت سن کر اسے صحیح معنوں میں بے حد تکلیف پہنچی تھی۔ وہ حیران رہ گئی کہ قسمت اس کے ساتھ یہ کھیل بھی کھیل سکتی ہے۔ اس کی آنکھیں ضبط سے لال ہوگئیں۔ رانیہ پاگل ہوا تھی ہو۔ مسکان بھلے سے اسے اپنی سچی دوست سمجھتی ہو مگر رانیہ کو ہمیشہ ہر میدان میں اسے ہرا کر خوشی حاصل ہوتی تھی۔ مسکان کی احساس کمتری کے پس پردہ کچھ کچھ ہاتھ رانیہ کا بھی تھا۔ وہ جانے انجانے اس کی رنگت پر جملے کستی، دونوں اکثر شاپنگ پر ساتھ جاتے تھے، اس وقت وہ بڑی محبت سے مسکان کے لیے کپڑوں کے ایسے رنگ منتخب کرتی جس میں اس کا روپ رنگ مزید گہنا سا ہوجاتا۔ ہر کام میں طاق مسکان اس معاملے میں آکر بڑے مزے سے بے وقوف بن جاتی تھی، اس کی صرف ایک ہی وجہ تھی کہ اس کا خود پر سے اعتماد متزلزل ہوچکا تھا۔ رانیہ سے وہ بھولے پن میں اپنی ساری باتیں شیئر کرلیتی، جس کا وہ بھرپور فائدہ اٹھاتی۔ رانیہ کو اپنی پزیرائی پر انجانی سی خوشی حاصل ہوتی۔ ہر معاملے میں مسکان پر سبقت حاصل کرنے کے بعد اس کے منہ پر جو طمانچہ پڑنے والا تھا اس کی تکلیف پہلے ہی محسوس ہورہی تھی۔ عارب کے معاملے میں اسے سہیلی کی جیت منظور نہیں تھی۔ آتے جاتے بہت بار رانیہ نے دیکھا کہ وہ عارب کی جانب متوجہ ہوتی ہے مگر عارب کی نگاہیں ہمیشہ چادر میں چھپی مسکان کے ارد گرد منڈلا رہی ہوتی تھیں۔ اسی دن سے بچنے کے لیے رانیہ نے مسکان کے اندر کے اعتماد کو توڑا تاکہ وہ بھولے سے بھی عارب کے بارے میں نہ سوچ سکے مگر اس کی تو ساری تدبیریں ناکام ثابت ہوئیں۔
"میں عارب کو اپنے ہاتھوں سے نہیں گنوا سکتی۔" وہ لب کاٹتے ہوئے اسی ایک نقطے پر سوچنے لگی پھر ماں کے کمرے کی جانب چل دی کیوں کہ اس معاملے میں ایک وہ ہی تھیں جو اس کی مدد کرسکتی تھیں۔ ماں کو اپنی منصوبہ بندی سے آگاہ کرتی ہوئی وہ اس بات سے بے خبر تھی کہ کوئی اور بھی ہے جو دل پر ہاتھ رکھے ان کی ساری باتیں سن رہا ہے۔

☆☆☆......☆☆☆

"خیر تو ہے ٹھیکیدارنی آپ اتنی کیوں مغموم اور افسردہ ہیں؟" ریحانہ نے پاس بیٹھی صبیحہ کے چہرے پر پھیلی یاسیت کو چونک کر دیکھتے ہوئے پوچھا۔
"بہن نہ ہی پوچھو تو اچھا ہے۔" وہ دھیرے سے سر جھکا کر بولیں۔
"کچھ تو بتائیں۔" وہ اصرار کرنے لگیں۔
"نہ بہن بات ہونٹوں نکلی کوٹھوں چڑھی۔ لڑکی کا معاملہ ہے یہ نہ ہو کہ بات یہاں سے وہاں تک پہنچ جائے۔" انگلی سے اشارہ کرتی ہوئی صبیحہ نے تجسس کو ہوا دی۔
"بچی، بہن بات یہاں سے یہیں تک رہے گی، کہیں نہیں جائے گی۔" ریحانہ نے ہاتھ دبا کر یقین دلایا۔
"یہ جو نعیمہ اور اس کا بیٹا عارب ہے نا......" وہ بولتے رک کر ریحانہ کے تاثرات جانچنے لگیں۔
"ہاں...... ہاں اپنی پڑوسن نا ان کے یہاں تو آپ کا بھی

اب ہر دن خوبصورت
مکمل تحفظ
مکمل تازگی
Butterfly
BREATHABLES
ULTRA THIN
SANITARY NAPKINS
EXTRA LARGE
LARGE
Butterfly
BREATHABLES
GIRL
TALK
facebook.com/GirlTalk.by.Butterfly

بڑا آنا جانا ہے۔" وہ سادہ انداز میں بول بیٹھیں۔
"ہاں، بہن بس اسی آنے جانے اور دوستی نے تو دھوکا دے دیا۔" وہ مغموم انداز میں خلاؤں میں گھورتی ہوئی بولیں۔
"ہائے اللہ..... ایسا کیا ہوگیا؟ ان کی فیملی تو محلے میں بہت معزز بھی جاتی ہے۔" ریحانہ نے سینے پر ہاتھ مارا۔
"پہلے تو ان ماں بیٹے نے میری رانیہ کو اپنی محبت کے جال میں پھانسا خوب شادی کے خواب دکھائے پھر جب اس کے ابو نے سنجیدگی سے رشتہ لانے کی بات کی تو مکر گئے۔" وہ فریب کی رسی سے جال بنتی چلی گئیں اور ریحانہ پھڑ پھڑائے بناء ہی اس میں جا پھنسیں۔
"یہ تو ان لوگوں نے بہت غلط کیا۔" وہ افسردہ لہجے میں بولیں۔
"اب سنا ہے کہ کہیں اور رشتہ کرنے والی ہے۔" صبیحہ کہتے ہوئے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔
"اللہ سمجھے عارب کو میری بیٹی کو کس جرم کی سزا دی ہے۔" مسکان جو چائے کا کپ لیے اندر آرہی تھی اس کے قدم ٹھٹک کر تھم گئے۔ اسے شاک سا لگا۔
"تم بھی بیٹی والی ہو اس لیے یہ سب بتانا میرا فرض تھا مگر ایک بات کا خیال رکھنا بات ادھر ادھر نہ ہو۔" شکیلہ ارنی خالہ کے کہے گئے جملہ کی بازگشت اس کے کانوں میں رات بھر گونجتی رہی۔ اسے یقین ہی نہیں آرہا تھا کہ وہ یہ سب کچھ کہہ گئی ہیں۔

☆☆☆......☆☆☆

رمضان شریف کی پُرنور ساعتوں اور پاکیزہ لمحوں نے اس کے سارے ملال جیسے مٹا دیے۔ وہ جانے انجانے میں عارب کی طرف متوجہ ہوگئی تھی مگر حقیقت کھلنے اور رانیہ کی امی کے منہ سے سچائی جاننے کے بعد وہ اللہ کے حضور طویل سجدوں میں جھک کر سکون کی طالب ہوئی۔ بائیسویں روزے کی بات ہے کہ افطاری کے بعد وہ ماں کے لیے چائے بنا کر لائی' اچانک دروازے پر آہٹ ہوئی، دیکھا تو کھلے دروازے سے نعیمہ ہاتھ میں مٹھائی کا ڈبہ تھامے چلی آرہی تھیں۔ ان کے دل دھڑکے۔ صبیحہ اور رانیہ سے اتنا کچھ سننے کے بعد بھی ماں بیٹی نے منہ سے بھاپ نہ نکالی۔
"السلام علیکم! آپ لوگوں کو ڈسٹرب تو نہیں کیا۔" وہ عادت کے مطابق دروازے سے بولتی ہوئی آئیں اور ان کے پاس کرسی پر بڑی بے تکلفی سے بیٹھ گئیں۔ میز پر مٹھائی کا ڈبہ رکھ دیا۔
"نہیں......نہیں۔" ریحانہ نے مارے مروت کے انکار میں سر ہلایا۔
"بھئی مسکان' ایک کپ چائے اور لے کر آ ؤ۔" ان کے لہجے کی بے تکلفی اور خلوص نے ماں' بیٹی کو لمحے بھر کو ساکت کر دیا۔
"مٹھائی کس لیے' کہیں عارب کی بات تو پکی نہیں کر دی؟" ریحانہ نے تجسس سے ڈبے کو گھورتے ہوئے پوچھا۔
"ارادہ تو یہ ہی ہے اگر آپ مان جائیں تو......" وہ لجاحت سے بولتی ہوئی ریحانہ کے حواس اڑا گئیں۔
"میں کچھ سمجھی نہیں؟" وہ چائے تھام کر آنے والی مسکان کو دیکھتے ہوئے پوچھنے لگیں۔
"مجھے اپنے گھر کے لیے مسکان جیسی سلیقہ شعار اور سمجھدار لڑکی کی ضرورت ہے۔" نعیمہ نے اٹھ کر مسکان کے قریب جا کر اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا تو وہ پوری جان سے لرزنے لگی۔

☆☆☆......☆☆☆

دونوں مال کے فوڈ کورٹ میں داخل ہوئے تو اندر کا ماحول باہر کی گرمی' تپش سے یکسر پاک خنک اور پُرسکون لگا۔ مسکان نے شکر ادا کرتے ہوئے خالی سیٹ سنبھالی۔ رانیہ فوراً ہی اورنج جوس لے آئی۔ گھونٹ گھونٹ جوس حلق سے اتارتے ہوئے اسے سکون حاصل ہوا۔ اس نے محسوس کیا کہ رانیہ کچھ بتانے کو بے چین ہے۔ وہ کچھ کہنے کے لیے لب کھولتی اور پھر چپ ہوجاتی۔ ایسا لگا جیسے اسے اپنی بات کہنے میں کسی دقت اور دشواری کا سامنا ہے۔ وہ بہت اصرار سے اسے یہاں لے کر آئی تھی، ماں نے اشاروں اشاروں میں روکنا بھی چاہا مگر مسکان ذہنی خلفشار سے چھٹکارا چاہتی تھی اس لیے اس کے ساتھ چلی آئی۔
"رانیہ تم کچھ کہنا چاہتی ہو۔" مسکان نے اس کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔
"ہاں یار کہنا تو ہے کچھ......مگر پتا نہیں تم میری بات کو کس رُخ سے لیتی ہو۔" رانیہ سوچتے ہوئے انداز میں بولی۔
"ارے ایسی کون سی بات ہے جو تم یوں خود کو نروس فیل کررہی ہو جو بھی کہنا ہے کھل کر کہو۔" مسکان نے اس کے

ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر حوصلہ بڑھایا۔

"عارب نے مجھے دھوکا دیا ہے اور اب مجھے کہیں سے سن گن ملی ہے کہ خالہ تمہارے گھر رشتہ لے کر آئی ہیں، بس تمہیں ہوشیار کرنا ضروری تھا۔" وہ دردبھرے لہجے میں بولی۔

یہ سنتے ہی مسکان کے چہرے پر شدید غصے اور کرب کے اشتعال آمیز تاثرات ابھرے۔ وہ اس لمحے خود کو کڑے ضبط سے گزرتا ہوا محسوس کررہی تھی۔

"بس کرو رانیہ دوست ہو کر تم نے مجھے جتنا دھوکا دینا تھا اور جس قدر بے وقوف بنانا تھا بنا چکی۔" رانیہ کی توقع کے برخلاف وہ چیخی۔

"تم...... یہ کیا کہہ رہی ہو؟" وہ ہڑبڑائی۔

"میں بالکل ٹھیک کہہ رہی ہوں۔ مجھے تمہاری دھوکا دہی کا پتا چلا تو یقین نہ آیا، میں اسی وقت بھری دوپہر میں ننگے پاؤں روزے کی حالت میں دوڑتی ہوئی تمہارے گھر پہنچی تاکہ تم سے پوچھ سکوں۔ تمہارے گھر کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اپنا اور عارب کا نام سن کر میرے قدم دہلیز پر ہی تھم گئے۔ خالہ نے تمہارے کہنے پر امی سے کس طرح سے جھوٹ بولنا تھا۔ تمہارے منہ سے ساری منصوبہ بندی سن کر میں شاک رہ گئی۔ تم نے امی کو ورغلانے کے لیے جیسے اپنی ماں کا استعمال کیا، اس بات پر مجھے بڑا افسوس ہوا۔ میں تو تمہاری دوستی میں ویسے ہی عارب کے لیے انکار کردیتی۔ تم صرف ایک بار کہتی تو مگر......" اس کے صبر کی طنابیں ٹوٹ گئیں تو رانیہ کو سناتی چلی گئی وہ ہکابکا منہ کھول کر اسے دیکھنے لگی۔

"ایک بات اور کہوں تم نے خالہ کے ساتھ مل کر میری رنگت کا بھی خوب مذاق اڑایا تھا۔ شکر ہے میرا رنگ کم ہے مگر دبتی ہوئی رنگت کوئی بیماری نہیں یہ اور بات ہے کہ ہمارے معاشرے میں تمہاری جیسی فرسودہ سوچ رکھنے والوں نے اسے بیماری کا درجہ دے دیا ہے۔ ہمارے یہاں ہر ایک رنگ گورا کرنے کی مہم چلانے پر تلا ہوا ہے۔ ٹی وی کھولو تو گورا کرنے والی کریمیں بک رہی ہیں، پندرہ منٹ میں گوری گوری کی تان لگائی جارہی ہے۔ مارننگ شوز دیکھو تو ان میں رنگ گورا کرنے کے بہتر ٹوٹکے یوں بتائے جاتے ہیں جیسے کسی بیماری کا علاج بتایا جارہا ہو۔ بیوٹی پارلروں میں جاؤ تو رنگ گورا کرنے کے لیے نئے مہنگے لیپ اور ماسک لگادیے جاتے ہیں اور تو اور ماؤں کو دیکھو وہ اپنے کالے لڑکوں کی گوری بیویاں لانے کی اس لیے

خواہش مند ہوتی ہیں کہ ان کے پوتا پوتی گورے پیدا ہوں۔ مجھے فخر ہے کہ ایسے معاشرے کا حصہ ہوتے ہوئے بھی عارب حمزہ ایک منفرد اور نفیس مزاج کے انسان ہیں، ان کی امی کتنے کھلے دل کی خاتون ہیں جو میری جیسی عام سی لڑکی کے لیے اپنے گورے چٹے بیٹے کا رشتہ لے کر آئیں۔“ وہ فخر سے رانیہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھنے لگی۔ اس کے پاس بولنے کے لیے کچھ بچا ہی نہیں تھا۔

”رانیہ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تم اتنی جیلس اور حاسد فطرت رکھتی ہوگی، شکر کرتی ہوں کہ تمہاری طرح میری ذہنیت بدصورت نہیں۔“ مسکان نے اٹھتے ہوئے کہا تو رانیہ کا اس سے نگاہیں ملانا بھی مشکل ہوگیا تھا۔

☆☆☆......☆☆☆

حیدر مبین نے فون کر کے مدثر کو یہ خبر سنائی کہ اس کے دوست کی امی نے اپنے بیٹے عارب کے لیے مسکان کا رشتہ مانگا ہے۔ یہ خبر سنتے ہی وہ خوشی سے ناچ اٹھا۔ اسے بہن کے لیے اس سے اچھا رشتہ کہاں مل سکتا تھا' پڑھا لکھا خوب صورت اور خوب سیرت لڑکا جو کہ ایک اچھی جاب پر فائض تھا۔ وہ بیوی کو لے کر والدین کے گھر پہنچ گیا مگر وہاں تو ایک عجب عالم تھا۔ باپ عارب کی تعریف میں رطب اللسان اور ماں اس رشتے کی مخالفت میں اپنا پورا زور لگا رہی تھیں' بیٹے کو دیکھ کر سر پکڑے بیٹھے حیدر صاحب نے، بیوی کو سمجھانے کے لیے کہا۔ مدثر نے کونے میں جا کر عارب کو فون کر کے حقیقت پتا کی تو سر تھام کر رہ گیا۔ اسے عورتوں کی سیاست سمجھ میں نہیں آتی تھی مگر بیوی کے ساتھ ساتھ رہ کر سب جان گیا، اس لیے رانیہ اور ٹھیکیدارنی خالہ کی چالاکی سمجھ میں آگئی۔

”امی...... آپ کیوں نہیں سمجھتی عارب بہت اچھا لڑکا ہے۔“ مدثر نے ساری بات سننے کے باوجود دوست کی حمایت کی۔

”پر ٹھیکیدارنی......“ وہ ہکلائیں۔

”لوگوں کی باتوں کو چھوڑیں ان کا تو کام ہی آگ لگانا ہے۔“ اس نے ماں کو سمجھایا۔

”دیکھ لو کہیں ہمیں بھی دھوکا نہ ملے۔“ وہ تھوڑا پریشان ہوئیں۔

”کتنے سالوں سے وہ لوگ ہمارے پڑوس میں آباد ہیں، کبھی کہیں سے کوئی شکایت آئی؟“ اس نے سوال کیا۔

”نہیں خیر یہ تو ہے، بہت ہی شریف لوگ ہیں۔“ ریحانہ نے غیر جانبداری سے جائزہ لیا اور کہا۔

”بس تو پھر کسی ایک کے کہہ دینے پر آپ دل میں ایسی بدگمانی لے بیٹھی ہیں، یہ وہ ہی ٹھیکیدارنی خالہ ہیں نا جن کا ایک پاؤں اپنے گھر میں اور دوسرا عارب کے یہاں ہوتا تھا۔ جب وہ ان کی نہ ہوئی تو ہماری اتنی ہمدرد کیسے ہوسکتی ہیں؟“ اس کے مدلل انداز پر بیوی نے بھی سر ہلایا۔

”امی میرے خیال میں معاملہ کچھ اور ہے۔ کہیں رانیہ کے لیے یہ انگور کھٹے تو نہیں۔“ ان کی بہو نے پہلی بار ڈھنگ کی بات کی۔

”دیکھ لو بیٹی کا معاملہ ہے۔“ وہ پھر ہچکچائیں۔

”اب میں کیا بولوں۔ آپ کا اعتبار پہلے ہی توڑ چکا ہوں۔ مگر عارب کے معاملے میں پوری گارنٹی دیتا ہوں۔ اس کی ذات سے آپ کو کبھی دکھ نہیں ملنے والا۔“ مدثر نے اس انداز میں کہا کہ نعیمہ کے ساتھ ساتھ مسکان بھی مسکرادی۔

زندگی یوں بھی مہربان ہوجائے گی مسکان نے تو کبھی سوچا بھی نہ تھا۔ اس پر اللہ کی خاص عنایت ہوئی۔ وہ فلک پر چمکتا وہ ستارا تھی جس کی روشنی نگاہوں سے دور رہنے کے باوجود ٹھنڈک کا احساس دلاتی تھی۔ اسے بن مانگے ہی چاند مل گیا پھر وہ کیوں نہ خود کو آسمان کی وسعتوں میں اڑتا ہوا محسوس کرتی۔ تقدیر نے تو اس کی قسمت کا پانسہ یوں پلٹا کہ اس نے عارب کے لیے اپنے دل کا دروازہ کھول دیا۔ مسکان کے سجدے' عبادتیں اور دعاؤں کا صلہ اسے اچانک مل گیا۔ نعیمہ نے عید کے بعد ان دونوں کی شادی کی تاریخ طے کردی۔ مسکان کے چہرے پر کھلتے ہوئے مسکراہٹوں کے پھول اور حیدر مبین کے لہجے سے جھلکتی طمانیت نے عارب کے وجود میں مسرت بھر دی تھی۔

دھوکے سے دوسروں کی خوشیاں چھیننے والے سمجھتے ہیں کہ یہ ہمارا نصیب تھیں تو ایسا بالکل بھی نہیں ہوتا جس کی خوشی ہوتی ہے اسی کو مل کر رہتی ہے اور جس نے برا کیا ہوتا ہے وہی سب اس کے ساتھ ہوتا ہے۔

تمام عمر کی وابستگی کی خواہش تھی
یہ کب کہا تھا میرا شہر چھوڑ جائے وہ
میرے بھی من کے دریچوں میں عید ہو جائے
میرے اُفق پہ اگر چاند بن کے چھائے وہ

وہ نیند سے بیدار ہوئی تو خمار آلود آنکھوں سے چھت کو گھورتے ہوئے چند پل یونہی چت لیٹی رہی مگر آہستہ آہستہ جب حواس بیدار ہونا شروع ہوئے تو خیالات کے پردے پر جو پہلی سوچ لہرائی اس نے اس کی ادھ کھلی آنکھوں کو مکمل وا کرتے ہوئے اس کو پوری طرح حواسوں کی دنیا میں لا کھڑا کیا۔ جس کے بعد وہ کمبل ہٹاتی پھرتی سے بیڈ سے اتری اور تیز قدم اٹھاتی مما کو تلاش کرتی ان کے پاس کچن میں جا پہنچی۔

"مما...... بابا میرا عید کا جوڑا لے آئے؟" سانسوں کو بحال کرتے ہوئے اس نے استفسار کیا تو پکوڑوں کا آمیزہ تیار کرتی مما نے پلٹ کر اس کی طرف دیکھا۔

وہ لڑکی ہی تھی اپنے ہر معاملے میں اناؤلی بات پوری نہ ہونے پر ضد کر کے روٹھ جانے والی پھر اس بار تو ہو بھی کچھ ایسا ہی رہا تھا جس سے اس کی ناراضگی متوقع تھی کیونکہ معروفیات کی بناء پر اس کے بابا اس کا عید کا جوڑا اب تک نہیں لا سکے تھے جبکہ عید میں اب بس دو روز ہی باقی بچے تھے۔ اتنے دن کسی نہ کسی طرح اس کو بہلا پھسلا کر راضی کیے رکھا مگر اب جب عید بس آنے کو تھی تو اب وہ کسی بہلاوے میں نہیں آنے والی تھی۔ مما نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا۔ جس کو اسکول سے آنے کے بعد یہ کہہ کر مطمئن کیا تھا کہ آپ کے بابا آفس سے واپسی پر آج آپ کا عید کا جوڑا ہر صورت لے آئیں گے اور اب اس کے بابا کا واپسی کا ٹائم ہو چکا تھا مگر بابا اب تک منظر سے غائب تھے اس لیے وہ اپنا سوال لے کر مما کے سامنے آ کھڑی ہوئی' مما نے ایک نظر اس کے چہرے پر سجے آس و نراس میں ڈوبے تاثرات کو دیکھا اور دوسری نظر دیوار گیر گھڑی کی جانب دیکھا مگر اس سے پہلے کہ وہ جواب میں کچھ بولتیں' بابا کی چہکتی ہوئی آواز ہوا کے دوش سفر کرتی اس کے بالکل قریب آن پہنچی تھی اس نے فوراً پلٹ کر دیکھا بابا اس کے پیچھے کھڑے مسکرا کر کہہ رہے تھے۔

"آف کورس...... بابا اپنی پرنس کے لیے عید کا جوڑا لے آئے ہیں اور بالکل ویسا ہی جوڑا لائے ہیں جس کی بابا کی پرنس نے فرمائش کی تھی۔" مشفق انداز میں کہتے ہوئے انہوں نے بایاں ہاتھ بڑھا کر اسے اپنے بازو کے حلقے میں لیتے ہوئے دائیں ہاتھ سے اس کی پیشانی پر بکھرے بالوں کو سمیٹ کر نرمی سے اس کی چمکتی پیشانی پر بوسہ دیا تو اس نے روشن چمکتی آنکھوں والا چہرہ اٹھا کر ان کی طرف دیکھ کر جوش سے پوچھا۔

"سچ بابا......؟"

"سچ مچ بیٹا......" بابا نے اسی کے سے انداز میں ہنس کر جواب دیا اور اسی طرح اسے بازو کے حلقے میں لیے ڈرائنگ روم کی جانب بڑھے مما نے باپ بیٹی کو مسکرا کر جاتے دیکھا اور پُرسکون

ہوتی دوبارہ پکوڑوں کے آمیزے کی جانب متوجہ ہوگئیں۔

❀......❀......❀

باپ کے ہمراہ جب وہ ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی تو بڑے صوفے پر رکھے شاپنگ بیگز کے ڈھیر پر نظر پڑتے ہی وہ لپک کر ان کی طرف بڑھی اور بے صبری سے شاپرز کو الٹ پلٹ کرنے لگی تب ہی بابا نے نرمی سے مسکراتے ہوئے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے چھوٹے صوفے پر بٹھایا اور خود آگے بڑھ کر شاپنگ بیگز میں سے اس کے لیے خریدے گئے جوڑوں میں سے گلابی نیٹ کی ایمبرائیڈڈ کلیوں والی خوب صورت فراک نکال کر اس کے سامنے کرتے ہوئے کہا۔

"پہلے یہ دیکھیں...... ہے ناں بالکل ویسا ہی باربی والی فراک؟" اس وقت بابا بھی اپنی بیٹی ہی کی طرح بے تحاشا خوش دکھائی دے رہے تھے اور وہ خوش ہوتے بھی کیوں ناں؟ آخر کو اپنی اکلوتی اولاد کی من پسند فرمائش پوری کرنے میں کامیاب جو ہوگئے تھے۔

"اُف بابا...... ایک دم پرفیکٹ میچ' بالکل ویسی ہی......" انتہائی پُرجوش انداز میں گلابی فراک ان کے ہاتھوں سے لیتے ہوئے اس نے مسرت بھرے انداز میں کہا۔

"اس کو پہن کر تو میں سچ میں باربی لگوں گی۔" اس کی معصومیت سے آنکھیں پٹپٹا کر کہی گئی بات ڈرائنگ روم میں داخل ہوتی مما کے کانوں میں پڑی تو انہوں نے ہنستے ہوئے اس کے قریب پہنچ کر اس کے بالوں کو سمیٹتے ہوئے پیار سے کہا۔

"ہماری بیٹی تو ہے ہی باربی' اس میں ڈریس کا کیا کمال ہوا۔" ان کو اپنے قریب دیکھ کر اس نے فوراً ڈریس مما کے سامنے کرتے ہوئے کہا۔

"مما دیکھیں...... بابا میرے لیے بالکل باربی والا ڈریس لائے ہیں۔" وہ جو پہلے ہی اندر داخل ہوتے وقت ڈریس دیکھ چکی تھیں اب جب اس نے دوبارہ دیکھنے کو کہا تو انہوں نے مسکرا کر ڈریس پر دوبارہ نظر ڈالی' جب بابا نے درمیان میں انٹری دیتے ہوئے کہا۔

"اچھا اب اس کو چھوڑیں یہ باقی ڈریس بھی تو دیکھیں۔" بابا نے دونوں ہاتھوں میں دو الگ الگ ڈریس پکڑ رکھے تھے مما اور وہ خود بیک وقت بابا کی طرف متوجہ ہوئی۔

"یہ بلیک والا دیکھیں' میری شہزادی کے لیے مغلیہ پشواز ڈریس۔" دائیں ہاتھ میں پکڑے فینسی بلیک پشواز ڈریس کو بابا نے ذرا ہاتھ بڑھا کر آگے کرتے ہوئے واضح طور پر ان کی نظروں کے سامنے کیا تو ان دونوں کی آنکھیں ستائشی انداز میں سکڑ گئیں۔

ڈریس بے انتہا خوب صورت تھا البتہ بے ساختہ قدم بڑھاتی ان کے قریب آ کر ڈریس کو دونوں ہاتھوں میں تھامتے ہوئے فطری خوشی سے مغلوب ہو کر بولی۔

"بابا...... یہ تو باربی ڈریس سے بھی زیادہ خوب صورت ڈریس ہے۔"

"خوب صورت کیوں نہ ہو آخر پسند کس کی ہے؟" اس سے تعریف وصول کر کے بابا نے فخریہ انداز میں شرٹ کا کالر اٹھایا تو مما اور عائشہ دونوں کھلکھلا کر ہنس دیں اور اتنے خوب صورت ڈریس پا کر خوشی سے بے حال ہوتی عائشہ اپنے تینوں ڈریس سمیٹنے کے بعد بابا سے پیار کا اظہار کرتی بولی۔

"آپ بہت اچھے ہیں بابا...... آئی لو یو۔" اپنے دونوں ہاتھوں سے لاڈ بھرے انداز میں ان کے چہرے کو پیار سے بھینچ کرنے کے بعد اس نے دونوں ہاتھوں میں اپنے عید کے جوڑے سنبھالے اور ٹرائی کرنے کی بے تابی میں تیزی سے دروازے کی سمت لپکی مگر دروازے سے نکلنے سے پہلے اس نے مڑ کر اپنی روشن آنکھوں سے اپنی طرف متوجہ مما کی طرف بڑے خوب صورت انداز میں فلائنگ کس اچھالی پھر مما بابا دونوں کی طرف مسکراتی نظر ڈالی کر ڈرائنگ روم سے نکل گئی۔

"وی لو یو بیٹا......" مما بابا نے یک زبان ہو کر اپنے پیار کا اظہار کیا تو اس نے مسکراتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف قدم بڑھا دیے اور اب وہ کمر پر ہاتھ ٹکائے تینوں ڈریس بیڈ پر پھیلائے آزمائش میں گھری کھڑی تھی۔

"یہ بلیک پہلے دن' پنک دوسرے دن اور یہ بلیو تیسرے دن...... نہیں پنک پہلے دن......" وہ کچھ فائنل نہیں کر پا رہی تھی دل و دماغ ایک فیصلے پر متفق نہیں ہو پا رہے تھے۔ وہ اپنی ہی سلیکشن کو بار بار خود ہی ریجیکٹ کیے جا رہی تھی جس طرح اب پنک سلیکٹ کرنے کے بعد دماغ نے فوراً آواز بلند کی۔

"پنک سے زیادہ بلیک خوب صورت ہے' تم پہلے دن بلیک ہی پہنو۔" اس نے لب دبا کر ناک چڑھائی اور دماغ کی سن کر بلیک ڈریس پر تنقیدی نظر کی پھر جھک کر ڈریس اٹھایا اور دیوار گیر آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر ڈریس اپنے ساتھ لگائی گھوم پھر کر اپنا جائزہ لینے کے بعد اس نے پنک ڈریس اٹھایا۔ اس کو ساتھ لگا کر اپنا جائزہ لیا اور پھر اسی طرح بلیو ڈریس کو خود سے لگا کر گھوم پھر

کرخود کو تسلی سے دیکھا اور بالآخر پہلے دن کے لیے بلیک دوسرے دن کے لیے پنک اور بلیو کو تیسرے دن کے لیے منتخب کرنے کے بعد مطمئن ہوئی وہ ڈریس سمیٹ کر دوبارہ باہر آ گئی۔

روزہ کھلنے میں بس آدھا ہی گھنٹہ باقی بچا تھا‘ مما افطاری کی تیاری مکمل کیے اب روٹیاں پکا رہی تھیں جبکہ بابا ڈرائنگ روم میں بیٹھے ٹی وی پر چلتے رمضان پروگرامز کی لائیو نشریات دیکھ رہے تھے وہ جا کر ان کے برابر بیٹھی تو بابا نے ریموٹ سے ٹی وی کی آواز کو میوٹ کیا اور توجہ اس کی طرف مرکوز کی۔

”میری گڑیا کو اپنے ڈریس پسند آ گئے؟“ اس کے چہرے کی چمک اس کے دل کا حال عیاں کرنے کے لیے کافی تھی مگر پھر بھی بابا نے اس کی خوشی کے گراف کا اندازہ جاننے کو سوال کیا تو وہ سر ہلاتی خوشی سے بولی۔

”جی بابا..... بہت پسند آئے اور میں نے تو یہ بھی سوچ لیا کہ کس دن کون سا ڈریس پہننا ہے۔“ پُرجوش انداز میں اپنی سلیکشن ان کے گوش گزار کرنے کے بعد اس نے فرمائشی انداز میں کہا۔

”بابا اب مجھے میچنگ شوز‘ جیولری اور چوڑیاں لینی ہیں۔“ لاڈ بھرے لہجے میں اگلی فرمائش ہوئی تو بابا مسکرا کر اسے پیار کرتے ہوئے بولے۔

”ہاں‘ تراویح کے بعد آج چلیں گے بازار آپ نے جو لینا ہو لے لینا۔“ بابا کی بات نے اسے مطمئن کیا تو وہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ مسجد سے اذان کی آواز بلند ہو رہی تھی مما روٹیوں کا ہاٹ پاٹ لے کر اندر داخل ہوئیں تو بابا اور وہ دونوں جا کر ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھ گئے جہاں مما پہلے سے افطاری کا سامان سجا چکی تھیں۔ مما ان کے ساتھ آ کر بیٹھیں تو تینوں نے مل کر اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے روزہ افطار کیا۔

❀....❀....❀

اور پھر تراویح کے بعد وہ تینوں قریبی مارکیٹ چلے آئے‘ رمضان المبارک کے آخری دو دن ہونے کی وجہ سے بازاروں کی رونق عروج پر تھی۔ رش سے بچتے بچاتے آگے بڑھتے ان کا ارادہ سب سے پہلے چوڑیوں اور مہندی کے اسٹال پر جانے کا تھا مگر اپنے مطلوبہ اسٹال تک پہنچنے سے پہلے عائشہ کی نظر گول گپوں کے ٹھیلے پر پڑی تو وہ مچل کر بولی۔

”بابا..... مجھے گول گپے کھانے ہیں۔“

”کھا لینا بیٹا مگر واپسی پر‘ ہم ادھر رکے تو رش مزید بڑھ جائے گا۔“ بابا نے اسے پیار سے پچکارا تو وہ منہ بسور کر فرط سے بولی۔

”مگر بابا واپسی پر میں کیسے گول گپے کھا سکوں گی‘ میرے ہاتھوں کی مہندی خراب ہو جائے گی۔“ وہ ٹھنکی تو بابا کا بے ساختہ قہقہہ پھوٹ پڑا۔

”توبہ..... یہ آج کل کے بچے کوئی مانے گا یہ اسٹینڈرڈ کی ننھی سی اسٹوڈنٹس اپنے ذرا سے دماغ سے اتنی آگے تک کی گہری بات سوچ سکتی ہے۔“ بابا نے شرارتی انداز میں بیک وقت عائشہ اور زوجہ محترمہ کو دیکھتے ہوئے کہا تو زوجہ محترمہ نے فٹ سے بیٹی کی حمایت میں کہا۔

”کوئی مانے نہ مانے مگر میں تو مانتی ہوں میری بیٹی بہت سمجھ دار ہے۔“ مما نے اس کی قابلیت کو سراہا تو وہ جھینپی جھینپی سی مما بابا کے ہمراہ گول گپے کے ٹھیلے کی طرف بڑھ گئی۔

❀....❀....❀

وہ تینوں گول گپوں کی پلیٹیں لیے ایک طرف کھڑے تھے جب اس نے مزے دار گول گپوں سے لطف اندوز ہوتے ہوئے انگلی میں لگی دہی کو چاٹنے کے لیے انگلی کو منہ کے قریب کرتے ہوئے نظر اٹھائی تو اس کی نظر سامنے جم کر رہ گئی۔

نجانے وہ کون تھی مگر وہ اس طرح ٹکٹکی باندھے اسے کیوں دیکھ رہی تھی؟ اس نے آنکھیں سکیڑ کر اسے پہچاننے کی کوشش کی شاید کہیں کسی پہچان کی امید نکل آئے مگر وہ اسے پہچاننے میں ناکام رہی تو قدرے مایوس ہو کر اس نے ایک بار پھر اس کی طرف دیکھا جو ابھی بھی اپنی پہلی والی پوزیشن میں کھڑی مسلسل اسی پر نظر ٹکائے ہوئے تھی۔ اسے جھنجلاہٹ محسوس ہونے لگی تو وہ بے ساختہ اس کی طرف سے رخ پھیر کر دوسری طرف مڑ گئی۔

گول گپے کھانے کے بعد بابا‘ مما اسے لیے چوڑیوں کے اسٹال کی طرف بڑھ گئے۔

اگرچہ رش بہت زیادہ تھا مگر چوڑیاں پہننا بھی بے حد ضروری تھا۔ اس لیے قطار میں کھڑے ہو کر صبر سے اپنی باری کا انتظار کیا اور پھر اپنی باری آنے پر ڈریس کلرز کی مناسبت سے دونوں ہاتھوں میں بھر بھر کر رنگ برنگی چوڑیاں پہنیں اور قطار سے نکل آئی۔ عائشہ اپنی کلائیوں میں چوڑیوں پر ہاتھ پھیرتی خوشی کے عالم میں آگے کی طرف بڑھ رہی تھی جب اچانک نظر اٹھنے پر اس کی نظر دوبارہ اسی لڑکی پر پڑی جو ابھی بھی ذرا دور کھڑی عجیب نظروں سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ عائشہ نے پہلی سرسری نظر کے بعد دوسری تفصیلی نظر اس پر ڈالی تو اس

کی نظروں کو دیکھا اس بار اپنے وجود کے بجائے اپنے ہاتھوں میں پہنی چوڑیوں کو دیکھا اس کی نظروں کو محسوس کرتے عائشہ نے بے ساختہ اپنے دونوں ہاتھوں کو کمر کے پیچھے چھپایا تو ذرا فاصلے پر کھڑی لڑکی نے چونک کر نظر اس کے چہرے کی طرف کی جہاں ناگواری کے تاثرات بڑے واضح سجے تھے۔ دونوں کی نظریں آپس میں ٹکرائیں تو انجان لڑکی ایکدم اس کی طرف سے نظر پھیرتی سامنے سے ہٹ گئی۔

"نجانے کون تھی وہ...... اور اس کی نظریں؟ اُف......" اس کو سوچتی عائشہ نے ایکدم جھرجھری لے کر اس کی نظروں کے اس عجیب تاثر کو ذہن سے جھٹکنے کی کوشش کی مگر سوچ کے پردے پر ایک بار پھر وہ عجیب تاثرات والی انجان لڑکی لہرائی تو اس کے آگے بڑھتے قدم ٹھہر گئے اس نے ادھر اُدھر نظر دوڑا کر اس کو تلاشنے کی کوشش کی مگر اس بار وہ اسے سامنے آس پاس کہیں دکھائی نہیں دی۔ اس کی نظر مایوس سی واپس پلٹی۔ اسی پل اس سے آگے نکل جانے والی مما نے اس کو موجود نہ پاکر پلٹ کر دیکھا اور اسے گم صم حالت میں اپنے سے دور کھڑے پایا تو لپک کر اس کے قریب آکر بولیں۔

"یہاں کیوں رک گئیں بیٹا؟ دیکھ نہیں رہی کس قدر رش ہے میرے ساتھ ساتھ رہو۔" مما نے تنبیہی انداز میں کہتے ہوئے باقاعدہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے برابر کیا اور بابا کے ہمراہ مہندی کے اسٹال کی طرف بڑھ گئیں۔

مہندی کے اسٹال پر چوڑیوں کے اسٹال کی نسبت زیادہ رش تھا وہ ایک طرف کھڑے ہو کر رش کم ہونے کا انتظار کرنے لگے۔ مما بابا اپنی باتوں میں مگن تھے اور وہ ان کی باتوں کو سنتی چاروں طرف دیکھتی رش کی بدولت بڑھتی گہما گہمی کو دیکھ رہی تھی۔ جب ایک بار پھر اس کی نظروں نے اس انجان لڑکی کو دیکھا وہ چونک کر ایک دم سیدھی ہوئی اور قدرے غور سے اس لڑکی کی طرف دیکھنے لگی جو اَب مہندی کے اسٹال کے قریب دائیں طرف کھڑی اب کسی اور لڑکی کے مہندی لگے ہاتھوں پر نظر جما کر کھڑی تھی۔ عائشہ نے بہت توجہ سے اس کی طرف دیکھا تو اسے اس کی آنکھوں میں اس عجیب تاثر کی بجائے اب کی بار آنسوؤں کی جھلک محسوس ہوئی جسے وہ تیز پلکیں جھپکتے ہوئے شاید اپنے اندر اتارنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"وہ شاید کوئی غریب تھی یا پھر فقیر؟" عائشہ کو ایک دم سے اس سے ہمدردی محسوس ہونے لگی اس کے تاثرات کو غریبی فقیری سے تشبیہہ دے ڈالی مگر ابھی وہ خود اپنی تشبیہہ میں الجھی تھی جب اچانک اس انجان لڑکی نے نظر اٹھائی اور اس کی نظر خود پر نظر جما کر کھڑی عائشہ پر پڑی تو ایک پل کے لیے اس کی نظروں میں شناسائی کی لہر ابھری وہ دو قدم پیچھے ہٹی اور ضبط کی کوشش کے باوجود ایک آدھ آنسو لڑھک کر گال پر پھسلا جسے ہاتھ کی پشت سے صاف کرتے ہوئے وہ یک دم مڑی اور مجمع سے نکلتی سامنے کی طرف بھاگی۔

اس کے آنسو دیکھ کر عائشہ کے دل کو ایک دم کچھ ہوا اس نے بے ساختہ مڑ کر اپنی باتوں میں مشغول مما بابا کو دیکھا پھر نجانے اس کے دل میں کیا سمائی کہ وہ چپکے سے مما بابا سے الگ ہوتی اس انجان لڑکی کے پیچھے بھاگی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ وہ اس کے پیچھے کیوں بھاگ رہی ہے مگر بس اس وقت اس کا دل چاہ رہا تھا وہ اس سے بات کرے اس سے اس کے رونے کی وجہ دریافت کرے۔ دل میں ابھرتی خواہش کی بدولت اس کے قدم تیزی سے اس کی سمت بڑھ رہے تھے جب ایک تنگ سی گلی میں وہ لڑکی ایک چھوٹے گھر کے باہر رک گئی۔ اس کو رکتے دیکھ کر عائشہ کے قدم بے ساختہ رکے مگر اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھ کر دوبارہ قدم اٹھا کر اس کے قریب جاتی اس لڑکی نے جھک کر قمیص کے دامن سے اپنے آنسوؤں سے تر چہرے کو صاف کیا اور سیلی دیواری گھر کے اندر داخل ہوگئی اور باہر کھڑی عائشہ شش و پنج میں مبتلا یہ سوچتی رہ گئی کہ اب وہ کیا کرے؟ پھر نجانے اس کے دل میں کیا سمائی کہ وہ آگے بڑھی اور بنا آواز پیدا کیے ہلکے سے دروازہ دھکیل کر اس گھر میں داخل ہوگئی ابھی وہ سیدھی ہی ہو پائی تھی جب اس کی سماعتوں سے شاید نہیں یقیناً اسی لڑکی کی بھیگی آواز ٹکرائی تھی۔

"اماں پرسوں عید ہے۔"

"ہاں مجھے معلوم ہے۔" اماں کا انداز کسی بھی قسم کی گرم جوشی سے عاری تھا۔ پل بھر کو سکوت نے پَر پھیلا کر فضا کو ساکت کیا جب لڑکی کی جھجکتی سی آواز دوبارہ ابھری۔

"بازاروں میں بہت رش لگا ہے اماں ہر طرف چوڑیاں، مہندی جوتیاں......" لہجے میں ابھرتے جوش کا گلا دبا کر انداز کو سرسری بنانے کی بھرپور کوشش کی گئی تھی مگر جوش کا لبالب بھرا پیالہ کہیں نہ کہیں کناروں سے چھلکا ضرور تھا جسے محسوس کرنے کے باوجود اس کی بے رخی یا شاید بے نیازی عروج پر تھی جبھی بس ہمم کر کے رہ گئی۔ سر پھوڑے سکوت کے پرندے نے

ایک بار پھر راج کی نیت سے پروں کو پھڑ پھڑایا اسی پل انجانی لڑکی نے سکوت کے اس بھیانک پرندے کو تیز نظر سے گھور کر اماں سے فوراً کہا۔

"اماں پرسوں عید ہے سب عید کی تیاریاں کررہے ہیں مگر تم نے عید کی کوئی تیاری ہی نہیں کی؟" اس بار انداز پہلے سے ذرا ہٹ کے تھا۔ کچھ سوالیہ قدرے سا ہم اور ذرا سا خفا جبھی اماں اس بار نظر اٹھا کر اس کی طرف متوجہ ہوہی گئیں پھر بولی۔

"دیکھ امی! لوگ عید کی تیاریاں کررہے ہیں تو انہیں تیاریاں کرنے دے ہمیں ان کی تیاری سے کیا لینا؟" ایک پل کو رک کر اماں نے دوبارہ کہا۔ "سب کے عید منانے کا انداز الگ ہوتا ہے کوئی تیاری کرکے عید مناتا ہے تو کوئی بنا تیاری بھی عید کرلیتا ہے تو لوگوں کو مت دیکھ۔" اماں اس کو جو سمجھانا چاہتی تھی وہ کم از کم آج سمجھنے کے موڈ میں نہیں تھی اس لیے اپنے سابقہ انداز میں بولی۔

"مگر اماں اللہ نے روزے اور عید ہم سب کو ایک جیسے عطا کیے ہیں پھر منانے کے انداز الگ کیسے ہوگئے؟ کیا ان کے روزے اللہ کو زیادہ عزیز ہیں جو وہ ان کو عید ہم سے الگ طرح کی دیتا ہے؟ ورنہ پورے روزے تو تو نے بھی رکھے ہیں اور میں نے بھی......" الجھی آواز میں بولتی وہ پوری کی پوری طرح عائشہ کے سامنے ریاضی کے آسان سوال کی طرح حل ہوگئی تھی۔ اماں سے کوئی جواب ہی نہ بن پڑا جبکہ وہ خود سے جواب تلاشتی دوبارہ بول رہی تھی۔

"اچھا...... ابا بیمار ہیں انہوں نے روزے نہیں رکھے کیا ان کے روزے نہ رکھنے کی سزا میں ہمیں بنا تیاری کی سب سے الگ عید مل رہی ہے؟" معصومیت سے سوال کرتی وہ اماں کو تڑپا گئی جبھی اماں نے بے ساختہ امڈ کر آتے آنسوؤں کو ضبط کرتے ہوئے ڈپٹ کر اس کو کہا۔

"فضول باتیں مت کر امی! ایسا کچھ نہیں ہے۔" ان کے جواب پر وہ فٹ سے بولی۔

"اگر ایسا کچھ نہیں ہے تو چل پھر مجھے بھی عید کا جوڑا لے کر دے چوڑیاں، جوتیاں اور میرے دونوں ہاتھوں پر مہندی بھی لگوا دے۔" اس نے اپنے چھوٹے ہاتھ اماں کے سامنے کرتے ہوئے دبے دبے جوش سے کہا تو چپ کرا یک طرف کھڑی عائشہ کے آنسو نکل پڑے وہ اس کی اماں کی بڑی نہیں تھی مگر وہ اس سے چھوٹی بھی تو نہیں تھی چند سال کی بڑائی کی بدولت وہ اس سے بڑی تھی اور قدرے سمجھ دار تھی اماں کی

خاموشی، گھر کی بے رونقی اور امی کی حسرتیں اس نے سنیں، سمجھیں اور سر جھکا کر اس کے گھر سے نکل گئی۔ دل امی کے غم کی بدولت بہت بوجھل محسوس ہو رہا تھا اسے اپنا خیال آنے لگا کہ وہ کس طرح ضد کر کے مما، بابا سے اپنی ہر جائز ناجائز خواہش پوری کرواتی رہی ہے مگر یہاں امی...... وہ امی کو سوچتی دوبارہ اس جگہ آئی جہاں اس کے مما، بابا ابھی تک اپنی باتوں میں مگن کھڑے تھے اس نے ان کو دیکھا اور دوبارہ سے جا کر اپنی جگہ کھڑی ہوگئی۔ پہلے کی نسبت رش قدرے کم ہو چکا تھا اس لیے انہوں نے آگے بڑھ کر مہندی لگوائی اور پھر گھر واپس آگئے۔

❀ ❀ ❀

اس نے جان لیا تھا کہ امی فقیر نہیں تھی ہاں بس غریب تھی مگر عید تو امیر، غریب سبھی کے لیے یکساں ہوتی ہے تو پھر یہ فرق درمیان میں کیونکر آگیا؟ اس کا دماغ فرق میں الجھنے لگا تو اس نے خود اپنے دماغ کو ڈپٹ دیا۔

"مجھے فرق کو نہیں امی کو سوچنا ہے۔" اس کا دل پوری طرح امی کے لیے ہمدردی سے لبریز تھا تبھی امی کو سوچتے سوچتے اس کے دل میں ایک خیال آیا جسے لے کر وہ مما کے پاس آگئی۔

"مما...... روزوں کی خوشی میں اللہ تعالیٰ عید سبھی کو ایک جیسی دیتا ہے ناں؟"

"ہاں بالکل۔" تریائی کرتی مما نے فوراً اس کے سوال کا جواب دیتے ہوئے اس کی بات کا مطلب سمجھنے کی خاطر اس کے چہرے کی طرف نگاہ کی۔

"تو پھر غریب کی عید ہماری عید سے مختلف کیوں ہوتی ہے؟" وہ تمہید باندھتی آہستہ آہستہ اپنی بات کی طرف بڑھ رہی تھی مما مسکرا دیں۔

"کیونکہ وہ غریب ہوتے ہیں، عید تو ان کو بھی سب کی عید کی طرح دی جاتی ہے مگر بس استطاعت میں فرق کی بدولت عید میں فرق آجاتا ہے۔" مما نے ذرا تفصیل سے جواب دیا تو اس نے کہا۔

"تو پھر تو ہمیں ان کی مدد کرنی چاہیے ناں۔"

"ہاں بالکل، ہمیں اپنی استطاعت کے مطابق اپنے سے کم حیثیت لوگوں کی مدد کرنی چاہیے۔" مما کو اپنے ساتھ متفق ہوتے دیکھ کر اس نے فوراً کہا۔

"تو اگر میں کسی کی مدد کروں تو آپ کو برا تو نہیں لگے گا؟"

"نہیں، مجھے کیوں برا لگے گا؟ بلکہ اگر تم کسی کی مدد کرو گی تو مجھے بہت اچھا لگے گا بیٹا، مجھے خوشی ہوگی کہ میری بیٹی اتنے خوب صورت دل کی مالک ہے جو اوروں کی خوشی کا خیال بھی رکھتی ہے۔" مما نے پیار سے اس کا حوصلہ بڑھایا تو اس نے اپنے برابر رکھے اپنے پسندیدہ ڈریس بلیک مغلیہ پشواز کو ان کے سامنے کرتے ہوئے کہا۔

"تو پھر آپ میرے ساتھ چلیں میں یہ امی کو دینا چاہتی ہوں۔" اس نے جس انداز میں سوٹ ان کے سامنے کر کے کہا مما ایک دم چونک کر سیدھی ہوئیں۔

"سوچ لو عائشہ یہ تمہارا وہ سوٹ ہے جو تمہارے بابا تمہارے لیے بہت شوق سے لائے ہیں اور خود تمہیں بھی یہ سوٹ اتنا پسند ہے کہ تم پہلے دن عید پر اسے ہی پہننا چاہتی تھی۔" امی کے متعلق جاننے سے پہلے مما نے اس کے اندر کو ٹٹولا کہ کہیں کوئی ایسا جذباتی ریلہ اس کے دل میں نہ ہو جو بعد میں اپنے کیے پر اسے پچھتاوے کی نذر کردے۔

"آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں مما، بے شک بابا میرے لیے یہ اتنا قیمتی ڈریس لائے ہیں اور اس ڈریس کو اگر میں پہنتی تو مجھے بے حد خوشی ہوتی مگر آپ کو امی کا نہیں پتا مما......" آخر میں بوجھل لہجے میں بولتی وہ ذرا دیر کو چپ ہوئی پھر گلے میں اٹکی سانس کو اندر اتارتے ہوئے اس نے امی کے متعلق ساری تفصیل مما کے گوش گزار کرنے کے بعد ان سے کہا۔

"اب میں چاہتی ہوں میں امی کی مدد کروں اور میری ٹیچر کہتی ہیں کسی کی مدد کرنا چاہتے ہیں تو سب سے پہلے ہمیں اللہ ہماری خوشی سے بڑھ کر اپنی اسی خوشی سے نواز دیتا ہے۔" اس نے اتنی خوب صورت بات کہی تھی کہ مما نے بے ساختہ جھک کر اس کی پیشانی کو چوم کر کہا۔

"میری بیٹی تو بہت سمجھ دار ہوگئی ہے۔ اتنی پیاری باتیں کرنے لگی ہے۔" مما نے اسے سراہا تو وہ خوش ہوتی ان کا ہاتھ پکڑ کر اٹھ کھڑی ہوئی کیونکہ اب اسے امی کے پاس پہنچ کر اپنی خوشی اس کے حوالے کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق اس کی سچی خوشی پانے کی جلدی تھی۔ کیا اس عید پر آپ کے آس پاس آپ کی نظر میں کوئی ایسا ہے، جس کو اپنی خوشی دے کر بدلے میں آپ اللہ سے اس کی سچی خوشی و رضا پاسکیں؟

❀

ذرا مسکرا میری گمشدہ
فاخرہ گل

یہ اک آنسو جو ٹھہرا ہے تیری ویران آنکھوں میں
کسی کا نام لکھا ہے تیری ویران آنکھوں میں
خلا کی وسعتیں بھی پوچھتیں رہتی ہیں مجھ سے
یہ جانے کس کا چہرہ ہے تیری آنکھوں میں

گزشتہ قسط کا خلاصہ

اجیہ اربش کے ساتھ اپنی زندگی کا نیا سفر شروع کرتی ہے تب ہی اربش کی ممی اسے اپنے عتاب کا نشانہ بناتی ہیں۔ وہ اربش کے لیے شرمین کو منتخب کرچکی ہوتی ہیں' اربش ممی کو سمجھانے کی ناکام کوشش کرتا ہے۔ اجیہ بھی ان سے معافی مانگ کر معاملہ سلجھانے کی کوشش کرتی ہے لیکن وہ کچھ بھی سننے سے انکاری ہوجاتی ہیں۔ دوسری طرف حسین کے لیے زندگی کے سخت دن شروع ہوجاتے ہیں' حسین یہ بات جان کر کہ وہ ان کی سگی اولاد نہیں بے انتہا انتشار کا شکار ہوتی ہے تب ہی اسے امی کی پکار سنائی دیتی ہے لیکن وہ ہمیشہ کی طرح ان کے پاس بھاگ کر نہیں جاپاتی۔ سکندر صاحب بھی بیوی کو برا بھلا کہہ کر اپنے کمرے میں چلے جاتے ہیں جبکہ طلاق کے الفاظ کہنے سے انہیں حسین روک دیتی ہے۔ حسین امی کے پاس آتی ہے تو انہیں دروازے کے پاس بیٹھا دیکھ کر پریشان ہوجاتی ہے۔ ایسے میں اسے اجیہ یاد آتی ہے جو اب تک ان کا خیال رکھتی آرہی تھی۔ غزنی اجیہ کے گھر سے جانے کی خبر سن کر غصہ و مایوسی کی حالت میں گھر سے نکل جاتا ہے۔ غزنی نے جو اجیہ کے حوالے سے خواب سجائے تھے وہ سب ٹوٹ کر بکھر گئے تھے۔ اس نے اپنا کمرہ اپنے دوستوں کے ساتھ مل کر بہت خوب صورت انداز میں سجایا ہوتا ہے لیکن جب سارا دن باہر گزارنے کے بعد وہ گھر واپس آتا ہے تو سب کچھ پہلے جیسا ہوتا ہے غزنی اپنی وجہ سے اماں ابا کو دکھ نہیں پہنچانا چاہتا تھا اس لیے ان سے روٹین کے حوالے سے بات کرتا ہے سکندر صاحب حسین کے مجبور کرنے پر اپنی بیگم کو ہسپتال لے آتے ہیں جہاں ان کو مختلف ٹیسٹ کے بعد ایڈمٹ کرلیا جاتا ہے۔ حسین غزنی کو فون پر امی کی خراب طبیعت کا بتاتی ہے جس پر غزنی اپنے والدین کو رشتہ داری برقرار رکھنے کی بات کرتا ہسپتال چلنے کا کہتا ہے۔ ممی اربش و اجیہ کو معافیاں مانگتا چھوڑ کر اپنے کمرے میں چلی جاتی ہیں تب اربش اجیہ کو لے کر اپنے کمرے میں آجاتا ہے' دوسری طرف شرمین اربش و اجیہ کے نکاح کا سن کر ششدر رہ جاتی ہے اور نئے سرے سے اربش کی ممی کو اجیہ کے خلاف کرتی ہے' ممی شرمین کی باتوں میں آکر اربش سے اجیہ کو طلاق دینے کا کہتی ہیں' جس پر اربش کے ساتھ ساتھ ہوا بھی حیران رہ جاتی ہیں۔

اب آگے پڑھیے

❁ ❁ ❁

وہ عادت ہے تو عادت سے کنارہ ہو بھی سکتا ہے
مگر اس ساری کوشش میں خسارہ ہو بھی سکتا ہے
رہیں گے ساتھ پھر بھی ہم محبت مر گئی کیا غم
کہ مصنوعی تنفس پر گزارہ ہو بھی سکتا ہے
اگر آنکھیں نہ بھر آئیں تو دل مٹھی میں آئے گا
ہوا ہے حال جو میرا تمہارا ہو بھی سکتا ہے
کھلی آنکھوں میں ٹھہرا خواب کیسے ٹوٹ سکتا ہے
گماں یہ زندگی بھر کا سہارا ہو بھی سکتا ہے
جو اتنی جگمگاہٹ دیکھتے ہو آس پاس اپنے
یہ میری آنکھ سے ٹوٹا ستارہ ہو بھی سکتا ہے
ہمیں حیرت سے مت دیکھو اب ایسا کیا کیا ہم نے
زمی عشق ہے صاحب دوبارہ ہو بھی سکتا ہے

اور یہی سوچ ہی تو بعض اوقات غلط ثابت ہوجاتی ہے کہ جب والدین اپنی اولاد کی پسند ناپسند کو بغیر کسی دلیل کے رد کردیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خیر ہے اگر تمہیں اس سے محبت تھی تو کیا ہوا، دیکھنا اس سے بھی محبت ہوجائے گی گویا محبت نہ ہوئی عید ہوگئی جو ہر صورت لازمی طور پر روزوں کے بعد ہوہی جائے گی اور پھر کچھ ناعاقبت اندیش والدین اس سے بھی بڑی غلطی یہ کرتے ہیں جب وہ اپنی اولاد کے سامنے ان کی محبت اور اپنی

ذات کو اس طرح ایک ہی پلڑے میں منتخب کرنے کے لیے اس طرح پیش کردیتے ہیں جیسے اس وقت ممی نے خود کو اجیہ کے مقابلے میں کھڑا کر کے اربش کے سامنے پیش کیا تھا۔

وہ یہ کیوں نہیں سوچتے کہ بھلا وہ تو اللہ کی طرف سے عطا کردہ ایک اعلیٰ ترین منصب پر فائز ہیں اگر وہ ماں ہیں تو پاؤں تلے جنت اور اگر باپ ہیں تو جنت کا دروازہ، پھر خود وہ کو اتنی نچلی سطح پر کیوں لے آتے ہیں جہاں انہیں قبول اور مسترد ہونے عزت دینے اور بے عزت ہونے جیسے تمام آپشنز پر دل مضبوط کر کے تیار رہنا پڑتا ہے اور یہ وقت کہ جب کسی بھی شخص کو اپنے والدین اور محبت اور پھر محبت بھی وہ کہ جسے مذہبی اور قانونی طریقے پر اپنایا جاچکا ہو میں سے کسی ایک کو منتخب کرنا پڑے انتہائی دشوار ہوتا ہے اور پھر اربش، جس کی زندگی کا محور و مرکز ہی آج تک صرف اور صرف اس کی ماں رہی ہو۔

وہ شرمندہ تھا کہ اجیہ کو حسب وعدہ وہ ماحول نہ دے پایا جس کی اس نے خواہش اور کوشش کی تھی اور اسے انتہائی دکھ تھا کہ آج تک اس کی ہر خوشی پر آمین کہنے والی ماں نے اس کی زندگی کے اہم ترین موڑ پر اسے ایک دوراہے پر لا کھڑا کیا تھا۔

''سوچ گہری ہو جائے تو فیصلے کمزور پڑ جاتے ہیں اب بھی وقت ہے صرف نکاح ہی تو ہوا ہے اسے چلتا کرو بجائے اس کے کہ مزید کوئی جھنجھٹ تیار ہو۔'' ممی کے لہجے کی کرختگی اور فیصلہ تھوپنے کا انداز ایسا تھا جیسے اربش کوئی نرسری کلاس کا بچہ ہو جسے ڈانٹ ڈپٹ کر وہ اپنی مرضی کا کام کرالیں گی انہیں اندازہ نہیں تھا کہ ان کے اس اکھڑپن سے اربش ان سے مایوس بھی ہوسکتا ہے اور بھلا اندازہ کیسے ہوتا جبکہ ان کے ذہن میں تو اپنی انا اور حاکمیت کے سوا کچھ تھا ہی نہیں اور جہاں کہیں بھی انا مضبوط ہو وہاں رشتے کمزور ہو جاتے ہیں اور اگر رشتے تادیر قائم رکھنے کی خواہش ہو تو پھر انا کو خیر باد کہنا ہی پڑتا ہے لیکن رشتے نبھانے کا فن تو ایسا ہے کہ جو ہر کسی کو نہیں آتا اور ممی بھی یقیناً انہی لوگوں میں تھیں۔ اجیہ کا چہرہ کسی گہرے سمندر کی طرح پُرسکون تھا اس وقت وہ بے یقینی کے کون سے بھنور میں ہے اور کرب کے کون سے طوفان سے گزر رہی ہے کوئی جان نہیں سکتا تھا اور شاید اس وقت اس کا ذہن ماؤف تھا کیونکہ وہ کسی بے جان گڑیا کی طرح خوب صورت لباس پہنے بنی سنوری ہوئی تو ضرور تھی لیکن احساس و جذبات سے مکمل طور پر عاری ہونے کی وجہ سے وہ بس چپ چاپ کھڑی اپنے لیے ہونے والے فیصلے کی منتظر تھی اور اربش کے منہ سے ادا ہونے والے ان الفاظ کو سننے کے لیے مکمل طور پر تیار تھی جن پر اس کی آئندہ آنے والی زندگی کا انحصار تھا، ممی کے حکم کے مطابق اسے گھر سے نکال دینے کی صورت میں اس کا مستقبل کیا ہوگا؟ کہاں جائے گی اپنے گھر جانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ پہلے نہ سہی لیکن اب سکندر صاحب اسے دیکھنے کے بعد زندہ چھوڑ دیں اس بات کا تو سوال ہی نہیں تھا۔

''کیا سوچ رہے ہو اربش، سنا نہیں تم نے میں کیا کہہ رہی ہوں؟'' ممی کی گرج دار آواز نے کمرے کی خاموش فضا میں سنسنی دوڑائی۔

''ممی کیا یہ آپ کا آخری فیصلہ ہے؟'' اربش نے گہرا سانس لے کر پوچھا۔

''ہاں، آخری اور اٹل۔'' انہوں نے اپنی تنی ہوئی گردن میں مزید اکڑ پیدا کی۔

ممی کی بات پر اربش اجیہ کی طرف مڑا اور اس کے بالکل برابر کھڑے ہو کر اس کا دایاں ہاتھ تھام لیا، اجیہ نے اربش کے یوں ہاتھ تھامنے پر لاشعوری طور پر سہم کر ممی کو دیکھا جو اس عمل پر اربش کو وضاحت طلب نظروں سے دیکھ رہی تھیں۔

''ممی مجھے معاف کر دیجیے کیونکہ میں آپ کے فیصلے سے متفق نہیں ہوں۔''

''کیا مطلب ہے تمہارا.....!''

''مطلب یہ کہ میں اجیہ کو نہیں چھوڑ سکتا۔'' بات کرتے ہوئے اس نے اجیہ کے ہاتھ پر اپنی گرفت مضبوط کی وہ جانتا تھا کہ نئی زندگی کی شروعات پر ہی ممی کی طرف سے اجیہ کو اس غیر متوقع صورت حال میں اسے اپنی موجودگی کا احساس دلانا ہوگا اور اس کے الفاظ اور مضبوط ہاتھ نے اجیہ کو اپنے ہونے کا احساس دلایا تو جیسے اس کے مردہ وجود میں جان پڑنے کا عمل شروع ہوگیا۔

''نہیں چھوڑ سکتے.....!'' ممی کے لیے اس سے بڑھ کر ناقابل یقین بات کوئی بھی نہیں تھی کہ جب اربش کسی اور کو ان پر فوقیت دے وہ اربش جو آج تک ان کی پسند اور رضا کے بغیر ایک قدم نہیں اٹھاتا تھا اب زندگی بھر کا نیا سفر شروع کر چکا ہے اور اس میں نہ ان کی پسند شامل ہے نہ مرضی۔

''دماغ ٹھیک ہے تمہارا جانتے ہو تم کیا کہہ رہے ہو؟'' وہ شاکڈ تھیں انہیں اربش سے ہرگز یہ امید نہیں تھی کہ وہ زندگی میں کبھی بھی کسی بھی موڑ پر ان کے مقابل کھڑا ہوسکتا ہے اور وہ بھی یوں اس معاملے میں جبکہ وجہ صرف اور صرف ایک لڑکی ہو۔

''ممی میں یہ فیصلہ خوشی سے نہیں کر رہا میں آپ کو دکھ نہیں دینا چاہتا لیکن میں کیا کروں کہ اجیہ کو بھی خوش رکھنا اب میری ہی

ذمہ داری ہے میں خود بہت ڈیپریس ہوں اس لیے فیل کررہا ہوں کہ آپ زندگی کے اس موڑ پر میرا ساتھ نہیں دے رہیں یا شاید اس لیے کہ میں آپ کی توقعات پر پورا نہیں اتر پایا پلیز مجھے معاف کردیں آئی ایم رئیلی سوری۔" اجیہ کا ہاتھ اب تک اس کے ہاتھ میں تھا وہ فیصلہ سنا چکا تھا اور اس کا فیصلہ مکمل طور پر اجیہ کے حق میں ہوا تھا اسی بات پر جہاں اجیہ کے چہرے پر سکون اترا تھا وہیں ممی تلملا گئی تھیں۔

"یہ صلہ دے رہے ہو تم مجھے، تمہاری خاطر میں نے اپنی ساری عمر تیاگ دی اور تم...... تم صرف اس ایک لڑکی کو مجھ پر فوقیت دے رہے ہو کیا اسی دن کے لیے تمہیں پال پوس کر جوان کیا تھا میں نے کس بات کی سزا دے رہے ہو تم مجھے کہ اس عمر میں آکر تم نے میرا مان پرزے پرزے کرکے رکھ دیا۔ باوجود اس کے کہ میں تمہیں اس کے کردار کے بارے میں سب کچھ بتا چکی ہوں۔"

"اگر آپ کا دل میری وجہ سے دکھ رہا ہے تو خود میں بھی بہت فیل کررہا ہوں لیکن سو باتوں کی ایک بات کہوں تو وہ یہ ہے کہ آپ کو جس کسی نے بھی اجیہ کے متعلق بتایا وہ سب انتہائی فضول اور غلط ہے اجیہ ایسی لڑکی نہیں ہے اور میں اس پر اعتماد کرتا ہوں اس لیے مجھے کسی کی باتوں کی کوئی پروا نہیں۔" اجیہ نے اربش کے مضبوط لہجے اور اس کے حق میں کیے گئے اتنے بڑے فیصلے پر اس کی طرف گردن موڑ کر دیکھا تھا۔

اور جب سے وہ اربش سے ملی تھی تب سے لے کر آج تک یہ اس کی زندگی میں آنے والا پہلا لمحہ تھا جب اسے اربش اپنے دل میں محسوس ہوا تھا۔ وہ محبت کا لمحہ تھا۔ قرب کی گھڑی تھی۔ وہ جو اسے بہت زیادہ جانتا بھی نہیں تھا پھر بھی اپنی ماں کی کہی ہوئی کسی بھی بات پر یقین کرنے کو تیار نہ تھا وہ ان تمام باتوں کو صرف الزام کا درجہ دے رہا تھا جن پر اس کی ماں یقین کر بیٹھی تھی۔ وہ اس کے حق میں بول رہا تھا اس کا دفاع کررہا تھا وہ بھی یوں کہ اسے اپنی صفائی پیش کرنے یا اپنی کردار کی گواہی دینے کے لیے ایک بھی لفظ نہیں کہنا پڑا تھا۔

شوہر کو اسی لیے تو محافظ کہا جاتا ہے کہ نکاح کے چند بولوں کے بعد اس پر بیوی کی ہر لحاظ سے حفاظت لازم ہوجاتی ہے اس پر فرض کردیا جاتا ہے کہ وہ زمانے کے تمام گرم وسرد موسموں سے اس کی حفاظت کرنے ہر بری نظر، برے لمس اور بری سوچ تک کو اس پر حاوی نہ ہونے دے ہر مشکل اور تکلیف میں دنیا والوں کے سامنے اس کی ڈھال بن جائے اور درحقیقت مثالی شوہر ایسے ہی تو ہوتے ہیں ورنہ صرف بیوی پر روپے پیسے کی ریل پیل کردینے سے بیوی کے حقوق پورے نہیں ہوتے کہ ساتھ بات بے بات بے عزت بھی کیا جائے اور گھر والوں کے ہاتھوں اس کی عزت نفس پامال ہونے کا تماشا بھی دیکھا جاتا رہے تو پھر روپے کی ایسی ریل پیل کس کام کی او[illegible] خوش نصیب تھی کہ اربش کا ساتھ ملا تھا جو اس کے جائز مقام کے لیے بول رہا تھا ورنہ وہ کیا کرلیتی۔

"اگر تمہیں میری باتوں کی کوئی پروا نہیں ہے ناں اربش تو پھر یاد رکھو کہ مجھے بھی تمہاری باتوں کی کوئی پروا نہیں ہے سمجھے تم؟" وہ پھر چلائیں ایسے میں بوا لپک کر ان کے قریب آئیں۔

"اربش تمہیں نہیں کہہ رہا اس کا مطلب ہے کہ جس کسی نے بھی تمہیں یہ سب باتیں بتائی ہیں ناں وہ فضول ہے اور اسے اس کی باتوں کی کوئی پروا نہیں ہے۔" اب تک کی تمام گفتگو کے درمیان خاموش کھڑی بوا نے یقینی طور پر خطرے کی بو سونگھ لی تھی اور وہ نہیں چاہتی تھیں کہ معاملہ طول پکڑ کر بگڑ جائے لہٰذا مداخلت کرنا ضروری خیال کیا۔

"بوا آپ خوامخواہ اس کی طرف داری نہ کریں اس کے سر پر مہندی کی خوشبو اور چوڑیوں کی کھنک کا بھوت سوار ہے لیکن میں اس لڑکی کو اب مزید اربش کے ساتھ نہیں دیکھ سکتی۔" بات کرتے ہی وہ غراتے ہوئے اجیہ کی طرف بڑھیں بوا انہیں روکنا چاہتی تھیں وہ چاہتی تھیں کہ اگر انہوں نے مداخلت نہ کی تو معاملہ سنگین ہوسکتا ہے، لیکن اس سے پہلے کہ ممی اجیہ کو اپنے ارادے کے مطابق ہاتھ پکڑ کر باہر نکالتیں اربش نے اس کے سامنے اپنا بازو پھیلا کر ممی کو ان کی اس حرکت سے باز رکھا۔

"ممی، اجیہ اب میری ذمہ داری ہے پلیز سمجھنے کی کوشش کریں اس گھر کی بہو ہے یہ۔"

"لیکن میں اب اسے اس گھر میں ایک منٹ بھی برداشت نہیں کروں گی۔" انہوں نے درشت لہجے میں کہا۔

"اجیہ میری بیوی ہے ممی اور یہ ہمیشہ میرے ساتھ رہے گی۔"

"اتنا شوق ہے اس کے ساتھ رہنے کا تو پھر تم بھی نکل جاؤ اس گھر سے۔"

"تم ٹھیک تو ہو، یہ کیا کہہ رہی ہو تم؟" ممی کی بات پر صرف اجیہ اور اربش ہی نہیں بلکہ بوا بھی چونکی تھیں۔ اتنی بڑی اور غیر متوقع بات کی کسی کو امید بھی نہیں تھی۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں بوا اور اپنے پورے ہوش وحواس میں کہہ رہی ہوں بوا کہ اسے کہیں کہ یہ گھر سے نکل جائے ورنہ میں اس کی بیوی کو دھکے دے کر گھر سے باہر نکال دوں گی جس

کی وجہ سے آج پہلی بار میرا بیٹا میرے مقابل آ کھڑا ہوا ہے نکل جائیں یہ دونوں میرے گھر سے میں کہتی ہوں دفعہ ہو جائیں دونوں۔" ان کی آنکھوں میں لگتا جیسے خون اترا ہوا ہے بوا کو کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ انہیں کس طرح حالات سے سمجھوتہ کرنے پر تیار کریں لیکن ان کے سوچنے کے دوران ہی اربش حالات سے سمجھوتہ کرنے پر خود کو تیار کر چکا تھا۔

"اجیہ چلو یہاں سے۔" اربش نے سائیڈ ٹیبل پر رکھا اپنا والٹ اور گاڑی کی چابی جیب میں ڈالی اجیہ کا ہاتھ پکڑا اور دوسرے ہاتھ میں اس کا اٹیچی کیس تھام لیا۔

"آئی ایم سوری ممی لیکن میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ آپ کا ردعمل اتنا شدید ہوگا میرا خیال تھا کہ پیدائش سے اب تک جیسے آپ نے میری پسند کو ہمیشہ ترجیح دی اس معاملے میں بھی آپ......!"

"بکواس بند کرو میں کہتی ہوں نکل جاؤ یہاں سے سناؤ اپنے یہ لیکچر اس پری کو جس کی خاطر ماں کو چھوڑ رہے ہو۔"

"ممی میں تو......!"

"ایک لفظ بھی منہ سے نکالا تو آگے کے ذمہ دار تم خود ہوگے اربش دفعہ ہو جاؤ بس مجھے اکیلا چھوڑ دو۔" ان پر ہذیانی کیفیت طاری تھی بوا بے چاری ہاتھ ملتے ہوئے کبھی اربش اور اجیہ کو دیکھتیں تو کبھی ممی کو اس قدر شدید رویے کی امید نہ اربش کو تھی اور نہ بوا کو بالآخر اربش اجیہ کو لے کر گھر سے نکل ہی گیا، بوا کا بہت دل چاہا کہ اسے روک لیں آخر انہوں نے بھی اربش کو بچوں کی طرح ہی پالا تھا اور ان کا اس وقت دل پھٹ سا گیا تھا جب انہوں نے اربش کو یوں اترے ہوئے چہرے کے ساتھ گھر سے نکلتے دیکھا، ممی کے خوف سے انہوں نے جاتے ہوئے اس کے سر پر ہاتھ تک نہ پھیرا تھا اور اب یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی ان کے دل کو کند چھری سے کاٹے ہی چلا جا رہا ہو۔

جس طرح شہر سے نکلا ہے یہ بیمار تیار
یہ اجڑنا ہے کوئی نقل مکانی تو نہیں

قہقہے پھوٹیں لیکن اس گھر میں آج سوگ کا سا عالم تھا ممی کے چہرے پر تو جیسے ایک مہیب سناٹا ہی تھا وہ خود کو مضبوط تو ثابت کرنا چاہتی تھیں لیکن آخر کب تک......؟ بوا ست قدموں سے ان کے قریب پہنچیں تو وہ اربش کے بیڈ پر بیٹھ چکی تھیں اور ان کی آنکھوں کے کنارے بھیگے ہوئے تھے۔

❁ ❁ ❁

غزنی اسپتال رپورٹس لے کر پہنچا تو سب برآمدے میں ہی نظر آ گئے اکا دکا نرسیں بھاگتی دوڑتی نظر آئیں، فی الحال چونکہ ایسی کوئی ایمرجنسی نہیں تھی اس لیے باقی نرسز گیٹ سے داخل ہو کر سب سے پہلے نظر آنے والے کمرے میں موجود تھیں باقی تمام مریضوں کے ساتھ فی مریض صرف ایک شخص کے رہنے کی اجازت تھی اور وہ سب ان کے ساتھ ہی وارڈز یا پرائیویٹ کمروں میں موجود تھے۔

"شکر ہے بیٹا تم آ گئے، میں سوچ رہی تھی کہ کافی دیر ہوگئی ہے اللہ خیر کرے۔" اماں نے اسے دیکھتے ہی سکون کی سانس لی۔

"جی اماں بس دیر ہی تو ہوگئی ہے۔" اس نے سکندر صاحب سے بات کرتی حنین کو دیکھا سرخ ہوتی آنکھیں روتے رہنے کی وجہ سے تھوڑی سی سوجی ہوئی تھیں اور اس طرح بھیگی ہوئی آنکھیں چہرے کو بالکل منفرد کر گئی تھیں آج سے پہلے یوں بھی اس نے کبھی حنین کو اس نظر سے دیکھا ہی نہیں تھا کہ اس کی آنکھوں کی بناوٹ، چہرے کی رنگت یا نقوش پر توجہ دیتا لیکن آج اس کی ڈائری نے غزنی کا ذہن جیسے کسی دوسری طرف موڑنے کی کوشش کی تھی اور اسے حنین پر ترس آنے کے ساتھ اس سے ہمدردی بھی محسوس ہو رہی تھی کہ آج تک وہ اس کی محبت کو ترستی رہی اور وہ خود اجیہ نامی سراب کے پیچھے بھاگتا رہا۔

یہی وجہ تھی کہ اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اجیہ سے بدلہ تو خیر ہر حال میں لینا ہی لینا ہے لیکن......

"اجیہ کا صدمہ دل پر لے گئی ہے بے چاری، کل کا دن تو انتہائی نگہداشت میں ہی رکھنے کا کہا ہے ڈاکٹرز نے پھر اس کے بعد اگر طبیعت بہتر ہوگئی یا کچھ بہتری کے آثار نظر آئے تو پرائیویٹ روم میں شفٹ کر دیں گے۔" اماں نے دھیمی آواز میں ساری صورت حال اس کے گوش گزار کی۔

"حنین بے چاری کا رونا تو مجھ سے دیکھا نہیں جا رہا تھا ابھی تھوڑی دیر پہلے بھی بڑی مشکل سے خاموش کرایا ہے میں نے ایک تو ماں کی یہ حالت اور پھر اجیہ...... اماں بات کرتے کرتے رک گئی تھیں وہ اجیہ کا ذکر نہیں کرنا چاہتی تھیں اجیہ نے ان کا ہی نہیں غزنی کا بھی دل دکھایا تھا ان کی عزت خراب ہوئی تھی لہٰذا اجیہ کی طرف سے ان کا دل انتہائی برا تھا۔ اجیہ نے ان کے اکلوتے اور لاڈلے بیٹے کا بھی دل دکھایا تھا جو کم از کم ان کے لیے نظر انداز کرنا ممکن نہیں تھا۔

غزنی نے بھی اجیہ کا نام سن کر لب بھینچے تھے شرٹ کی جیب میں رکھی اجیہ کی پین کی طرف دھیان گیا تو ایسا ہی لگا جیسے اجیہ نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھا ہو اس کے زیر استعمال رہنے والی اس پین کے ذریعے وہ اجیہ کا لمس محسوس کر سکتا تھا لیکن حقیقت

یہ تھی کہ اب وہ کسی اور کی ہو چکی تھی اسے ٹھکرا کر اسے نظر انداز کر کے اور ساری دنیا کے سامنے تماشہ بنا کر..... لہٰذا پیار محبت اپنی جگہ پر لیکن وہ جیسا کرو گے ویسا بھرو گے کہ اصول پر زندگی گزارتا تھا اگر اسے تماشا بنایا گیا ہے تو پھر جوابی طور پر اب اس کی باری تھی اور وہ اپنی باری نبھانے کے لیے پر عزم تھا۔

''لے آئے رپورٹس؟'' سکندر صاحب نے اسے دیکھا تو قریب چلے آئے۔ حنین بھی ان کے ساتھ ہی تھی غزنی نے بغیر کچھ کہے رپورٹس ان کی طرف بڑھائیں اور دانستہ حنین کی طرف دیکھا، وہ پہلے ہی اس پر نظریں جمائے ہوئے تھی اور یوں حسرت سے اسے دیکھ رہی تھی جیسے غریب کا بچہ شوکیس میں رکھی نت نئی چیزوں کو دیکھتا ہے' غزنی سے نظریں ملیں تو پہلے بے ساختہ سر جھکایا پھر اپنی توجہ سکندر صاحب کی طرف مبذول کی۔

''اب دیکھو یہی رپورٹس ہیں جو گھر میں تھیں مگر پھر بھی اسپتال والوں نے دوبارہ سے سارے ٹیسٹ لیے ہیں اور صرف ان ٹیسٹس کے ہی کل ملا کر دس پندرہ ہزار سے بھی اوپر لگ جائیں گے اور باقی خرچہ الگ۔'' وہ رپورٹس حنین کے حوالے کرتے ہوئے بولے۔

''کوئی بات نہیں دو پیسے لگ بھی جائیں تو خیر ہے بس بھابی کو اللہ زندگی دے اور وہ جلدی سے ٹھیک ہو جائیں۔'' ابا کی بات پر سکندر صاحب کے چہرے کے تاثرات میں بیزاری نمایاں نظر آئی۔

''ہاں بھائی صاحب دعا کریں کہ جلد از جلد ٹھیک ہو جائے ورنہ آج تک کا سارا پیسہ جو ایک ایک پائی کر کے جوڑا ہے اس پر ہی لگ جائیں گے۔'' حنین نے تڑپ کر انہیں دیکھا کہ امی اس وقت زندگی اور موت کی حالت میں ہیں لیکن اس کے باوجود انہیں اپنے روپے پیسے کی فکر ہے۔

''بابا جانی بس ہمیں امی کو اپنے ساتھ رکھنا ہے مکمل صحت مند حالت میں پا کر اور اس کے لیے ہم سے جو کچھ بھی ہو سکا وہ ہم کریں گے۔''

''چلو وہ تو وقت آنے پر دیکھا جائے گا اور میں کب پیچھے ہٹ رہا ہوں بھلا۔'' وہ حنین کی بات پر کھسیانے سے ہو گئے تھے۔

''اللہ رحم کرے اور بھابی کو صحت دے اب میرا خیال ہے کہ رات بہت ہو چکی ہے اس لیے ہمیں بھی چلنا چاہیے۔'' ابا نے پہلے اماں اور پھر غزنی کی طرف دیکھا۔

حنین ان کی دل ہی دل میں شکر گزار تھی کہ اتنا سب کچھ ہو جانے کے بعد بھی وہ تینوں امی کی طبیعت خرابی کا سن کر دوڑے چلے آئے تھے۔

''چلو حنین بیٹا ہم بھی ان کے ساتھ ہی نکلتے ہیں دیکھتے ہیں اگر اس وقت کوئی رکشہ یا ٹیکسی مل جائے تو.....!'' سکندر صاحب بھی ان کے ساتھ ہی چلنے کو تیار ہو گئے تھے جس پر حنین کا تو حیران ہونا لازم تھا ہی لیکن اماں ابا اور غزنی بھی رک کر انہیں دیکھنے لگے۔

''گھر جا رہے ہو تم بھی؟'' ابا نے پوچھا انہیں لگا جیسے شاید انہیں سننے میں کوئی غلطی ہوئی ہے لیکن ایسا نہیں تھا بلکہ ابا نے جو سنا تھا سکندر صاحب نے وہی کچھ کہا تھا۔

''ہاں بھائی صاحب صبح دکان کھولنی ہے جا کر، بندہ خود پاس نہ ہو تو آپ جانتے ہی ہیں ناں کہ یہ ملازم لوگ بالکل بھی ایمان داری سے کام نہیں کرتے۔''

''اور بھابی یہاں اکیلی ہیں؟'' وہ سکندر صاحب کے بھائی تھے لیکن اب تک ان کا رویہ انہیں حیرت میں مبتلا کر رہا تھا کہ آخر وہ اس حالت میں اپنی بیوی کو چھوڑ کر کیسے جا سکتے ہیں۔

''نہیں..... نہیں اکیلی کہاں ہوگی یہ اسپتال کی تمام انتظامیہ ہے ناں یہاں نرسیں ہیں ڈاکٹرز ہیں آخر اتنی زیادہ فیس لیتے ہیں تو مریض کی دیکھ بھال کی ذمہ داری بھی تو پھر ان ہی کی ہے ناں۔''

''اتنا اعتماد ہے تمہیں ان اسپتال والوں پر کہ ان کے حوالے کر کے جا رہے ہو اور وہ بھی ایک ایسے وقت میں جبکہ وہ زندگی اور موت کی کشمکش میں ہے؟''

''لیکن میں اپنا کام بھی تو نہیں چھوڑ سکتا ناں بھائی صاحب، کام کروں گا تو ہی ان دوائیوں اور علاج معالجے کے پیسے دے پاؤں گا۔'' شرمندہ ہوئے بغیر انہوں نے ایک نئی توجیہہ پیش کی۔

''اور ویسے بھی زندگی اور موت تو اللہ کے ہاتھ میں ہے جب موت آنی ہے تو چاہے سارا کنبہ پاس بیٹھا ہو پھر بھی لے جاتی ہے اور اگر سانسیں باقی ہوں تو اوپر سے ٹرین بھی گزر جائے تو خراش تک نہیں آتی۔'' ان کے انداز میں انتہائی لاتعلقی تھی حنین کو سکندر صاحب بہت برے لگے تھے کہ وہ بیوی جو ساری عمر ان کی کڑوی کسیلی برداشت کرتی رہی روکھی سوکھی کھا کر گزارا کیا یہاں تک کہ اس نے کبھی اپنے علاج معالجے اور دوا تک کے لیے ایک پیسہ نہ مانگا اور آج جب ان کو ضرورت ہے تو وہ کس قدر کھٹور پن کا ثبوت دے رہے ہیں۔ حالانکہ انہیں اس حالت میں دیکھ کر تو کوئی اجنبی بھی ان کی مدد کو آ جاتا' سہارا دیتا' خیال رکھتا لیکن ان کے دل میں شاید کوئی پتھر تھا جسے موسموں کے گرم

سرد سے کوئی فرق پڑنے والا نہیں تھا۔
''مطلب کہ آپ گھر جارہے ہیں بابا جانی؟'' حسین نے مایوسی سے پوچھا۔
''ہاں بیٹا میں ہی نہیں بلکہ تم بھی ابھی میرے ساتھ چلو، ڈاکٹرز اور نرسوں کو کہہ دیتا ہوں کہ ہم صبح آئیں گے تب تک وہ خاص دھیان رکھیں کیونکہ پتا ہے ناں کہ......''
ابا اور اماں نے افسوس سے سکندر صاحب کو دیکھا غزنی کو بھی ان کا یہ انداز بالکل نہیں بھایا تھا مگر یہ معاملہ خالصتاً ان کے گھر کا اور ذاتی تھا اس لیے محض خاموشی سے سننے پر اکتفا کیا۔
''ٹھیک ہے بابا جانی، آپ جائیے لیکن میں امی کو اس حالت میں اکیلا چھوڑ کر نہیں جاسکتی۔''
''نہیں جاسکتی کیا مطلب؟'' سکندر صاحب کو اس سے یہ امید نہیں تھی کہ وہ ان کے سامنے ان کے کسی بھی ارادے کے مخالف بات کرے گی۔
''مطلب یہ کہ میں ان کے پاس یہیں رہوں گی جب تک کہ وہ ٹھیک نہیں ہوجاتیں۔''
''لیکن میں اتنے آدمیوں کے بیچ تمہیں کیسے اکیلا چھوڑ کر جاسکتا ہوں۔'' ان کی بات کے جواب میں حسین خاموش رہی لیکن فیصلہ وہ کرچکی تھی کہ وہ کسی بھی صورت میں امی کو یہاں اکیلا چھوڑ کر گھر نہیں جائے گی اور اس کے اس فیصلے کو اماں ابا نے دل ہی دل میں بے حد سراہا بھی تھا۔
''پتا بھی ہے ناں تمہیں کہ آج کل ہر جگہ کتنے برے حالات چل رہے ہیں اور پھر اگر کوئی لڑکی وہ بھی اکیلی تو بس اللہ کی پناہ کیوں بھائی صاحب یہ کچھ بھی کہتی رہے لیکن میں اسے ہرگز یہاں اکیلا نہیں رہنے دوں گا۔''
''حسین بالکل ٹھیک کہہ رہی ہے چچا جان۔'' غزنی کی آواز پر حسین نے احسان مندانہ انداز میں اسے دیکھا۔
''اس حالت میں ان کے پاس ضرور کسی کو موجود ہونا چاہیے اور اگر مسئلہ صرف حسین کے اکیلے رہنے کا ہے تو میں حسین کے ساتھ اسپتال میں ہی رک جاتا ہوں۔'' غزنی نے صرف بات ہی نہیں کی تھی بلکہ مسئلے کا حل بھی پیش کردیا تھا جس کے بعد اب سکندر صاحب کے پاس کوئی ایسی وجہ نہیں تھی کہ جس کو بنیاد بنا کر وہ حسین کو یہاں رات ٹھہرنے پر منع کرتے۔
''بہت بہت شکریہ غزنی بیٹے...... آج کے اتنے بڑے واقعے کے بعد بھی تم جس بڑے ظرف کا مظاہرہ کررہے ہو تو یقین کرو تمہارے اس رویے نے تو مجھے تمہارا غلام بنادیا ہے اور تمہاری کسی بات کے جواب میں اختلاف کرنا یا تمہاری کسی بات کی نفی کرنا میں خود پر حرام سمجھتا ہوں۔'' سکندر صاحب نے ذرا سا جھک کر غزنی کے ہاتھ تھامے جنہیں غزنی نے سرد مہری سے مگر غیر محسوس طریقے سے تھامنے سے گریز کیا۔ اپنا ساتھ دینے پر حسین نے انتہائی شکر گزاری سے غزنی کو دیکھا۔
''تھینکیو سو مچ غزنی۔''
''کوئی تھینکس ونکس نہیں خوامخواہ جذباتی نہ ہوجایا کرو۔'' غزنی نے اسی نارمل انداز میں بات کی جیسے پہلے کیا کرتا تھا پھر ابا سے مخاطب ہوا۔
''رات بہت ہوگئی ہے آپ لوگ اب بے شک گھر جائیں اگر چچی کو ہوش آگیا تو میں فوراً آپ کو فون کرکے بتادوں گا۔''
سکندر صاحب سے کوئی بھی بات نہیں کررہا تھا مگر وہ خود ہی بولے ان کا خیال تھا کہ غزنی کی موٹر سائیکل مل جائے، لیکن ظاہر ہے کہ خود سے نہیں کہہ پارہے تھے اور دوسری موٹر سائیکل پر تو اماں اور ابا کے بیٹھنے کے بعد اتنی جگہ ہی نہ بچتی کہ انہیں بھی کسی طور لفٹ دی جاسکتی۔
اماں اور ابا نے جاتے ہوئے حسین کے سر پر ہاتھ رکھا، اماں نے گلے بھی لگایا اور تسلی دے کر پریشان نہ ہونے کو کہا سکندر صاحب نے بھی اللہ حافظ کہا چچی کو دی اور ان کے ساتھ ہی باہر نکل آئے ابا کے پاس موٹر سائیکل تھی اس لیے چاہتے بھی تو ان کو لفٹ نہیں دے سکتے تھے، لہٰذا پارکنگ ایریا تک تینوں اکٹھے ہی آئے رستے میں سکندر صاحب نے ایک بار پھر آج کے واقعے کے معافی تلافی کرنا چاہی تو ابا نے انہیں یہ کہہ کر خاموش کرادیا۔
''ہم اگر آج اس وقت اسپتال آئے ہیں تو سب کچھ بھلا کر اور اس وقت یوں آنے کا سارا کریڈٹ صرف اور صرف غزنی کو جاتا ہے، جس نے اتنا سب کچھ ہونے کے بعد بھی ہمیں تم سے ملنے پر نہ روکا نہ اعتراض کیا بلکہ خود ہمیں یہاں تک لایا اس لیے گو کہ پہلی والی تعلق داری تو اب نہ نبھ سکے گی لیکن جہاں تک غزنی کی رضا مندی ہوئی تو ہم ملتے رہیں گے۔'' اور سکندر صاحب کے لیے تو یہ بھی غنیمت تھا کہ کبھی کبھار ہی سہی لیکن کم از کم یہ رابطہ تو بحال رہے اسی لیے انہیں اللہ حافظ کہا اور اسپتال کے احاطے سے نکل کر فٹ پاتھ پر چلنے لگے۔
کراچی جیسے شہر میں رات کا یہ وقت ایسا ہرگز نہ تھا کہ انہیں کوئی سواری نہ مل پاتی لیکن مسئلہ یہ تھا کہ جو بھی سواری گزرتی وہ مکمل بھری ہوئی یا پھر دوسرے روٹ کی ہوتی فٹ پاتھ کے کنارے کنارے چلتے وہ آج کے واقعات کے بارے میں جتنا سوچتے جاتے اجیہ کے خلاف ان کے دل میں نفرت اسی قدر

بڑھتی جاتی جو ساری دنیا میں ان کی عزت کا جنازہ نکال کر خود جاچکی تھی اور گو کہ ابھی ان کے محلے میں یہ بات کسی کو معلوم نہ تھی لیکن آخر کب تک؟ کچھ ہی دنوں میں یہ بات پھیلتی ہوئی ان کے گھر کی چوکھٹ پر آ رکے گی تو وہ آخر سب کو کیا منہ دکھائیں گے؟ اجیہ کو سوچتے ہوئے یکبارگی ان کا ذہن کئی برس پیچھے چلا گیا جب اسی اجیہ کی خالہ اور ان کی محبت بھی یونہی خاموشی سے اپنے گھر سے غائب ہوگئی تھی' یہ سب یاد آتے ہی انتقام کی وہ آگ جواب تک ان کے سینے میں جل رہی تھی ایک بار پھر بھڑکنے لگی' ایسا نہیں تھا کہ وہ یہ سب بھول گئے تھے بلکہ وہ اب تک ان سے انتقام لینے کے طریقوں پر غور کیا کرتے اور یہی وجہ تھی کہ ان کے زخم آج تک نہیں بھرے تھے اور اس پر اجیہ کی طرف سے یہ نیا کارنامہ.....

اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ سوچتے انہیں اس وقت اپنی آنکھوں پر اعتبار ہی نہ آیا جب انہوں نے سامنے سے آتی گاڑی میں فرنٹ سیٹ پر بیٹھے کسی لڑکے کے ساتھ اجیہ کو دیکھا اور انہیں لحہ بھر میں یاد آگیا کہ یہ وہی لڑکا ہے جو اجیہ کی منگنی کے دن کتابیں دینے آیا تھا۔ وہ جلدی سے اس گاڑی کی طرف لپکے لیکن تب تک گاڑی ان کے سامنے سے گزر چکی تھی وہ تو بڑی بات ہے کہ ان کا دماغ درست کام کر رہا تھا لہٰذا برق رفتاری سے انہوں نے گاڑی کا نمبر ذہن نشین کیا اور پھر وہیں کھڑے کھڑے اسے اپنے موبائل میں محفوظ کرلیا اب اگلا قدم اٹھانا انتہائی آسان تھا اور اسی گاڑی کے نمبر سے وہ اجیہ کو بازیاب کرا کر گھر لاسکتے تھے اور گھر لا کر پھر یہ ان کے اختیار میں ہوتا کہ وہ اس کے ساتھ کیا سلوک کرتے کیونکہ وہ دنیا کو دکھا دینا چاہتے تھے کہ وہ ایک غیرت مند باپ ہیں سو اس کے لیے سب سے پہلے انہیں پولیس اسٹیشن جا کر اجیہ کی گمشدگی کی رپورٹ لکھوانا تھی اور اس میں بطور معاون ثبوت کے طور پر گاڑی کا نمبر بھی درج کرانا تھا۔

❀......❀......❀

جب جی چاہے آ جانا
دل کی بات سنا جانا
میں سب باتیں سن لوں گا
اور تمہاری آنکھوں کے
سارے تارے چن لوں گا

حنین اور غزنی امی کے کمرے کے باہر بیٹھے تھے اور حنین کی آنکھوں سے بہتے لگاتار آنسو غزنی کو بھی پریشان کررہے تھے۔
''دیکھو پلیز حنین اب بس کردو..... چچی جان ان شاء اللہ بہت جلد ٹھیک ہوجائیں گی تم پلیز خود کو سنبھالو اور اگر تم نے اب بھی رونا بند نہ کیا تو پھر میں بھی ابھی اور اسی وقت یہاں سے چلا جاؤں گا پھر پتا ہے ناں تم کو بھی گھر جانا پڑے گا۔'' اور واقعی غزنی کی دھمکی کارگر ثابت ہوئی کہ حنین نے فوراً ہی آنسو پونچھ لیے۔

''تم بہت اچھے ہو غزنی..... واقعی تم بہت اچھے ہو' تم جیسا کوئی نہیں ہوسکتا' کبھی بھی نہیں۔'' بھیگی آواز میں حنین نے اعتراف کیا۔

غزنی کی یوں تعریفیں کرکے وہ پہلے بھی اسے سراہتی رہتی تھی جس پر وہ بھی اس کی تعریفیں کرتا تھا لیکن تب بات ذرا مختلف اس لیے تھی کہ وہ نہیں جانتا تھا کہ حنین اس کے لیے اپنے دل میں کیا جذبات رکھتی ہے بلکہ وہ یہی سمجھتا کہ وہ ایک دوست کی حیثیت سے اور کزن خیال کرتے ہوئے اس طرح کی باتیں کرتی ہے لیکن حقیقت ذرا مختلف روپ میں سامنے آئی تو وہ حیران ہوا اور اسے یہ معصوم لڑکی بہت پیاری لگنے لگی۔

''تم بھی بہت اچھی ہو حنین' دنیا کی سب لڑکیوں سے زیادہ اچھی۔'' غزنی نے مسکراتے ہوئے کہا تو حنین کا بے اختیار دل چاہا کہ وہ اس سے پوچھے کہ کیا میں واقعی دنیا کی سب لڑکیوں سے زیادہ اچھی ہوں' کیا اجیہ سے بھی زیادہ اچھی..... لیکن وہ خاموش ہوگئی اور چپ چاپ نگاہ اپنی ہتھیلیوں پر نظر جمادی جن پر اب تک اس کے صاف کیے آنسو تھے......!

''آئی ایم سوری غزنی.....'' اسی انداز میں بیٹھے بیٹھے حنین نے غزنی کو مخاطب کیا تو اپنی بات کے جواب اس کا معذرت خواہانہ رویہ غزنی کو بڑا عجیب سا لگا۔
''سوری' لیکن کس لیے؟''
''آج جو کچھ بھی ہوا شاید نہیں ہونا چاہیے تھا۔''
''ہم......!'' غزنی نے بغیر کچھ کہے گہری سانس لی۔
''میں جانتی ہوں کہ تم اجیہ سے بہت پیار کرتے ہو' تائی اماں بھی شروع سے ہی اسے بہو بنانے کے خواب دیکھتی آئی ہیں لیکن ہمیشہ وہی کچھ تو نہیں ہوتا ناں جو ہم نے چاہا ہوتا ہے اور ضروری بھی نہیں کہ جو ہم چاہتے ہیں وہ بہتر بھی ہو لیکن ہاں جو بھی اللہ کرتا ہے وہ ہمارے لیے بہترین ہی ہوتا ہے' بس یہ کہ ہم سمجھ نہیں پاتے اور وقتی طور پر پریشان ہوجاتے ہیں۔''
''بہت بڑی بڑی باتیں کررہی ہو آج تو..... بالکل بڑوں جیسی۔'' غزنی نے کہا۔
وہ دیکھ رہا تھا کہ اپنے دل کا ٹوٹنا بڑی خوب صورتی سے چھپا کر بھی وہ اس کی ہی دل جوئی کررہی تھی حالانکہ ان دونوں کے احساسات کم و بیش ایک ہی تو تھے وہ دونوں ایک ہی رستے سے

واپس لوٹائے گئے تھے اور وہ بھی اس وقت جب وہ عین منزل کے قریب تھے۔

''وقت بڑا بنا دیتا ہے انسان کو اور کبھی تو اس وقت کے ہاتھوں اچھا بھلا ہنستا مسکراتا بندہ بھی یوں حواس باختہ ہوجاتا ہے کہ اپنی مسکراہٹ سب بھول کر بس اسی کوشش میں لگا رہتا ہے کہ بس کسی طور اس کی آنکھوں میں آنے والے آنسو دنیا والوں سے مخفی رہ سکیں، کبھی کبھار حالات اتنی زور کی ٹھوکر مارتے ہیں کہ بندہ منہ کے بل گر جاتا ہے اب یہ اس کی قسمت ہے کہ وہ سجدے میں گرتا ہے یا کسی گڑھے میں۔'' وہ اپنی رو میں بولتی ہی چلی گئی۔

''پریشان ہوناں؟'' غزنی نے اسے دیکھا ہر وقت کی شوخ وچنچل اور چلبلی سی حنین اس وقت رو نہیں رہی تھی لیکن اسے دیکھ کر لگتا جیسے ابھی رونے لگ جائے گی۔ غزنی کے سوال کے جواب میں اس نے ہاں میں گردن ہلائی۔

''کیوں پریشان ہو؟''

''کیوں کہ تم پریشان ہو۔''

''میں تو بالکل بھی پریشان نہیں ہوں دیکھ لو ویسا کا ویسا ہوں پہلے جیسا۔''

''کچھ بھی تو پہلے جیسا نہیں رہاناں غزنی میں، تم، گھر، گھر کے حالات اور گھر والے کچھ بھی ویسا نہیں ہے۔''

''چلو مان لیا کہ کچھ بھی پہلے جیسا نہیں رہا لیکن ہماری دوستی تو ہے ناں؟ ہی پہلے جیسی......!''

غزنی کے کہنے پر اس نے گردن موڑ کر غزنی کو دیکھا اور پھر سر جھکا لیا غزنی کی شخصیت ہمیشہ اسے اپنی طرف کھینچتے ہوئے محسوس ہوتی اس مرتبہ وہ خاموش تھی۔

''شادی کا کیا ہے آج نہیں ہوسکی تو کل ہوجائے گی اجیہ سے نہیں ہوئی تو کسی اور سے ہوجائے گی تم اس بارے میں خوامخواہ پریشان نہ ہو۔''

''آئی ایم سوری غزنی...... کاش میں تمہارے لیے کچھ کرسکتی...... لیکن...... میرے اختیار میں ایسا کچھ نہیں تھا کہ میں تمہارے دل کی خواہش پوری ہونے میں کچھ مدد کرپاتی اور تمہاری پریشانی کا سوچ کر جو دل پریشان ہے تو بس کچھ عجیب ہی حال ہے اور صرف یہی نہیں بلکہ اجیہ کے یوں رخصت ہونے پر بھی دل کو سکون نہیں کتنا سوچا تھا میں نے کہ جب بھی اجیہ کی شادی ہوگی میں کیا کچھ کروں گی اور پھر اسی کی یہ حالت...... کوئی ایک پریشانی ہو تو میں اس کے بارے میں سوچوں بھی میرا تو لگتا ہے کہ بس دماغ پھٹ جائے گا یہ ٹینشنز اور پریشانیاں تو میرے لیے بالکل اجنبی ہیں، اجیہ نے کبھی مجھ تک کوئی پریشانی آنے ہی نہیں دی تھی، ہمیشہ ڈھال بن جاتی تھی میرے سامنے اور اب یوں ایک دم ایک ساتھ ہی سب نے مجھ پر دھاوا بول دیا ہے کہ مجھے لگتا ہے جیسے ٹینشنز کو بھی خبر ہوگئی ہے کہ اجیہ چلی گئی ہے اور اب میری پریشانیاں خود پر جھیلنے والا کوئی بھی نہیں ہے۔'' بے انتہا ضبط کے باوجود وہ بلآخر رونے لگی۔

اجیہ کے نام پر خود غزنی کے دل کی حالت عجیب تھی آج اس کی شادی کی رات تھی اور اس نے کیا کچھ نہیں سوچا تھا آج کی رات کے لیے کتنی دفعہ ذہن میں وہ سب باتیں ترتیب دی تھیں جو اس نے اجیہ سے کرنی تھیں اسے رونمائی میں دینے والا تحفہ کتنی دیر لگا کر پسند کیا تھا لیکن آج کے طلوع ہوتے سورج نے زندگی کو ایک دم ہی نئے موڑ پر لا کھڑا کیا تھا۔

''حنین...... کیا میرے ہوتے ہوئے بھی تم سمجھتی ہو کہ تمہاری پریشانیاں خود پر جھیلنے والا کوئی نہیں ہے۔'' غزنی کے سوال پر حنین خاموشی سے بے آواز روتی ہی رہی۔

''تم جانتی ہوناں کہ آج کے واقعے کے بعد اصولی طور پر ہمیں تم لوگوں سے تمام تعلقات ختم کردینے چاہیں تھے، رابطہ تک نہیں رکھنا چاہیے تھا کیونکہ ہمیں دھتکارا گیا ہے، مسترد کیا گیا ہے، ہم پر کسی اور کو فوقیت دی گئی لیکن اس کے باوجود بھی جب تم نے فون پر چچی جان کی طبیعت خرابی کا بتایا تو ہم بھاگتے ہوئے اسی وقت کیوں آن پہنچے؟ میں خود اماں اور ابا کو اپنی رضا مندی اور خوشی سے یہاں اسپتال کیوں لایا، جانتی ہو؟'' غزنی اس کا جواب سننا چاہتا تھا مگر وہ خاموشی سے قطرہ قطرہ آنسو بہاتی رہی۔

غزنی کے کہنے پر حنین نے اسے دیکھ کر نفی میں گردن ہلائی۔

''صرف اس لیے کہ میں تمہیں نہیں کھونا چاہتا تھا میں تمہاری اور اپنی دوستی کو برقرار رکھنا چاہتا تھا میں نہیں چاہتا تھا کہ کسی تیسرے کی وجہ سے ہم دونوں کو ایک دوسرے کو چھوڑنا پڑے۔ تم اور تمہاری دوستی میرے لیے بہت اہم ہے جسے کبھی بھی چھوڑنے کا میں تصور نہیں کرسکتا یہ سچ ہے کہ میں اس گھر میں اجیہ کو دیکھنے اور اس سے بات کرنے کی آس میں آتا تھا لیکن جو اپنائیت مجھے ملی وہ صرف اور صرف تم سے۔ اجیہ تو مجھے کبھی نظر بھر کر دیکھتی بھی نہیں تھی اور شاید یہی وجہ تھی کہ میں اس کی طرف ہمیشہ پہلے سے زیادہ بے قرار ہوکر بڑھتا تو ضرور لیکن جواب میں، میں نے ہمیشہ اس کی بے اعتنائی ہی جھیلی، جب بھی وہ مجھ پر غصہ کرتی تم مسکراتے ہوئے ملتیں اور یونہی ادھر ادھر کی باتیں کرکے میرا دل بہلانے کی کوشش کرتیں، میں جانتا تھا کہ تم صرف اور صرف اجیہ کے رویے کا ازالہ کرنا چاہ رہی ہو، لیکن

حقیقت کیا تھی یہ تو مجھے بہت بعد میں پتا چلی کہ تم......!''

''کہ میں......؟'' حنین نے اس کی بات پر چونک کر سر اٹھایا وہ حقیقت کھل جانے کے ڈر سے ایک دم گھبرا گئی تھی اور اس کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر غزنی نے بات بدل کر اس کا بھرم رکھ لیا۔

''یہی کہ تم یہ سب اس لیے کرتی تھیں کیونکہ تم مجھے اپنا سب سے اچھا دوست سمجھتی تھیں تو پھر بھلا بتاؤ کہ اب جبکہ تمہیں کسی دوست کی ضرورت ہے تو میرے علاوہ اگر کوئی بھی آگے بڑھ کر تمہاری ڈھارس بندھائے، تمہیں حوصلہ دے تو پھر تف ہے میرے جیسے دوست پہ کہ نہیں؟''

''تم بہت اچھے ہو غزنی لیکن پلیز اجیہ کے لیے اپنے دل میں کچھ بھی برا مت رکھنا یہ میری تم سے التجا ہے۔''

''تم فکر نہ کرو۔'' غزنی نے یہ الفاظ صرف زبان سے ادا کیے تھے کیونکہ اس کے دل میں اجیہ سے انتقام لینے کی جو آگ بھڑک رہی تھی وہ نہ تو بجھ سکتی تھی اور نہ ہی غزنی اسے بجھانا چاہتا تھا اس وقت تک جب تک کہ وہ خود اپنے سامنے اجیہ کو اتنا ہی بے بس اور مجبور نہ دیکھ لے جتنا آج اس کے گھر سے بھاگ جانے کی خبر سن کر اس نے خود کو محسوس کیا تھا۔

''اور جہاں تک شادی کی بات ہے تو بس اللہ جلدی سے امی کو ٹھیک کردے تو دیکھنا میں خود تمہارے لیے لڑکی ڈھونڈوں گی اور لڑکی بھی ایسی جسے پا کر تم سب کچھ بھول جاؤ گے۔'' غزنی نے کندھے اچکاتے ہوئے حنین کو دیکھا جو اس کی شادی کی بات کرتے ہوئے اپنے الفاظ اور تاثرات کے درمیان معلق سی محسوس ہوئی البتہ وہ خود ابھی اس معاملے میں کچھ کہنے سے اجتناب برت رہا تھا۔

غزنی نے کمرے سے نکلتی نرسوں کو دیکھ کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا حنین بے تابی سے ان کی طرف لپکی انہوں نے امی کے پاس جانے کی اجازت تو دے دی تھی لیکن ہنوز وہ ہوش میں نہیں تھیں اور بے ہوشی کا تسلسل توڑنے کے لیے ڈاکٹرز اپنی سی کوشش جاری رکھے ہوئے تھے۔

❁......❁......❁

میرے دل میرے مسافر
ہوا پھر سے حکم صادر
کہ وطن بدر ہوں ہم تم
دیں گلی گلی صدائیں
کریں رخ نگر نگر کا
کہ سراغ کوئی پائیں
کسی یار نامہ بر کا
ہر اک اجنبی سے پوچھیں
جو پتا تھا اپنے گھر کا
سر کوئے ناشنایاں
ہمیں دن سے رات کرنا
کبھی اس سے بات کرنا
کبھی اس سے بات کرنا
تمہیں کیا کہوں کہ کیا ہے
شب غم بری بلا ہے
ہمیں یہ بھی تھا غنیمت
جو کوئی شمار ہوتا
ہمیں کیا برا تھا مرنا
اگر ایک بار ہوتا

لیکن اجیہ کی قسمت میں شاید وطن بدر ہونا ہی لکھ دیا گیا تھا لہٰذا وہ اربش کی تقلید میں وہ گھر چھوڑ آئی جو اس کے خوابوں کی تعبیر تھا اور جس میں اربش کے ساتھ زندگی گزارنے کے بارے میں اس نے اس دن ڈھیر سارا سوچ لیا تھا جب قرآن خوانی میں آئی تھی اور اربش کی تصویر دیکھ کر اس پر انکشاف ہوا تھا کہ یہ محل نما گھر اربش کا ہے وہی اربش جو صرف اس سے بات کرنے اور دیکھنے کے لیے اس کی منتیں کرتا ہے۔

وہ اپنی ماں کے سامنے ایک جائز بات پر کھڑا ہوا تھا، اس کی خاطر یہ احساس اتنا خوش کن تھا کہ گھر سے نکلتے ہوئے بھی وہ خود کو ہواؤں میں اڑتا محسوس کررہی تھی کہ کوئی ہے جو اسے پانے کی خاطر تمام دنیا سے ٹکر لے سکتا ہے کوئی ہے جو ساری دنیا کے مقابلے میں صرف اور صرف اسے چاہتا ہے۔ اور اربش باہر کار پورچ تک ایک ہاتھ میں اٹیچی اور دوسرے میں اس کا ہاتھ تھامے آیا اور دانستہ گردن موڑ کر دیکھتا رہا کہ شاید ممی اسے روک لیں یا ہوسکتا ہے وہ بوا کو بھیجیں ممی کی مرضی کے بغیر وہ جانتا تھا کہ بوا خود کبھی بھی باہر نہیں آئیں گی۔ لیکن ایسا کچھ نہیں ہوا۔ نہ تو بوا باہر بھیجی گئیں اور نہ ہی ممی خود باہر آئیں۔

اربش کا دل بہت خراب ہوا......اسے ممی سے قطعی یہ امید نہیں تھی لیکن وہ یہ سب کچھ اجیہ کے سامنے ظاہر کرکے اسے مزید پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا لہٰذا خود اس کے لیے گاڑی کا فرنٹ ڈور کھولا اور اس کے بیٹھ جانے کا انتظار کرکے دروازہ بند کیا اور ڈگی میں اٹیچی رکھ کر گاڑی گیٹ سے باہر لے گیا اس لمحے بھی اس کی نظر بار بار ممی اور اپنے بیڈ روم کی کھڑکیوں پر پڑتی کہ ہوسکتا ہے ممی نیچے نہ آسکی ہوں اور اب کھڑکی کھول کر

اسے آواز دے لیں ہاتھ کے اشارے سے بلالیں یا صرف دیکھ ہی لیں، لیکن ایسا بھی کچھ نہیں ہوا اور وہ گاڑی لے کر مین روڈ تک آ گیا۔

"میری وجہ سے تمہاری زندگی مشکلات میں گھر گئی ہے اربش۔" اجیہ کو شرمندگی ہو رہی تھی۔

"اور اگر یہی کچھ میں کہوں تو؟" اربش مسکرایا۔

"تو یہ غلط ہوگا کیونکہ تم نے تو مجھے سب مشکلات سے باہر نکالا ہے...... اگر تم نہ ہوتے تو آج شاید میں کوئی انتہائی قدم اٹھا لیتی۔"

"یہ بھی ایک انتہائی قدم ہے اجیہ جو تم نے میرے ساتھ آ کر اٹھایا اور تم نے اور آنٹی نے مجھ پر جو اعتماد کیا ہے میں چاہوں گا کہ وہ ہمیشہ قائم رہے تمہیں یا آنٹی کو کبھی بھی اس فیصلے کی وجہ سے پچھتانا نہ پڑے، میں اب تک اپنے وعدے پر قائم ہوں اور تمہیں زندگی کی ہر وہ سہولت اور آسائش دوں گا جس کے بارے میں تم نے کبھی سوچا ہوگا' بس مجھے تمہارا ساتھ چاہیے تم میری ساتھ ہوئیں تو میں ساری دنیا سے لڑ جاؤں گا یاد رکھنا اجیہ......!" اربش نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھا۔

"اب میرا جینا' مرنا صرف اور صرف تمہارے ساتھ اور تمہارے لیے ہے۔" اجیہ نے مسکراتے ہوئے اسے اپنی محبت کا یقین دلانے کی کوشش کی تھی اس دوران اربش نے فٹ پاتھ پر آہستگی سے چلتے سکندر صاحب کو دیکھا اور جان بوجھ کر گاڑی کی اسپیڈ بڑھا دی' طے یہ پایا تھا کہ آج کی رات کسی بہترین ہوٹل میں گزارنے کے بعد صبح کسی لگژری اپارٹمنٹ کی تلاش کی جائے گی اور جب تک کوئی خوب صورت سا اپارٹمنٹ' بہترین لوکیشن پر نہ ملے تب تک ہوٹل میں ہی رکنے پر اکتفا کیا جائے۔

یوں بھی اربش کے والٹ میں اس وقت خاطر خواہ رقم تو تھی ہی ساتھ اے ٹی ایم اور کریڈٹ کارڈز بھی موجود تھے لہٰذا جب چاہتا اور جتنی رقم کا جی چاہتا وہ آسانی سے خرچ کرسکتا تھا لیکن سب سے مشکل مرحلہ تو یہ تھا کہ اجیہ اب تک دلہن کے لباس میں تھی اور گھر سے نکلتے وقت یہ بات تو ذہن میں ہی نہیں رہی تھی کہ اب ان حالات میں جانے کہاں قیام کرنا پڑے لہٰذا لباس تبدیل کرلیا جائے اور اب مشکل یہ تھی کہ وہ لوگوں کے کسی بھی سوال کا جواب دینا نہیں چاہتے تھے اور اسی مسئلے کے حل کے طور پر ایک مہنگے ہوٹل کا انتخاب کیا گیا جہاں صرف اور صرف پیسے لینے اور سہولیات دینے تک کا معاملہ تھا' محلے کی عورتوں کی طرح نظر جما کر بس دیکھتے رہنے اور بال کی کھال اتارتے سوال پوچھنے کا سلسلہ ہرگز نہ تھا۔ لہٰذا گاڑی پارکنگ ایریا میں کھڑی کر کے اٹیچی لیے وہ دونوں ہوٹل کے ریسپشن پر پہنچے جہاں بنی سنوری لڑکی نے سب سے پہلے تو ان دونوں کو انداز سے ہی شادی کی مبارک باد دیتے ہوئے اربش کے کہنے پر ایک بیڈ روم ہفتے بھر کے لیے ان کے نام پر الاٹ کردیا۔ اتنے بڑے ہوٹل کو اندر داخل ہو کر دیکھنے کا اتفاق آج پہلی بار اجیہ کو ہوا تھا اس لیے اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئی تھیں لیکن اپنی حیرت کو اس نے اربش پر قطعاً ظاہر ہونے نہیں دیا تھا۔

ویٹر ان کا اٹیچی کیس لیے ساتھ تھا جب کہ اربش نے اس کا ہاتھ تھام رکھا تھا' کمرہ اوپر کی منزل پر تھا لہٰذا ویٹر نے اپنی پیشہ وارانہ تعلیم کے پیش نظر ان دونوں کو لفٹ میں پرائیویسی مہیا کرتے ہوئے دوسری لفٹ کا انتخاب کیا اور عین ان کے کمرے کے دروازے کے سامنے کھڑے ہو کر پہلے سے غیر مقفل شدہ کمرے کی چابی اربش کو دے کر شب بخیر کہا۔

اب کمرے میں اربش تھا اور اجیہ...... آج کے تھکا دینے والے اور اعصاب شکن دن کے بعد اب دونوں نے تمام پریشانیاں اور آنے والے کل کے وسوسے بالائے طاق رکھتے ہوئے وعدہ کیا تھا کہ خوشی ہو یا غم لیکن آج کے بعد اب ان دونوں کو یک جان دو قالب ہو کر ایسے رہنا ہے کہ دنیا کی کوئی بھی چیز اور کوئی بھی رشتہ انہیں ایک دوسرے سے جدا تو دور بلکہ خفا تک نہ کرسکے اور محبت و پیار کا جو اٹوٹ تعلق آج سے وجود میں آیا ہے یہ ہمیشہ کے لیے امر ہو جائے۔

❁......❁......❁

جب سے اسکول کی بنیاد رکھی گئی تھی تب سے لے کر اب تک بہت خال خال ہی ایسا ہوتا کہ ممی کو اسکول سے چھٹی کرنا پڑتی کیونکہ اسکول ان کے لیے کاروبار نہیں ایک جنون اور ایک مقصد حیات بن چکا تھا۔ گھر کے تمام امور کی انجام دہی کے لیے بوا دستیاب تھیں اور باہر کے اسکول سے متعلقہ کام جو انتظامی امور کے متعلق ہوتے انہیں اربش ہینڈل کرلیا کرتا لہٰذا وہ ہوتیں اور اسکول۔ کبھی طبیعت خراب بھی ہوتی تو بھی اسکول پہنچ ہی جاتیں' چاہے وہاں بس بیٹھنے پر ہی اکتفا کیوں نہ کریں لیکن گھر بیٹھ کر انہیں سکون نہ ملتا مگر آج وہ گھر پر ہی تھیں ان کا دل ہی نہیں چاہ رہا تھا کہ اسکول تو ایک طرف وہ اپنے بیڈ روم سے بھی باہر نکلیں۔ بوا خود بھی کافی ڈپریس تھیں اور انہیں بھی بہت سمجھایا بلکہ دبے لفظوں میں جوان بیٹے کی ہاں میں ہاں ملانے کی بھی تاکید کی۔ انہیں بتایا کہ اس طرح معاملات مکمل طور پر ان کے ہاتھ سے نکل جائیں گے' بیٹا باغی ہو گیا تو ایسا نہ کرے کہ وہ خالی ہاتھ رہ جائیں مگر وہ کچھ بھی سننے کو تیار نہ تھیں

سوائے اس کے کہ اجیہ نے انتہائی مکاری سے اربش کو ان سے چھین لیا ہے اور اب وہ ان کا ایک ایک روپیہ تک ہتھیا کر ہر چیز پر قابض ہو جائے گی۔ بہت اصرار کے باوجود انہوں نے ناشتا بھی کرنے سے انکار کر دیا تھا کہ اسی دوران صبح ہی صبح گیٹ پر ہونے والی بیل نے ان دونوں کو چونکا دیا۔

''اربش آیا ہوگا۔'' ممی ایک جھٹکے سے بیڈ سے نیچے اتریں۔

''یا اللہ تیرا شکر ہے۔'' بوا نے بھی گہری سانس لی اور فوراً باہر کی طرف لپکیں' ممی نے اپنے بیڈروم ہی سے بٹن دبا کر باہر گیٹ کا تالا کھولا۔ گھر کا اندرونی دروازہ کھولنے کے لیے بوا نیچے جا چکی تھیں اور ممی کی خوشی دیدنی تھی کہ ان کی ممتا جیت گئی۔

انہیں یقین تھا کہ اربش ان کے بغیر انہیں ناراض کر کے ایک دن بھی نہیں گزار سکتا' محبت کیسی بھی ہو لیکن ماں کی محبت کے مقابلے پر نہیں آ سکتی' یہ ان کی سوچ تھی۔ فوراً سے دل تو چاہا کہ کھڑکی سے دیکھیں کہ وہ اکیلا آیا ہے یا پھر اجیہ کے ساتھ ہے لیکن پھر خود پر ضبط کیا کیونکہ ان کا ارادہ کچھ غصہ دکھانے کا تھا۔ اسے سمجھانے کا تھا کہ وہ استعمال کیا جا رہا ہے لیکن ساتھ اگر اجیہ بھی ہوئی تو ان کا ردعمل مختلف ہوتا اس بات کے لیے وہ خود کو ذہنی طور پر تیار کر چکی تھیں۔ لیکن بہرحال جو بھی تھا' وہ اس بات پر بے حد خوش اور نازاں تھیں کہ اربش صبح ہوتے ہی ان کے پاس آن پہنچا تھا اور انہوں نے ارادہ کیا تھا کہ اگر صبح کا بھولا شام کو لوٹ آئے تو وہ اسے بھولا ہرگز نہیں کہیں گی۔ بوا کے ساتھ شرمین کو اندر آتے دیکھا تو لگا جیسے ان کا دل کسی گہری پاتال میں جا گرا ہو۔

''شرمین یہ گیٹ پر ابھی تم نے بیل دی تھی؟'' ممی نے آہستگی سے بیڈ پر بیٹھتے ہوئے پہلے بوا کو اور پھر شرمین کو دیکھا جس پر بوا نے لب بھینچ کر اثبات میں سر ہلایا۔

''ممی...... میں نے ساری رات کس قدر بے چینی گزاری ہے یہ میں آپ کو کیا بتاؤں۔'' شرمین نے قریب آ کر بیڈ پر بیٹھتے ہوئے ان کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے۔

''میرا بس نہیں چل رہا تھا کہ رات کے اسی پہر جب میری آپ سے بات ہوئی تھی میں اڑ کر آپ کے پاس پہنچتی' آپ کا دل بہلاتی اور کسی طریقے سے آپ کو پُرسکون کرنے کی کوشش کرتی۔''

''تم اب بھی اتنی صبح آ گئی ہو یہی بہت بڑی بات ہے ورنہ آج کل تو اپنا خون سفید ہو چکا ہے تو کسی اور سے کیا امید لگائی جائے۔'' ان کے لہجے کی مایوسی انتہاؤں کو چھو رہی تھی' وہ جو اربش کی آس لگائے بیٹھی تھیں' اسے نہ پا کر مایوس ہو گئیں۔

''میں دس منٹ میں آپ دونوں کے ساتھ ساتھ اپنے لیے بھی ناشتا بنا کر لاتی ہوں۔ مل کر کھاتے ہیں اور باقی سب باتیں پھر بعد میں۔'' شرمین نے ان دونوں میں سے کسی ایک کے بھی جواب کا انتظار کیے بغیر اپنا ہینڈ بیگ ممی کے بیڈ سے اٹھا کر ان کے ڈریسنگ ٹیبل پر رکھا اور واقعی تھوڑی ہی دیر میں ناشتا بنا کر لے بھی آ گئی اور پھر بعد اصرار ان دونوں کو کھلایا بھی۔ ممی تو اس کے یوں خیال رکھنے پر جیسے اس کی دیوانی سی ہو گئی تھیں۔

ویسے بھی خوشی کے لمحات میں ساتھ دینے والے دل میں وہ جگہ نہیں بنا پاتے جو دکھ کی گھڑی میں غم بانٹنے والوں کی بات ہوتی ہے اور شرمین جس طرح انہیں ٹریٹ کر رہی تھی اس پر ان کا بس چلتا تو جانے کیا کرتیں لیکن مختصر یہ ہے کہ انہیں لگتا کہ شرمین نے اپنے بہترین سلوک سے انہیں بن داموں خرید لیا ہے اور تب انہوں نے شرمین کی دی گئی محبت اور ظاہری ہمدردی کے باعث اسے کل گزرے ہوئے دن کے تمام معاملات سے حرف بہ حرف آگاہ کر دیا۔

''ہمم...... تو یعنی آپ نے اربش اور اجیہ کو گھر سے نکال دیا؟''

''اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا شرمین...... کیونکہ میں اس دھوکے باز اور لالچی لڑکی کو......!''

''لیکن اس طرح تو اربش بھی آپ کے ہاتھ سے نکل گیا تو پھر آپ کے پاس بھلا کیا بچا؟ خود شرمین کی منزل بھی تو اربش ہی تھا اس لیے اگر اربش ہی کہانی سے نکل جائے تو اس کے لیے اس گھر میں کیا جواز باقی رہ جائے گا اور اگر اربش بھی اسے نہ ملے تو...... اسے ممی پر اتنا وقت ضائع کرنے کا کیا فائدہ ہوگا۔''

''کیا مطلب ہے تمہارا؟'' وہ چونکیں۔

''مطلب یہ کہ اجیہ جو چاہتی تھی وہ ہو گیا اسے تو اربش بھی مل گیا اور مال و دولت بھی' لیکن آپ کو کیا ملا' آپ تو خالی ہاتھ رہ گئیں ناں؟'' شرمین کی بات نے ممی کو کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔

''آپ کو تو چاہیے تھا کہ سانپ ایسے مارتیں کہ لاٹھی بھی نہ ٹوٹتی لیکن آپ نے جذباتی پن میں لاٹھی تو توڑ دی لیکن سانپ کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکیں۔''

''تم کہنا کیا چاہتی ہو شرمین...... کھل کر بات کرو۔''

''ممی بات ساری یہ ہے کہ آپ بہت ہی بھولی ہیں اور اربش بھی آپ ہی کی طرح ہے' آپ نے اربش اور اجیہ کو گھر سے تو نکال دیا لیکن تمام آسائشیں دے کر' قیمتی گاڑی' بینک بیلنس اور پھر اس بینک بیلنس تک آسانی سے رسائی ہے اس

اجیہ کی تو وہ بھلا اب آپ کی طرف کیسے لوٹ دے گی ارتش کو جبکہ آپ خود اچھی طرح جانتی ہیں کہ آج کل کی لڑکیاں صرف اور صرف شوہر کے ساتھ رہنا پسند کرتی ہیں۔ ساس‘ سسر اور سسرال کے جھنجٹ پسند نہیں کرتیں اور پھر اگر شوہر بھی ایسا ہو جو سونے کی چڑیا تو بس پھر وہ کیسے اور کیوں آئے گا اب آپ کے پاس؟“ ایسا نہیں تھا کہ شرمین ممی کی محبت میں دیلی ہو رہی تھی بلکہ حقیقت تو یہ تھی کہ اسے اپنے خواب ٹوٹنے کا غم اور اجیہ کا قصہ کھائے جا رہا تھا۔

”ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ آپ ارتش سے سب کچھ یہاں تک کہ اس کا قیمتی موبائل تک لے لیتیں اور پھر دیکھتیں کہ وہ دونوں کیسے یہ گھر اور آپ کو چھوڑ کر جاتے اور جب ارتش کے پاس ایک روپیہ بھی نہ ہوتا تو ہونہہ مجھے یقین ہے کہ پھر اس کے پاس اجیہ بھی نہ ہوتی۔ وہ لڑکی جس نے یہ شادی ہی دولت کے لالچ میں کی ہے تو پھر زیادہ سے زیادہ دو ہی دن اس کے پاس ٹکتی اور پھر یوں غائب ہوتی کہ دوبارہ نظر بھی نہ آتی لیکن آپ بھی ناں اپنے بھولپن میں سب کچھ اس کی جھولی میں ڈال بیٹھیں‘ بیٹا بھی اور دولت بھی۔“ ممی شرمین کی ایک ایک بات سے متفق تھیں اور اب پچھتا رہی تھیں کہ یہ سب پہلے ان کے دماغ میں کیوں نہ آیا اور کیوں انہوں نے جذبات کی رو میں بہہ کر سب کچھ اجیہ کو سونپ دیا۔

”لیکن اب کیا ہو سکتا ہے‘ جو ہونا تھا وہ تو ہو چکا لیکن مجھے یقین ہے کہ ارتش لوٹے گا‘ وہ میرے بغیر رہ ہی نہیں سکتا۔“ وہ ابھی بھی امید کا دامن تھامے ہوئے تھیں۔

”اتنا یقین ہے آپ کو کہ وہ آئے گا اور وہ بھی اس صورت میں جبکہ تمام تر اداؤں کے ساتھ اس کی نئی نویلی دلہن بھی اس کے ساتھ ہو۔“ شرمین کے اس سوال پر وہ خاموش ہو گئی تھیں کیا کہتیں کہ ان کا اپنا بیٹا ہی اس وقت متزلزل تھا۔

❀......❀......❀
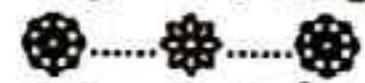
ارتش کی گاڑی کا نمبر نوٹ کرنے کے بعد سکندر صاحب نے ٹیکسی پکڑی اور سیدھا اپنے گھر پہنچے تھے۔ دل تو ان کا چاہ رہا تھا کہ اسی وقت پولیس اسٹیشن جا کر اجیہ کی گمشدگی کی رپورٹ درج کرواتے لیکن جانتے تھے کہ رات کے وقت ان کی درخواست پر کوئی بھی کان نہیں دھرے گا اس لیے اب صبح ہوتے ہی ملازم کو دکان کی چابی دے کر دکان کھولنے کی ذمہ داری دی اور خود پولیس اسٹیشن روانہ ہوئے۔ وہ اس امر سے بھی واقف تھے کہ پولیس اسٹیشن جانے کی صورت میں دو دن بعد پھیلتی بات آج ہی پھیل جائے گی لیکن اب انہیں اس بات کی پروا نہیں تھی اور وہ چاہتے تھے کہ اگر لوگوں کو یہ بات پتا چلے بھی تو ساتھ یہ بھی پتا چلے کہ پھر وہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر نہیں بیٹھے رہے تھے لہٰذا انہوں نے پولیس اسٹیشن جا کر اجیہ کی گمشدگی کی ایف آئی آر درج کروانے کے ساتھ ساتھ ارتش کی گاڑی کا نمبر بھی لکھوایا۔

”آپ کو کیسے یقین ہے کہ اسی گاڑی کے مالک نے اغوا کیا ہے آپ کی بیٹی کو۔“ ہیڈ محرر نے رپورٹ لکھتے ہوئے سر اٹھا کر سوال کیا۔

”اس لیے کہ میں نے خود اپنی بیٹی کو اس گاڑی میں بیٹھے دیکھا ہے۔“ آواز پست رکھتے ہوئے انہوں نے بتایا۔

”ظاہر ہے اگر وہ اس گاڑی میں بقول آپ کے بیٹی تھی تو اپنی مرضی سے ہی بیٹھ کر جا رہی ہوگی ناں۔ اغوا کی گئی ہوتی تو بے ہوش ہوتی یا چیخ و پکار کر رہی ہوتی۔“

”جی...... جی وہ بہت چیخ رہی تھی جب میں نے دیکھا‘ گاڑی سے باہر نکلنا چاہتی تھی لیکن وہ ظالم گاڑی بھگا کر لے گیا۔“ انہوں نے جھوٹ کی آمیزش کی۔

”ہمم...... اچھا تو کیا حلیہ ہے آپ کی بیٹی کا؟“

”لمبی ہے‘ دبلی پتلی سی‘ رنگت بھی صاف ہے‘ بال سیاہ ہیں نہ زیادہ لمبے اور نہ چھوٹے۔“ ساری دنیا سے چھپانے کی کوشش کرنے والے سکندر صاحب اب تھانے میں بیٹھے پولیس والے کو اجیہ کے متعلق ایک ایک بات تفصیل سے بتا رہے تھے۔

”کوئی شناختی علامت؟“ اس نے کوائف پورے کرنے کی غرض سے پوچھا تو انہوں نے ذہن پر زور دیا کہ اس کے شناختی کارڈ میں تو ایسی کوئی بھی علامت درج نہیں ہے۔

”نہیں...... شاید کوئی نہیں لیکن میری بیٹی مجھے مل تو جائے گی ناں؟“ انہوں نے التجائیہ انداز اپنائے رکھا تھا اور ان پولیس والوں کی مٹھی گرم کرنے کے لیے بھی خود کو ذہنی طور پر تیار کر چکے تھے۔ آج تک جو بھی روپیہ پیسہ انہوں نے کمایا اور بچایا تھا تو اس کا اس سے بڑھ کر اور بھلا کیا مصرف تھا کہ اسے اپنی عزت بچانے پر خرچ کیا جاتا اور پھر پولیس والے کے سامنے انہوں نے مجبور باپ کے ایسے تاثرات پیش کیے تھے کہ وہ مکمل طور پر مخلص ہو کر ان کی مدد کی نیت کر بیٹھا‘ ان کا فون نمبر لیا اور فکر نہ کرنے کا کہہ کر گھر جانے کی اجازت دی‘ ساتھ ہی اس کیس کی فائل تیار کرنے لگا۔

❀......❀......❀

تم جہاں کہیں بھی جاؤ گے
خواب نگر یا چاند کے پار

میں سچ کہتی ہوں
ایک ایسی شام بھی آئے گی
جب موسم ہوگا ٹھہرا سا
اور گاتے بادل آوارہ
ہاں مہکی مہکی سی بیلا
پھر رات بھی روشن چاندی سی
تم ڈھونڈو گے ہر سو مجھ کو
ہاں یاد کے بند دریچوں پر
تم دستک دو گے آہستہ
بکھری ہوں گی یادیں میری
ہر سو ہر یاد کے خانے میں
ہر جا مجھ کو ہی پاؤ گے
کچھ سوچ کر پھر اٹھو گے تم
باندھو گے اپنا رخت سفر
واپس یہیں لوٹ کے آؤ گے

اجیہ کے لباس سے ہوٹل کے عملے کو ان کی شادی کا علم ہوا تھا اور یہ بھی کہ یہ نیا نویلا جوڑا ہے لہٰذا کمرے میں تازہ پھول بھجوا کر ہوٹل انتظامیہ نے انہیں صبح جاگنے پر مبارک باد دی تھی لیکن فی الحال انہیں ناشتا یا کوئی بھی اور سروس دینے سے اربش کی طرف سے منع کیا گیا تھا۔ اجیہ واش روم سے باہر آئی تو اربش اب تک لیٹا ہوا تھا اور سامنے موجود پھولوں پر نظر جمائے کچھ سوچ رہا تھا' اسے بغور دیکھا تو خود کو ہشاش بشاش ظاہر کرتا اٹھ بیٹھا۔

"اچھا میں سوچ رہا ہوں کہ ناشتے کے بعد ہم سب سے پہلے کسی جگہ سے کپڑے خریدیں کیونکہ میرے پاس تو کوئی کپڑے ہیں ہی نہیں کہ ابھی پہن سکوں۔" اور واقعی اجیہ کے لیے تو اس نے سوٹ کیس بھر کر کپڑے خرید لیے تھے لیکن اپنے لیے کچھ بھی نہیں خریدا تھا اور اس لیے نہیں خریدا تھا کہ اسے ضرورت ہی نہیں تھی مگر اب جبکہ وہ گھر سے کچھ بھی نہیں لایا تھا تو اس کے پاس ایک جوڑا کپڑوں کا بھی ایسا نہ تھا کہ وہ تبدیل کرسکتا۔

اجیہ کو اپنی بات کے جواب میں گرم جوشی سے رائے دینے کے بجائے ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھتے دیکھ کر وہ حیران ہوا۔

"کیا تم خوش نہیں ہو اجیہ...... کوئی پچھتاوا تو نہیں تمہیں؟ یا پھر اپنے گھر والوں کی یاد؟" اجیہ نے گیلے بالوں میں برش کرتے ہوئے رک کر آئینہ میں سے اسے دیکھا۔

"گھر والوں کی یاد تو اپنی جگہ ہے اربش لیکن مجھے تمہاری پریشانی ہے۔"

"میری پریشانی؟" وہ حیران ہوا۔

"میرے آنے سے تم اپنی ممی سے الگ ہوگئے حالانکہ میں نے ایسا کبھی نہیں چاہا تھا بلکہ میں تو چاہتی تھی کہ کبھی گھر کا سکون مجھے بھی محسوس کرنے کو ملے۔ ایک ہنستا بستا گھر جس میں سب سکون سے ایک ساتھ رہیں' میرا بچپن کا خواب تھا اربش...... لیکن پہلے اپنے گھر میں ہمیشہ ٹینشن دیکھی اور اب یہاں آتے ہی تمہیں بھی میری وجہ سے پریشانی کا سامنا کرنا پڑا۔" وہ پشیمان تھی۔

"یہ خوشی اور غم تو زندگی کا حصہ ہیں آج اگر یہ حالات ہیں تو مجھے یقین ہے کل ایسے نہیں ہوں گے اور مجھے حقیقی خوشی اس بات کی ہے کہ تم میرے ساتھ ہو اور یقین کرو کہ اگر تم میرے ساتھ ہو تو پھر میں نہ صرف ہر پریشانی کو تم سے دور رکھوں گا بلکہ وہ اعتماد بھی کبھی نہیں توڑوں گا جو آنٹی نے تمہیں مجھ کو سونپتے ہوئے مجھ پر کیا تھا۔"

"مطلب کیا ہم دوبارہ ممی کے پاس جاسکتے ہیں؟" اجیہ نے مکمل طور پر اس کی طرف رخ موڑا۔

"ہاں کیوں نہیں' وہ ناراض تو ہیں یہ بات ہم دونوں جانتے ہیں لیکن آخر ماں ہیں ناں' مان جائیں گی۔" وہ پُرامید تھا۔

"اور ان کی جگہ اگر کوئی بھی ماں ہوتی تو شاید اتنا ہی غصہ کرتی۔" وہ ان کی حمایت میں بولتی ہوئی مسکرائی تو کافی دیر تک دونوں اپنی اپنی ماں کی باتیں ایک دوسرے سے شیئر کرتے رہے اور طے یہ پایا کہ پہلے اجیہ کی پسند کے اربش کے کچھ کپڑے خریدے جائیں اور پھر ممی کے پاس جا کر نہ صرف انہیں منایا جائے بلکہ ان کے ساتھ ہی ناشتا بھی کیا جائے۔ اربش کو خوشی تھی کہ اجیہ ان کے ساتھ ہی رہنا چاہتی تھی اور ممی کے منہ سے اپنے لیے انتہائی کڑی ہوئی باتیں سننے کے بعد بھی وہ دل میں ان کے خلاف بغض نہیں رکھتی، لہٰذا بڑے ہی خوشگوار موڈ میں شاپنگ کی گئی اور دونوں ایک بار پھر ممی کا دل موم کرلینے کی امید لیے جب گھر پہنچے تو اجیہ بے انتہا نروس تھی۔ اربش نے اسے صرف اور صرف خاموش رہنے اور بس دیکھتے رہنے کی ہدایت کی تھی۔

گیٹ اور اندرونی دروازہ خلاف توقع پہلے ہی کھلا ہوا تھا لہٰذا وہ دونوں بڑے آرام سے ممی کے بیڈ روم تک پہنچے جہاں موجود شرمین کو دیکھ کر ان دونوں نے تو ناگواری کا اظہار کیا ہی لیکن ممی یقیناً انہیں دوبارہ اپنے پاس موجود پا کر خوش تو تھیں لیکن اپنے جذبات پر قابو پایا اور شرمین کو یوں دیکھ جیسے کہتی ہوں کہ "دیکھا...... میں نہ کہتی تھی کہ اربش آئے گا۔" بوا نے فوراً اٹھ کر

اربش کا ماتھا چوما اور اجیہ کی طرف بڑھنے ہی والی تھیں کہ ممی کی تیز آواز کمرے میں گونجی۔

"بوا......! اس لڑکی سے ہمارا کوئی واسطہ نہیں ہے اُسے کہیں کہ نکل جائے یہاں سے اور دوبارہ آنے کی جرأت نہ کرے۔" ممی کی اس بات پر شرمین نے نیچا دکھانے والے انداز میں خاموش کھڑی اجیہ کو دیکھا جبکہ اس وقت اجیہ اور اربش نے چونک کر ایک دوسرے کو دیکھا تھا۔

"ممی جو ہوا سو ہوا' پلیز مجھے معاف کردیں اور آج کے بعد اگر آپ کی مرضی کے خلاف میں نے سانس بھی لیا تو آپ بے شک مجھے گھر سے نکال دیں میں اُف تک نہیں کروں گی۔" شرمین کی موجودگی کو نظر انداز کرتے ہوئے اجیہ نے ممی کے قریب جا کر ان کے سامنے ہاتھ جوڑے تھے لیکن ان کی بھی ایک ناں بھی جو ہاں میں نہ بدلی۔

"تم کیا سمجھتی تھیں کہ میرا بیٹا چھین لوگی مجھ سے اور ہتھیا لو گی یہ سب روپیہ پیسہ؟"

"ایسا نہیں ہے ممی...... بلکہ مجھے آج دوبارہ اجیہ ہی آپ کے پاس لائی ہے۔" اربش نے اجیہ کا اترا ہوا چہرہ دیکھ کر مداخلت کی۔ وہ جانتا تھا کہ اسے غلط سمجھا جارہا ہے۔

"تم چپ کرو اربش اور بوا آپ اس اجیہ کو گھر سے باہر تک چھوڑ آئیں۔" بوا نے بے بسی سے اجیہ اور اربش کو دیکھا مگر نہ کچھ بولیں اور نہ ہی اجیہ کی طرف آئیں۔

"ممی پلیز' آپ ٹینشن نہ لیں' کول ڈاؤن۔" شرمین نے سائیڈ ٹیبل پر رکھا' پانی کا گلاس اٹھا کر ان کی طرف بڑھایا۔

"انہیں ممی کہنے کا اختیار صرف میرا ہے مس شرمین......" اربش نے جان بوجھ کر شرمین کو مخاطب کرتے ہوئے ممی کو سنایا۔

"نہیں اربش......" ممی کی تردید پر وہ چونکا۔

"شرمین بھی میرے لیے بیٹیوں جیسی ہے اور جس طرح چاہے مجھے مخاطب کرسکتی ہے۔" ایک بار پھر شرمین کے چہرے پر دبی دبی مسکراہٹ ابھری جس میں اتراہٹ نمایاں تھی۔

"کاش تم میں لوگوں کو پہچاننے کی صلاحیت ہوتی تو تم جان پاتے کہ یہ لڑکی صرف اور صرف تمہاری دولت ہتھیانے کے لیے تمہارے ساتھ ہے۔" زہر خند لہجے میں ممی نے کہا۔

"ممی...... میں آپ کی کسی بات کے جواب میں بحث نہیں کرنا چاہتا' چلو اجیہ اپنے کمرے میں۔" اربش ممی کے رویے سے ایک بار پھر انتہائی دلبرداشتہ ہوا تھا وہ جو یہ سمجھ رہا تھا کہ گھر سے نکالے جانے کے باوجود اسے دوبارہ اپنے پاس دیکھ کر ممی خوشی سے پھولی نہ سمائیں گی تو ایسا کچھ بھی نہیں ہوا تھا بلکہ ان کی ضد اور انا تو پہلے سے بھی کہیں زیادہ توانا معلوم ہوئی تھی اس پر شرمین کو اجیہ پر فوقیت دینا۔

"ایک بات کان کھول کر سن لو اربش...... اجیہ کو میں ایک سیکنڈ کے لیے بھی اس گھر میں برداشت نہیں کروں گی۔ تم بھی اگر اس کے بغیر رہنا چاہو تو تمہارا اپنا گھر ہے ورنہ جہاں سے آئے ہو وہیں جاسکتے ہو۔" انہوں نے تفصیلی فیصلہ سنا دیا تھا' شرمین اپنی فتح پر پھولی نہ سما رہی تھی لیکن بظاہر سنجیدہ سی بیٹھی رہی۔

"اجیہ کے بغیر اس گھر میں تو کیا اس دنیا میں بھی رہنا منظور نہیں ہے مجھے۔" اربش نے شدت ضبط سے سرخ ہوتے چہرے سے الوداعی نظروں سے بوا اور ممی کو دیکھا اور اجیہ کا ہاتھ تھام کر باہر کی طرف مڑا۔

"ہاں پر اگر تم لالچی لڑکی کو فوقیت دے ہی رہے ہو تو بہتر ہوگا کہ میری خون پسینے کی محنت سے حاصل کی گئی تمام آسائشات کو اس گھر کے اندر ہی چھوڑ جاؤ۔ ہاں البتہ جو تم نے خود کما کر حاصل کیا ہے' صرف وہی کچھ تم ساتھ لے کر جاسکتے ہو۔" اجیہ کا دل ممی کی باتوں سے بہت بری طرح ٹوٹا تھا۔

"میں سمجھا نہیں کہ آخر آپ کہنا کیا چاہ رہی ہیں؟"

"جب میرا تمہارے پاپا سے نکاح ہوا تھا تو ان کے پاس اپنا ذاتی مکان تک نہیں تھا۔ شروع میں میں نے دن رات سلائی کرکے' ٹیوشنز پڑھا کے اور کئی لوگوں سے ادھار لے کر یہ اسکول بنایا تھا جس کی کمائی پر آج اس اجیہ کی نظر ہے۔ میں خالی ہاتھ تھی جب تمہارے پاپا کا ہاتھ تھاما اور تقریباً یہی حال ان کا تھا لیکن ہم دونوں نے محنت اور محبت سے معاشرے میں اپنا نام اور مقام حاصل کیا۔ اگر تم دونوں میں بھی اتنا دم ہے تو اپنی اس نام نہاد محبت کے ساتھ محنت کرو اور یہ تمام آسائشیں خود حاصل کرو تو میں بھی جانوں......" ممی کی باتوں پر اجیہ کو اپنے ہاتھ پر اربش کی گرفت مضبوط ہوتی محسوس ہوئی۔

"اور ایک بات کی گارنٹی میں تمہیں دیتی ہوں کہ جب تمہارے پاس کچھ نہیں ہوگا تو برابر میں کھڑی یہ لڑکی بھی نہیں ہوگی کیونکہ یہ صرف اور صرف لالچی......"

"بس ممی...... بہت ہوگیا......!" اربش نے انہیں ٹوکا۔

اجیہ کا تھاما ہوا ہاتھ چھوڑا جیب سے والٹ نکالا اور ان کے بیڈ پر رکھ دیا ساتھ ہی گاڑی کی چابی بھی موجود تھی اور اس کی کلائی پر ہمیشہ بندھی رہنے والی قیمتی گھڑی بھی۔

"یہ لیجیے آپ کی محنت کی کمائی...... آج کے بعد آپ کا کمایا ہوا ایک پیسہ بھی اگر میں نے اپنی ذات پر یا اجیہ پر خرچ کیا تو جو

چاہیں سزا دے سکتی ہیں نہ مجھے ان روپوں کی ضرورت ہے اور نہ ہی ان آسائشوں کی، روکھی سوکھی کھالوں گا، فاقے کرلوں گا لیکن اب دوبارہ کبھی اس گھر میں نہیں آؤں، یہ میرا خود سے وعدہ ہے۔" اس کا لہجہ اٹل تھا۔

ممی کے لیے اربش کے منہ سے یہ سب سننا کس قدر تکلیف دہ تھا اس کا اندازہ صرف وہی کرسکتی تھیں کہ ساری عمر جس بیٹے کی آس لیے گزار دی اب اگر اس کی خوشیاں دیکھنے کا وقت آیا تو وہ اتنا دور ہورہا ہے لیکن کیا کرتیں کہ اپنی دانست میں وہ یہ سب اسی کے بھلے کے لیے کررہی تھیں تاکہ بنا آسائشوں کی زندگی میں اجیہ مایوس ہوکر اسے چھوڑ دے اور تب وہ شرمین کو بہو بنالیں۔

"شوق سے جاؤ لیکن تمہارے موبائل کی قیمت بھی اسی ہزار روپے ہے یہ تو تم جانتے ہی ہوگے ناں؟" دل پر پتھر رکھ کر انہوں نے کہا اور جواباً بڑی خوشی سے اربش نے جیب سے موبائل نکال کر ان کے بیڈ پر اچھال دیا اور بنا کچھ کہے فوراً کمرے سے نکل گیا۔

باہر پورچ میں اس کی گاڑی کھڑی تھی جس کی وہ اس درجہ کیئر کرتا کہ یار دوست اسے اس کی گرل فرینڈ سے تشبیہ دیا کرتے۔ گاڑی میں ہی اس کے آج خریدے گئے کپڑے بھی تھے لیکن جب چھوڑ دیا تو چھوڑ دیا' اس نے ان چیزوں کو ایک نظر رک کر دیکھا بھی نہیں تھا اور نہ ہی مڑ کر ممی کے بیڈروم کی کھڑکی کی طرف دیکھا جہاں پردے کی اوٹ میں موجود ممی اس پر مختلف دعائیں پڑھ کر پھونک رہی تھیں۔

❁.......❁.......❁

امی کی حالت میں اب تک کوئی بہتری نہیں آئی تھی، وہ اب تک اسی طرح کومے میں تھیں جس طرح گھر سے لائی گئی تھیں، البتہ اب تک اتنا ہوا تھا کہ ڈاکٹرز نے باہمی مشورے کے بعد انہیں کمرے میں منتقل کردیا تھا۔ ساتھ ہی خوراک کی نالی بھی لگادی تھی اور یورین بیگ بھی۔ دونوں ہاتھوں میں ڈرپس بھی لگائی جارہی تھیں اور ڈاکٹرز حتمی طور پر کچھ بھی کہہ نہیں پارہے تھے کہ انہیں اب ہوش آئے گا بھی یا نہیں، ہاں یا ناں کے دونوں امکانات میں ففٹی ففٹی چانسز تھے اور یہ سب ان کی قوت ارادی پر بھی منحصر تھا۔ لیکن قوت ارادی بھی اس وقت ہی کام کرسکتی تھی کہ اگر ان کا دماغ کسی بھی قسم کا کام کرنے کے قابل ہوتا فی الوقت تو دماغ کا جسم کے ساتھ رابطہ تقریباً نہ ہونے کے برابر ہی تھا اور ڈاکٹرز نے دوا سے بڑھ کر دعا پر زور دینے کا بھی مشورہ دیا تھا۔

غزنی تو صبح ہوتے ہی گھر چلا گیا تھا لیکن حنین اب تک اسی طرح ان کے سرہانے بیٹھی اللہ کے حضور دعائیں مانگ رہی تھی ایک دوبار سوچا بھی کہ اجیہ کو بتائے لیکن پھر سوچا کہ وہ ابھی اپنی نئی زندگی کی شروعات کررہی ہے ایسے میں اسے کسی بھی قسم کی ٹینشن دینا مناسب نہ ہوگا اور ویسے بھی وہ امی کی اس حالت کا سن کر ممکن ہی نہ تھا کہ اسپتال نہ آتی اور اس صورت میں ممکنہ طور پر اگر سکندر صاحب کو پتا چل جاتا یا ان سے سامنا ہوجاتا تو...... آگے کا تصور کرنا بھی اس کے لیے مشکل تھا لہٰذا سب کچھ اللہ پر چھوڑتے ہوئے خود کو صرف اور صرف امی کی جلد صحت یابی کے لیے دعا کرنے پر ہی فوکس رکھا اور دعا مانگتے مانگتے رت بھر کی جاگی حنین امی کے بیڈ کی پٹی پر سر رکھے وہیں سوگئی لہٰذا جب غزنی ماں کے ساتھ اس کے لیے ناشتا لایا تو اسے بالکل بھی ڈسٹرب کیے بغیر اسی طرح سوتے ہی رہنے دیا اور وہ دونوں بڑی خاموشی سے وہیں بیٹھ گئے۔

"یہ وہی حنین ہے جس کے چہرے پر کوئی بات مسکراہٹ کے بغیر نہ آتی' جس کی ہنسی اور قہقہوں سے گھر بھر میں رونق رہتی اور جو سکندر صاحب جیسے سخت مزاج انسان کو بھی اپنی باتوں سے ہنسنے پر مجبور کردیتی۔ آج وہی حنین تھی لیکن مسلسل رونے سے اس کی آنکھیں سوجی ہوئی اور نیند میں بھی پیشانی پر بل پڑے ہوئے تھے۔"

غزنی اور اماں نے اسے دیکھتے ہوئے سوچا اور یہی سوچتے ہوئے اماں کی نظر حنین سے ہوتی ہوئی غزنی پر جارکی جو مسلسل اسے دیکھے جارہا تھا اور تب اچانک ہی ایک خیال بجلی کی طرح ان کے ذہن میں کوندا۔

"اجیہ نہ سہی حنین سہی' غزنی کے لیے حنین جیسی لڑکی بھی خوب رہے گی اور ویسے بھی جس طرح عین بارات والے روز اجیہ انہیں چھوڑ کر گئی تھی تو ماں چاہتی تھیں کہ جلد از جلد اب غزنی کی شادی ہوجائے کیونکہ انہیں احساس تھا کہ اجیہ کی اس بچگانہ حرکت نے غزنی کو انتہائی توڑ کر رکھ دیا تھا۔ وہ ان کے سامنے محسوس نہ کروائے تو الگ بات ہے اور ویسے بھی اس نے اپنی انا کی بھینٹ ان دونوں گھرانوں کے تعلقات کو نہ چڑھا کر جس دانش مندی کا ثبوت دیا تھا اس کے اس رویے نے تو گویا ان سب کو خرید لیا تھا اور اب ان کا خیال تھا کہ اگر کوئی اچھی لڑکی نظر میں ہو تو وہ غزنی کی شادی کرکے کم از کم دنیا والوں کا تو منہ بند کرسکیں اور غزنی کے لیے اچھی لڑکی کے طور پر سب سے پہلا نام ان کے ذہن میں حنین کا اس لیے بھی آیا تھا کہ ان دونوں کی انڈراسٹینڈنگ اور دوستی کمال کی تھی انہوں نے جب بھی اسے

غزنی کے ساتھ دیکھا تھا۔ ہمیشہ ہنستے مسکراتے اور خوش باش ہی دیکھا تھا اور اس کے برعکس انہیں اپنے ذہن میں کوئی بھی ایسا لمحہ مقید نظر نہیں آیا تھا جب غزنی اور اجیہ ایک ساتھ بیٹھے ہنسے مسکراتے دیکھے گئے ہوں۔ کبھی کبھار والدین اپنی اولاد کے حق میں بہترین کرتے کرتے بھی غلط کر جاتے ہیں۔

انہیں محسوس ہوا کہ شاید یہ زیادتی ان کی طرف سے اس لیے ہوئی ہوگی کہ وہ شروع سے ہی اجیہ کو بہو کے طور پر دیکھنے کا خواب آنکھوں میں سجائے بیٹھی تھیں۔ حنین کے چہرے کو غور سے دیکھتے ہوئے انہوں نے ایک بار پھر غزنی کو دیکھا جو حنین کے چہرے پر نظریں جمائے مسلسل جانے کیا سوچے جا رہا تھا۔

"غزنی بیٹا......" اماں کے پکارنے پر وہ چونکا اور سیدھا ہوکر بیٹھ گیا' اب اس کا مکمل دھیان ان کی طرف تھا۔

"کیا تم بھی وہی کچھ سوچ رہے ہو جو میں سوچ رہی ہوں؟"

"آپ کیا سوچ رہی ہیں اماں! میں سمجھا نہیں۔"

"یہی کہ شاید اجیہ کے انتخاب میں ہم سے غلطی ہوئی اور کاش ہم اس کی جگہ تمہارے لیے حنین کو چنتے تو آج حالات کس قدر مختلف ہوتے۔" آخر کار انہوں نے بہت سوچ سمجھ کر اپنے دل کی بات کہہ ہی دی تھی اور ان کی بات نے غزنی کو واقعی چونکنے پر مجبور کر دیا تھا۔

"نہیں' اس میں آپ کی غلطی نہیں تھی؟ وہ فیصلہ اور انتخاب مکمل طور پر میرا اپنا تھا آپ نے تو صرف اس کی توثیق کی تھی لہٰذا ساری غلطی میری تھی جو کسی غلط انسان کو اپنے جذبات سونپنا چاہے۔" غزنی نے انہیں فوراً بری الذمہ قرار دے ڈالا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کی اپنی غلطی کی سزا پچھتاوے کے ذریعے اماں خود کو دیں۔

"حنین بہت اچھی لڑکی ہے' کاش اللہ اسے تمہارے نصیب میں لکھ دے۔" اماں نے بآواز بلند صدق دل سے یہ دعا اس لیے بھی کی تھی تاکہ غزنی تک ان کی یہ خواہش پہنچ جائے لیکن غزنی نے جواب میں کچھ بھی کہنے سے گریز برتا۔ اسی دوران آرام دہ حالت میں نہ ہونے کی وجہ سے حنین کی آنکھ کھلی اور ان دونوں کو سامنے دیکھ کر گڑبڑا گئی۔

"تائی امی! آپ کس وقت آئیں؟"

"ابھی تھوڑی ہی دیر ہوئی ہے' تمہارا ناشتا اور کچھ ضرورت کی چیزیں لائی ہوں بلکہ ایسا کرو تم کچھ دیر کے لیے گھر چلی جاؤ فریش ہو جاؤ گی تب تک میں یہاں رہتی ہوں۔" انہوں نے قریب آ کر اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور پیار سے بال سنوارتے ہوئے بولیں لیکن حنین نے معذرت کرلی۔

"میں تو ایک منٹ کے لیے بھی امی کو چھوڑ کر نہیں جاسکتی' بس آپ پلیز دعا کریں کہ امی جلدی سے ٹھیک ہوکر آنکھیں کھول دیں۔"

"تم پریشان مت ہو' اللہ مالک ہے' اس نے چاہا تو ایسا ہی ہوگا لو تم ہاتھ منہ دھوؤ اور ناشتا کرو۔" حنین کچھ بھی کھانے پر تیار نہیں تھی لیکن اماں نے اسے بڑے لاڈ پیار سے سمجھا بجھا کر ناشتہ کرانا شروع کیا اس دوران غزنی کے ذہن میں اماں کا دعائیہ جملہ گونجتا رہا۔

"حنین بہت اچھی لڑکی ہے کاش اللہ اسے تمہارے نصیب میں لکھ دے۔"

"غزنی......!" حنین کی آواز پر وہ چونکا۔

"کیا تم آج اپنی ٹریول ایجنسی نہیں جاؤ گے؟"

"شاید نہیں' لیکن تم کیوں پوچھ رہی ہو؟"

"اس لیے کہ تمہیں اب گھر جا کر آرام کرنا چاہیے' ساری رات تم بھی جاگتے رہے ہو اس طرح مسلسل جاگنے سے تو تم بھی بیمار ہو سکتے ہو ناں۔" اماں کو حنین کا یوں غزنی کے لیے متفکر ہونا اچھا لگا تھا۔

"ہمارا گھر تو تمہارے گھر کے آدھے رستے پر ہے اور گھر میں کوئی ہے بھی نہیں' وہاں جا کر آرام سے سو جاؤ اور جب جاگو گے تو آ کر تائی امی کو لے جانا۔" حنین کی بات اماں کے بھی دل کو لگی تھی اس لیے تائید کرتے ہوئے اسے گھر بھیج کر ہی دم لیا لیکن اسے کیا خبر تھی کہ سکندر صاحب کے گھر جاتے ہی آج اس کا دماغ کس طرح بدلنے والا تھا۔

❁......❁......❁

ایک مرتبہ گھر آ کر پھر سے چھوڑ جانے کے بعد تمام در و دیوار پر اداسی چھائی ہوئی تھی اور ہر طرف گویا سوگ کا عالم محسوس ہوتا۔ شرمین انہیں سمجھا چکی تھی کہ اب جبکہ ان دونوں کے پاس ایک روپیہ بھی نہیں ہے تو ایسے میں ان کے لیے زندگی گزارنا بہت مشکل ہوگا اور ایک دو دن بعد ہی اربش ان کے پاس واپس آ جائے گا۔

دل ہی دل میں وہ خوش بھی تھیں کہ اس نے اجیہ کو شادی کے دو دن بعد ہی تارے دکھا دیے تھے۔

آج ممی نے اسکول سے چھٹی کی تھی' ایسے میں اسٹاف کا پریشان ہونا لازم تھا اور اب انتظامی امور سنبھالنے والے اسٹاف کی فون کالز آتی جارہی تھیں جنہیں ممی کے کہنے پر شرمین ہی سن بھی رہی تھی اور ان کے جواب بھی دے رہی تھی کہ ممی فی الحال

کسی سے بھی بات کرنا نہیں چاہتی تھیں۔ بوا اپنے کمرے میں جاچکی تھیں جب ایک بار پھر گیٹ پر بیل ہونے لگی۔

''پولیس......؟'' کھڑکی کا پردہ ہٹا کر شرمین نے باہر پولیس کو کھڑا دیکھا تو گھبرا گئی۔

''پولیس اور ہمارے گھر؟'' ممی ایک دم پریشان ہوگئی تھیں اس دوران بوا نے گیٹ کھولا اور ان کی طرف سے اندر آنے کی اجازت مانگنے پر انہیں لاؤنج میں بٹھایا تب تک ممی اور شرمین بھی نیچے آچکی تھیں۔

''محترمہ...... یہ گاڑی آپ کی ہے جو پورچ میں موجود ہے؟'' ایک نظر لاؤنج کی تزئین و آرائش پر ڈالتے ہوئے پولیس والے نے سوال کیا۔

''جی بالکل!'' ممی نے مختصر جواب دیا وہ اس وقت مکمل طور پر گھبراہٹ کا شکار تھیں۔

''اجیہ سکندر کو جانتی ہیں آپ؟''

''اجیہ سکندر......! خیریت تو ہے آپ کیوں پوچھ رہے ہیں؟'' ممی نے شرمین اور بوا کو دیکھا وہ دونوں بھی پریشان تھیں۔

''بھئی کوئی وجہ ہے تو پوچھ رہا ہوں ناں...... یونہی تو نہیں ہم اٹھ کر آگئے آپ کے گھر۔''

''جی ہاں جانتی ہوں۔'' ممی نے لب بھینچے۔

''یہ بھی جانتی ہیں کہ اسے اغواء کرلیا گیا ہے؟''

''اغواء...... لیکن کب؟'' پولیس والے نے ان تینوں کے چہرے پر ابھرتے حیرت بھرے تاثرات کو نوٹ کیا۔

''ابھی کچھ دیر پہلے ہی تو یہیں تھے دونوں۔'' بوا بولیں۔

''دونوں کون؟''

''اجیہ اور اربش۔'' ممی نے جواب دیا۔

''یہ اربش کون ہے؟''

''میرا بیٹا ہے۔''

''کتنے بچے ہیں آپ کے؟''

''اربش ہی میرا اکلوتا بیٹا ہے۔''

''اور اجیہ کیا لگتی ہے آپ کی؟'' اس سوال پر ممی لحہ بھر رکیں، اجیہ کو بہو کہنے پر ان کا دل راضی نہ تھا لیکن کیا کرتیں، کہنا ہی تھا کہ معاملہ اغواء کا معلوم ہوتا تھا۔

''اجیہ میری بہو ہے اجیہ سکندر یعنی اجیہ اربش۔'' شرمین کے چہرے پر دونوں کا نام ساتھ لیے جانے پر ناگواری کے اثرات ابھرے۔

''آپ کی بہو ہے کب شادی ہوئی ہے آپ کے بیٹے کی؟'' اس مرتبہ حیرت پولیس والے کو ہوئی تھی۔

''کل......''

''اگر شادی کل ہوئی ہے تو محترمہ آپ کے گھر میں تو ایسا کوئی امکان نظر نہیں آتا کہ کل اس عالی شان گھر کے اکلوتے بیٹے کی شادی ہوئی ہو۔'' جواب میں ممی نے دانت پیستے ہوئے مکمل خاموشی اختیار رکھی۔

''دیکھیں بی بی...... یہ ایک اغواء کا کیس ہے جو لڑکی کے والد کی طرف سے درج کروایا گیا ہے اور ان کا کہنا ہے کہ آپ کی اسی گاڑی میں جو پورچ میں کھڑی ہے اور جس کا نمبر ہم نوٹ کرچکے ہیں اس نے اپنی بیٹی کو چیختے چلاتے، شور مچاتے اور گاڑی سے باہر نکلنے کی کوشش کرتے کل ہی رات کو دیکھا ہے جبکہ آپ کا بیٹا اس کی نظروں کے سامنے یہ والی گاڑی تیز اسپیڈ میں لے گیا۔''

''یہ سراسر جھوٹ ہے اور الزام ہے کیونکہ یہ ان دونوں کی پسند کی شادی تھی جس میں نہ میری کوئی مرضی شامل تھی اور نہ ہی شاید اجیہ کے والد کی اور یہی وجہ ہے کہ...... اور یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اغواء کا کیس کرایا ورنہ میرا بیٹا ایسا ہرگز نہیں ہے۔'' اربش کی کسی بھی ممکنہ تکلیف کا سوچ کر وہ تڑپ اٹھی تھیں۔ بوا اور شرمین بھی شدید حیرت میں تھیں کہ یہ سب آخر کیا ہورہا ہے۔

''ہم...... تو ایسا کریں کہ آپ اپنے بیٹے اور بہو کو بلائیں ان کا بیان ہوجائے گا تو سمجھیں سارا کیس ہی نمٹ جائے گا اور اگر وہ دونوں حاضر نہ ہوئے تو لڑکی کے والد کا آپ کے خلاف کیس مضبوط ہوجائے گا۔'' پیشہ وارانہ مشورہ تو دیا گیا لیکن وہ ان دونوں کو کیسے پیش کرتیں جبکہ وہ گھر میں تھے ہی نہیں۔

''وہ دونوں تو ہنی مون کے لیے نکل چکے ہیں، ہوسکتا ہے مہینہ بھر لگ جائے۔'' ممی نے جھوٹ گھڑا۔

''اس طرح تو آپ کے لیے مسئلہ ہوجائے گا، بہتر ہوگا کہ ان دونوں کو واپس بلالیں، کیس نمٹ جائے تو جہاں چاہیں جائیں بس لڑکی مجسٹریٹ کے سامنے یہ بیان دے دے کہ اس نے یہ شادی اپنی مرضی سے کی ہے اور اس پر کوئی دباؤ نہیں، نہ ہی کوئی زبردستی کی گئی ہے۔'' ممی جانتی تھیں کہ یہ ناممکن ہے کہ وہ دونوں اب واپس آئیں اور ویسے بھی انہیں معلوم نہیں تھا کہ وہ اس وقت کہاں ہیں لہٰذا کچھ سوچ کر بولیں۔

''اس کے علاوہ کوئی دوسری صورت اگر ہوسکے تو......''

''مطلب؟''

''مطلب یہ کہ اگر ان دونوں کے واپس آئے بغیر یہ معاملہ

حل ہوسکتا ہو تو کیا ایسا کوئی چانس ہے؟'' پولیس آفیسر نے چند لمحے سوچا اور پھر بولا۔

''کیوں نہیں' آپ درخواست گزار یعنی اجیہ کے والد سے مل لیں' انہیں اعتماد میں لیں کہ وہ یہ کیس واپس لے لیں یا موخر کردیں یا کچھ صلح صفائی ہوجائے۔'' ممی پولیس کے چکروں میں نہیں پڑنا چاہتی تھیں' جن سے ایک طرف تو ان کا اپنا ذاتی کردار متاثر ہوتا اور دوسری طرف اسکول پر بھی اثر پڑتا لہٰذا اجیہ کے والد سے ہی ملنے میں عافیت تھی۔

''ٹھیک ہے میں اس کے والد سے ملنے کو تیار ہوں' آپ کل کسی بھی وقت کا ٹائم رکھ لیں اور مجھے بتادیں لیکن ایک گزارش ہے۔''

''جی فرمایئے۔''

''اگر ممکن ہو تو میں یہی چاہوں گی کہ اجیہ کے والد سے ملاقات پولیس اسٹیشن کے بجائے گھر پر ہوجائے تو بہت بہتر ہے۔ دراصل میں ایک اسکول چلاتی ہوں اور اگر پولیس اسٹیشن جانے کی خبر پھیلی تو یقینی طور پر ادارے کے معاملات پر بہت برا اثر پڑے گا۔'' ممی نے پولیس آفیسر کو معاملہ فہم جان کر درخواست کی جو اس نے مان بھی لی۔

''آپ پریشان نہ ہوں' ان شاء اللہ ایسا ہی ہوگا۔ میں آج ہی ان کے ساتھ وقت مقرر کرکے آپ کو اطلاع دوں گا۔'' پولیس آفیسر نے اٹھتے ہوئے اجازت لی اور جلد فون کرکے اطلاع دینے کا کہہ کر خود تو چلا گیا لیکن ممی کے لیے مزید پریشانیوں کو جنم دے گیا تھا۔

❀......❀......❀

انشاء جی اٹھو اب کوچ کرو اس شہر میں جی کو لگانا کیا
وحشی کو سکوں سے کیا مطلب' جوگی کا نگر میں ٹھکانا کیا
اس دل کے دریدہ دامن میں دیکھو تو سہی سوچو تو سہی
جس جھولی میں سو چھید ہوئے اس جھولی کا پھیلانا کیا
اس حسن کے سچے موتی کو ہم دیکھ سکیں اور چھو نہ سکیں
جسے دیکھ سکیں اور چھو نہ سکیں وہ دولت کیا خزانہ کیا
پھر ہجر کی لمبی رات میاں سنجوگ کی تو یہی ایک گھڑی
جو دل میں ہے لب پر آنے دو شرمانا کیا گھبرانا کیا
جب شہر کے لوگ نہ رستہ دیں کیوں بن میں جا بسرام کریں
دیوانوں کی سی نہ بات کرے تو اور کرے دیوانہ کیا

ارش کو ممی کے رویے نے بری طرح توڑ کر رکھ دیا تھا' دو دن پہلے تک وہ ممی کے جتنے قریب تھا اب خود کو اتنے ہی فاصلے پر خیال کررہا تھا۔ بھلا کوئی ماں ایسے بھی اپنے بچوں کو خالی ہاتھ زمانے کی ٹھوکریں کھانے کو چھوڑ سکتی ہے؟ بھلا کوئی ماں اتنی بھی سخت دل ہوسکتی ہے؟ اس وقت اس کے پاس اتنے پیسے بھی نہیں تھے کہ رکشے والے کو دے کر ہوٹل ہی پہنچ پاتا جہاں اجیہ کا سوٹ کیس موجود تھا اور اجیہ کے سامنے وہ خود کو کمزور اس لیے بھی ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا کہ پھر وہ ہرٹ فیل کرتی۔ ہر مشکل اور پریشانی کا ذمہ دار خود کو قرار دیتی وہی سڑکیں جس پر وہ بھی اپنی نئے ماڈل کی گاڑی میں فراٹے بھرتا گزرا کرتا تھا۔ آج ان پر خالی ہاتھ' خالی جیب اور خالی پیٹ جل رہا تھا اور پھر اگر وہ اکیلا ہوتا تو اور بات تھی لیکن اب ساتھ اجیہ بھی تھی جس کو وہ خود بھوکا رہ کر بھی کچھ کھلانا چاہتا تھا پھر اچانک اس کے ذہن میں حسن کا خیال آیا' وہ اس کا واحد دوست تھا جس کے ساتھ وہ اپنی موجودہ صورت حال مکمل طور پر شیئر کرسکتا تھا۔

حسن کا فون نمبر یا اس کا اپنا فون تو اب تھا نہیں لہٰذا سامنے سے آتے رکشے کو روک کر اسے حسن کے گھر کا ایڈریس سمجھایا اور وہ دونوں رکشے میں بیٹھ گئے' سوچا اس نے یہی تھا کہ حسن کے گھر پہنچ کر حسن سے ہی کہے گا کہ رکشے والے کو کرایہ کی ادائیگی کرے۔ رکشہ اسٹارٹ ہوا تو باہر دوڑتے بھاگتے منظر کو دیکھتے ہوئے اجیہ کی سوچوں کا سفر بھی شروع ہوگیا۔

انہی رکشے ٹیکسیوں سے جان چھڑاتی اجیہ کو قسمت نے آج اس کی نئی زندگی کے دوسرے روز ہی پھر سے رکشے میں لا بٹھایا تھا۔ لیکن فرق صرف یہ تھا کہ پہلے جب وہ رکشے میں سفر کرتی تو اس کے والٹ میں پیسے ضرور ہوتے تھے لیکن آج تو نہ والٹ تھا اور نہ ہی پیسے...... لاکھوں کے خواب دیکھنے والی اجیہ سکندر کو قسمت نے ایسا دھوکا دیا تھا کہ وہ آج کرائے کے لیے ادا کرنے والے دوسو روپے تک کے لیے کسی اور کی محتاج تھی۔ اسے یوں لگا جیسے اس کے کمرے کی دیوار پر ٹنگی اس کی پسندیدہ پینٹنگ اس کے سامنے ہے اور اپنے ساتھی پرندوں کو چھوڑ کر اونچا بہت اونچا اڑنے والا پرندہ اچانک کھلے پروں کے ساتھ عرش سے فرش پر پٹخ دیا گیا ہو۔

اپنی سوچوں سے وہ یک لخت باہر تب نکلے جب ارش نے کسی کو دیکھ کر رکشے والے کو فوراً رکشہ روکنے کا کہا۔

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)

آہٹ پر میرے پاؤں کی دھیرے سے چونک کر
دیکھا ہے اس نے مڑ کے مجھے اس ادا کے ساتھ
پھیلی ہے جسم و جان میں عجب ایک سرخوشی
خوشبو سی کوئی اڑنے لگی ہے ہوا کے ساتھ

عید کے اس پُرمسرت موقع پہ ہم نے سوچا آپ کی جان سے پیاری دُلاری حسین اور ہردل عزیز مدیرہ یعنی بابدولت شوکت جہاں عرف شیکس آپ سب ہم جولیوں اور دوستوں کے روبرو ہوں۔

آپ کی پیاری مدیرہ یعنی کہ ہمارے ایک محتاط اندازے کے مطابق' آپ سب کے اندر بے پناہ برداشت ہے جب ہی تو ہر ماہ آپ لوگ اتنے بور اوہ...... یعنی میرا مطلب تھا کہ اپنے انٹرویو اور تعارف پڑھتے ہیں اور اللہ جانے کیسے انجوائے بھی کرلیتے ہیں تو ہم نے سوچا یقیناً ہمیں بھی جھیل ہی لیں گے میرا مطلب ہے ہمیں بھی تو سر آنکھوں پہ بیٹھائیں گے ناں جی۔

اب آپ یہ نہیں سمجھئے گا میں کوئی اپنے خاندان کا تعارف لیے حاضر ہو رہی ہوں...... یا اپنے قدرتی حُسن کی تعریف میں صفحے کالے کروں گی۔ نہیں بھئی یہ تو بس کچھ اپنے دل کی بات ہوگی کچھ آپ کے دل کی اور کچھ خاص طور پہ ہمارے تعریف والے خطوط شامل ہوں گے۔

ہمیں پسند ہی نہیں ایسی ویسی باتیں جو اپنی ہی تعریف میں لوگ زمین آسمان کے قلابے ملا لیتے ہیں۔ اللہ جانے کیسے لوگ اپنے منہ میاں مٹھو بن جاتے ہیں۔ اب سب ہماری طرح سادہ دل کے تھوڑی ہوتے ہیں ناں۔

خیر چھوڑیں اسے چلیں آئیں پہلے دل کی بات کرتے ہیں لیکن اس سے پہلے آپ سے وہی درخواست کریں گے جو پچھلے کئی سالوں سے کرتے چلے آرہے ہیں۔ اب تو ہمارے کاتب کو ایک ایک لفظ بانورٹ سا ہو گیا ہے لیکن نہیں سمجھ پاتے تو بس آپ دیکھیں میری پیاری بہنوں آپاؤں اور باجیوں۔

ہم نے کتنی بار پیار سے محبت سے آپ لوگوں کو سمجھایا ہے بلکہ اشارے کنائیوں تک میں دھمکانے کی کوشش کی ہے کہ یہ جو آپ سب ہمیں آپی' باجی مخاطب کرتے ہیں ناں۔ یہ تو پھر کچھ قابل قبول ہیں کہ میں سمجھ سکتی ہوں' آپ میں سے کچھ لوگ بڑی عمر کے ہیں (بلکہ زیادہ تر ہیں۔ ہمیں سب معلوم ہے) اب ان لوگوں کو کون فیشن کے بارے میں بتائے، سو دل پہ کافی بھاری پتھر رکھ کے برداشت کے مادے کو بڑھا لیتے ہیں۔

لیکن یہ جو زہریلا لفظ آنٹی نکال لاتیں ہیں ناں آپ اللہ جھوٹ نہ بلوائے تو یہ کسی ڈورن حملے کی طرح لگتا ہے کم بخت مارا موا آنٹی' دل پہ جا لگتا ہے غور کرکے یہ لفظ دیکھیں ناں۔

ایک تو پہلے ہی ابا مرحوم نے اپنی اماں مرحومہ کی محبت کی خاطر ہماری آدھی زندگی اس بوڑھے نام کے دکھ میں گزروادی۔ شوکت جہاں۔ (ہنہ) اور ہم مڈل کلاس لوگ بھی پورا نام لیا تو اپنی توہین سمجھتے ہیں جب تک اچھے بھلے نام کا بیڑہ غرق نہیں کردیں سکون نہیں لیتے شاید ہمیں لگتا ہے بے تکے نام سے پکارنے کے بعد دوسرے لوگوں کو ہماری منحوس محبت پہ یقین آجائے گا۔

اب اس شوکت جہاں کے نام میں ایسا کیا ہے جو بگاڑ

جا سکے پہلے ہی اتنا بیک ورڈ نام ہے لیکن نہیں اس کو بھی نی شوکتے اور شوخی بول بول کے میری حسین رنگت کو کملا دیا دنیا والوں نے۔ اب ظاہر ہے جب خون جلے گا تو گوری رنگت جلے گی ناں' ایک تو آپ لوگ بھی آسان بات نہیں سمجھ سکتے۔

لیکن خیر جی الحمدللہ ہم نے اپنے حوصلے اور خداداد عقل کو استعمال کرتے ہوئے بہت ہی مشکل سے اس کو اپ ڈیٹ کیا یعنی شوکت جہاں سے بدل کے اتنا پیارا نام دیا خود کو شمیکس ہاؤ لولی ناں کیسے مٹھاس سی گھل جاتی ہے نام لیتے ہی ایسا لگتا ہے کوئی بانکی سجیلی سی لڑکی کا نام ہو۔ اب کون ہمیں ڈائجسٹ کے پیجز پہ ڈھونڈ سکتا ہے بھلا۔ ویسے آپس کی بات ہے اسی لیے تو ہم کبھی اپنی تصویر نہیں لگاتے۔

(ماشاءاللہ...... ماشاءاللہ۔ بس جی اللہ کی دی ہوئی عقل ہے یہ ساری ورنہ میں تو کافی معصوم سی ہوں)

اب کیا اپنی اتنی تعریف کرنا۔ اتنی سچائی بھی تو لوگوں سے ہضم نہیں ہوتی۔ کہیں نظر ہی نا لگ جائے۔ ہمارا خون بھی تو ہلکا ہے تو فوراً نظر لگ جاتی ہے۔

چلیں اب اصلی مدعے کی سمت آتے ہیں کہ بھئی جب آپ لوگ آپا باجی وغیرہ کہتے ہیں تو یقین مانیں ہم خود کو عمر رسیدہ لڑکی سمجھنا شروع کر دیتے ہیں۔ اب بتائیں بھلا ابھی ایک سال پہلے ہی تو ہمارا منجھلا بیٹا ایل ایل بی کر کے فارغ ہوا ہے بڑا تو بس دو سال سے اپنے ماسٹرز میں ہی اٹکا ہوا ہے۔ کم عمری میں شادی کا یہی تو قصور ہے لوگ سمجھتے ہی نہیں اس بات کو۔ پورے ساڑھے سترہ سال کے تھے جب اماں نے ہاتھ سے گڑیا لے کے ہمارے ہی نکاح کے چھوہارے پکڑا دیے تھے' ہم کافی بھولے تھے اس لیے چھوہارے کے لیے رو پڑے تھے۔ ہماری دوستوں کو وہ دو دیے' ہمیں صرف ایک' یہ تو ناانصافی کی بات ہوئی ہم نے بھی وہ دنگل شروع کیا کہ اماں کو مہمانوں کے سامنے خاموش ہونا ہی پڑا اور ہمیں مفت میں چھوہارے سمیت برفی بھی مل گئی تھی۔ اب ہمیں کیا علم تھا یہ ہمیں قید کرنے کی مٹھائی ہے۔ ورنہ وہ برفی کیا چھوہارے بھی واپس کر دیتے۔ لو بھیا نہیں چاہیے ایسی مٹھائی جو بعد میں صرف منہ ہی کڑوا کیے رکھے۔

اف ہو چھوڑیں بھی یہ گھریلو باتیں اور عمر جیسے حساس ٹاپک کو۔ ویسے بھی اس ٹاپک پہ ہماری مشہور زمانہ قینچی از خود چلنا شروع ہو جاتی ہے۔

ہاں تو بھئی کہنے کا مقصد یہ تھا کہ اب جب ہمارے سلال بابا نے ہماری شادی بالی عمریا میں کر ہی دی تو ہمارا کیا قصور اس میں کہ سارے پاکستان کی لڑکیوں اور عورتوں کی ہم آپا جان بن جائیں۔

آپ ہی لوگوں کے لیے تو ہم نے پورے دو دن تک سوچ و بچار کے بعد یہ نک نیم پسند کیا ہے۔ شمیکس اب جس نے ہمیں آپا باجی کہا اس کو امید ہے کبھی اپنا نام ہمارے ڈائجسٹ میں خوردبین سے ڈھونڈنے سے بھی نظر نہیں آئے گا۔ امید ہے آپ کو ہماری یہ دھمکی...... لوہ میرا مطلب تھا ہماری بات سمجھ آ گئی ہوگی نا تو چلیں اب ہم لوگ خطوط کی طرف بڑھتے ہیں۔

☆☆☆......☆☆☆

پہلا خط چاند' آفتاب' سلمیٰ اور ستارہ نے بھکر سے لکھا ہے۔

پیاری باجی جی۔ آداب سب سے پہلے تو آپ ہمیں یہ بتائیں' آپ ہمارے افسانے کیوں نہیں شائع کرتیں۔ راتوں کو جاگ جاگ کے کینڈل لائٹ میں لکھتے ہیں اور بہت سے پلاٹ ہمارے دل و دماغ میں اودھم مچائے ہوئے ہیں لیکن آپ سانپ ارے معذرت آپ ہماری قسمت کا تالا ہی نہیں کھول رہی ہیں۔ پلیز پلیز ہمارا ایک افسانہ تو چھاپ دیں نا۔

سلمیٰ' ستارہ' چاند' تارہ ارے بہن کیا پورے اجسام فلکی نے مل کے ایک خط لکھ ڈالا ہے۔ اور اللہ لگتی بولوں تو وہ سارے افسانے جو آپ سب آسمانی مخلوق نے مل کے لکھے تھے وہ سارے کے سارے پرانے ڈائجسٹوں سے نقل مکانی کر کے وجود میں لائے گئے تھے۔ آخر کو تیس سال ہونے کو آئے اس مدیرہ کی کرسی سے چپکے ہوئے ہمیں ہاہاہاہا اور بھیا یہ بھی خوب کہی سانپ ہاہاہاہا۔ ہاں بھئی سانپ ہی تو ہیں جب ہی ایسی یادداشت ہے کیسے اپنے ادارے کی تحریر پہچان لی ہم نے۔ ویسے مفت مشورہ ہے۔ پہلے اپنی لکھائی درست کرو پھر پرانے رسالوں سے نقل کرو۔ شاید کبھی نا کبھی قسمت کھل ہی جائے۔

☆☆☆......☆☆☆

صوفیہ شاہد چک ۳۲ سے برسوں پرانا شکوہ لیے ایک بار حاضر ہیں کہ آخر آپ پرانی لکھاریوں سے کیوں نہیں لکھواتیں' ویسے وہ سب یعنی پرانی رائٹرز بھی بڑی بے مروت نکلیں' سب کی سب نی وی کو پیاری ہو گئی ہیں اور ہم ڈائجسٹ پڑھنے والیوں کو تو نئی لکھاریوں کے ہاتھوں دے گئیں۔ کتنی ناانصافی کی بات ہے نا جی' ستم یہ کہ ان سارے ناولز پہ ڈرامہ بنا کے ہمارے نازک جذبات کے ساتھ جو کھلواڑ کرتی ہیں وہ الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتا۔ ہمارے تصوراتی ہیروز کا ایسا بیڑہ غرق کرتے ہیں ظالم

پروڈکشن ہاؤس والے کہ حد نہیں۔ اب بتاؤ بھلا اپنے چینل پہ کام چلانے کی خاطر پاکستان کی لڑکیوں اور کچھ بڑی عمر کی لڑکیوں کے حسین خواب چکنا چور کرنا اچھی بات تو نہیں ناجی۔

صوفیہ جی! اب آپ سے کیا پردہ آپ سب تو گواہ ہیں ان رائٹرز کے وہ بچگانہ ناولز بھی ہم نے شائع کیے ہیں کہ جن کو آج کل کی نئی نسل پڑھنا تو دور کی بات ایک نظر دیکھ کے ہی جھنجھلا جائے۔ لیکن ہم نے دل پہ پتھر رکھ کے ان کی ابتدائی کہانیاں نا صرف لگائیں بلکہ بسا اوقات ان کو سمجھایا سمجھایا اور ایڈیٹ بھی کیا اور اب وہ عظیم لکھاریاں ٹی وی کی سمت چلی گئیں تو خود کو افلاطون سمجھ بیٹھیں۔ بلکہ کیا بتائیں اب آپ کو ان میں سے تو ایک آدھ نے ہم سے ہماری ہی زمین یعنی یہ کرسی چھیننے کی اپنی سی کوشش تک کرڈالی۔ ورنہ ایک زمانہ جانتا ہے ان رائٹرز کے ناولز کی وجہ سے ہم نے کیا کیا نہیں سنا اور تو سب پردے میں رہتی تھیں اور ہم نازک سی جان کھلے میدان میں لیکن اب للہ بھلا کرے اس موئے فیس بک کا اب جو کھلا ڈلا ایوارڈ کہانی کہ وہ آپ ہی بھگتے۔ ویسے ہم بھی آپ سب کی طرح ان سب پرانے منجھے لکھاریوں کے منتظر ہیں۔ وہ کیا بولتے ہیں۔ جو آئے آئے ہم دل کشادہ رکھتے ہیں..... اور بھئی ڈرامے کے بارے میں کیا کہیں اب۔ سب تو آپ نے کہہ ہی دیا۔ بس ہم آپ کے دکھ میں برابر کے شریک ہیں۔

اُم ایمان لالوکھیت سے اپنی ازلی شکایت لیے فرمانی ہیں۔

آپا (اف پھر یہ آپا) ہم آپ کے بیس سالہ پرانے قاری ہیں اور آپ نے اپنا معیار گرالیا ہے یا تو اسے اوپر اٹھائیں ورنہ ہم پڑھنا چھوڑ دیں گے۔

بھیا مرضی ہے آپ کی۔ پڑھو پڑھو ورنہ نہیں پڑھو۔ ہمیں کتنے نوافل کا ثواب ملتا ہے آپ کے پڑھنے سے اور کتنا گناہ ملے گا نہیں پڑھنے سے۔ جو لکھا لگے گا وہی چھاپے گے نا بی بی بھی تو سمجھو اس بات کو ہم کون سا اپنے آفس کے پچھواڑے لوگوں کو کرائے پہ بٹھا کے لکھواتے ہیں۔ آپ جیسے ہی لوگ ہمیں اپنے قصے لکھ کر بھیجتے ہیں جس کو ہم چھاپ دیتے ہیں۔ ساٹھ ساٹھ ستر روپے کے پیچھے کیا کیا سننے کو نہیں ملتا۔ (آپا بولنے کا بدلہ)۔

یہ دیکھیں ایک بہن کسی معجزے کی تلاش میں ہم بیچاری کو خط لکھ بیٹھی ہیں۔

پیاری باجی! آپ سے درخواست کرنی ہے اگلے ماہ میری شادی ہے پلیز کوئی اچھا سا ڈائٹ پلان بتادیں تا کہ میرا وزن بس جلدی سے دس کلو کم ہوجائے۔ باقی میں خود ایڈجسٹ کرلوں گی اور ہاں وہ نا میرے ہونٹ بھی ذرا سے کالے ہیں تو کوئی نسخہ بتادیں کہ ہونٹ گلاب کی پنکھڑی جیسے ہوجائیں۔

ارے بی بی مہینے بھر میں کیا جادو کی چھڑی گھماؤں کہ تم انجمن سے میرا ابن جاؤ پہلے کہاں سوئی ہوئی تھی بی بنو۔ اب تو ایک ہی ورزش ہے وہ کرو شاید کچھ بہتری ہوجائے۔ گردن کو پہلے سیدھے ہاتھ کی طرف گھماؤ پھر الٹے طرف جب بھی کوئی کھانے کی آفر دے تو اس کو کرو اور بے تحاشہ کرو۔ ان شاء اللہ دو چار کلو تو لازمی کم ہوجائے گا۔ ویسے تو کچھ جھٹکا لگا ہی ہوگا نا یہ پڑھ کے اور ہاں رہی بات ہونٹ کالے سے گلابی کرنے کی تو کہاں اتنے جھنجھٹ میں پڑتی ہو اب۔ تیس روپے کی بھی لپ اسٹک آتی ہے۔ جمعہ بازار سے لے لو دو تین شیڈز اور لگا کے رکھو ہر وقت۔ گلاب کی پنکھڑی ہی کیا۔ سورج مکھی یا جیسے مرضی پھول کے کلر جیسے ہونٹ کرلو۔ اور ہاں اگر شادی کا مینو اچھا ہے تو ہمارا کارڈ اسی ایڈریس پہ بھیج دینا ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا سو روپے خرچ کرنے میں۔

☆☆☆......☆☆☆

پیاری مدیرہ آپ کی نظر اہم مسئلے کی طرف کرانی تھی۔ آج کل آپ کے ڈائجسٹ میں لو میرج کا بہت چرچا ہے اور اخلاق سوز جملے بھی بے تحاشہ لکھے ہوتے ہیں اس کا کوئی حل نکالیں۔

پیاری بہن کیا بتاؤں، یہ آج کل کی نئی نویلی لکھاریاں۔ کون ان کو لگام ڈالے بھیا ویسے آپ نے بھی خوب تیز نظر پائی ہے پورا ڈائجسٹ پڑھتی ہو سب معلوم ہے وہ سارے اخلاق سوز جملے کہاں کہاں پائے جاتے ہیں۔ شرارتی کہیں کی۔

شمائلہ کا معنا کی سوال جو وہ حیدرآباد سے کرتی ہیں۔ باجی جان ہم آپ کے ڈائجسٹ کے بہت ہی پرانے قاری ہیں۔ ہمیں صرف یہ بتادیں آخر ایک پڑھا لکھا ڈشنگ ہیرو غریب ہیروئن کی طرف کیسے راغب ہوجاتا ہے۔ ہمیں تو کبھی کسی ایک نے بھی نظر اٹھا کے نہیں دیکھا۔ جب کے ہمارا ناک نقشہ بھی مناسب ہی ہے۔

دیکھو شمائلہ یہ عشق عاشقی کی شوخیاں بس قصے کہانیوں کی حد تک ہی ہوتی ہیں۔ سارے جہاں کے نمونے ہیرو جو ڈیشنگ میں پائے جاتے ہیں۔ لڑکی کو ایکسیڈنٹ کرنے سیدھا وہاں سے لالوکھیت یا نا گن چورنگی تک آجاتے ہیں۔ یہ سب بس ان ڈائجسٹوں تک ہی محدود ہے آپ ان پہ دل نا لگاؤ شاباش۔

☆☆☆☆☆☆

آپا جی آپ ہمارے خطوط کیوں نہیں شائع کرتیں۔

یہ ایک لائن لکھنے کا بھاری کام ہماری پیاری سونیا نے سکھر سے کیا ہے اور یقین جانیں ہم دل سے ان کے مشکور ہیں۔ کاش

سونیا ہم آپ کو وہ کارٹن دکھا سکتے جو ہر ماہ ہمیں ملتا ہے۔ کسی پہ سالن کا نشان تو کوئی کاغذ سائیڈ سے پھٹا ہوا۔ کوئی پنسل سے لکھ کے پین سے فیر کیا ہوا تو کوئی لال کالے پین سے لکھا ہوا۔ ان سب کو پڑھنا اور مطلب کی بات سمجھنا کنوئیں سے تیل نکالنے کے مترادف ہے۔ بس آپ یقین رکھیں ہم بیچاری مدیرہ یعنی آپ کی پیاری فیکس آپ سب کے خطوط لازمی پڑھتی ہیں۔

☆☆☆☆☆

پیاری فیکس۔ آپ کو ہم نے اپنی ایک ذاتی شاعری پوسٹ کی تھی لیکن تین ماہ ہوگئے کوئی پرسان حال نہیں۔ آپ کی ابھرتی ہوئی شاعرہ۔ صنم بے وفا۔

جہاں تم نے میرا نام لکھ کے جی خوش کیا وہیں۔ میری معصوم آنکھوں میں خون بھی اتار دیا یہ بتا کے کہ وہ دل اور پھیپھڑے خراش خون اگلتی شاعری تمہاری ہے۔ جس کے صفحے کے اوپری سمت دو کبوتر بنانے کی ناکام کوشش کی گئی تھی تو بائیں سمت ایک عدد دل بنا کے اس بیچارے کے پہلو سے دو عدد خون کے قطرے بہہ کے نہ جانے کہاں جارہے تھے۔ ستم یہ تھا کہ اس دل کے بیچوں بیچ ایک عدد تیر بھی۔ اے بہن صنم بے وفا اتنا درد کہاں سے آیا تم میں؟

☆☆☆......☆☆☆

بس پیارے قارئین شکر کیجیے ہمارے مخصوص کردہ صفحات ختم ہوئے۔ ورنہ یہ جو آپ نے ایک ذرا سی جھلک دیکھی ہے وہ ان ہزاروں خطوط کے پاسنگ بھی نہیں جو ہمیں ہر ماہ وصول ہوتے ہیں۔ آپ لوگ جب ہمیں بیس بیس صفحات کے چھوٹے سے خط لکھتے ہیں تو اس پہ لازمی نمبر ڈال لیا کریں۔ دس پندرہ صفحات کے اس بکھرے ہوئے محبت نامے کو پہلے ترتیب سے رکھنا پھر اس کی ہجے کر کر کے پڑھنا اور اس میں سے کام کی چیز نکالنا یقین کریں بڑا ہی جان جوکھوں کام ہے۔ بہت دل گردہ چاہیے اس کے لیے۔ آپ سب کی پیار بھری دھمکیاں جو تھوک کے حساب سے ملتی ہیں۔ وہ الگ کہ جواب دیں ورنہ پڑھنا چھوڑ دیں گے۔ خط لکھنا چھوڑ دیں گے۔

چھوٹی سی ایک درخواست ہے آپ سب سے۔

ایک بار اپنا محبت نامہ پوسٹ کرنے سے پہلے اگر آپ لوگ خود پڑھ لیں تو ہمارے سر کا کچھ بوجھ ہلکا ہو جائے۔

خیر آپ کی پیاری فیکس اس آخری خط کے ساتھ اب اگلی عید تک اجازت چاہتی ہے۔ یقیناً آپ کو احساس ہوا ہوگا آپ سب کے تعارف اور مجھ سے ملیے وغیرہ جیسے سلسلے کے لیے آئے گئے خطوط پڑھ کے ہمیں کیسا لگتا ہے اور ہمارے نازک سے دل پہ کیا کیا بیتی ہے۔

اب ملاحظہ کیجیے کسی غریب سی قاری کا خط۔

آپا جانی۔ آپ کے ڈائجسٹ میں کوئی غریب ہیرو کیوں نہیں ہوتا یا کوئی غریب ہیرو کے ساتھ کوئی غریب ہی ہیروئن کیوں نہیں ہوتی۔ ایک دم کہیں سے منحوس سی امیر کزن اچانک ٹپک کے ہمارے دل کے ارمان کا قتل عام کر دیتی ہے۔ آخر ہمارے بھی تو کچھ ارمان ہیں۔ جو یہ میری کے قصے پڑھ کے تڑپ جاتے ہیں۔ کوئی تو ایزی لوڈ کرانے والا ہیرو مل جائے یا کیبل والا ہیرو ہی سہی۔ ہمارے حساس جذبات کو بھی مقدم سمجھیں۔

اے لو بی بی کیا بول دیا غربت میں پیار......؟ سن کے ہی عجیب سا لگتا ہے۔ یہ تو امیروں کے چونچلے ہیں۔ بھیا محلوں کی دین ہیں۔ کم از کم دل ٹوٹ بھی جائے تو دوسری جس جگہ شادی ہو وہ کوئی انجینئر کوئی ڈاکٹر ملے نا کہ کوئی پلمبر یا مستری سے شادی ہو جائے۔

سمجھا کرو بات کو۔ ہمیں خواب بیچنے دو۔ اپنی کہانیوں کے ذریعے ویسے بھی یہ پیار محبت کی پینگیں ہوٹلوں یا ریسٹورنٹ میں ہی اڑتی اچھی لگتی ہے۔ کیا تیرے میرے محلوں میں اڑیں گے جہاں چاچا مامیا ہمسائیوں کے بچے کی درگت بناتی کوئی پھاپھا کٹنی خاتون کن سوئیاں لیتی صدقے یہ ہی کھڑی ہو کے آٹو ٹینڈرے لیتے وقت کن انکھیوں سے سب لڑکے لڑکیوں پہ بھی نظر رکھے ہوتی ہیں۔

امید ہے بات سمجھ آگئی ہوگی۔ کم لکھے کو زیادہ جانو بس۔

☆☆☆☆☆☆

آپ سب لڑکیوں کے نام۔ فیکس کا پیغام ساری امیر ہیروئن جب شادی کے بعد دلہن کی دم دن بن جاتی ہیں تو خوبرو ہیرو بھی کسی جزل اسٹور سے مولوی کے لیے کپڑے ہی لیے ہوتے ہیں۔

یہ ہی دنیا کی اصل حقیقت ہے۔ اللہ نے جس کو جہاں رکھا ہے وہ اسی جگہ کے لیے بیسٹ ہے۔ کیونکہ یہ اللہ کی اپنی تقسیم ہے۔ شکر کے ساتھ اللہ کے بنائے گئے فیصلے کو قبول کریں اور اپنی دعاؤں میں اپنی پیاری فیکس کو نہیں بھولیں۔

اللہ حافظ

آپ کی اپنی

فیکس

کیا خوب ہو ہر روز تیری عید اگر ہو
ہر رات مسرت کے نئے گیت سنائے
لمحات کے پیڑوں پہ بھی شبنم کا ثمر ہو

''یہ کیا فضول ضد ہے شمع' پتا نہیں تم کس زمانے کی لڑکی ہو اگر لڑکے والے تمہاری تصویر لے جانا چاہتے ہیں تو اس میں حرج ہی کیا ہے۔ اتنی باپردہ تو تم ہو نہیں' پھر اس معاملے میں اتنی تنگ ذہن کیسے ہوگئی ہو۔''

''مما میں نے آپ سے کہا نا اگر کسی نے مجھ سے شادی کرنی ہے تو یہ میری شرط ہے کہ میں تصویر لے جانے نہیں دوں گی۔'' وہ ابھی بھی اپنی ضد پر قائم تھی۔

''میں لڑکے کے گھر والوں سے مل چکی ہوں' انہیں اعتراض نہیں ہے میری اس بات پر اور ویسے بھی جو بھی بات ہوگی لڑکا مجھ سے فون پر کرسکتا ہے' اس پر مجھے کوئی اعتراض نہیں۔''

❁

''مگر اماں یہ کیسی شرط ہے بھلا' آپ نے غور سے دیکھا بھی یا نہیں' کہیں وہ لڑکی معذور...... میرا مطلب ہے کہیں بعد میں مجھے پچھتانا نہ پڑے۔'' اس نے گہرائی سے سوچتے ہوئے کہا۔

''ارے نہیں روحیل وہ تو اتنی خوبصورت ہے کہ جواب نہیں' تم دونوں کی چاند اور سورج کی جوڑی لگے گی۔'' اماں نے دلاسہ دیتے ہوئے کہا۔

''لڑکی کا نام شمع ہے بی اے کیا ہوا ہے۔ بہت اچھی اور سلجھی ہوئی فیملی ہے' لڑکی بھی سلیقہ مند اور سمجھدار ہے تو ہماری بات پر بھروسہ رکھو' یہ رشتہ ہر طرح سے پرفیکٹ ہے۔ اس لیے ہم رشتہ پکا کرکے ہی آئے ہیں۔'' اب کے بڑی آپا نے ساری معلومات روحیل کے گوش گزار کی۔

تڑاخ...... گملا ٹوٹنے کی آواز آئی۔

''ہائے اماں آپا کے سپوت نے میرا ایک اور گملا توڑ دیا۔'' چھٹکی یعنی مہرین کی آواز فضا میں بلند ہوئی۔

❁

یہ آٹھ مرلے کا مکان جو اپنی خوب صورتی اور سجاوٹ میں زلیخا بیگم کی سلیقہ مندی کا منہ بولتا ثبوت تھا۔ اس لیے انہوں نے اپنے بڑے بیٹے روحیل کے لیے بھی بہو کا انتخاب چن کر کیا تھا' بقول ان کے شمع مستقبل کی لاکھوں میں ایک سگھڑ بہو ثابت ہوگی اور یقیناً ایسا تھا بھی۔ روحیل سے بھی ایک بڑی بہن شاہین جس کی شادی پانچ سال قبل ہوئی جواب ڈیڑھ سالا رومہ اور چار سالہ رافع کی ماں تھی جبکہ رومہ اور رافع انتہائی شرارتی بچے ثابت ہوئے جو کہ ہر وقت شرارتوں میں پیش پیش رہتے۔ جب بھی مریدکے سے لاہور نانو کے گھر تشریف لاتے تو خوب رونق کا سا ہوتا۔ شاہین اور روحیل کے بعد تیسرا نمبر سہیل کا تھا جو کہ بی ایس سی کا اسٹوڈنٹ تھا' فیشن میں سلمان خان کو بھی مات دینے کا ارادہ رکھتا تھا' جناب کے سر کے بال کندھوں کو چھو رہے ہوتے تو کبھی ان زلفوں کو پونی میں باندھ لیا جاتا۔ ہر روز ابا کی ڈانٹ اور اماں کے

جوتے پکے، مگر فیشن کا بھوت ہے کہ اترنے کا نام ہی نہیں لیتا اور نت نئے گانوں کی سی ڈیز آہستہ آواز میں گانے وہ ابا کے ڈر سے سنے جاتے ورنہ سہیل صاحب اسپیکر پھاڑنے میں کسر نہ چھوڑیں۔ چوتھے نمبر پر رامین ایف ایس سی کی اسٹوڈنٹ خاموش طبیعت کی مالک ہونے کے ساتھ انتہائی لائق اور نفیس طبیعت اپنے بھائی سہیل سے بالکل ہی الٹ۔ اس تمام فیملی کے سربراہ کمال صاحب جو کہ کمال کپڑے والا کے نام سے مشہور تھے۔ آج کل کم ہی دکان پر تشریف رکھتے اور زیادہ وقت اللہ والی محفلوں اور مسجدوں میں ہی گزارتے تھے جبکہ دکان بڑے بیٹے روحیل کے سپرد کر چھوڑی تھی۔ روحیل صاحب صبح آٹھ سے لے کر رات نو بجے تک بخوبی اپنی ڈیوٹی نبھاتے تھے ایسے زندگی ہنسی خوشی پر لگا کر اڑ رہی ہے۔

❁

گرمی کی تپتی دوپہر میں بریانی اور پودینے کی چٹنی کی خوشبو نے بھوک کو مزید بڑھا دیا۔ آج چونکہ شامین نے گھر واپس جانا تھا تو صبح سے ہی اپنی تیاری میں مصروف تھی۔ ان کے دونوں بچے رومہ اور رافع نے پورے صحن میں اپنے ماموں سہیل کی تمام سی ڈیز اور نانا ابو کے کمرے سے درس وبیان کی تمام سی ڈیز لا کر لمبی قطار بنا رکھی تھیں۔ مہرین اور سہیل ابھی تک کالج اور یونیورسٹی سے لوٹے نہ تھے۔ کالج سے مہرین کو پک اینڈ ڈراپ کرنا ابا جان کا معمول تھا۔ وہ دونوں ابھی گھر میں داخل ہی ہوئے تھے کہ ابا جان کی نظر سیدھی اپنے کمرے سے لائی سی ڈیز پر پڑی۔ انہوں نے پیار سے رومہ کو گود میں لیا اور رافع کو پیار سے سمجھانے لگے۔ اس میں اللہ کی باتیں ہوتی ہیں ان سے ایسے نہیں کھیلتے۔ اس سے پانچ منٹ قبل شامین نے جب سی ڈیز کو پورے صحن میں پھیلا ہوا دیکھا تو وہ رافع کو ایک زوردار دھپ رسید کر چکی تھی۔ رافع ابھی تک اپنی مما کی پٹائی سے رو رہا تھا کہ روحیل گھر میں داخل ہوا جو کہ شدید گرمی کی وجہ سے دوپہر کا کھانا کھانے اور کچھ دیر آرام کی غرض سے آیا تھا۔

''ارے ہمارے چھوٹے ڈان کیوں رو رہے ہیں۔'' جیسے ہی اپنے لاڈلے ماموں پر نظر پڑی رافع جھٹ سے ان کی گود میں چڑھ گیا۔

''آؤ ہم آئس کریم کھانے چلیں۔'' آدھے گھنٹے بعد جناب رافع صاحب خوب اچھے موڈ میں گھر لوٹے تھے۔

❁

آج موسم لاہور کے باسیوں پر کچھ رحم کھانے کے موڈ میں تھا۔ ٹھنڈی ہوائیں موسم کو دلفریب بنا رہی تھیں۔ نیلے آسمان پر گھنے گھنگھور بادل چھائے ہوئے تھے۔ دن کے کوئی ساڑھے بارہ بجے کا ٹائم تھا۔ روحیل اپنی دکان پر حسب معمول مصروف تھا۔ آج پھر نمرہ کی آمد ہوئی' وہ بلاجھجک بینچ پر براجمان ہوئی اور نت نئے ڈیزائن کے کپڑوں کی فرمائش کرنے لگی۔ روحیل تو بہت پہلے سے اس کی اداؤں میں کھو چکا تھا۔ اب تو جیسے اس کو نمرہ کی آمد کا انتظار رہتا تھا۔ نمرہ کا آنا محض خریداری کے لیے نہ تھا بلکہ گھنٹوں ان کے گپ شپ میں گزر جاتے۔ ہر دوسرے دن نمرہ کا روحیل کی دکان پہ آنا معمول تھا مگر نمرہ کی موجودگی میں روحیل کا کسی کو بار بار کال کرنا اسے کھٹکتا تھا۔ وہ ضروری کال کا کہہ کر شاپ سے باہر چلا جاتا تھا ایک دن نمرہ نے ہمت کر کے پوچھ ہی لیا کہ کہیں وہ شادی شدہ تو نہیں تب اپنی دکھتی رگ کی تاب نہ لاتے ہوئے روحیل نے اس کو بتایا کہ اس کی منگنی ہو چکی ہے۔ مگر وہ وہاں راضی نہیں...... نمرہ اور روحیل کب ایک دوسرے کو پسند کرنے لگے پتا ہی نہ چلا تھا۔

❁

رمضان المبارک کی آمد آمد تھی زلیخا بیگم بھرپور تیاریوں میں مشغول تھیں۔ سحری اور افطاری کے تمام لوازمات وہ رمضان سے ایک دن پہلے ہی منگوا لیتیں تاکہ رمضان میں روزے کے ساتھ بازار کے چکر سے بچا جائے اور پورے لگن سے عبادت کی جائے چونکہ آج شام رمضان کا چاند نظر آنے کی پوری توقع تھی اس لیے تیاری پر زور جاری تھی مگر اتوار ہونے کی وجہ سے چھوٹو سہیل صاحب اب تک بے سدھ سوئے ہوئے تھے مگر جناب کو آج کسی نے جگانے کی زحمت نہ کی' اچانک سہیل کے کمرے سے حلق پھاڑ چیخ برآمد ہوئی۔ وہ جھنجھناتا ہوا کمرے سے باہر نکلا مگر گھر کے کسی فرد کو کوئی فرق نہ پڑا سبھی اپنے اپنے کام میں مصروف تھے۔

''کس نے میرے بالوں کا ستیاناس کیا ہے۔'' وہ پھر دھاڑا۔

''میں نے۔'' اخبار پڑھتے کمال صاحب نے نہایت تسلی سے جواب دیا۔ ''رمضان شروع ہونے والا ہے اپنی حرکتوں پر غور کرو کوئی الٹی سیدھی حرکت نہیں ہونی چاہئے۔'' سہیل کا غصہ جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔ وہ منہ بسورتے ہوئے پھر ایک بار آئینہ دیکھنے لگا رات کو سونے کے دوران ابا جان نے ماتھے کے عین اوپر سے کمال مہارت سے اس کے بال جڑ سے ہی کاٹ دیئے اب نہ چاہتے ہوئے بھی اسے اپنے بال چھوٹے کروانا ہی پڑتے۔ اس کے علاوہ بالوں میں لگے کٹ کو چھپانے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ وہ شرافت کا مظاہرہ کرتے ہوئے نائی کے پاس گیا ساتھ ساتھ یہ بھی سوچ رہا تھا کہ وہ اپنے باقی دوستوں سے کیا کہے گا' جو اس کی طرح لمبے بالوں کے عاشق ہیں کہ گلی کے کونے پر ایک دوست ملا جس کی اپنی دکھی داستان تھی' جو بالکل ہی گنجا سر پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے منہ لٹکائے ہوئے تھا۔ سہیل اپنے بال چھوٹے کروا کر لوٹ ہی رہا تھا کہ اپنے جگری دوست کو دیکھ کر حیران ہی رہ گیا۔

''اوئے ہلو یہ تجھے کیا ہوا۔'' سہیل نے چونک کر پوچھا۔

''یار کیا بتاؤں ابا کان پکڑ کر نائی کے پاس لے گئے اور جوتوں سے الگ مرمت کی۔'' بیچارے ہلو نے معصومیت سے کہا پھر دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھ کر خوب زور کا قہقہہ لگایا تھا۔

❖......✿......❖

سب گھر والوں کا رمضان المبارک خوب عبادت میں گزر رہا تھا۔ ظہر کے بعد روحیل اکثر اپنی شاپ پر ہی قرآن کی تلاوت کر لیتا۔ اس دوران نمرہ کی ایک بار بھی آمد نہ ہوئی۔ روحیل کی عیدی کے سلسلے میں اس کے سسرال والوں سے ملاقات جاری وساری تھی مگر ان کا زور تھا کہ عید کے فوراً بعد شادی کی تاریخ دے دی جائے جبکہ روحیل سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ وہ کیا کرے کیونکہ گھر والے بھی شادی پہ راضی تھے۔ مگر روحیل کو نمرہ کی یاد ستائے جا رہی تھی۔ تیسرا عشرہ شروع ہو چکا تھا عصر کے وقت ایک فون کال آئی۔ دوسری طرف نمرہ تھی۔

''میں آپ سے ملنا چاہتی ہوں۔'' روحیل نے دوسرا سانس لینے سے پہلے آفر قبول کر لی۔

''مگر کس سلسلے میں۔'' اس نے پوچھا۔

''وہ تب ہی بتاؤں گی۔'' جگہ مقرر کرنے کے بعد کال ڈراپ کر دی گئی۔ ڈرامہ ختم کرنے کا وقت آ ہی گیا تھا۔ اس نے سوچا' دوست کے ہاں افطاری کا کہہ کر وہ روانہ ہو گیا۔

❖......✿......❖

یہ ریسٹورنٹ شہر سے دور تو نہیں تھا مگر رش قدرے کم تھا۔

''جی کیا میں جان سکتا ہوں کہ آپ نے مجھے یہاں کیوں بلایا ہے۔'' روحیل نے پوچھا۔ نمرہ کے چہرے پر ایک طنزیہ مسکراہٹ تھی۔

''عید نزدیک ہے سوچا آپ کو ایک بہت بڑا سرپرائز دے دوں' محبت میں ہمارا اتنا تو حق ہے نا روحیل صاحب۔'' وہ قدرے سنجیدہ تھی۔ روحیل بھی جیسے اس کے چہرے پر کچھ کھوج رہا تھا۔ وہ مسکرایا۔

''جان سکتا ہوں' کیا؟'' نمرہ نے ایک لمبی سانس لی اور پھر جو گفتگو کی روحیل اسے یک ٹک دیکھے گیا۔

''دیکھیں روحیل صاحب میرا آپ سے ملنا بلاوجہ نہیں تھا' میں نے آپ کو جاننے کے لیے آپ سے کئی ملاقاتیں کی میں یہ چاہتی تھی کہ جس سے میری شادی ہو وہ سمجھ دار ہونے کے ساتھ ساتھ لوفر بالکل نہ ہو' میرا پرکھنے کا الگ اسٹائل ہے' مگر آپ سے مل کر مجھے بہت حیرت ہوئی کہ آپ کی منگنی ہونے کے باوجود اتنی اچھی اور باعزت فیملی سے تعلق رکھنے کے باوجود آپ ایک دوسری لڑکی کے ساتھ کیسے رابطے بڑھا سکتے ہیں' اتنی آسانی سے کسی بھی لڑکی کے آگے کیسے پھسل سکتے ہیں وہ تو مجھے پتا چل گیا۔ اب دل تھام کر سنیے روحیل صاحب' آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ میں نمرہ نہیں' شمع ہوں' شمع ملک آپ کی منگیتر اور ہونے والی بیوی۔ اس سارے ڈرامے کے لیے ہی میں نے تصویر دینے سے انکار کیا تھا' کیونکہ میں آپ کو اچھے سے جاننا چاہتی تھی مگر آپ گھبرایئے مت' ہم دونوں جس فیملی سے تعلق رکھتے

ہیں وہاں انکار تو کر نہیں سکتے' شادی تو ہم دونوں کی ہوگی ہی......'' وہ عجیب انداز سے مسکرائی۔ ''اور آپ کو تو میں سیدھا کر ہی لوں گی' کیسا لگا میرا عید کا سرپرائز مسٹر روحیل کمال صاحب۔'' چند ثانیے خاموشی میں گزرے۔ روحیل نے بڑے اطمینان سے اپنی باقی ڈرنک ختم کی اور انتہائی تسلی سے بولا۔

''اماں سچی کہتی تھیں ان کی بہو انہی کا پرتو ہے' جب آپ نے اتنا اعلیٰ سرپرائز دیا ہے تو میرا بھی تو حق بنتا ہے کہ آپ کو کچھ دوں۔'' اس نے اپنی جیب سے موبائل نکالا اور نمرہ یعنی شمع کی طرف بڑھا دیا۔

''یہ کیا ہے؟'' وہ بولی۔ اس نے شرارت بھری نظروں سے ایک مسکراہٹ کی طرف اچھائی اور بولا۔

''میری اماں نے بتایا کہ ان کی بہو یعنی تم بہت سمجھدار ہو اور اپنی تصویر اپنے ہونے والے دلہا کو نہیں دکھانا چاہتی' تب ہی میرے دماغ میں خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگیں' ایک لڑکی نمرہ کی بار بار میرے پاس آمد ہوتی ہے یہ بھی میرے لیے شاک تھا۔ میں نے ابا کی ڈائری سے اپنے سسرال والوں کا نمبر لیا اور جب بھی تم میرے پاس نمرہ بن کر آتی میں دکان سے باہر جاکر تمہارے گھر کال کرتا اور باتوں باتوں میں آپ کی والدہ محترمہ یعنی اپنی ساس سے تمہارا پوچھتا تو پتا چلتا کہ تم اپنی سہیلی کے ہاں گئی ہو ورنہ بڑی آپا کے بقول تم نے کہا تھا کہ تم فون پہ بات کرلو گی' مگر تصویر نہیں لے جانے دو گی' تب میرے دماغ میں ایک اور خطرے کی گھنٹی بجی' پھر ایک دن تم میری دکان پہ آئی تو میں نے کمال مہارت سے تمہاری تصویر اپنے موبائل میں لی' جو اس وقت بھی میرے موبائل میں موجود ہے۔ یقین نہ آئے تو تم دیکھ سکتی ہو۔ اس دن دوپہر کے وقت میں کھانا کھانے گھر گیا تو رافع آپا سے کسی بات پر خفا تھا' مجھے دیکھتے ہی روتے ہوئے میری گود میں چڑھ گیا میں ایسے ہی کسی موقعے کی تلاش میں تھا' رافع کو آئس کریم کھلانے کے بہانے باہر لے گیا۔ موبائل سے تمہاری تصویر دکھائی اور پوچھا۔ بیٹا آپ جس دلہن مامی کو دیکھ کر آئے ہو کیا وہ ایسی تھیں وہ بولا ماموں وہ تو یہی ہیں' بس تب سے مجھے جو شک تھا وہ یقین میں بدل گیا اور پھر آپ کے ساتھ اس گیم میں مزہ آنے لگا۔ اب آپ کو ہماری محبت پہ یقین آئے یا نہ آئے وہ تو ہم شادی کے بعد آپ کو دکھا ہی دیں گے' تو اب بتائیں میری موجودہ منگیتر اور ہونے والی بیگم صاحبہ کیسا لگا آپ کو میرا عید کا سرپرائز۔''

''او مائی گاڈ تم...... تم...... تمہیں سب پتا تھا پھر بھی...... یو چیٹر......'' وہ آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھنے لگی۔

''چلو اچھا ہوا ہم نے شادی سے پہلے ہی ایک دوسرے کو اچھے سے جان لیا۔'' وہ پھر شوخ ہوا۔ ''ویسے آپ کی شان اور محبت میں کچھ شعر عرض کرنا چاہتا ہوں۔'' اور پھر گلا کھنکھار کے بولا۔

تیرے نام کردی ہم نے آخری سانس تک
بہت اچھا لگا تیرا مجھ کو پرکھنا
میرے گلشن کا سنہری پھول ہو تم
میرے آنگن کو یونہی سجا کے رکھنا
جس گھر میں ہو اتنی ہم خیال ساس اور بہو
تو بس میرے خدا اس گھر کے مردوں کو بچا کے رکھنا

آخر میں اس نے زوردار قہقہہ لگایا۔ وہ تو پہلے ہی اس سرپرائز پر حیران تھی' اب مزید زچ ہونے لگی۔

''کتنے چھپے رستم ہو تم' میرے سامنے کتنے بھولے بنے رہے۔ میں تمہیں چھوڑوں گی نہیں۔''

''ہم بھی چاہتے ہیں کہ آپ ہمیں کبھی نا چھوڑیں۔'' پھر دونوں ایک بار کھلکھلا اٹھے۔

''تراویح کا وقت قریب ہے' مجھے گھر ڈراپ کردیں۔ مما کو میں نے آج اپنے (پلان) کے بارے میں سب کچھ بتا دیا ہے۔ آپ کو دیکھیں گی تو سمجھ جائیں گی کہ ان کا داماد ان کی بیٹی سے دو ہاتھ آگے ہی نکلا اور سنیے' بہت اچھا لگا مجھے آپ کا سرپرائز عید کا۔'' پھر ایک دلفریب مسکراہٹ نے ان کے لبوں کو حصار میں لے لیا تھا۔

❀

حریم عشق
سیدہ غزل زیدی

Download These Beautiful PDF Books

Click on Titles to Download

اپنے احساس سے چھو کر مجھے صندل کر دو
میں کہ صدیوں سے ادھورا ہوں مکمل کر دو
نہ تمہیں ہوش رہے اور نہ مجھے ہوش رہے
اس قدر ٹوٹ کے چاہو مجھے پاگل کر دو

گزشتہ قسط کا خلاصہ

رامین حیات اور علی رضا کے کالجز کل کالج مقابلوں میں ایک دوسرے کو بہت سخت وقت دے رہے ہوتے ہیں اور رامین حیات کا کالج ابھی تک لیڈ کر رہا ہوتا ہے اس سے علی رضا اور اس کے ساتھی مل کر رامین حیات کے خلاف ایک محاذ بنا لیتے ہیں اور ان کے کالج کے خلاف سازش تیاری کرتے ہیں۔ ڈیبیٹ کمپیٹیشن سے ایک دن قبل علی رضا رامین حیات کو تلاش کرتا لائبریری پہنچ جاتا ہے اور وہاں دھوکہ سے اس کا کیا ہوا سارا کام اپنے سیل میں محفوظ کر لیتا ہے اور دھوکہ سے رامین حیات کے دستخط حاصل کر لیتا ہے اور آخری مقابلہ سے قبل علی رضا رامین حیات کی طرف سے انتظامیہ کو مقابلہ سے دستبرداری کی درخواست دیتا ہے۔ جس کو سن کر رامین حیات اس کے ساتھی اور ٹیچر سب حیران ہو جاتے ہیں اور رامین کو برا بھلا کہتے ہیں اور اظہار ناراضگی کے طور پر پورا گروپ واپس چلا جاتا رامین کو چھوڑ کر اور وہ گم صم سی راہداری میں غم زدہ بیٹھی ہوتی ہے کہ علی رضا اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہاں آ جاتا ہے اور رامین حیات کو اپنی صلاحیت اور کارنامہ سے فخریہ آگاہ کرتا ہے اور آخری مقابلہ کے لیے وہ جب اسٹیج پر آتا ہے تو سب بھول جاتا ہے اور سب کے اصرار کے بعد بھی جب اس سے بولا نہیں گیا تو وہ اسٹیج سے اتر کر رامین کی تلاش کرتا ہے پر وہ اس کو نہیں ملتی اور علی رضا کا کالج جیت کر بھی جیت نہیں پاتا۔ حماد رامین سے ساری روداد سن کر اس سے شادی سے انکار کر دیتا ہے۔ جس سے رامین مزید ٹوٹ جاتی ہے۔ ارحام علی رضا سے ساری روداد سن کر اس کو اس کی زیادتی کے بارے میں احساس دلاتا ہے کہ پہلے بھی اس نے رامین کے ساتھ غلط کیا تھا اور اب بھی۔ جس کے باعث رامین کی شادی ٹوٹ گئی تھی۔ ارحام کی بنائی گئی پینٹنگ کی نمائش ہوتی ہے۔ جس میں رامین اور حریم بھی شرکت کرتی ہیں اور یمنیٰ زبیری بھی وہیں ہوتی ہے وہ ارحام سے مل کر اس کی مما کے پاس چلی جاتی ہے۔ نمائش شروع ہو چکی ہوتی ہے اور علی رضا ارحام کی آفس میں رامین سے ملتا ہے اور ساری وضاحت دیتا ہے اور تھوڑی دیر بعد اس کو احساس ہوتا ہے کہ اس کی اور رامین کی ساری باتیں کسی نے سن لی ہیں۔ چند لمحات بعد ارحام کی مما اس کی پینٹنگ کی نیلامی کا اعلان کرتی ہیں اور مختلف پینٹنگ کی بولی لگتی ہیں پھر اچانک ایک خاص اور سرپرائز پینٹنگ کی نیلامی کا اعلان ہوتا جس پر ارحام چونکتا ہے اور حریم حیران پریشان ہو جاتی ہے اس پینٹنگ کو دیکھ کر اور وہ غصہ سے وہاں سے چلی جاتی ہے اور علی رضا اس کو بتاتا ہے تو ارحام حریم کے پیچھے جاتا ہے اور اس کو وضاحت دینا چاہتا ہے پر حریم کچھ سننے کو تیار نہیں ہوتی اور اس کو کہتی ہے کہ اس نے اس کے نسوانی وقار کو مجروح کیا ہے اور وہ کوئی بکاؤ مال نہیں یہ سن کر ارحام ڈپریشن کا شکار ہو جاتا ہے اور ہال پہنچ کر وہ سب کچھ تہس نہس کر دیتا ہے اور گلاس وال کو اپنے ہاتھوں سے توڑ دیتا ہے۔ جس سے وہ خاصہ زخمی ہو جاتا ہے رضا اور سیکورٹی عملہ اس کو زبردستی اسپتال لے جاتے ہیں۔ ابتدائی طبی امداد کے بعد اس کو ایک دن روک کر چھٹی دے دی جاتی ہے اور چند بعد ارحام کو حریم کی کال آتی ہے۔ جس سے اس کو علم ہوتا ہے کہ حریم کا نمبر کسی نے اس کے نام سے ماڈلنگ کرنے کے لیے کسی آرگنائزر کو دیا تھا جس پر وہ سخت سناتی ہے اور ارحام پریشان ہو جاتا ہے۔

اب آگے پڑھیے

❀ ❀ ❀

”یہ...... یہ صحیح نہیں...... میں نے ایسا کوئی کام نہیں کیا۔ میں نے کسی کو بھی آپ کا نام نہیں دیا ہے ماڈلنگ کے لیے۔ جو کام مجھے بذات خود پسند نہیں اس کے لیے میں آپ کا نام کیسے دے سکتا ہوں۔“ اس کے لہجے میں سچائی اور کھرا پن، بہت واضح

تھا۔ مگر نہ جانے وہ بدگمانی کی کس اسٹیج پر تھی کہ اس سچائی کو محسوس ہی نہ کرسکی۔

"یہ جھوٹی تاویلیں پیش کرنا بند کردیں۔ مجھے جھوٹ سے سخت نفرت ہے۔"

"مجھے جھوٹ بولنے کی ضرورت تب ہوتی جب میں نے کچھ غلط کیا ہوتا۔ میں نے کوئی بھی غلط قدم نہیں اٹھایا ہے اور میری بے گناہی کا ثبوت صرف میرے اللہ کے پاس ہے جہاں تک میرا خیال ہے اللہ سے بڑھ کر کسی کی گواہی سچی نہیں ہوسکتی۔" وہ سنجیدگی سے کہتا حریم کو اپنی جگہ ساکت کرگیا تھا پھر اگلے ہی لمحے دوسری طرف سے کال منقطع کردی گئی تھی۔ اس نے فون کان سے ہٹایا۔

"محترمہ حریم حیات میں نے اپنا مقدمہ اس کائنات کی سب سے بڑی عدالت میں درج کروادیا ہے، بہت جلد گناہ گار کے چہرے سے نقاب الٹ جائے گی۔ اب اپنی بے گناہی میں میں ایک لفظ بھی نہیں کہوں گا بلکہ اس کے منصفانہ فیصلے کا انتظار کروں گا جس سے بڑا منصف اس کائنات میں کوئی نہیں۔" وہ گھر کے اندرونی حصے کی طرف ایک ایک قدم اٹھاتے فیصلہ کن انداز میں سوچ رہا تھا۔

❀......❀......❀

آنے والے دنوں میں اکیڈمی ری جوائن کرتے ہی اسے اندازہ ہوگیا تھا کہ حریم اکیڈمی نہیں آرہی اور کیوں نہیں آرہی اس کا احساس اسٹوڈنٹس کی چہ میگوئیوں نے کروادیا تھا اس دن ایگزیبشن میں جو لوگ بھی موجود تھے انہوں نے وہاں رونما ہونے والے واقعات کو خوب مرچ مصالحہ لگا کر آگے پہنچایا تھا۔ ارحام صرف افسوس کرسکتا تھا سو اس نے جی بھر کے کیا۔ اس کی بات چیت پہلے بھی بہت کم لوگوں سے تھی اب تو بالکل ہی نہ ہونے کے برابر رہ گئی تھی۔ سر ہاشم نے اس دن ایگزیبشن پر نہ پہنچ پانے پر معذرت کی تھی۔ البتہ وہاں ہونے والی بدنظمی کی بابت ارحام سے دریافت کیا تو اس نے گول مول کرکے وہ واقعہ کہہ سنایا۔ حریم حیات کی عدم موجودگی کا ارحام کو ایک فائدہ یہ ہوا تھا کہ اب وہ پوری توجہ اپنی اسٹڈیز پر دے رہا تھا۔ اس وقت بھی وہ ہاتھ میں اٹھنے والی ٹیسوں کو نظر انداز کرکے لیپ ٹاپ پر تیزی سے نوٹس بنارہا تھا جب اس کی ڈیسک بجا کر اسے متوجہ کیا گیا۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا اور گویا ساکت رہ گیا۔ سامنے حریم کھڑی تھی۔ ایگزیبشن والے دن کے بعد وہ اسے آج دیکھ رہا تھا۔ ایک ماہ بعد۔ وہ میکانکی انداز میں اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے تھکن سے نڈھال وجود پر جیسے سکون وراحت کی بارش برسنے لگی تھی۔

"حریم......" خوش گوار حیرت کے سبب اس کی زبان سے ادا ہوا تھا۔ محبت انسان کو خوار کرکے رکھ دیتی ہے۔ عزت نفس اور انا جیسی خصوصیات خواب وخیال ہوجاتی ہیں۔ یہ بات اس نے سامنے کھڑی ہستی سے محبت کرکے جانی تھی۔

"آپ کی ان گھٹیا حرکتوں کا کوئی اختتام بھی ہے یا نہیں مسٹر۔" آج اس نے ارحام کا نام لینے کی زحمت بھی نہیں کی تھی۔ وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگا جیسے خاموش نگاہوں سے دریافت کررہا ہو کہ "اب میں نے کیا کیا؟" حریم نے ایک سفید لفافہ اس کے سامنے ٹیبل پر پٹخا۔

"اب یہ مت کہیے گا کہ یہ کام آپ کا نہیں۔" اس کے لہجے میں طنز تھا۔

"اگر آپ کو یقین ہی ہے تو میں اس بارے میں کیا کہہ سکتا ہوں۔" اس نے اس لفافے پر نگاہ غلط ڈالنا بھی گوارا نہیں کی بلکہ نوٹس سیو کرکے لیپ ٹاپ شٹ ڈاؤن کردیا تھا۔ اس کی اگنورنس حریم کو سرتاپا سلگا گئی تھی۔ تبھی اس نے ایک سفید پیپر اس کی آنکھوں کے سامنے کیا۔ اس نے الجھی نگاہوں سے اس پیپر کو دیکھا۔ وہ کوئی ہینڈ رٹن تحریر نہیں تھی۔ بلکہ انگلش الفابیٹس کی مدد سے رومن میں لکھا تھا۔ "میں تمہارے رویے کو بہت صبر سے برداشت کررہا ہوں۔ جس دن میرا صبر جواب دے گیا تو تمہاری حقیقی معنوں میں بدنامی ہوگی۔ جس کا اندازہ تمہیں یہ تصویریں دیکھ کر ہوجائے گا۔ فرام ارحام علی آفندی۔" اس نے بے اختیار کاغذ کا وہ پرزہ اپنے ہاتھ میں تھاما تھا اور کتنی ہی بار اس عبارت کو پڑھا تھا۔ پیپر سے نگاہیں اٹھا کر دیکھا تو حریم جاچکی تھی۔ وہ ایک بار پھر ڈیسک پر بیٹھ گیا۔ اب اس نے وہ لفافہ اٹھا کر دیکھا لفافے میں سے تصویریں نکال کر اس نے دیکھنا شروع کیں تو دو سے تین تصاویر کے بعد وہ مزید نہیں دیکھ سکا تھا۔ اس قدر حیا سوز اور شرمناک تصویریں کہ اس کے چہرے سے گرم لپٹیں اٹھنے لگی تھیں۔ وہ حریم اور ارحام کی تصاویر تھیں جو ارحام کی طرف سے حریم کو دھمکانے کے لیے بھیجی گئی تھیں۔ اس نے تمام تصاویر واپس لفافے میں رکھیں۔ اب پہلی بار وہ سوچنے پر مجبور ہوا تھا کہ ایگزیبشن میں حریم کی تصویر کا پہنچنا اتفاق نہیں تھا۔ وہی پہلا موقع تھا جہاں سے ارحام علی آفندی

کی کردار کشی شروع کی گئی۔ اسے مسلسل حریم کی نگاہوں میں ڈی گریڈ کرنے کی کوشش کی جارہی تھی۔ وہ جو کوئی بھی تھا اس کی ارحام کی ایک ایک حرکت پر گہری نگاہ تھی۔ تبھی وہ اس کے ہر عمل کو حریم کے سامنے غلط معنی پہنانے میں کامیاب ہورہا تھا لیکن وہ جو کوئی بھی تھا وہ ایسا کیوں کررہا تھا کیا؟ فائدہ مل رہا تھا اسے‘ حریم کو ارحام کی طرف سے بدظن کرکے۔ وہ بغور سفید کاغذ پر چھوٹے بڑے الفابیٹس کی مدد سے رومن میں تحریر اس پیغام کو دیکھ رہا تھا وہ جو کوئی بھی ہے وہ حد سے زیادہ اسمارٹ ہے تبھی اس نے اپنی ہینڈ رائٹنگ کا استعمال نہیں کیا تھا۔

’’کہیں یہ شخص سچ میں یہ تصاویر سوشل میڈیا پر اپ لوڈ نہ کردے۔‘‘ یہ سوچ ہی اسے لرزا گئی تھی۔ اس نے اپنے ذہن کو تیزی سے چلایا..... وہ جو کوئی بھی شخص تھا اکیڈمی سے ہی تعلق رکھتا تھا۔ ورنہ اتنی اندر کی باتیں اس کو پتا ہونا ناممکن تھا۔ اس سوچ کے آتے ہی اس نے اپنی کمپنی کے آئی ٹی ہیڈ کو کال کی۔

’’میں ابھی تمہیں کچھ آئی ڈیز بھیج رہا ہوں تمہیں انہیں ہیک کرنا ہے۔‘‘ کہتے کے ساتھ ہی اس نے کال منقطع کی اور اپنا لیپ ٹاپ بیگ میں رکھتے وہ لفافہ بھی اس ہی بیگ میں رکھ لیا تھا اور کلاس روم سے باہر نکل آیا تھا۔ اس کا رخ سر ہاشم اسماعیل کے آفس کی طرف تھا۔ ان کے کمپیوٹر سے اسے اسٹوڈنٹس کا ڈیٹا اپنی یو ایس بی میں کاپی پیسٹ کرنا تھا۔ اس کے بعد کا کام آسان تھا۔

❀......❀......❀

اس نے لاؤنج میں قدم رکھا تو عالم آفندی‘ فرید آفندی کے ساتھ بیٹھے باتیں کررہے تھے۔ اپنے مخصوص سفید شلوار قمیص پر واسکٹ پہنے وہ بہت تھکے ہوئے لگ رہے تھے۔

’’دادو.....‘‘ فرط مسرت سے اس کے منہ سے سلام نہ نکل سکا۔ وہ چند قدموں میں ہی طویل فاصلہ عبور کر گیا تھا۔

’’واٹ آ پلیزنٹ سرپرائز۔‘‘ وہ ان سے لپٹ گیا۔ اسے کسی نے ان کی واپسی کا بتایا ہی نہیں تھا۔

’’کیسی طبیعت ہے اب میرے بیٹے کی۔‘‘ عالم آفندی نے اسے بازوؤں میں بھینچتے اپنے اندر اس مہک کو اتارا تھا جو اتنے دن سے ان سے جدا تھی۔ فرید آفندی مدھم مسکراہٹ کے ساتھ دادا پوتے کی اس محبت کے مظاہرے کو دیکھ رہے تھے۔ یہ پہلا ایسا موقع تھا جب ارحام عالم آفندی کی عدم موجودگی میں ڈپریشن کا شکار ہوا تھا۔ ابھی فرید انہیں ارحام کی کنڈیشن ہی بتا رہے تھے کہ وہ خود ہی چلا آیا۔

’’آپ کی آج فلائٹ تھی‘ آپ نے مجھے بتایا نہیں؟‘‘ وہ اب ان کے برابر بیٹھتے بولا تھا۔

’’ان سب کو پتا تھا اور انہوں نے تمہیں نہیں بتایا یہ مجھے نہیں معلوم کیوں۔‘‘ وہ اپنا ایک بازو اس کی چوڑی پشت پر پھیلا کر بیٹھے تھے۔

’’ہاں کیوں کہ ہم تمہیں سرپرائز دینا چاہتے تھے۔‘‘ فرید آفندی نے مسکراتے ہوئے پہلی بار گفتگو میں حصہ لیا۔

’’بہت اچھا سرپرائز تھا۔‘‘ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

’’چلیں بھئی فرید بہت دیر ہورہی ہے۔‘‘ نوشی بیگم بڑی عجلت میں اندر داخل ہوئیں۔

’’ہاں چلیں‘ اچھا بابا جان‘ ہم لوگ ذرا زبیری کی طرف جارہے ہیں۔ کل وہ لوگ دانیال کی انگیجمنٹ کرکے آئے ہیں۔ ہم اس کی مبارک باد دینے جارہے ہیں۔‘‘ فرید آفندی نے اپنی جگہ سے اٹھتے کہا۔

’’انگیجمنٹ...... یہ کس طرح سے کی ہے ان لوگوں نے منگنی۔ نہ کسی کو بلایا نہ پوچھا۔‘‘ عالم آفندی کو کچھ حیرت ہوئی۔

’’ہاں بابا جان...... میں نے بھی یہی کہا تھا مہناز سے‘ تو اس نے کہا کہ لڑکی والوں کا تعلق مڈل کلاس گھرانے سے ہے۔ ان لوگوں نے ان کے کہنے کے باوجود خود ہی انگیجمنٹ کے تمام انتظامات کیے پھر اسی لیے یہ صرف اپنی فیملی ہی لے گئے۔‘‘ نوشی بیگم نے خاصا تفصیلی جواب دیا۔

’’زبیری تو بہت زیادہ اسٹیٹس کانشس ہے پھر وہ مڈل کلاس میں رشتے کے لیے تیار کیسے ہوگیا؟‘‘ عالم آفندی کی حیرت کسی طور کم ہی نہ ہورہی تھی۔

’’دراصل لڑکی یمنیٰ کی بہترین دوست ہے۔ اسی کی ضد پر یہ رشتہ طے ہوا ہے لیکن مہناز کہہ رہی تھیں کہ لڑکی بہت پیاری ہے اور دانیال کو بہت پسند آئی ہے۔‘‘ وہ ایک تسلسل سے بول رہی تھیں اور ان کی تفصیلات سے جو شبیہ ارحام کے ذہن میں بن رہی تھی وہ حریم کی تھی۔ ارحام پتھرائی آنکھوں سے انہیں دیکھ رہا تھا اور اس کی سماعتیں جیسے گم ہورہی تھیں۔ وہ اپنی بات کہہ کر جاچکی تھیں۔

’’ارحام کہاں گم ہو؟‘‘ دادو نے اس کا کندھا ہلایا۔

’’ہوں‘ نہیں کہیں نہیں‘‘۔ اس نے ان کی طرف دیکھے بنا کہا۔

"اس دن کیا ہوا تھا؟" وہ اس کا چہرہ اپنی طرف کرتے بولے۔ "فرید نے مجھے بتایا کیا وہ تصویر اسی لڑکی کی تھی۔" وہ بغور اسے دیکھتے پوچھ رہے تھے۔ ارحام نے سر ہلایا اور پھر آہستہ آواز میں انہیں سب کچھ بتا دیا تھا یہاں تک کہ تصویروں والی بات بھی۔

"ہوں اس کا مطلب تم دونوں کا دشمن کوئی ایک ہے۔" انہوں نے پُرسوچ لہجے میں کہا۔

"لیکن کسی کو مجھ سے یا حریم سے کیا دشمنی ہوسکتی ہے۔"

"یہی تو سوچنے والی بات ہے۔ خیر ویسے تمہاری ماں نے بھی بیٹے سے دشمنی نبھانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔" ان کے لہجے میں غصہ تھا۔

"دادو.....مما کو کچھ نہیں پتا تھا۔"

"میں مان ہی نہیں سکتا تمہاری ماں کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جو اڑتی چڑیا کے پر گن لیتے ہیں اور یہ بات بہت حیران کن ہے کہ اس کے بیٹے نے کینوس پر ایک لڑکی کا عکس تخلیق کیا اور اس نے ایک بار بھی اس لڑکی کے بارے میں سوال نہیں پوچھا۔"

"تو آپ کا مطلب ہے کہ مما نے وہ سب جان بوجھ کر کیا۔"

"نہیں فی الحال میں ایسی کوئی قیاس آرائی نہیں کرنا چاہتا۔ لیکن اس تمام معاملے میں ایک چیز واضح ہو رہی ہے کہ "دیئر از آسو کہ ربی ہائینڈ دی گن......" انہوں نے پُرسوچ انداز میں گردن ہلاتے کہا اور وہ صرف انہیں دیکھتا رہا۔

❀......❀......❀

"ناؤ یو آر پرفیکٹلی آل رائٹ۔" ڈاکٹر راحیل نے مسکراتے ہوئے اپنی نشست سنبھالتے کہا۔ وہ اس وقت ڈاکٹر راحیل کے کلینک پر چیک اپ کے لیے آیا تھا۔ ڈارک گرین تھری پیس سوٹ میں وہ ہمیشہ سے زیادہ جاذب نظر اور سنجیدہ نظر آرہا تھا۔ وہ ڈاکٹر سے مصافحہ کرتا اپنی رپورٹس لے کر پارکنگ میں کھڑی اپنی کار کی طرف آگیا تھا۔ یہاں سے ڈائریکٹ اسے ہوٹل جانا تھا جہاں آج یمنیٰ زبیری کی منگنی کا اہتمام کیا گیا تھا ساتھ دانیال زبیری کی منگیتر کا تعارف بھی ہونا تھا۔ دھڑکن معمول سے کچھ زیادہ تھی۔ اگر وہ حریم حیات ہی ہوئی تو......! اور اس تو کے آگے ایک بے نام سا خلاء تھا۔ "کاش دادو یہاں ہوتے، کم از کم میری یہ حالت تو نہ ہوتی۔" وہ اپنی گھبراہٹ سے جھنجلا سا گیا تھا۔ دو دن پہلے ہی عالم آفندی کسی بزنس ڈیلیگیشن سے ملنے کراچی گئے تھے۔ ابھی انہیں وہاں مزید دو سے تین دن لگنے تھے۔ اچانک موبائل کی رنگ ٹون نے کار میں چھائے سکوت کو توڑا۔ اس نے کار ایک سائیڈ پر روک کر کال اٹینڈ کی۔

"جی مما......" اسکرین پر مما کا نمبر دیکھ کر اس نے کال ریسیو کرتے ہی کہا۔

"ارحام بیٹا! پلیز آپ یمنیٰ کو پارلر سے پک کرلو گے دانیال اور زبیری یہاں مصروف ہیں۔" مما کی بات سے وہ شدید کوفت میں مبتلا ہوا۔

"جی بہتر۔" اتنا کہہ کر اس نے کال منقطع کردی۔ پارلر کا ایڈریس وہ اسے بتا ہی چکی تھیں۔ اپنی مطلوبہ جگہ پر پہنچ کر اس نے یمنیٰ کا نمبر ڈائل کیا، کال ریسیو نہیں کی گئی تھی۔ وہ دروازہ کھول کر کار سے اترا اور ایک بار پھر اس کا نمبر ڈائل کرنے لگا۔ تبھی اسے اپنے پیچھے موبائل کی آواز سنائی دی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا۔ یمنیٰ سہج سہج کر قدم اٹھاتی سیڑھیاں اتر رہی تھی۔ اسکن اور ڈارک گرین کنٹراس اس کے حسن میں چار چاند لگا گیا تھا۔ فش ٹیل گرین شرارہ جس پر گولڈن رنگ کے ستارے موتیوں کا باریک کام تھا اور بیچ میں کہیں کہیں ڈائمنڈ جیسی روشنی منعکس کرتے نگینے لگے تھے۔ ہاتھ کہنیوں تک مہندی میں رنگے تھے۔ گرین دوپٹہ کسی پٹی کی مانند گردن میں فکس تھا اور ایک کونہ دائیں ہاتھ کی کلائی پر لاکر پن کردیا گیا تھا۔ بالوں کا فرنچ ٹوئیسٹ بنا کر بلوروز اس کے ایک طرف لگائے گئے تھے۔ سوٹ کی مناسبت سے میک اپ کیا گیا تھا۔ کانوں میں ہم رنگ چاند بالیاں جبکہ پاؤں میں نازک سے اسٹریپ ہائی ہیل والی سینڈل تھی۔ اس لمحے وہ ایک چلتی پھرتی قیامت لگ رہی تھی۔ ارحام نے ایک نگاہ کے بعد دوسری نہیں ڈالی تھی۔ کار میں بیٹھنے کے لیے اس نے فرنٹ ڈور کھولا تھا۔ یمنیٰ بڑی نزاکت سے آبیٹھی تھی۔ ارحام نے لمحہ بھی ضائع کیے بغیر کار پی سی ہوٹل کی جانب بڑھا دی تھی۔

❀......❀......❀

پی سی ہوٹل کا ہال بقعہ نور بنا ہوا تھا رنگ و بو کا ایک طوفان تھا جو ہال میں قدم رکھتے ہی پوری شدت سے محسوس کیا جاسکتا تھا۔ ہر طرف ہی لوگ خوش گپیوں میں مصروف تھے ایک سائیڈ پر بنے اسٹیج پر وقتاً فوقتاً ملک کے مایہ ناز سنگرز اور ڈانسرز

پرفار منسوخ ہو رہے تھے جسے میزبان و مہمان دونوں ہی بھرپور طریقے سے انجوائے کررہے تھے۔ تبھی ہال کے دروازے کی طرف بڑھتے کیمرہ مین اور فوٹو گرافرز کی توجہ اس جانب مبذول کرا گئے تھے۔ دانیال زبیری کے ساتھ کھڑی اس کی منگیتر ہر ایک کی اشتیاق بھری نگاہوں کا مرکز و محور تھی۔ ڈارک گرین اور گولڈن کنٹراس کے شرارہ شرٹ میں لائٹ میک اپ اور میچنگ جیولری کے ساتھ اتنی آنکھیں خود پر مرکوز محسوس کرکے وہ بری طرح کنفیوز ہوئی تھی۔ اس کی جھکی پلکیں ہولے ہولے لرز رہی تھیں۔ اس کے بالوں کو جوڑے کی شکل دے کر پنز کی مدد سے دوپٹہ سیٹ کیا گیا تھا۔ دانیال زبیری خود ڈارک گرین تھری پیس سوٹ میں ملبوس دلکشی سے مسکراتا لوگوں کو تالیاں بجانے پر مجبور کرگیا تھا۔ اس نے رخ پھیر کر نگاہ برابر کھڑے وجود پر ڈالی جو پچھلے کچھ دنوں میں اس کے تمام تر خیالات واحساسات پر قابض ہوچکی تھی۔ جھکے سر کے ساتھ لرزتی پلکیں، دانیال زبیری عجب سی سرشاری سے دوچار ہوا تھا۔ وہ اس وقت حسین نہیں حسین ترین لگ رہی تھی۔ وہ دل کے ایوانوں پر براجمان ہوچکی تھی اور وہ بس اس کی کارگزاریاں دکار فرمائیاں دیکھتا رہ گیا تھا۔ کیمرہ مین نے انہیں آگے بڑھنے کا کہا۔ دانیال نے دیکھا وہ دونوں طرف سے شرارہ چٹکیوں کی مدد سے اٹھا کر بھی آگے بڑھنے میں مسئلہ محسوس کررہی تھی، دانیال نے مسکراتے ہوئے اپنا بایاں ہاتھ اس کا ہاتھ تھامنے کے لیے بڑھایا۔ یک دم تالیاں گونج اٹھیں اور محظوظ سی مسکراہٹیں بکھر گئی تھیں۔ گرین آئی لائنرز سے سجی بھوری آنکھیں اٹھا کر اس نے دانیال زبیری کو دیکھا۔ سنجیدہ پرسوز آنکھیں، دانیال زبیری کو لگا ایک ان دیکھی زنجیر اس کے قدموں سے لپٹ گئی ہو۔ وہ جکڑا گیا تھا۔ اس لمحے جو احساس اس پر وارد ہوا تھا وہ اس سے اپنا آپ منوا چکا تھا۔ تبھی اسٹیج پر موجود سنگر نے بڑے دلسوز انداز میں گانا شروع کیا تھا۔

توسے نیناں لاگے پیا سانورے

نہیں بس میں اب یہ جیا سانورے

اس نے اپنا ہاتھ دانیال زبیری کے ہاتھ میں دے دیا تھا۔ کیمرہ کی فلیش لائٹس نے اس لمحے کو اپنے اندر جذب کیا اور وہ اس کے قدم سے قدم ملاتی اس فلور کی طرف بڑھتی چلی گئی تھی یہ دیکھے بنا کہ دو آنکھیں بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھیں۔ اور صرف ایک بے یقینی ہی نہیں تھی سب کچھ کھو دینے کا احساس بھی تھا جو ان آنکھوں میں سلگ اٹھا تھا۔

❀......❀......❀

ہال کے داخلی دروازے کے سامنے کھڑے ہوتے ہی اس کی سب سے پہلی نگاہ دانیال کے ساتھ کھڑی سجی بنی لڑکی پر گئی۔ اس کی دروازے کی طرف پشت تھی مگر وہ اپنی نگاہیں اس پر سے ہٹا دینے پر مائل نہ تھا۔ تبھی اس نے لمحہ بھر کو وہاں موجود لوگوں کو تالیاں بجاتے اور کیمرہ سنبھالے کیمرہ مین کو اپنی طرف بڑھتے دیکھا اور ٹھیک اسی لمحے دانیال اور دانیال کے ساتھ کھڑی وہ لڑکی، جسے وہ اب تک حریم حیات سوچتا رہا تھا، نے پلٹ کر ان کی جانب دیکھا۔ لمحہ بھر کو ارحام کے سینے سے پرسکون سانس خارج ہوئی تھی۔ وہ حریم نہیں تھی لیکن وہ رامین حیات تو تھی اور یہ خیال جیسے اس کے سر پر ہتھوڑے برسا گیا۔ علی رضا کا ہنستا مسکراتا چہرہ، اس کی شرارت سے چمکتی آنکھیں......

”اور پھر بہت اچانک مجھے اس سے محبت ہوگئی جس کا ادراک مجھے اس دن تمہارے فون پر اس کی آواز سن کر ہوا۔“ علی رضا کی مسکراتی آواز اس کے کانوں میں گردش کرنے لگی وہ بھی تو یہیں تھا۔ اس کا کیا حال ہوگا' علی رضا کا خیال آتے ہی اس کی متلاشی نگاہیں اسے ڈھونڈنے لگیں اور وہ اسے نظر آ گیا ایک چیئر پر بیٹھا' ساکت وصامت' بنا پلکیں جھپکے وہ بے یقینی سے دانیال کے ساتھ کھڑی رامین کو دیکھ رہا تھا۔ ارحام نے یک دم ہی اس کی جانب پیش قدمی کا سوچا۔ ابھی اس نے ایک قدم ہی اٹھایا تھا کہ اس کا ہاتھ یمنیٰ زبیری کے نرم ہاتھ کی گرفت میں آ گیا۔ اس نے کچھ چونک کر حیرانگی سے اس کی یہ حرکت ملاحظہ کی۔

”ایسی بھی کیا جلدی ہے' مما اور آنٹی کو آنے دو۔“ کیمرہ مین فوٹوز کھٹا کھٹ بنا رہے تھے اور پھر ارحام کے برابر آ کر نوشی کھڑی ہوگئیں جبکہ یمنیٰ کے برابر میں مہناز آ کھڑی ہوئیں۔

”مما...... یہ سب......؟“ ارحام نے سوالیہ نظروں سے نوشی بیگم کو دیکھا۔

”ابھی چلو میں تمہیں سب بتاتی ہوں۔“ اور وہ میکانی انداز میں نوشی بیگم کے ساتھ چل دیا۔ دو قطاروں میں کھڑے لوگ ان پر پھول برسا رہے تھے اب نوشی کے بن کہے بھی وہ سمجھ رہا تھا کہ وہ آج کی تقریب کے چار مہمان خصوصی میں سے ایک تھا اور یوں ہی اسٹیج تک سفر کرتے اس کی نگاہ اسٹیج کے پاس کھڑے دانیال اور رامین کے ساتھ کھڑی حریم پر گئی تھی۔ اسکن

اور میرون کنٹراس کا پائجامہ شرٹ پہنے وہ عام دنوں سے مختلف نظر آ رہی تھی۔ شرٹ اسکن کلر کی تھی جبکہ پائجامہ...... میرون‘ شرٹ پر میرون گوٹے کی بیل کی مدد سے انگرکھا اسٹائل بنایا گیا تھا۔ اسکن اور میرون باریک کپڑے کے دوپٹہ کو اس نے سر پر لیا ہوا تھا۔ آج اس نے بال ایک چھوٹے سے کلپ میں مقید کرکے کمر پر کھلے چھوڑ دیئے تھے۔ اس کے آج مختلف نظر آنے کی سب سے بڑی وجہ اس کے ہونٹوں پر سجی ڈارک براؤن آؤٹ لائن تھی۔ ارحام اس کی آنکھوں میں طنز کی کاٹ دیکھ کر سن سا رہ گیا تھا اور پھر جو اس کی نگاہیں جھکیں تو یمنیٰ کو انگوٹھی پہناتے وقت بھی نہ اٹھ سکیں۔ اس کے اردگرد کتنا شور تھا‘ کتنی آوازیں تھیں لیکن اس کے اپنے اندر ایک جامد خاموشی چھا گئی تھی۔ ان کے جاننے والے آ کر ان سے مل رہے تھے۔ وہ دونوں کپلو ساتھ ساتھ ہی کھڑے تھے۔

”کونگراچولیشن......“ یہ وہ آواز تھی جس نے اس کی ساکت کیفیت کو توڑا تھا۔ اس نے نگاہ گھما کر اپنے برابر کھڑی یمنیٰ سے ملتی حریم کو دیکھا۔

”تھینک یو سویٹ اور یہ کیا کب سے تمہیں بلا رہی ہوں آ کیوں نہیں رہی تھیں۔“ یمنیٰ نے اس سے الگ ہوتے خفگی سے کہا۔

”مجھے نیچے سے بھی سب کچھ بہت کلیئر نظر آ رہا تھا تو اوپر آ کر کیا کرتی۔“ اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”اچھا اور یہ آنٹی‘ حمزہ اور اسامہ کہاں ہیں؟“

”بھئی میں اور رامین آ تو گئے ہیں کیا یہ کافی نہیں......“ اس نے ہنستے ہوئے اسے چھیڑا۔

”تم تو میری بیسٹ فرینڈ ہو تمہیں تو آنا ہی تھا اور رامین میری بھابی ہے اس کے اعزاز میں تو یہ پارٹی ہوئی ہے لیکن آنٹی‘ حمزہ اور اسامہ سے کہنا میں بالکل ناراض ہوگئی ہوں۔“ وہ خفا ہوتے بولی۔

”اچھا اب یہ اتنے پیارے چہرے پر خفگی اچھی نہیں لگ رہی‘ امی کی طبیعت کا تمہیں پتا ہے‘ اسی لیے وہ نہیں آئیں لیکن انہوں نے تمہارے لیے یہ بھیجا ہے۔“ حریم نے اپنے ہاتھ میں موجود پرس میں سے ایک مخملی کیس برآمد کیا۔ اس میں سونے کی رنگین نگ جڑی نوز پن تھی۔

”او مائی گاڈ حریم‘ یہ تو بہت خوب صورت ہے۔“ یمنیٰ نے اسے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔

”ویسے آنٹی نے میرے لیے بھی کچھ بھیجا ہے؟“ دانیال نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

”یہ اتنی بڑی ساری رامین بھیجی تو ہے اس کے باوجود بھی کچھ چاہیے بھائی۔“ یمنیٰ نے شرارت سے کہا جس پر حریم مسکرائی‘ رامین نے جھینپ کر نگاہوں کا زاویہ بدلا جبکہ دانیال نے ایک زندگی سے بھرپور قہقہہ لگایا۔

”ہاں بھئی میں تو بھول گیا تھا۔“

”ارماہ......“ حریم نے اسے محبت سے گھورا۔

”جی بالکل امی نے آپ کے لیے بھی کچھ بھیجا ہے۔“ حریم اس کے سامنے سے گزر کر اب دانیال کے سامنے جا کھڑی ہوئی تھی۔ اس لڑکی کے منہ سے ارحام علی آفندی نامی شخص کے علاوہ باقی سب کے لیے پھول ہی جھڑتے تھے۔ وہ دانیال کو کف لنکس اور ٹائی پن کا ایک سیٹ دے رہی تھی۔

”بہت خوب صورت‘ تمہاری پسند ہے؟“ دانیال نے باکس تھامتے ہوئے پوچھا۔

”نہیں رامین کی۔“ حریم نے مسکراتے ہوئے کہا۔ دانیال نے خوشگوار حیرت سے اسے دیکھا۔

”امیزنگ‘ یہ اپنی پسند ناپسند بھی بتا سکتی ہیں مجھے تو لگا تھا کہ انہیں میرے سے بولنا ہی نہیں آتا۔“ دانیال نے مسکراتی نگاہوں سے رامین کو دیکھا۔

”انہیں صرف بولنا ہی نہیں آتا بلکہ یہ کسی کی اپر اسٹوری خالی کرنے میں بڑی مہارت رکھتی ہیں۔“ حریم نے ہنستے ہوئے کہا۔ ارحام علی آفندی کے اندر ایک آگ سی دہک اٹھی تھی حریم حیات کو اتنا خوش دیکھ کر۔ ابھی جب برداشت جواب دے گی تو اس نے اسٹیج سے نیچے جانے کے لیے قدم بڑھائے ہی تھے کہ حریم نے اسے مخاطب کیا۔

”ارے آپ کہاں جا رہے ہیں۔ ابھی آپ کا گفٹ تو باقی ہے آخر آپ میری فرینڈ کم سسٹر کے فیانسی ہیں۔ آپ سے بھی بڑا گہرا رشتہ ہے۔“ اس کا جتاتا ہوا انداز ارحام کو ٹھہرنے پر مجبور کر گیا تھا۔ اس نے ایک مخملی کیس اس کی طرف بڑھایا جس میں کف لنکس اور ٹائی پن کا سیٹ تھا۔

”تھینکس......“ ارحام نے بے تاثر لہجے میں کہتے وہ باکس اس کے ہاتھ سے تھاما اور پھر مزید ایک لمحہ رکے بغیر اسٹیج سے اتر گیا تھا۔ حریم نے ہال سے باہر جانے تک اسے بے مقصد دیکھا۔ کچھ دیر بعد وہ اسٹیج سے اتر کر الگ تھلگ ٹیبل پر

آ بیٹھی تھی۔ اس کے ذہن میں بلاسٹ ہو رہے تھے۔ اسے یہ پتا تھا کہ ارماہ کی انگیجمنٹ ہے لیکن کس سے ہے یہ نہیں پتا تھا۔ اسے پہلی بار محسوس ہوا شاید ارماہ ہمیشہ سے ہی ارحام کو پسند کرتی تھی لیکن ایسا تھا تو وہ کیوں اسے ارحام کے لیے اکساتی تھی۔ اس کے حوالے سے جملے کستی تھی اور ڈاکٹر دانیال اگر اس کے بھائی تھے تو کبھی اس نے بتایا کیوں نہیں۔ یہ ایسے سوالات تھے جو ارماہ کے حوالے سے ہمیشہ الجھاتے تھے مگر اس کا خلوص اس کی نیت پر شک کرنے سے روک دیتا۔

"ایکسکیوزمی۔" وہ اپنے اندر کی کشمکش سے بری طرح الجھ رہی تھی کہ ایک نرم و شفیق آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ گرے تھری پیس سوٹ میں ملبوس ایک ڈیسنٹ شخص غالباً اس سے ہی مخاطب تھے ان کے سلیقے سے سجے بالوں کی قلمیں سفید تھیں۔ ایک ہاتھ پینٹ کی جیب میں ڈالے دوسرے میں سگار دبائے وہ بڑی پرشوق نظروں سے اسے دیکھ رہے تھے۔ اسے بڑا عجیب لگا ان کا یوں دیکھنا۔

"کیا میں آپ سے تھوڑی دیر بات کر سکتا ہوں بیٹا۔" وہ شفیق سے لہجے میں بولے۔

"جی...... لیکن میں آپ کو نہیں جانتی۔" ان کا انداز تخاطب اسے نرم روی پر اختیار کرنے پر مجبور کر گیا تھا۔

"ہاں لیکن میں شاید کسی حد تک آپ کو جانتا ہوں۔" وہ مسکراتے ہوئے اس کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گئے۔

"کیا نام ہے آپ کا؟" وہ سگار کا کش لگاتے بولے۔

"مجھے حریم حیات کہتے ہیں۔" اس نے آہستگی سے کہا۔

"بہت خوب صورت نام ہے کیا کرتی ہیں آپ؟"

"مسابقتی امتحانات کی تیاری کرتی ہوں سول سروسز اکیڈمی لاہور سے۔" گو کہ اسے ان کے سوال جواب بڑے عجیب لگ رہے تھے مگر وہ پھر بھی تحمل کا مظاہرہ کر رہی تھی۔

"ہوں ارحام کو جانتی ہیں آپ۔" اب وہ بغور اس کا چہرہ پڑھ رہے تھے۔

"جی بہت اچھی طرح سے۔" اس کے لہجے میں دنیا بھر کی تلخی سمٹ آئی تھی جو انہوں نے بھی محسوس کی۔

"کیا ارحام سے آپ کے اچھے تعلقات نہیں......؟"

"میرا ان سے سرے سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے تو اچھے برے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لیکن آپ یہ سب کیوں پوچھ رہے ہیں؟" اب کی بار اس کے لہجے میں کسی قسم کی مروت نہیں تھی۔

"کیونکہ ان سوالوں کا جواب مجھے میرا بیٹا نہیں دے رہا۔" حریم نے کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں انہیں دیکھا۔

"ارحام از مائی سن۔" انہوں نے اپنی نظریں اس کے چہرے پر جماتے کہا اور اس کا ری ایکشن ان کی توقع کے عین مطابق تھا۔ وہ بیٹھے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"بیٹھ جایئے بیٹا...... مجھے آپ سے کچھ ڈسکس کرنا ہے۔" وہ اس کو کھڑے ہوتے دیکھ کر بولے۔

"میں نے آپ سے کہا تھا کہ میں آپ کو کسی حد تک جانتا ہوں دراصل ارحام ایک مصور ہے اور آپ کی ایک تصویر میں نے پہلی بار تب دیکھی جب میرا بیٹا ایگزیبیشن والے دن ایگزیبیشن ہال کو تہس نہس کر کے خود کو زخمی کرتا ہاسپٹل میں زیر علاج رہا۔ اس نے ایسا کیوں کیا؟ یہ ایک ایسا سوال تھا جو مجھے اس کی اس حالت کی وجہ کی طرف لے گیا اور اس کا پس منظر آپ کی وہ تصویر تھی۔ پتا نہیں بیٹا آپ کو شاید میری بات بری لگے لیکن وہ آپ کی تصویر ہی تھی جس کے سبب ارحام ڈپریشن کے شدید دورے کا شکار ہوا۔" وہ ٹھہرے اس کے چہرے پر تناؤ کا اثر دیکھ کر۔ "پلیز آپ میری باتوں کو مائنڈ مت کرنا بیٹا۔ آپ میرے لیے میری بیٹی کی حیثیت رکھتی ہیں۔ میں بہت پریشان ہوں اسی لیے آپ کو دیکھ کر مجھے لگا کہ مجھے آپ سے بات کرنی چاہیے کیونکہ اس دن کے حوالے سے ارحام کچھ بھی بتانے کو تیار نہیں۔ اس نے سب کچھ تباہ کر دیا یہ سب کو پتا ہے لیکن اس نے ایسا کیوں کیا یہ جواب کسی کے پاس نہیں۔ اسی لیے میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کیا آپ کو اندازہ ہے کہ اس نے ایسا کیوں کیا؟" وہ اپنے ہر جملے کی وضاحت کر رہے تھے تاکہ اسے کچھ برا بھی نہ لگے اور وہ ارحام کی نفسیاتی گرہ کو بھی سلجھا سکیں۔

"اول تو میں آپ کے بیٹے کو ہرگز بھی اتنی اچھی طرح نہیں جانتی کہ اس کے ری ایکشنز کی وجوہات مجھے پتا ہوں اور دوسرا یہ کہ میں ایگزیبیشنز میں ہونے والے واقعات سے سرے سے ہی انجان ہوں تو بھلا میں آپ کو یہ کیسے بتا سکتی ہوں کہ اس نے یہ سب کیوں کیا؟" حریم نے بڑے تحمل سے ایک ایک لفظ تلا ادا کیا تھا۔

"ایک آخری سوال...... کیا آپ کو یہ پتا ہے کہ اس نے آپ کی تصویر کیوں بنائی؟" کیا سوال آیا تھا وہ نگاہوں کو جھکانے پر مجبور ہو گئی تھی۔ ایک احساس اس کے دائیں ہاتھ کو

دہکا گیا تھا۔

''مجھے...... نہیں پتا۔'' اس کے حلق سے پھنسی پھنسی آواز نکلی۔

''ہوں...... یقیناً ہوسکتا ہے' خیر سوری بیٹا میں نے آپ کو پریشان کیا۔'' وہ اٹھتے ہوئے بولے۔ وہ بھی اٹھ کھڑی ہوئی۔

''ٹھیک ہے بیٹا...... شکریہ۔'' وہ آگے بڑھ کر اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرتے بولے۔ یہ لڑکی انہیں بہت کم وقت میں بہت ہی عزیز ہوگئی تھی۔ کیونکہ ارحام کی خاموشی آج انہیں بہت کچھ بن کہے سمجھا گئی تھی اور حریم کے پاس سے اٹھتے ہوئے وہ ایک فیصلہ کرچکے تھے۔

❀......❀......❀

سونے کی شدید خواہش کے باوجود بھی وہ سو نہیں پا رہی تھی۔ تبھی وہ اپنی جگہ اٹھی۔ اس کی نگاہ اپنے ہاتھ میں سجی ڈائمنڈ رنگ پر گئی تو دل ایک نامعلوم کسک سے دوچار ہوا تھا۔

''ہے تو بہت کچھ کہنے کو لیکن مجھے ڈر ہے کہ کہیں آپ خفا نہ ہوجائیں۔'' علی رضا کا مبہم سا لہجہ اس کے کانوں میں گونجا۔

''مبارک ہو......'' وہ اسٹیج پر اس کے سامنے کھڑا تھا اس کی آنکھیں اشکوں سے لبریز تھیں جیسے کہہ رہی ہوں۔ ''تمہیں یقین نہ تھا اس لیے اتنی بڑی سزا دے ڈالی۔'' وہ بے چینی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

''مجھے اب اس کے بارے میں نہیں سوچنا چاہیے۔'' اس نے بے چینی سے ادھر ادھر ٹہلتے خود سے کہا۔

''ٹین ایج میں جو نقش دل پر بنتا ہے وہ تاعمر نہیں مٹ سکتا اور اس ایج میں تمہارے دل پر اس شخص کا عکس منقش ہوچکا ہے۔'' اس کے کانوں میں حماد کے الفاظ گونجے تھے۔ اس بات کی حقیقت کو اس نے آج محسوس کیا تھا۔ وہ جس کے ساتھ تھی اس کے ساتھ ہوتے ہوئے بھی ساتھ نہیں تھی۔ دل کیوں بغاوت پر تلا ہوا تھا۔ کیوں اس کا یقین کرلینے کو کہہ رہا تھا۔ وہ ڈاکٹر دانیال کے برابر کا تو نہیں تھا۔ ڈاکٹر دانیال' ایک کامیاب نیورولوجسٹ اور وہ کہاں کھڑا تھا' کہیں نہیں۔

''محبت میں کہیں بھی موازنہ نہیں ہوتا......'' ایک کہانی کا پڑھا ہوا جملہ اسے یاد آیا۔ اس نے سر جھٹکا۔ ''دانیال ایک بہت اچھے انسان ہیں۔ ان کے آج کے رویے نے مجھے یہ احساس دلا دیا ہے کہ بہت جلد نہیں تو کچھ عرصے میں وہ میرے دل میں ایک خاص مقام پالیں گے۔'' اس نے سوچتے ہوئے خود کو مطمئن کیا اور پانی پینے کی غرض سے باہر آگئی۔ کچن کی طرف جاتے ہوئے اسے صحن میں گول ستون کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھی حریم نظر آئی جس کے سامنے کتابیں کھلی ہوئی تھیں لیکن اس کی توجہ کتابوں کی طرف نہیں تھی۔

''حریم......'' رامین کی آواز پر اس نے چونک کر سر اٹھایا۔

''تم سوئی نہیں ابھی تک؟'' رامین اس کے برابر بیٹھتے ہوئے بولی۔

''ہوں...... پتا نہیں کیوں نیند نہیں آرہی تھی' بکس لے کر پڑھنے بیٹھی پر دل ہی نہیں کیا پڑھنے کا۔'' وہ کسلمندی سے کہتے ستون سے ٹیک لگا کر آنکھیں موند گئی۔

''حریم تم نے اینگر سیشن والے دن کی بات پر ارحام کو ابھی تک معاف نہیں کیا۔'' وہ بغور اس کے تاثرات دیکھتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

''میرے خیال میں میرے اور اس کے درمیان کبھی ایسے خوش گوار تعلقات نہیں رہے کہ ہمارے درمیان روٹھنے اور منانے کے سیشن چلیں۔'' اس نے خود کو مصروف ظاہر کرنے کے لیے کتابوں کو سمیٹنا شروع کردیا۔

''اچھا......! کیا واقعی...... اگر ایسا ہے تو پھر وہ کیا چیز تھی جو اس دن انہیں بھری محفل چھوڑ کر تمہارے پیچھے پاگلوں کی طرح دیوانہ وار دوڑنے پر مجبور کرگئی تھی۔ کوئی تو کچی ڈور تھی جو انہیں کھینچے لیے آئی تھی۔''

''پلیز رامین' مجھے اس بارے میں کوئی بات نہیں کرنی۔ لہٰذا اپنا اور میرا ٹائم ویسٹ مت کرو۔'' اس کی آواز یک دم ہی بلند ہوئی تھی۔

''حریم پلیز بات سمجھنے کی کوشش کرو' مجھے لگتا ہے وہ تمہیں بہت زیادہ لائک کرتے ہیں۔ آج یمنیٰ سے منگنی کرتے وقت وہ بالکل بھی خوش نہیں تھے اور......''

''شٹ اپ رامین۔ اب میں ایک اور لفظ مزید نہیں سنوں گی۔'' وہ قطعیت سے کہتی اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کا انداز رامین کو خاموش کرگیا تھا۔

❀......❀......❀

انہوں نے آہستگی سے اس کے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر جھانکا تو وہ انہیں ایک کونے میں نماز کی نیت باندھے نظر آیا۔ ایک پُرسکون سانس ان کے سینے سے خارج ہوئی۔ وہ پچھلے ایک گھنٹے سے اس کا نمبر ڈائل کررہے تھے مگر وہ ریسیو ہی

نہیں کررہا تھا۔ انہیں ڈرلگ رہا تھا کہیں وہ پھر ڈپریشن کا شکار تو نہیں ہوگیا لیکن خیر بات ایسی نہ تھی۔ وہ یہی کچھ سوچتے اپنے کمرے کی طرف آگئے تھے جہاں نوشی ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھی میک اپ صاف کررہی تھیں۔

"دیکھا آئے اسے۔ میں نے کہا تھا ناں اب ایسی کوئی بات نہیں ہوگی۔ وہ تو خوش خوش گھر آیا ہوگا آخر یمنیٰ اس کی سالوں کی دلی مراد ہے۔ ہمارا سرپرائز خوش کردے گا یہی کہا تھا ناں میں نے آپ سے اور دیکھیں میری بات کتنی سچ ثابت ہوئی۔" نہ جانے ان کا چہرہ کس فتح کے احساس سے دمک رہا تھا۔ انہوں نے بغور اپنی شریک حیات کو دیکھا پھر سر جھٹکتے کپڑے تبدیل کرنے چلے گئے۔

"ویسے تم نے بابا جان کے ری ایکشن کے بارے میں سوچا ہے جب انہیں پتا چلے گا واپس آکر تو وہ کیا کریں گے۔"

"ارے فرید آپ بابا جان سے اس طرح ڈرتے ہیں جیسے چند سال کے بچے ہوں۔ کچھ نہیں ہوگا۔ ارحام کو خوش دیکھ کر وہ خود بھی خوش ہوجائیں گے اور ویسے بھی وہ خود بھی تو یہی چاہتے تھے۔" نوشی بیگم نے بات کو معمول کا رنگ دیا اور وہ سر ہلاتے اپنی جگہ پر دراز ہوگئے۔ رات کا آخری پہر تھا جب پیاس کی شدت سے ان کی آنکھ کھلی۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ بیٹھے۔ نوشی اپنی جگہ پر موجود نہیں تھیں ٹیرس کا دروازہ کھلا تھا جس کا مطلب تھا وہ وہیں موجود ہیں فرید آفندی پانی پی کر ٹیرس کے دروازے کی طرف بڑھے۔

"میں تمہاری بہت شکر گزار ہوں یمنیٰ اگر اس دن تم بوتیک پر آکر مجھے اس ساری حقیقت سے آگاہ نہ کرتیں تو میں بیک وقت اپنے دونوں بیٹے گنوا بیٹھتی۔ میں شاید لفظوں میں بیان نہیں کرسکتی کہ مجھے اس لڑکی کو دیکھ کر کتنی نفرت محسوس ہوتی ہے۔ مڈل کلاس گھرانے کی مڈل کلاس لڑکی۔ ہونہہ میری بہو بننے کے خواب دیکھ رہی تھی۔ دونوں بہنوں نے میرے دونوں بیٹوں کو ایسا اپنی مٹھی میں کرلیا تھا کہ جس کی کوئی حد نہیں۔" نوشی نے مبالغہ آرائی کی حد کردی تھی۔ فرید آفندی کچھ ناسمجھی کی کیفیت میں اپنی نصف بہتر کو دیکھ رہے تھے۔ "مجھے تو انگیجمنٹ والا دن نہیں بھولتا' وہ منحوس لڑکی میرے ارحام کے ہاتھ میں ہاتھ دیئے ایسے کھڑی تھی کہ ارحام سے بڑا اس کا کوئی محرم ہی نہیں اور وہ راہین رضی کے ساتھ بند کمرے میں ملاقات کررہی تھی۔ یہ ہیں شرافت کے جھوٹے لبادے میں لپٹی ہوئی مڈل کلاس لڑکیاں۔" ان کے لہجے میں حد درجہ حقارت تھی۔ فرید آفندی اپنی جگہ سن سے رہ گئے تھے انہیں آج پہلی بار محسوس ہوا کہ نوشی انسانی روپ میں کوئی ناگن ہیں جو اپنے ہی بچوں کی خوشیاں کھا گئیں۔ فرید آفندی کی نگاہوں میں اپنے دونوں بیٹوں کے چہرے گھوم گئے۔ ارحام کی پریشانی میں لگ کر وہ اس کی خاموشی کو محسوس ہی نہ کرسکے۔ علی رضا وہ لڑکا جس نے خاموش ہونا سیکھا ہی نہ تھا آج واپسی پر بالکل خاموش تھا اور وہ اس کی حالت سے بے خبر تھے۔

"ویسے تمہارے ظرف کی تو میں قائل ہوگئی۔ تم کیسے برداشت کرلیتی ہو ان دونوں لڑکیوں کو۔ ایک کے پیچھے تمہارا اپنا منگیتر پاگل ہورہا ہے اور دوسری وہ جو تمہارے دیور کے ساتھ ایک بند کمرے میں ٹائم اسپنڈ کرچکی ہو جسے تم نے اپنے بھائی کے لیے پوری اعلیٰ ظرفی کے ساتھ منتخب کرلیا۔" انہوں نے متاثر لہجے میں کہا۔ دوسری طرف سے کچھ کہا گیا تھا جس پر وہ بڑے محتاط انداز میں ہنسی تھیں۔

"ایک لمحے کو تو میں بھی ڈر گئی تھی ارحام کا جنون دیکھ کر۔ مجھے اندازہ ہی نہیں تھا کہ وہ اس لڑکی کے لیے اس حد تک پاگل ہوگا۔ میں تو بس اس لڑکی کو اس کی اوقات دکھانا چاہتی تھی لیکن ارحام کے انتہائی قدم نے مجھے ڈرا کر رکھ دیا تھا۔ میں تو سوچ رہی تھی کہ کہیں وہ آج بھی کچھ کر نہ بیٹھے۔" وہ پرسوچ انداز میں کہتی پلٹیں اور ٹیرس کے دروازے پر فرید آفندی کو کھڑے دیکھ کر ساکت رہ گئیں۔ ان کی آنکھیں غصے سے سرخ تھیں اور انہیں گھورتے وہ یک دم پلٹے تھے۔ نوشی نے جب کمرے میں قدم رکھا تو انہیں غصے میں ٹہلتے پایا۔

"کیا بات ہے...... آپ کی...... طبیعت ٹھیک ہے؟" نوشی نے ان کی گھورتی نگاہوں سے گھبرا کر اٹک اٹک کر بات پوری کی۔

"میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا نوشی کہ تم اپنے بیٹوں کے ساتھ ایسا کروگی۔ ارحام کی حالت دیکھی تھی تم نے اگر وہ خود کو اس سے زیادہ نقصان پہنچا لیتا تو کیا کرلیتیں تم اور رضی اسے دیکھا آج تم نے' وہ کتنا خاموش ہوگیا تھا۔ کیسی ماں ہو تم جسے اپنے بیٹوں کی تکلیف' ان کا درد سمجھ نہیں آرہا۔" آج پہلی بار انہیں اس طرح چنگھاڑتا دیکھ کر نوشی کی سٹی گم ہوگئی تھی۔

"فرید دیکھیں ہم ماں باپ ہیں اپنے بچوں کے لیے ہم سے بہتر کوئی نہیں سوچ سکتا۔ ہم ایک اعلیٰ خاندان سے تعلق

رکھتے ہیں۔ ہمارے خاندان میں بھی ایسی ہی اعلیٰ خاندانی بہوئیں آنی چاہئیں۔ مڈل کلاس نیچ خاندان......"

"شٹ اپ نوشی...... جسٹ شٹ اپ" وہ یک دم دھاڑے تو نوشی بری طرح سہم گئیں۔

"بچوں کی خوشیاں کلاس سے بڑھ کر نہیں ہیں میرے لیے۔" وہ تیز لہجے میں بولتے کمرے سے باہر نکل گئے۔

❀......❀......❀

اینرک (Enreque) کا ہارٹ اٹیک فل والیم میں گونج رہا تھا۔ وہ دروازہ بند کرتا بیڈ پر اوندھے پڑے علی رضا کی طرف آ گیا۔ اس کا ایک پاؤں مسلسل ہل رہا تھا جس کا مطلب تھا کہ وہ جاگ رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں پکڑا ریموٹ لے کر اس نے اسٹریو آف کیا۔ رضی نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"چلنے دو یار شور اچھا لگ رہا ہے۔" اس نے سر ہاتھوں پر دوبارہ رکھتے ہوئے کہا۔ ارحام اس کی بات کا جواب دینے کے بجائے تکیہ اس کے برابر رکھتے دراز ہو گیا۔ ایک معنی خیز خاموشی ان کے درمیان بولنے لگی تھی۔

"تم نے ایسا کیوں کیا ارحام؟" اس کی جانب دیکھے بنا وہ اس سے پوچھ رہا تھا جبکہ ارحام فار سلنگ کی چھت کو گھور رہا تھا۔

"تو مجھے کیا کرنا چاہیے تھا تمہارے خیال میں۔ مما کے خوشی سے بھرے دل کو توڑ دیتا اور کس کے لیے توڑتا......؟ اس کے لیے جسے میرا یقین اعتبار نہیں۔ جس کے پاس میرے لیے تلخ و طنزیہ جملوں کے علاوہ کچھ نہیں، جسے میں اور میری محبت آج تک نظر ہی نہیں آئے۔" اس کے لبوں سے آج پہلی بار اقرار کے لفظ ادا ہوئے تھے۔ کوئی اور وقت ہوتا تو رضی بھنگڑا ڈالنا شروع کر دیتا لیکن وہ بس خاموشی سے سر اٹھائے اسے دیکھتا رہ گیا۔

"یہ لڑکیاں ایسی کیوں ہوتی ہیں ارحام۔" اس نے اپنا سر ایک بار پھر اپنے ہاتھوں پر رکھا۔

"ہوں...... کاش میں تمہیں بتا سکتا کہ یہ لڑکیاں ایسی کیوں ہوتی ہیں لیکن بدقسمتی سے تمہاری طرح میں بھی ایک لڑکا ہوں، سو تمہاری مدد نہیں کر سکتا۔" ارحام نے خاصی بے چارگی سے کہا تو اس کی بات پر وہ ہنستے ہوئے سیدھا ہوا اور اپنا سر اس کے بازو پر رکھ کر لیٹ گیا۔

"ارحام اب تم کیا کرو گے؟" وہ اس کے چہرے پر نگاہیں جماتے پوچھ رہا تھا۔

"کچھ نہیں۔" اس نے پورے اطمینان سے رضی کی سوچ سے زیادہ مختصر جواب دیا۔

"میں نے اپنے تمام معاملات اللہ پر چھوڑ دیے ہیں۔ اب مجھے اس کے فیصلے کا انتظار ہے۔ جو اسے پسند ہے میرے لیے مجھے قبول ہوگا۔" اس نے مطمئن انداز میں کہا۔

"تمہارا سکون قابل رشک ہے۔ مجھے تو ایک لمحے کے لیے بھی چین نہیں آ رہا۔"

"تمہیں پتا ہے رضی جب ہم اللہ کے روبرو اپنا دل کھول کر رکھ دیتے ہیں تو وہ اپنے ذکر کی برکت سے ہمارے دل کو پُرسکون کر دیتا ہے کیونکہ ہمارے ہر درد کی دوا، ہر مشکل کا حل اسی کے پاس موجود ہے۔" رضی حیرت سے الوہی روشنی سے دمکتے اس کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔

"اچھا بھئی اب مجھے بہت شدید نیند آ رہی ہے، تم بھی سو جاؤ۔" وہ اس کا چہرہ تھپتھپاتا اٹھ کھڑا ہوا۔

"ارحام......" وہ رضی کے کمرے کا دروازہ بند کر کے باہر نکلا تو بابا کی آواز پر چونک کر راہداری کے اختتام پر کھڑے فرید آفندی کو دیکھا۔

"آپ ابھی تک سوئے نہیں بابا۔" وہ ان کے قریب پہنچ کر بولا۔

"نہیں بس ابھی آنکھ کھلی ہے۔ مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے لائبریری میں آؤ۔" وہ کہتے ہوئے مڑنے لگے تھے کہ وہ بولا۔

"کس بارے میں۔" وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ان کے پیچھے چلا آیا۔

"میں آج ایک لڑکی سے ملا جس کی صورت تمہاری پینٹنگ والی لڑکی سے ملتی تھی۔ اس نے مجھے بتایا کہ وہ حریم حیات ہے۔" وہ اس کے سامنے کھڑے کہہ رہے تھے اور اس کی آنکھیں حیرت سے پھیلتی جا رہی تھیں۔

"مجھے تم سے حریم حیات کے بارے میں بات کرنی ہے۔" وہ عجیب حتمی لہجے میں بولے۔

❀......❀......❀

لاؤنج میں موجود چار نفوس میں سے تین کو سانپ سونگھا ہوا تھا اور ایک کی آواز پورے لاؤنج میں گونج رہی تھی۔ وہ ایک آواز عالم آفندی کی تھی اور وہ تین نفوس فرید آفندی، نوشی بیگم اور ارحام تھے۔

''ہمیں اندازہ نہیں تھا کہ تم لوگ اتنے بڑے ہوگئے ہو کہ ہمارے پیچھے اتنا بڑا فیصلہ اکیلے ہی کرلیا۔'' ان کے مخاطب فرید اور نوشی تھے۔

''وہ بابا جان' دراصل میں آپ سب کو سرپرائز دینا چاہتی تھی۔ ہم سب تو ویسے بھی ہمیشہ سے یہی چاہتے تھے مگر کیمنٹی راضی نہیں تھی اب وہ راضی ہوئی تو......''

''تم سے' ہم کبھی بھی کسی سمجھداری کی توقع کر ہی نہیں سکتے تھے نوشی بیگم' تمہیں ایک لمحے کے لیے اپنے بیٹے کی شخصی انا وو قار کا خیال نہ آیا' اس لڑکی نے جب چاہا تمہارے بیٹے کو ٹھکرا دیا اور جب چاہا اپنا لیا۔ تمہیں اس سے کوئی سروکار نہیں کہ تمہارا بیٹا اب کیا چاہتا ہے؟'' وہ غصے سے بولتے نوشی بیگم کو سر جھکانے پر مجبور کر گئے تھے۔ ان کا یوں سر جھکانا ارحام کو مضطرب سا کر گیا تھا۔

''دادو پلیز جو ہونا تھا وہ ہوگیا' مما ٹھیک کہہ رہی ہیں سب کی یہ خواہش تھی پھر اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں بچتی۔''

''میں جانتا ہوں تم یہ کیوں کہہ رہے ہو لیکن میری ایک بات یاد رکھنا ارحام زندگی کے فیصلے اس طرح نہیں ہوتے۔'' وہ بہت ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولے۔

''شاید آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں دادو لیکن میرے جیسے لوگ جن کی زندگی کا ایک طویل حصہ اپنوں کی محبتوں کی چھاؤں میں گزرا ہو جو ان محبتوں کے مقروض ہوں' ان لوگوں کی زندگی محبتوں کا خراج ادا کرتے ہی گزرتی ہے کیونکہ وہ نفرتوں کی ہلکی سی دھوپ بھی برداشت نہیں کرسکتے۔'' وہ اپنی بات کہنے کے بعد وہاں ٹھہرا نہیں تھا جبکہ وہاں موجود تینوں لوگ اپنی اپنی جگہ شرمندہ سے ہوگئے تھے۔ یقیناً ان سب نے کہیں نہ کہیں اس کے ساتھ زیادتی کردی تھی۔ وہ تینوں ہی کہیں نہ کہیں اس پر اپنے فیصلے تھوپتے آئے تھے کیونکہ ان کی نظر میں وہ ان کی محبت کا حق تھا مگر آج اس نے انہیں یہ احساس دلا دیا تھا کہ وہ حق نہیں قرض تھا جو ہر صورت اسے ادا کرنا تھا۔

❁......❁......❁

ابھی کیا کہیں' ابھی کیا سنیں
کہ سرِ فصیلِ سکوتِ جاں
کفِ روز و شب پہ شررنما
وہ جو حرف حرف چراغ تھا
اسے کس ہوا نے بجھا دیا
کبھی لب ملیں گے تو پوچھنا
سرِ شہرِ عہدِ وصالِ دل
وہ جو نکہتوں کا ہجوم تھا
اسے دستِ موجِ فراق نے
تہہ خاک سب سے ملا دیا
کبھی گل کھلیں گے تو پوچھنا
ابھی کیا کہیں' ابھی کیا سنیں
یونہی خواہشوں کے فشار میں
کبھی بے سبب' کبھی بے خلل
کہاں کون کس سے بچھڑ گیا
کبھی پھر ملیں گے تو پوچھنا

وہ ٹیرس پر آیا تو سرد ہوا کے جھونکے نے اس کا استقبال کیا۔ دسمبر شروع ہوچکا تھا اور درجہ حرارت نیچے کی طرف محو سفر تھا۔ وہ ریلنگ سے ٹیک لگائے خلاؤں میں گھور رہا تھا۔ زندگی ایک معمول کے مطابق گزر رہی تھی' پچھلے دو ماہ سے......صبح فجر کی نماز کے بعد وہ ناشتہ کرتا اور آٹھ بجے وہ اپنے آفس میں موجود ہوتا تھا۔ اس کے بعد وہاں سے دس بجے ہر حال میں سول سروسز اکیڈمی پہنچ جاتا۔ مختلف کلاسز اٹینڈ کرنے کے بعد پانچ بجے وہاں سے نکل کر ایک بار پھر آفس آجاتا اور نو بجے تک آفس میں مختلف کام نمٹاتا۔ نو بجے کے بعد وہ آفس سے نکلتا' اتنی ٹف روٹین میں اسے گھر کے کسی فرد سے ملاقات کا موقع ہی نہ ملتا تھا۔ اتوار کے دن وہ لائبریری کو وقت دیتا تھا۔ ایسی ٹف روٹین میں آج اچانک بڑی غیر متوقع سی ہل چل مچی تھی' آج اس نے صبح اکیڈمی میں قدم رکھا تو راہداری میں سرخ گلابوں کا بکے لیے حریم حیات کھڑی نظر آئی۔ نیوی بلو کلر کے سادہ سے شلوار قمیص پر بلیک لیڈیز جیکٹ اور سر پر میچنگ دوپٹہ پہنے وہ بہت پرسکون اور فریش نظر آرہی تھی۔ اس کے چہرے پر بڑی گہری مسکراہٹ تھی۔ سرہاشم اسماعیل کے ساتھ کھڑی وہ کسی بات پر مسکرا رہی تھی۔ اتنے دن بعد اسے دیکھ کر دل عجیب سی کیفیت سے دوچار ہوا تھا۔ سرشاری' خوشی......وہ نپے تلے قدم اٹھاتا ان کی طرف بڑھا۔ ایک ایک قدم پر اس کے دل نے سامنے کھڑی لڑکی کے ہمیشہ اسی طرح خوش رہنے کی دعا کی تھی۔

''السلام علیکم!'' اس نے قریب پہنچ کر سلام کیا۔ وہ دونوں اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

"ارحام ایک بہت زبردست نیوز ہے۔" سر ہاشم نے ایک ہاتھ سے اس کا ہاتھ تھامتے دوسرے سے اس کا کندھا تھپتھپایا۔

"ایسی کیا نیوز ہے انکل؟" اس نے ایک نگاہ انہیں دیکھا اور دوسری نظر لاتعلق کھڑی حریم پر ڈالی۔

"حریم ہیز کوالیفائیڈ پی سی ایس۔" وہ اپنی خوشی کسی طرح بھی چھپا نہیں پا رہے تھے۔

"دیٹس گریٹ' مبارک ہو۔" ارحام نے خوشگوار حیرت سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تھینکس۔" حریم کا لہجہ کسی بھی قسم کے تاثر سے عاری تھا۔

"میں لفظوں میں بیان نہیں کر سکتا حریم کہ میں کتنا خوش ہوں۔" سر ہاشم اسماعیل کی خوشی بیان سے باہر تھی۔

"رات جب مجھے رزلٹ کی نیوز ملی تو میں امید کر رہا تھا آپ کی کال کا اور تھوڑی ہی دیر میں آپ کی کال آگئی۔ اب میں سوچ رہا ہوں ایک بہترین سا فنکشن ہونا چاہیے اکیڈمی میں۔" وہ ہنستے ہوئے اپنے آفس میں داخل ہوتے ہوئے بولے۔

"ویسے جوائننگ کب سے ہے؟" وہ حریم سے مخاطب ہوئے۔ اس نے انہیں ڈیٹ بتائی۔ "ہوں گڈ' چلیے جی اب ہماری بھی ایک اسسٹنٹ کمشنر صاحبہ ہیں۔" انہوں نے ہنستے ہوئے کہا۔ اس تمام گفتگو کے دوران ارحام ایک خاموش سامع تھا۔

"پوسٹنگ کہاں ہو رہی ہے؟" انہوں نے انٹر کام پر چائے کا کہتے اس سے پوچھا۔

"ابھی تو فی الحال اسلام آباد جانا ہے پھر اس کے بعد پوسٹنگ کا وہیں سے پتا چلے گا۔" اس نے دھیمے لہجے میں مسکراتے ہوئے انہیں جواب دیا۔

"ہوں گڈ" انہوں نے گردن ہلاتے اپنے موبائل پر آنے والی کال اٹینڈ کی اور ایکسیوز کرتے باہر نکل گئے۔

"سو...... کیسے محسوس کر رہی ہیں آپ اتنی بڑی پوسٹ ملنے پر؟" ارحام نے خود ہی بات کا آغاز کیا۔

"اچھا......" اس نے دیکھے بغیر یک لفظی جواب دیا۔

"میں بہت خوش ہوں آپ کے لیے حریم۔ مجھے یقین تھا ایک نہ ایک دن اللہ عزوجل آپ کی محنتوں کا صلہ ضرور دے گا۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور اب پہلی بار اس نے نگاہ اٹھا کر اس کی سمت دیکھا۔

"اوہ...... اچھا' آپ کو اللہ پر یقین یاد ہے لیکن یہ یاد نہیں کہ مخلوق اللہ کو ناحق ستانے پر اللہ کی ناراضگی اور قہر نازل ہوتا ہے۔" وہ بڑے طنز سے بولی۔

"کیا مطلب؟" وہ کچھ سمجھ نہ پایا۔

"اوہو...... میں بھی کتنی بے وقوف ہوں' ہر بار سوچتی ہوں کہ شاید اب آپ اپنی غلطیوں کا اعتراف کریں مگر نہیں آپ تو ہر بار ایسے پوز کرتے ہیں جیسے کسی بات کا علم نہیں ہو۔"

"اس تمام تر فضول گوئی کا لب لباب بتا دیجیے۔" اس کی باتیں ارحام کا دماغ گھما گئی تھیں۔ تبھی خواہش کے باوجود وہ اپنے لہجے کی بشاشت برقرار نہیں رکھ پایا۔

"یہ دھمکی آمیز لیٹرز اور فون کالز۔ یہ ہے میری فضول گوئی کا لب لباب۔ جس میں آپ نے مجھے اغواء کروا لینے کی دھمکیاں دی ہیں۔" حریم نے تیز چبھتے لہجے میں کہا۔

"واٹ......!" ارحام حیرت کے سبب اٹھ کھڑا ہوا۔

"یہ سب جھوٹ ہے۔ میں نے تو پچھلے دو ماہ سے آپ کی شکل نہیں دیکھی' آپ سے بات کرنا تو دور کی بات ہے۔" وہ حیرت اور صدمے کے زیر اثر بولا۔

"مجھے پتا تھا آپ کا ایسا ہی کوئی ری ایکشن ہوگا۔ اسی لیے میں یہ پلندہ ساتھ لے کر آئی تھی۔" اس نے بیگ سے فولڈ پیپرز کا ایک رول نکالا ساتھ ہی موبائل بھی۔

"یہ دیکھیے......" وہ رول اس نے ارحام کے آگے پھینکا جسے ارحام نے کھولا۔ حریم صحیح کہہ رہی تھی۔ اس مختصر تحریر کے نیچے ہر بار اس کا نام موجود تھا۔

"اور یہ بھی سنیے۔" حریم نے اپنے موبائل کی ریکارڈ کال پلے کی۔ حریم کی آواز گونجی پھر ارحام کی اپنی...... وہ تو ششدر سا رہ گیا۔ وہ جو کوئی بھی تھا بہت مہارت سے ارحام کی آواز کاپی کر رہا تھا۔ انداز' لب ولہجہ' لفظوں کا انتخاب...... سب کچھ ارحام علی آفندی کا ہی تھا لیکن جو وہ کہہ رہا تھا ویسا تو ارحام نے کبھی خواب میں بھی نہ سوچا تھا۔ اس نے اپنا سر دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔

"کیوں اب کیا ہو گیا۔ آپ تو کہہ رہے تھے کہ یہ سب جھوٹ ہے۔ اب بتائیے کیا یہ ثبوت بھی جھوٹے ہیں۔" حریم نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ ارحام سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگا۔

"آپ سے کس نے کہا کہ یہ میری رائٹنگ ہے۔" اس

نے ایک لیٹر اٹھا کر تحریر کی طرف اشارہ کیا۔ وہ ریکارڈڈ کال کے بارے میں کچھ نہیں کہنا چاہتا تھا کیونکہ بہرحال وہ اس بارے میں تو اس کی کوئی تاویل نہیں سننے والی تھی۔

"یہ میری رائٹنگ نہیں ہے۔" اس نے حریم کے جواب کا انتظار کیے بغیر کہا اور پھر ایک پین اٹھا کر کچھ لفظ کاغذ پر گھسیٹے تھے اور پیپر حریم کے سامنے کردیا۔ یہ رائٹنگ پہلے والی رائٹنگ سے مختلف تھی۔

"آپ مجھے بیوقوف بنا رہے ہیں۔ ارماہ نے خود آپ کی رائٹنگ پہچانی ہے اور اب آپ اپنی رائٹنگ......"

"اسٹاپ اٹ حریم' بدگمانی کی بھی کوئی حد ہوتی ہے اور کیوں ہیں آخر آپ اس قدر بدگمان۔ کیا میرے منہ سے آپ نے کبھی اپنے لیے کوئی ایک بھی غلط بات سنی جو آپ ان تمام باتوں پر آنکھیں بند کرکے یقین کرتی چلی جارہی ہیں۔ ایسا کون سا جھول نظر آیا آپ کو میرے کردار میں کہ آپ بنا تصدیق کے ہر بار الزام لگا جاتی ہیں۔"

"کیا ہوگیا ارحام؟" سرہاشم اچانک اندر آئے تو ارحام کو شدید طیش میں حریم پر برستے دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے۔ ارحام نے ایک نظر انہیں دیکھا اور پھر گویا بڑے ضبط سے اپنے اندر اٹھنے والے ابال کو دبایا۔

"آئندہ میرے راستے میں بھول کر بھی مت آنا حریم حیات ورنہ نتائج کی ذمہ دار آپ خود ہوں گی۔" وہ اپنی بات کہہ کر وہاں سے نکل گیا تھا پیچھے سرہاشم نے حریم سے کیا پوچھا اور اس نے کیا بتایا ارحام اس سے بے خبر تھا۔ پورا دن وہ جس ذہنی کشمکش کا شکار رہا اس نے ارحام کے اعصاب کو تھکن زدہ کردیا تھا۔

"یمنیٰ نے حریم سے جھوٹ کیوں کہا مجھے یمنیٰ سے پوچھنا چاہیے۔" یہ سوچ آتے ہی وہ اپنے کمرے میں آیا اور موبائل پر یمنیٰ کا نمبر ڈائل کیا۔

"میں تم سے ملنا چاہتا ہوں کل لنچ پر۔" اس کے کال ریسیو کرتے ہی وہ بولا اور اس کا کوئی بھی جواب سنے بغیر کال منقطع کردی۔ ٹیکسٹ پر اس نے یمنیٰ کو پی سی ہوٹل کا نام سینڈ کیا اور موبائل آف کرکے خود بیڈ پر بیٹھ گیا۔ تبھی دروازہ ناک کرکے فرید آفندی نے اندر جھانکا۔

"جاگ رہے ہو بیٹے مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے۔" انہیں جاگتا دیکھ کر وہ دروازہ بند کرتے اندر آئے۔ ان کے ہاتھ میں کچھ پیپرز تھے۔ وہ حیرت سے انہیں دیکھتا رہ گیا۔

❀......❀......❀

ایک میٹنگ سے فارغ ہوکر وہ سیدھا اپنے روم میں پہنچا۔ سیکریٹری کو چائے کا کہہ کر اس نے انٹرکام رکھا اور آرام دہ کرسی کی بیک سے ٹیک لگا کر آنکھیں موند لیں۔ بہت سے چہرے اس کی آنکھوں کے سامنے لہرانے لگے۔ بہت سے عکس بننے اور بگڑنے لگے۔ بہت سی آوازیں گڈمڈ ہونے لگیں۔ ان میں ایک آواز بہت واضح تھی۔

"مجھے تمہارا فیصلہ چاہیے ارحام۔ میں کچھ نہیں سننا چاہتا۔ تم سے چھوٹا رضی آج شادی شدہ ایک بیٹے کا باپ ہے اور تم وہیں کے وہیں کھڑے ہو جہاں چھ سال پہلے تھے۔ تم نے جو چاہا وہ کیا' ہم نے تم پر کوئی روک ٹوک نہیں کی۔ تم نے کہا تم سول سرونٹ بننا چاہتے ہو' تم بن گئے' تم نے کبھی دوبارہ بزنس جوائن نہیں کیا۔ ہم چپ رہے' تم نے پینٹنگ کرنا چھوڑ دی ہم نے اس پر بھی کچھ نہیں کہا' لیکن تمہاری شادی نہ کرنے کی ضد میں کبھی نہیں مانوں گا۔ آج نہیں تو کل لیکن تمہیں شادی کرنی ہے ہر صورت' میں کچھ نہیں جانتا یا تو تم حریم سے بات کرو نہیں تو ہم خود تمہارے لیے لڑکی ڈھونڈ لیں گے۔" کل رات دادو سے ہونے والی گفتگو اس کے ذہن میں تازہ ہوگئی۔ دروازہ ناک ہونے کی آواز پر اس نے آنکھیں کھولیں۔ پیون چائے لے کر آرہا تھا۔ اس نے دوبارہ آنکھیں موند لیں۔ "میں فی الحال بہت مصروف ہوں۔ شادی جیسی بھاری ذمہ داری نہیں نبھا سکتا دادو۔" اس کے ذہن میں اپنا جواب گونجا۔ اس نے گہرا سانس ہوا کے سپرد کیا اور آنکھیں کھول کر سامنے رکھی چائے کی طرف متوجہ ہوا۔

"اب تو تم سے ملنا ہی پڑے گا حریم حیات۔" اس نے معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ سوچا۔ چائے سے فارغ ہوکر اس نے اپنا کوٹ اٹھایا' کار کیز' گاگلز لیے اور باہر نکل آیا۔ کچھ ہی دیر میں وہ گھر پر موجود تھا۔ روش پر قدم رکھتے ہی اس کے کانوں میں زاوین کی قلقاریاں گونجیں۔ یقیناً وہ اپنی ماں کے ساتھ باغ میں موجود تھا۔ ارحام نے اندر جانے کے بجائے باغ کا رخ کیا۔ اپنا کوٹ اور لیپ ٹاپ بیگ وہ پہلے ہی ملازم کو دے چکا تھا۔ باغ میں قدم رکھتے ہی جو منظر اسے نظر آیا وہ بڑا مکمل تھا۔ رضی اور اس کی بیوی لان چیئرز پر بیٹھے تھے اور پاس ہی ان کا بیٹا گھاس پر بیٹھا بال سے کھیل رہا تھا۔ وہ اسے دیکھ کر ہنس

رہے تھے۔ اس نے بے اختیار ان کے ہمیشہ اسی طرح خوش رہنے کی دعا مانگی۔ انہیں دیکھ کر اسے پہلی بار احساس ہوا کہ ہر انسان اپنی ذات کی تکمیل سے شاد اور پرسکون رہتا ہے۔

"السلام علیکم!" اس نے قریب پہنچ کر باآواز بلند کہا۔ جس پر وہ دونوں ہی متوجہ ہوئے اور مسکراتے ہوئے اس کے سلام کا جواب دیا۔

"مائی لٹل اینجل۔" ارحام نے جھک کر دو سالہ زاوین کو اپنی گود میں اٹھایا اور اس کے کئی بوسے لیے۔

"ارے بھائی بس کر دے یہ میرا بیٹا ہے وہ نہیں ہے جو تو سمجھ رہا ہے۔" علی رضا کی زبان ارحام کو دیکھ کر پھسلنے سے کب باز آسکتی تھی۔ پہلے تو وہ سمجھا نہیں اور جب سمجھا تو جھجل سا ہو گیا اور پھر اس کے بازو پر ایک گھونسہ رسید کر دیا۔

"ارے بھائی...... میں انسان ہوں اور میری بیوی پر کیا امپریشن پڑے گا میرا۔ رعب میں بھی نہیں آئے گی میرے۔" رضی نے بازو سہلاتے ہوئے کہا۔

"وہ پہلے تمہارے رعب میں کہاں ہی، تم اس کے رعب میں ہو۔" ارحام نے ہاتھ روک کر اس کی بیوی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"ارحام بھائی یہ بالکل غلط بات ہے۔ بھلا میں آپ کو ایسی لگتی ہوں۔" اس کی آنکھوں میں پھیلتی ہلکی سی خفگی بہت مانوس تھی۔ وہ مسکرایا اور اس کے سر پر ہاتھ رکھ دیا۔

"نہیں مجھے پتا ہے تم ایسی نہیں ہو لیکن تمہارا شوہر جو ہے ناں یہ بہت بدتمیز انسان ہے۔"

"چلو شکر ہے کہ میں انسان ہوں۔ مگر تم تو انسانوں کی صف سے نکل کر فرشتہ بن گئے ہو۔" رضی کب باز آنے والا تھا۔ ارحام ہنستا ہوا اندر کی طرف بڑھ گیا۔ لاؤنج سے گزرتے اس کی نگاہ نوشی بیگم پر گئی۔ وہ بہت کمزور اور بوڑھی محسوس ہو رہی تھیں۔ وہ متوازن قدم اٹھاتا ان تک آیا۔

"السلام علیکم!" اس نے سامنے صوفے پر بیٹھتے سلام کیا۔

"ارحام......" وہ اٹھ کر اس کے قریب چلی آئیں۔ اپنا یہ بیٹا انہیں کتنا عزیز تھا اس کا اندازہ انہیں اس کی ناراضگی کے بعد ہوا تھا۔

"آپ کی طبیعت کیسی ہے اب۔" وہ ان کے والہانہ انداز کو نظر انداز کر گیا تھا۔ نوشی بیگم ہر بار ایک ہی تکلیف سے دوچار ہوتی تھیں۔

"میڈیسن وقت پر لے رہی ہیں آپ؟" وہ بڑے رسمی سے جملے غیر جذباتی لہجے میں ادا کر رہا تھا۔ ان کی آنکھیں نم ہونا شروع ہو گئیں۔

"مجھے یہ سب نہیں چاہیے ارحام۔ مجھے میرا بیٹا واپس دے دو۔ میرا ارحام لوٹا دو۔" وہ اس کے ہاتھ تھام کر اپنی آنکھوں سے لگاتے ہوئے بولیں۔

"آپ کا بیٹا ارحام تو اسی دن مر گیا تھا جس دن اسے پتا چلا تھا کہ اس کی ماں نے اس کی محبت میں خیانت کی ہے۔ اس نے بے لوث محبت کی تھی اپنی ماں سے اور یہی سوچتا تھا کہ اس کی ماں بھی اس سے ایسی ہی محبت کرتی ہے مگر وقت نے اسے غلط ثابت کر دیا اور غلط لوگوں کی یہی سزا ہونی چاہیے کہ وہ مر جائیں۔ میں آپ کا خیال رکھ سکتا ہوں۔ آپ سے باتیں بھی کر سکتا ہوں۔ لیکن وہ محبت آپ کو نہیں دے سکتا جو آپ کے بیٹے کو آپ سے تھی۔" اس کے لہجے میں بڑی عجیب سی بے بسی تھی۔

"آپ دعا کریں میرا دل بدل جائے۔" وہ اپنی بات کہہ کر وہاں سے اٹھ گیا۔

❀......❀......❀

تجھ یاد بھی ہیں وہ کھوئی ہوئی ساحر آنکھیں
تجھ کو معلوم ہے کیوں عمر گنوا دی ہم نے

ورکنگ ویمن ہاسٹل کی عمارت پچھلے ایک گھنٹے سے اس کی نگاہوں کے حصار میں تھی۔ فجر کی نماز پڑھ کر وہ اسلام آباد کے لیے نکلا تھا۔ آٹھ بجے وہ وہاں موجود تھا اور پچھلے ایک گھنٹے سے کسی اسٹیم انجن کی طرح اس کے منہ سے دھواں نکل رہا تھا۔ وہ اضطرابی کیفیت میں ایک پیکٹ سگریٹ پھونک چکا تھا یہ واحد بری لت تھی جو پچھلے چھ سال میں اسے لاحق ہوئی تھی۔ اس نے سگریٹ کا آخری ٹوٹا زمین پر پھینک کر جوتے سے مسلا اور ایک بار پھر کار سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا تھا۔ وہ یہاں آ تو گیا تھا حریم حیات سے ملنے لیکن اب دل کچھ ہراساں تھا اگر اس نے انکار کر دیا تو کیا ہوگا۔ چھ سال سے وہ اس سے نہیں ملا تھا، نہ اسے دیکھا تھا۔ آخری بار وہ اس سے کب ملا تھا، یہ بات اسے یاد کرنے کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ وہ حادثہ ارحام علی آفندی کو کبھی بھول ہی نہیں سکتا تھا۔ وہ بہت منحوس دن تھا جب اس نے اپنے اکلوتے دوست کو ہمیشہ کے لیے کھو دیا تھا۔ وہ دن ابرار رضوی کی زندگی کا آخری دن تھا اس دنیا میں اس نے سر

جھٹکا۔ وہ یہاں یہ سب یاد کرنے نہیں آیا تھا۔
"سلام صاب تم یہاں کیا کرتی ہے ام گھنٹہ بھر سے دیکھتی ہے تم یہاں کھڑی ہے۔ کسی کا انتظار ہے تو ام کو بتاؤ ام اندر اطلاع کردیتی ہے۔" ہاسٹل کا چوکیدار جو غالباً پٹھان تھا۔ اس کے قریب آ کر بولا۔
"ہاں خان صاحب انتظار تو ہے اور وہ بھی بہت طویل......" اس نے مسکراتے ہوئے چوکیدار کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا پھر اپنے والٹ سے اپنا کارڈ نکال کر اسے دیا۔
"یہ اندر میڈم کو دو ان سے کہو یہ صاحب آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔" چوکیدار اس کا کارڈ لے کر اندر کی طرف بڑھ گیا تھا اس نے اپنی کار سے ماؤتھ فریشنر نکال کر اسپرے کیا۔ کم از کم وہ اتنا مہذب ضرور تھا کہ کسی خاتون کے سامنے سگریٹ کی اسمیل سے سجا وجود لے کر نہ جاتا۔
"صاب آجایئے۔" چوکیدار نے دروازہ کھول کر آواز لگائی۔ وہ سر ہلاتا دروازے کی طرف بڑھا۔ دروازے سے کچھ فاصلے پر ہی اسے ایک پچاس سالہ خاتون نظر آ گئیں جنہوں نے بڑے خوب صورت انداز میں ساڑھی باندھ رکھی تھی۔ آنکھوں پر گلاسز لگائے وہ بڑی سوبر سی نظر آ رہی تھیں۔
"السلام علیکم!" ارحام نے نگاہیں جھکاتے انہیں سلام کیا۔ جس کا انہوں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تھا۔
"آپ ہمیں پہلے انفارم کردیتے سر کم از کم ہم آپ کے شایان شان انتظام کرتے۔ ابھی مجھے پتا چلا چوکیدار سے کہ آپ ایک گھنٹے سے باہر کھڑے ہیں۔ میں بہت معذرت چاہتی ہوں آپ کو تکلیف ہوئی۔" ان کا لہجہ ویسا ہی تھا جیسا سامنے کھڑے شخص کے ساتھ ہونا چاہیے تھا۔ وہ اس کے عہدے اور اس کے پاورز سے باخوبی واقف تھیں۔ وہ فارن منسٹری کا ڈائریکٹر تھا۔
"ایسی کوئی بات نہیں آپ پلیز اتنا پریشان نہ ہوں۔" اس نے ان کے ساتھ ان کے آفس میں داخل ہوتے کہا۔
"کیا لیں گے آپ؟" وہ اپنی چیئر سنبھالتے اس سے پوچھ رہی تھیں۔
"نہیں پلیز اس تکلف کی ضرورت نہیں ہے میں بس یہاں ایک کام سے آیا ہوں۔" اس نے ٹیبل کے کنارے پر انگلی پھیرتے کہا۔
"جی...... جی کہیے۔" ان کا وہی انداز تھا۔
"مجھے حریم حیات سے ملنا ہے۔" اس نے اب پہلی بار انہیں نگاہیں اٹھا کر دیکھا۔
"اوہ...... حریم حیات وہ ناک چڑھی کمشنر۔" وہ ہنستے ہوئے بولیں۔ ان کے طرز تخاطب پر وہ بھی مسکرا اٹھا۔ تو وہ ابھی تک ویسی ہی تھی۔ انہوں نے گھنٹی بجا کر پیون کو بلایا اور اس سے کہا کہ وہ ارحام کو ویٹنگ روم میں چھوڑ دے اور حریم سے کہے کہ ان کے کوئی گیسٹ آئے ہیں۔ پیون کی رہنمائی میں وہ گیسٹ روم میں پہنچا۔ یہ کافی کشادہ کمرہ تھا۔ جہاں کئی چیئرز تھیں وہ انہیں نظر انداز کر کے کمرے کی واحد بڑی سی کھڑکی کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ بلیک ڈریس پینٹ پر اس نے بلو چیک کی ٹی شرٹ پہنی ہوئی تھی۔ وہ آخری لمحات اس کے ذہن میں ایک بار پھر گھومنے لگے جب وہ اس سے ملا تھا ابرار رضوی کے گھر۔ وہ اس وقت ابرار کے والد کے ساتھ ابرار کی ڈیڈ باڈی اور اس کی بیوی کو لے کر آیا تھا بینکاک سے۔ کیسا کہرام بپا تھا اس گھر میں ثریا بیگم تو ہوش وخرد سے بیگانہ تھیں۔ صرف چھ سات ماہ ہوئے تھے اس کی شادی کو اور وہ ہنستا مسکراتا تندرست شخص ہڈیوں کا ڈھانچہ بن گیا تھا۔ اس کے آخری دنوں میں وہ اس کے ساتھ ہی تو تھا۔ ابرار نے کال کر کے اسے بلایا تھا اور وہ سی ایس ایس کے پیپرز سے فارغ ہو کر پہلی فرصت میں اس کے پاس پہنچا تھا وہاں پہنچ کر وہ اس کی حالت دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ اس نے سن رکھا تھا کہ محبت انسان کو دیمک کی طرح چاٹ جاتی ہے۔ ابرار اس بات کی عملی مثال بنا ہوا تھا اس کے سامنے اور پھر وہ جتنے دن وہاں رہا ابرار کو خوش رکھنے کی کوششوں میں مگن رہا لیکن اس کی کوششوں کے باوجود ابرار ایک رات ایسا سویا کہ دوبارہ کبھی اٹھ ہی نہ سکا۔ جو آخری بات ابرار نے اس سے کہی تھی وہ حریم کے لیے تھی۔
"اس سے کہنا مجھے معاف کردے ورنہ میری روح بے چین رہے گی۔" بس شاید یہی وہ آخری پیغام تھا جسے دینے کے لیے ابرار کی سانسیں برقرار تھیں اس کے بعد اس کی سانسوں نے جسم سے تمام رابطے منقطع کر لیے تھے۔ اس کی اپنی سانسیں گویا اٹک اٹک کر بحال ہوئی تھیں۔ ابرار رضوی کے ارحام علی آفندی کی زندگی میں کیا معنی تھے یہ کوئی ارحام علی آفندی سے پوچھتا۔ پوری دنیا میں ابرار رضوی کو ارحام علی آفندی کا واحد دوست ہونے کا اعزاز حاصل تھا۔ ارحام نے ابرار کا پیغام حریم

کو پہنچا دیا تھا۔ جب وہ ابرار کے گھر اوپر کوریڈور میں کھڑی سفید کفن میں ملفوف ابرار رضوی کے لاشے کو دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں سے ایک تواتر سے آنسو بہہ رہے تھے۔

"میں انہیں بہت پہلے ہی معاف کرچکی تھی۔" اس کی بات پر حریم نے کہا تھا وہ جو سیڑھیوں کی طرف پلٹا تھا اپنی بات کہہ کر حریم کی بات پر مڑ کر اسے دیکھنے لگا تھا حریم حیات اسی کی طرف متوجہ تھی۔ اس کی آنکھوں میں سب کھو دینے کا خوف پہلی بار نظر آرہا تھا۔ ارحام علی آفندی الجھ کر اس کی طرف بڑھنے لگا تھا جب اس نے قطعیت سے کہا۔

"چلے جایئے آپ یہاں سے' میں کبھی بھی آپ کی شکل نہیں دیکھنا چاہتی۔ کبھی بھی نہیں۔" وہ دو قدم پیچھے ہٹی تھی اور اس کے بعد ارحام علی آفندی نے کبھی پلٹ کر اس لڑکی کی طرف نہیں دیکھا تھا۔ اس نے چلے جانے کا کہا تھا اور وہ چلا گیا تھا کبھی لوٹ کر نہ آنے کے لیے' مگر اب......!

❀......❀......❀

"السلام علیکم!" حریم کی دھیمی آواز اس کے اندر ٹھہرے خزاں کے موسم پر بہار کی ٹھنڈی پھوار کی مانند پڑی تھی۔ اس نے مڑ کر اس لڑکی کو دیکھا جسے چھ سال پہلے وہ چھوڑ گیا تھا' کس وجہ سے؟ کیا وہ اس سے ابرار رضوی کی موت کا بدلہ لے رہا تھا یا پھر خود کے ساتھ روا رہنے والی زیادتیوں کا بدلہ لینا چاہتا تھا یا وہ خود کو اس کی ہر خواہش پوری کرنے کا پابند سمجھتا تھا چاہے اس کی فرمائش "وچھوڑا" ہی کیوں نہ ہوتی۔ ارحام علی آفندی کو ایسا محسوس ہوا ایک عرصے بعد اسے اس کی بینائی عطا کی گئی ہو۔ بس یہ ایک چہرہ نظر نہیں آتا تھا تو اسے لگتا تھا دنیا میں کچھ نہیں۔ دنیا پر قیامت سے پہلے قیامت گزر گئی ہو۔ دنیا خالی ہوگئی ہو ہر ذی روح سے۔ اور اب جب وہ سامنے کھڑی تھی تو آنکھوں کے سامنے چھانے والی دھند اسے ڈھنگ سے دیکھنے بھی نہ دے رہی تھی۔

"آپ؟" اس کا آپ حد درجے حیران کن تھا گویا وہ دنیا میں یہاں کسی بھی شخص کی موجودگی کی توقع کرسکتی تھی لیکن ارحام علی آفندی کی نہیں۔

"ہاں میں......" اس نے آنکھوں کے سامنے چھانے والی دھند پلکیں جھپک کر غائب کی۔

"کیوں آئے ہیں آپ یہاں؟" شاید وہ اپنی حیرت پر قابو پاچکی تھی بھی تخی سے بولی۔ ارحام نے ابھی دو تین قدم ہی اٹھائے تھے کہ اس کا جملہ اسے قدموں کو روکنے پر مجبور کر گیا تھا۔ پھر اس نے سر جھٹکا۔ وہ آج ہر حال میں اس لڑکی کو منا لینا چاہتا تھا۔ آج وہ اس کی کسی بات کو مائنڈ کرنے کا رسک نہیں لے سکتا تھا۔ وہ اس کے روبرو آ کھڑا ہوا۔ اونچا لمبا وہ شخص جسے وہ یاد نہ رکھنے کی کوششوں میں بھول ہی نہ پائی تھی۔ حریم نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"مجھے بات کرنی ہے آپ سے۔" اس کی آواز اتنی ہی تھی کہ حریم سن پا رہی تھی۔

"لیکن مجھے......"

"پلیز حریم آج نہیں۔" اس کے لہجے میں عجیب مجبور کردینے والی التجا تھی۔ وہ خاموش ہوگئی پھر بنا کچھ کہے ایک کرسی پر بیٹھ گئی تھی۔ وہ اس کے سامنے والی کرسی پر آ بیٹھا۔

"میں یہاں کیوں آیا ہوں اس مدعے پر آنے سے پہلے میں آپ سے بس ایک بات کہنا چاہتا ہوں کہ چھ سال بہت ہوتے ہیں کسی انسان کے کردار اور ارادوں کی مضبوطی کو پرکھنے کے لیے۔ ان چھ سالوں میں آپ کو میری طرف سے جو بھی تحفظات لاحق تھے وہ سب غلط ثابت ہوئے' جو اس بات کا واضح اشارہ ہے کہ میں وہ نہیں تھا جو مجھے پوز کیا گیا۔ میں وہ ہوں جو آپ کے سامنے بیٹھا ہوں۔" وہ نظریں جھکائے ایک تسلسل سے بول رہا تھا۔ حریم نے الجھ کر اسے دیکھا۔ وہ ایسا کیا کہنے جا رہا تھا جس کے لیے اسے اتنی تمہید باندھنا پڑ رہی تھی۔

"میں جانتا ہوں میری وجہ سے آپ کو بہت مصیبتیں برداشت کرنا پڑیں۔ آپ کے کردار پر انگلیاں اٹھیں مگر میرا یقین کریں جتنی بے قصور آپ ہیں اتنا ہی بے گناہ میں بھی ہوں۔ آپ میری زندگی' میرے دل میں بہت اونچا مقام رکھتی ہیں۔ میں آپ کو اپنی زندگی میں شامل کرنا چاہتا ہوں۔ کیا آپ میری زندگی کا حصہ بنیں گی۔" بالآخر اس نے اپنا مدعا بیان کردیا تھا۔ نظریں جھکائے وہ اس کے جواب کا منتظر تھا مگر اس کی خاموشی نہ ٹوٹی تو اس نے نظریں اٹھائیں۔ وہ ساکت بیٹھی تھی۔

"حریم میں......" اس کی حالت دیکھ کر وہ یک دم بولنے پر آمادہ ہوا کہ اس نے ارحام کی بات منقطع کردی۔

"بس ایک اور لفظ نہیں' آپ سمجھتے کیا ہیں خود کو۔ ہر بار میری تشہیر لگانے چلے آتے ہیں۔ میں کوئی کھلونا ہوں دکان میں سجا ہوا جسے جب چاہا آپ نے خرید لیا۔ نہیں...... ہرگز

نہیں۔ آپ کی یہ خواہش حسرت میں تو بدل سکتی ہے لیکن حقیقت کا روپ اختیار نہیں کرے گی مسٹر ارحام علی آفندی۔“ اس کے جملے ارحام کو کند چھری کی مانند ذبح کر گئے تھے۔ اس نے بہت تڑپ کر اسے دیکھا۔

”کیوں؟“ بہت اضطراری لہجے میں اس کے لبوں سے نکلا۔

”میں آپ کے ہر سوال کا جواب دینے کی پابند نہیں ہوں۔ آپ کو جو کہنا تھا آپ کہہ چکے اور مجھے بھی جو کہنا تھا میں کہہ چکی اب آپ جا سکتے ہیں۔“ وہ اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولی اور یہ دیکھنا تک گوارا نہیں کیا کہ اس کے جملے مقابل کو کس اذیت سے دوچار کر گئے تھے۔ وہ جلد از جلد اس کمرے سے نکلنا چاہتی تھی اسی لیے تیزی سے دروازے کی طرف بڑھ گئی تھی۔ ارحام نے پلٹ کر اسے دیکھا۔ مگر وہ راہداری میں غائب ہو چکی تھی۔ وہ جس خوف کے سبب پچھلے ایک گھنٹے سے باہر کھڑا تھا وہ درست ثابت ہوا تھا وہ شکست خوردہ سا ہاسٹل سے باہر نکل آیا تھا۔

دونوں جہاں تیری محبت میں ہار کے
وہ جا رہا ہے کوئی شب غم گزار کے
ویراں ہے میکدہ خم و ساغر اداس ہے
تم کیا گئے کہ روٹھ گئے دن بہار کے

❀......❀......❀

کل پورا دن وہ اپنے کمرے میں بند رہی تھی۔ آج صبح فجر کی اذان پر اس کی آنکھ کھلی تھی۔ نماز پڑھ کر وہ آفس جانے کے لیے تیار ہو رہی تھی جب اس کے روم کا دروازہ بجا۔ ویسے بھی ہاسٹل میں کوئی اس سے کم ہی بات کرتا تھا اس کی وجہ حریم کی حد سے زیادہ سنجیدگی اور لیا دیا سا انداز تھا۔ اس بے وقت ہونے والی دستک نے اس کی کوفت میں مزید اضافہ کیا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔

”گڈ مارننگ حریم۔“ سامنے میڈم ناز کھڑی تھیں۔

”گڈ مارننگ......“ اس نے بے تاثر لہجے میں کہتے ان کے لیے راستہ چھوڑا۔ وہ اندر آ گئیں۔

”ویسے یہ ارحام علی آفندی تمہارے کیا لگتے ہیں؟“ انہوں نے بلا تمہید بات شروع کی۔ اسکارف کی پن سیٹ کرتے اس کے ہاتھ اسی اینگل پر ٹھہر گئے تھے۔ کل سے جو دل و دماغ میں جنگ جاری تھی اور کل تک دل کا پلڑا بھاری تھا۔ اس لمحے نے فتح دماغ کے مقدر میں لکھ دی تھی۔ وہ شخص ہمیشہ ہی اس کی ذات کے لیے سوالیہ نشان بن جانے کا موجب بنا تھا۔ چاہے وہ سوال پوچھنے والے سر ہاشم اسماعیل ہوتے یا ابرار رضوی کی موت پر اس کے گھر میں موجود مہمان یا پھر سامنے کھڑی میڈم ناز۔ اس نے نخوت سے سر جھٹکا۔

”رشتے دار ہیں۔“ اس نے اپنے لہجے کو حتی الامکان نارمل رکھنے کی کوشش کی۔

”اچھا!“ اس کی عدم دلچسپی دیکھ کر میڈم ناز دروازے کی طرف بڑھیں۔ ان کے جانے کے بعد وہ ایک گہرا سانس لیتی کرسی پر بیٹھ گئی۔ اب پورے ہاسٹل میں حریم حیات کے فرضی قصے مشہور ہو جانے تھے۔

”ارحام علی آفندی میرے لیے مصیبت کا دوسرا نام ہے۔“ اس نے کوفت سے سوچتے اپنا موبائل اٹھا کر ڈرائیور کو کال کی اور پھر پرس سنبھالتی کمرے سے باہر نکل گئی۔ آفس میں بہت سے کام توجہ طلب تھے۔ کل ارحام کے پاس سے وہ اٹھ تو آئی تھی لیکن کچھ تھا جو وہیں رہ گیا تھا۔ شاید سکون و چین! ایک عرصے کے بعد اس کے دائیں ہاتھ پر وہ احساس پھر سے زندہ ہو گیا تھا جس سے اس نے بڑی دقتوں سے پیچھا چھڑایا تھا۔ کل وہ روتے روتے سوئی تھی اور سوتے سوتے روئی تھی۔ دل اگر اس شخص کے حق میں تھا تو دماغ اس کے مخالف۔ ملے سے ارباہ کا وہ روتا سسکتا وجود یاد آتا رہا جب ارحام نے انگیجمنٹ توڑی تھی۔ اس شخص کی وجہ سے ارباہ جیسی بہترین دوست اس پر الزام لگا رہی تھی کہ یہ سب اس کی وجہ سے ہوا ہے اور پھر...... گاڑی اپنی منزل پر پہنچ گئی تھی۔ اس نے ہر سوچ کو باہر چھوڑتے اندر قدم رکھا تھا۔

❀......❀......❀

”ارحام......“ وہ دو دن بعد گھر میں قدم رکھ رہا تھا۔ وہ بھی رات کے دو بجے۔ عالم آفندی کو ہی معلوم تھا کہ وہ کہاں گیا ہے باقی گھر میں سب یہی سمجھ رہے تھے کہ وہ اپنے کسی آفیشل دورے پر گیا ہے۔ عالم آفندی کی آواز پر اس نے پلٹ کے دیکھا۔ عالم آفندی کا دل دھک سے رہ گیا۔ اس کا پورا وجود گرد کی لپیٹ میں تھا نہ جانے وہ کہاں کہاں کی خاک چھان آیا تھا۔ وہ کچھ بھی نہ کہہ سکے تھے بس اپنے بازو وا کر دیئے تھے جیسے وہ اسے اس تکلیف سے بچا لینا چاہتے ہوں جو اس وقت اس کی ذات کی تشہیر کر رہی تھی اور ارحام جیسے اس لمحے چھ سات سالہ

بچہ بن گیا تھا جوان کے بازوؤں میں سما کر اپنے دل کی ہر بات کہہ دیا کرتا تھا۔

"دادو......" اس کے لہجے کی تڑپ، کسک بن کے عالم آفندی کو سب سمجھا گئی تھی۔ وہ ان کے سینے میں منہ چھپائے ان کے گرد بازو حائل کیے سسک رہا تھا۔ اس بے حس لڑکی نے ایک بار پھر اسے بے نشان کر ڈالا تھا۔ وہ اسے بازو کے گھیرے میں لیے اس کے روم میں لے آئے۔ اگلی صبح عالم آفندی کے کمرے میں گھر کے تمام افراد موجود تھے۔

"معذرت چاہتا ہوں آپ سب کو اتنی صبح بلانے پر لیکن کچھ فیصلے ایسے ہوتے ہیں جنہیں اگر بروقت نہ کیا جائے تو......" انہوں نے جملہ ادھورا چھوڑا پھر پلٹ کر سب پر نظر ڈالی۔ ارحام موجود نہیں تھا۔ ارحام کو انہوں نے بلایا بھی نہیں تھا۔ ان کا چہرہ ستا ہوا اور شب بیداری کا تاثر دے رہا تھا۔ ایسا کیا ہوا تھا کہ عالم آفندی پوری رات نہ سو سکے تھے۔ یہ سوال سامنے بیٹھے چاروں نفوس کی آنکھوں میں تحریر تھا۔ علی رضا کے ساتھ ٹو سیٹر صوفے پر اس کی بیوی بیٹھی تھی جبکہ ساتھ رکھے سنگل صوفے پر نوشی بیگم اور بیڈ کے کنارے پر فرید آفندی بیٹھے تھے۔

"دراصل مجھے ارحام کے حوالے سے بات کرنی تھی۔ میں سمجھتا ہوں اب وہ اتنا اسٹیبلش ہو چکا ہے کہ اس کی شادی کر دی جائے۔" ایک لمحے کو رک کر سب کے چہرے پر پھیلی خوش گوار حیرت کو دیکھا تھا گویا وہ سب ان سے اتفاق کرتے تھے۔

"لیکن ارحام تو......" نوشی بیگم نے کچھ کہتے ہوئے یک دم خود کو روکا۔

"ہاں ہمیں علم ہے اسی لیے میں آپ سب کی باہمی رضا مندی سے چھوٹی بہو کو اس کی بہن کے لیے ارحام کا رشتہ دینا چاہتا ہوں۔" انہوں نے ایک نگاہ سب پر ڈالی اور دوسری علی رضا کے برابر بیٹھی اس کی بیوی پر۔ اس کے تاثرات خوشی اور حیرت کا ملاپ تھے۔

"یہ تو بہت خوشی کی بات ہے دادو۔" اس نے مسرت سے بھرپور لہجے میں کہا۔

"تو پھر ٹھیک ہے تم اپنی ماں زہرہ بیگم سے بات کرو کہ ہم تمہاری بڑی بہن حریم کے لیے ارحام کا رشتہ لے کر آرہے ہیں۔" ان کی نگاہیں اب بھی علی رضا کی بیوی رامین علی رضا پر تھیں۔

❀......❀......❀

"محبت اگر پوری سچائی کے ساتھ کی جائے تو اپنا آپ منوا کر رہتی ہے اور موت کے گھاٹ اتارے جانے والے سے بھی پہلے اس کی آخری خواہش پوچھی جاتی ہے اسے صفائی کا موقع دیا جاتا ہے۔ تم ایک جیتے جاگتے انسان کو عمر بھر کی سزا سنا رہی ہو وہ بھی اسے صفائی پیش کرنے کی اجازت دیئے بغیر۔"

نرم وپُر تاثر لہجہ، سنتے ہی دل میں اتر جانے والی آواز...... وہ سر جھکائے ٹھنڈی ہوتی کافی کو دیکھ رہی تھی۔ وہ سامنے بیٹھی ہستی ایک لفظ بھی بولنے کی پوزیشن میں نہیں تھی کیونکہ وہ ہستی جب بھی کچھ بولتی تھی تو وہ نپا تلا اور سچا کھرا ہوا کرتا تھا۔

"تمہیں پتا ہے میرے اور میرے شوہر کے درمیان شادی سے پہلے کچھ ڈفرنسز تھے جن کی بنا پر میں نے بھی ان کے جذبوں کی پذیرائی نہیں کی۔ اس شخص نے اپنی زندگی کے دس سال میرا انتظار کرتے اور مجھے ڈھونڈتے گزارے اور دس سال بعد جب میں اس سے ملی تو وہ سرتاپا بدل چکا تھا۔ میں جسے جانتی تھی وہ جان ویراج چوہان تھا لیکن جس نے مجھ سے اپنا آپ منوایا وہ احمد اذان ہے، میں جب تک عیرہ عباد تھی مجھے اس شخص کی محبت سمجھ نہیں آئی لیکن میں جب سے عیرہ احمد اذان بنی ہوں وہ شخص مجھے حرف حرف یاد رہنے لگا ہے۔ میں اسے سطر سطر پڑھ چکی ہوں۔ ایک وہ شخص میری زندگی سے گیا تھا تو میرا ہر رشتہ میری زندگی سے چلا گیا تھا اور اس کے واپس آجانے سے ہر رشتہ مجھے واپس مل گیا۔" عیرہ عباد ایک تسلسل سے بولتی جا رہی تھی اور وہ سر جھکائے اس کا ایک ایک حرف اپنے اندر جذب کر رہی تھی۔

"مجھے لگتا ہے تمہیں ایک کوشش کرنی چاہیے حقیقت جاننے کی۔ تم نے اب تک تصویر کا ایک رخ دیکھا تصویر کا دوسرا رخ تمہاری آنکھوں سے اوجھل ہے۔" عیرہ ہر حال میں اس کا مائنڈ بدلنا چاہتی تھی۔

"مجھے کچھ وقت درکار ہوگا عیرہ اس بارے میں سوچنے کے لیے۔" اس کے لہجے میں کچھ کچھ پسپائی تھی۔

"ضرور سوچو لیکن ہر پہلو سے سوچو۔ غیر جانبدار ہو کر...... مجھے تو تمہاری دوست پر حیرت ہو رہی ہے سب کچھ جانتے بوجھتے بھی اس لڑکی نے اس شخص کو اپنے لیے منتخب کر لیا۔" اس نے ٹھنڈی کافی کا کپ منہ سے لگایا۔

"ارے عبیرہ رہنے دیں میں دوسری منگوا لیتی ہوں یہ تو بالکل ٹھنڈی ہوچکی ہے۔" حریم اسے ٹھنڈی کافی پیتے دیکھ کر بولی تھی اور انٹرکام اٹھا کر دوسری کافی لانے کا کہنے ہی لگی تھی کہ عبیرہ نے منع کرتے ہوئے کہا۔

"رہنے دو یار ویسے بہت گرم چیزیں کھانا پینا سنت کے خلاف ہے۔" اس نے کپ خالی کرکے ٹیبل پر رکھا۔

"آپ کی انہی باتوں نے تو مجھے آپ کا گرویدہ بنادیا تھا۔ ویسے آپ کا پی ایچ ڈی کیسا رہا۔" وہ مسکراتے ہوئے بہت خوب صورت طریقے سے بات کا رخ بدل چکی تھی۔

"تمہارے جانے کے بعد پی ایچ ڈی کا کام تھوڑا سلو ہوگیا تھا۔ میں نے تمہیں بہت مس کیا تھا اس دوران۔ خیر چھوڑو اسے اور میں جو کہہ رہی ہوں اس پر غور کرو۔ زندگی میں سچے اور کھرے لوگ بہت کم ملتے ہیں اور مجھے لگتا ہے کہ وہ شخص تم سے مخلص ہے اس لیے تمہیں اس کے پروپوزل پر سوچنا چاہیے۔"

"اب ایسا ممکن نہیں عبیرہ کیونکہ میں نے اسے یہاں سے بہت بے عزت کرکے بھیجا ہے۔" اس کے لہجے میں شرمندگی تھی۔ دل اداس تھا۔

"کوئی بات نہیں۔ یہیں تمہیں اس کی سچائی اور کھرے پن کا اندازہ ہوگا۔ اگر وہ سچا ہے تو مسکرا کر تمہارے ہر رویے کو معاف کردے گا۔" عبیرہ نے جانچتی نظروں سے اسے دیکھا۔

"میں اسے پرکھنا نہیں چاہتی۔ مجھے پتا ہے وہ میری سوچ سے زیادہ مہربان اور...... اور محبت کرنے والا انسان ہے۔" بلآخر اس کے لبوں سے وہ بات ادا ہو ہی گئی تھی جو عبیرہ سننا چاہتی تھی۔

"جب اتنا یقین ہے اس کی محبت پر تو پھر کیوں ٹھکرا رہی ہو اسے۔" عبیرہ اس کی گرہ کھولنا چاہتی تھی۔

"پلیز عبیرہ میرے دل اور دماغ کے درمیان پہلے ہی بہت شدید جنگ چھڑی ہوئی ہے۔ میں اس شخص کو ڈسکس نہیں کرنا چاہتی۔ مجھے اس کا سامنا نہیں کرنا ایک لمحے کے لیے تو میں پوری زندگی اس کے ساتھ کیسے گزار سکتی ہوں۔" وہ اپنا سر دونوں ہاتھوں میں تھام کر خود پر ضبط کے بندھن باندھنے کی کوشش کرنے لگی۔

"حریم پلیز تم جیسی میچور لڑکی سے میں اتنی ایچورٹی کی توقع نہیں کرتی۔ تم صرف اس لیے اس شخص کا سامنا نہیں کرنا چاہتیں کیونکہ تمہیں خوف ہے اپنے غلط ثابت ہوجانے کا۔" عبیرہ اس کے پاس آ کھڑی ہوئی۔

"اپنے آپ کو پُرسکون رکھو۔ میں یہ بھی نہیں کہہ رہی کہ تم کوئی بھی فیصلہ اس کے حق میں ہی کرو لیکن ایک بار غیر جانبدار ہوکر سوچو ضرور جو شخص چھ سال سے تمہارا منتظر ہے وہ چھ صدی بھی تمہارا ہی منتظر رہے گا۔ اور یہ میرا آزمودہ تجربہ ہے۔" اس نے حریم کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھامے ہوئے تھے۔ کچھ دیر مزید بیٹھنے کے بعد عبیرہ اذان کی آمد پر جانے کو تیار ہوئی۔ اذان سے مل کر حریم کو بہت خوشی ہوئی اور اس سے بھی بڑھ کر خوشی اسے عبدالرحیم سے مل کر ہوئی۔ پانچ سالہ عبدالرحیم عبیرہ اور اذان کی محبتوں کا ضامن تھا۔ وہ دونوں اس کے ساتھ بہت مکمل لگ رہے تھے۔ ایک عجیب سا احساس اس کے وجود میں سرائیت کرتا چلا گیا تھا۔ ہاسٹل آنے تک وہ فیصلہ کرچکی تھی ارحام علی آفندی سے بات کرنے کا اور اپنے رویے پر معذرت کرنے کا لیکن ساتھ ہی اس نے یہ بھی طے کیا تھا کہ وہ اس سے ہرگز بھی ان تمام واقعات کے بارے میں کچھ نہیں پوچھے گی جو ہونا تھا وہ ہوچکا تھا' یہ گزرے چھ سال ارحام کی حقیقت اس پر واضح کرنے کے لیے کافی تھے۔ اس سوچ کا آنا تھا کہ حریم کے ایک ہفتے سے کشمکش کا شکار اعصاب خود بخود پُرسکون ہوتے چلے گئے۔ ہاسٹل آ کر اس نے شاور لیا اور ابھی وہ میڈم ناز کے آفس سے ارحام کا کارڈ منگوانے کا سوچ ہی رہی تھی کہ اس کا موبائل بج اٹھا۔ گھر سے کال تھی۔

"السلام علیکم! اماں جان......" اس کے لب بے اختیار مسکرا رہے تھے۔ پچھلے ماہ اس کی جھڑپ ہوئی تھی ان سے۔ جس پر وہ اس سے کبھی بھی بات نہ کرنے کی قسم کھا چکی تھیں۔

"وعلیکم السلام اماں جانی کی سب سے پیاری و عظیم بیٹی۔" دوسری طرف سے رامین کی شوخ آواز سن کر اس کے مسکراتے لب یکدم سمٹ گئے تھے۔

"تم......! امی کہاں ہیں۔" نہ چاہتے ہوئے بھی وہ بولنے پر مجبور ہوئی۔

"اماں جانی بہت مصروف ہیں۔ ہم سے بھی کبھی کلام کرلیا کرو۔" وہ اب بھی اسی انداز میں بول رہی تھی۔

"تم امی کو فون دے رہی ہو یا میں فون بند کردوں۔" حریم کو یکدم غصہ آیا۔

"حریم یار پلیز تم مجھ سے اتنا ناراض کیوں ہو۔ میں نے

پڑھنے بیٹھیں تو ہمارے ابو جوں ہی کمرے کے چکر لگاتے ہیں ہم نے کہانی شروع کی ہوتی ہے' اتنا مزہ آرہا ہوتا ہے کہ کیا بتاؤں مگر پھر بار بار بند کرکے چھپانا پڑتا ہے' اس طرح سارا مزہ خراب ہوجاتا ہے۔ بس کچھ لوگ زیادہ پسند ہیں' مغرور لوگ اچھے نہیں لگتے' میرے بہت سارے رشتہ دار ہیں مجھے اپنی خالہ فریدہ بہت پسند ہیں' ان کے شوہر رمضان انکل مجھے بہت پسند ہیں' وہ تھوڑے مغرور بھی ہیں' خوش مزاج بھی ہیں' ان کا ایک چاند سا بیٹا بھی ہے ریحان علی وہ سب کی آنکھوں کا تارا ہے۔ مجھے سفر بالکل بھی پسند نہیں' گھر آکے بھی ایسا لگتا ہے جیسے سفر میں ہی ہوں پر جب سفر کرتی ہوں تو جس گھر سے واپس آتی ہوں تو اُن لوگوں سے بچھڑنے کا بہت صدمہ ہوتا ہے خاص کر خالہ فریدہ اور سعدیہ سے بچھڑ کر۔ ڈائری کی ڈیزائننگ اور لکھنے کا بہت شوق ہے۔ میں جو بات کرتی ہوں اسے پورا کرواتی ہوں اگر کوئی پورا نہ کرے تو اسے دوبارہ بلانا پسند ہی نہیں کرتی۔ مجھ میں خامی یہ ہے کہ غصہ بہت زیادہ آتا ہے' بھئی میری اچھائی کے بارے میں تو کوئی اور ہی بتائے گا وہ تو میں اپنے منہ سے نہیں بتاسکتی ہوں۔ سب پڑھنے والوں کو میری طرف سے سلام جن میں سے کزنز غزالہ رانی' شمائلہ رانی' شائستہ پروین رانی کو بہت بہت سلام ہو' نیک خواہشات کے ساتھ اجازت چاہتی ہوں' اللہ نگہبان۔

سعدیہ اجمل

ہم بہت مان سے اپنا تعارف لے کرآتے ہیں اس ناچیز کا محبت بھرا سلام' سب آنچل پڑھنے والوں کے نام۔ میرا نام تو آپ نے سنا ہوگا (نہیں سنا) بہت دکھ کی بات ہے کہ آپ نے اتنی بڑی شخصیت کا نام نہیں سنا (اوہیلو) اتنی بڑی شخصیت سے مراد ہم کوئی پچاس ساٹھ سال کی بوڑھی نہیں' چلو پریشان نہ ہو اگر نہیں سنا تو اب سن لیں۔ میرا نام سعدیہ اجمل ہے (اتنا بڑا نام) سنیں سعدیہ میرا نام ہے اور اجمل میرے سویٹ سے ابو کا نام ہے۔ میری دوستیں اکثر کہتی ہیں کہ آپ کے ابو کا نام کتنا ینگ سا ہے' ہے نا نائس نیم۔ میں بی کام پارٹ ٹو کی اسٹوڈنٹ ہوں' 16 ستمبر 1992ء کو اس دنیا میں تشریف لائی' ہم گوجرانوالہ میں رہتے ہیں' میرا اسٹاف ورگو ہے' ہم ماشاء اللہ چار بہنیں اور پانچ بھائی ہیں۔ میرا آنچل سے تعلق بہت پرانا ہے' میری بھانجیاں انعم و عائشہ' میرب اور سحر' ماہین اور رامین ہیں سب بہت کیوٹ ہیں' بہت پیار کرتی ہوں ان سے آفٹر آل مجھے لڑکیاں پسند جو بہت ہیں اور عبدالرحیم اور عبداللہ' احمد یہ بھانجے ہیں' سب ہی بہت شرارتی ہیں اور ایک بھتیجا ہے وہ بھی ان ہی کی کاپی ہے شرارتوں میں سب سے آگے ریان احمد۔
اب خوبیوں اور خامیوں کی طرف آتے ہیں' سب سے بڑی خامی دوسروں پر بہت جلد اعتبار کرلیتی ہوں جو کہ مجھے بہت نقصان دیتا ہے اور خوبی کا تو پتا نہیں مگر کسی کو پریشانی میں نہیں دیکھتی۔ بچوں سے بہت پیار کرتی ہوں' سردی کا موسم بہت پسند ہے' چاندنی رات اور بارش میں تو جان ہے' بہت انجوائے کرتی ہوں۔ میرا پسندیدہ مشغلہ پینٹنگ کرنا اور ڈائجسٹ پڑھنا ہے اور کوکنگ کرنا مگر میرا بس اپنی پسند کی ڈشز بنانا' پنک' بلیک اور وائٹ کلر اچھے لگتے ہیں۔ میں بہت حساس ہوں چھوٹی چھوٹی باتوں کو بہت سیریس لے لیتی ہوں مگر کوئی پروا نہیں کرتا یہ بات بہت دکھ دیتی ہے' میں چاہتی ہوں بہت سے اپنے ہوں بہت سے رشتہ دار مگر (چھوڑیں کیوں دکھی ہورہی ہوں)

مدت بعد اس بے پروا نے
حال پوچھ کر پھر وہی حال کردیا

بائیک چلانے کا بہت شوق ہے' اب میری دوستوں کی لسٹ میں آجائیں جو کہ بہت لامحدود ہے' انعم و عروج' ماریہ' کول' مہوش' سعدیہ' حسنہ' ثناء' نورین' ثناء وغیرہ۔ دوستیں تو بہت ہیں اگر نام لکھنے بیٹھوں تو آنچل کے صفحات ہی ختم ہوجائیں۔ میری بہت ہی اچھی ٹیچرز میں میم عندلیب' میم بریرہ' روبینہ' سر امان اللہ' سر وقاص' سر قدیر اللہ تعالیٰ ان سب کو ڈھیروں خوشیاں دیں۔ اوہو

شادی گھر سے بھاگ کر نہیں کی تھی۔ امی کی مرضی سے ہی علی سے میرا رشتہ طے ہوا تھا۔ ہزاروں لوگوں کے درمیان ایجاب وقبول کے مرحلے طے ہوئے تھے۔ دانیال کا اور میرا ساتھ قسمت میں نہیں تھا تو ہم کیسے ایک رشتے میں بندھ سکتے تھے۔ خیر جب تمہارے ساتھ یہ معاملات ہوں گے تو تمہیں خود ہی پتا چل جائے گا۔ امی سے بات کرو۔“ اس نے بہت دکھ سے کہتے فون زہرہ کی طرف بڑھا دیا تھا۔ حریم نے بڑے مرے سے انداز میں سلام کیا۔ حال احوال کے بعد وہ اصل بات کی طرف آ گئیں۔

”حریم میں نے تمہارا رشتہ طے کر دیا ہے۔ کل لڑکے والے تمہیں انگوٹھی پہنانے آ رہے ہیں۔ تم اپنے ڈرائیور کے ساتھ فوراً گھر پہنچ جاؤ۔“

”یہ کیا کہہ رہی ہیں امی آ......؟“ اس کا دماغ بھک سے اڑ گیا تھا۔

”کیوں کیا ساری زندگی ایسے ہی گزارو گی۔“

”ہاں گزار لوں گی میں ساری زندگی ایسے ہی۔ آپ میرے ساتھ ایسا کیسے کر سکتی ہیں۔“ وہ رو دینے کو تھی۔ نجانے کیوں اتنی شدت سے رونا آ رہا تھا۔

”حریم میرا دماغ مت خراب کرو۔ بہت ہو گئی تمہاری مرضی۔ اب فوراً آ جاؤ۔“ وہ اس کی بات کو خاطر میں لائے بغیر بولیں۔

”میں نہیں آ رہی، جس کی مرضی چاہے منگنی کر دیں۔“ وہ یک دم ضد میں آ گئی۔

”ارے اس عمر میں مجھے رسوا کرواؤ گی، صحیح ہے باپ زندہ ہوتا تو تم یہ ہٹ دھرمی نہ کر سکتی تھیں۔ لیکن ماں کو کون پوچھتا ہے۔“ وہ رونے لگیں۔

”اماں......“ وہ بے بس ہو گئی اور پھر کچھ ہی دیر میں وہ لاہور کے لیے نکل گئی تھی۔

❀......❀......❀

”یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں دادو۔“ وہ ان کی بات سن کر بیٹھے سے پہلے ہی اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

”بیٹھ جاؤ ارحام۔ میں نے ایسی کوئی بات نہیں کی ہے، جو تم اتنا شاک میں آ گئے ہو۔“ انہوں نے ہاتھ پکڑ کر اسے بٹھاتے ہوئے کہا۔ ”تم سے جو ہو سکتا تھا تم نے کیا اب باقی کے فیصلے بڑوں پر چھوڑ دو۔ تم صرف خاموشی سے تماشہ دیکھو۔“ وہ اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں دباتے ہوئے بولے۔

”میں خاموشی سے سب دیکھ سکتا ہوں لیکن حریم حیات نہیں۔“ اس نے بڑی سہولت سے اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ سے نکالا۔

”حریم تمہارا دردِ سر نہیں ہے۔“

”جس بندھن میں آپ مجھے اس کے ساتھ باندھنے جا رہے ہیں اس کے بعد وہ میرا ہی دردِ سر بنے گی۔“ اس نے خفگی سے کہا۔

”دیکھو ارحام وہ ہماری ہونے والی بہو ہے اور ہم اپنی بہو کے لیے ایسی نازیبا الفاظ برداشت نہیں کریں گے۔“ انہوں نے قطعیت سے کہا۔

”اچھا...... وہ محترمہ ابھی آئی نہیں اور آپ کو اتنی عزیز ہو گئی ہیں۔“ اسے دادو سے ہونے والی یہ نوک جھونک اچھی لگ رہی تھی۔ حریم حیات کا یہ حوالہ اس کے وجود پر ہفتے بھر سے چھائی کثافت کو کم کر رہا تھا۔

”ظاہری بات ہے تمہارا حوالہ جس کے بھی ساتھ ہو گا وہ مجھے اتنا ہی عزیز ہو گا جتنے تم۔“ انہوں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”بہرحال میرا آپ کو مفت مشورہ ہے مہمانوں کے سامنے بے عزتی کروانے سے بہتر ہے کہ آپ اپنا عزم یہیں روک دیں کیونکہ حریم حیات کبھی ہاں نہیں کہے گی۔“

”یہ تمہاری سوچ ہے برخوردار، وہ ایک مشرقی لڑکی ہے اور مشرقی لڑکیاں ہمیشہ اپنے ماں باپ کا سر اور شملہ اونچا رکھتی ہیں۔“ انہوں نے پُریقین مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ وہ کوئی بھی جواب دیئے بغیر وہاں سے اٹھ گیا تھا۔ اسے یقین تھا حریم حیات کے انکار کا فون کسی بھی وقت آ جائے گا اسی لیے اس نے اپنے دل میں کوئی خوش گمانی نہیں پالی تھی۔ مگر آج کا پورا دن گزر گیا اور صبح بھی آ گئی۔ وہ حیرت زدہ تھا ظہر کے بعد دادو اس کے لیے ایک سوٹ لے کر آئے۔ وائٹ شلوار قمیص پر ریڈ کلر کی سوئی کی مردانہ کوٹی تھی۔ جس پر چھوٹے سائز کے شیشے لگے تھے۔

”میں ایک بار پھر کہہ رہا ہوں دادو سوچ لیجیے، کہیں آپ اپنے فیصلے پر پچھتائیں۔“ وہ ان کے دونوں ہاتھ تھامے بولا۔

”میں نے یہ بال دھوپ میں سفید نہیں کیے۔ اگر وہاں سے انکار ہونا ہوتا تو اب تک ہو چکا ہوتا۔ اب تم تیار ہو جاؤ۔“
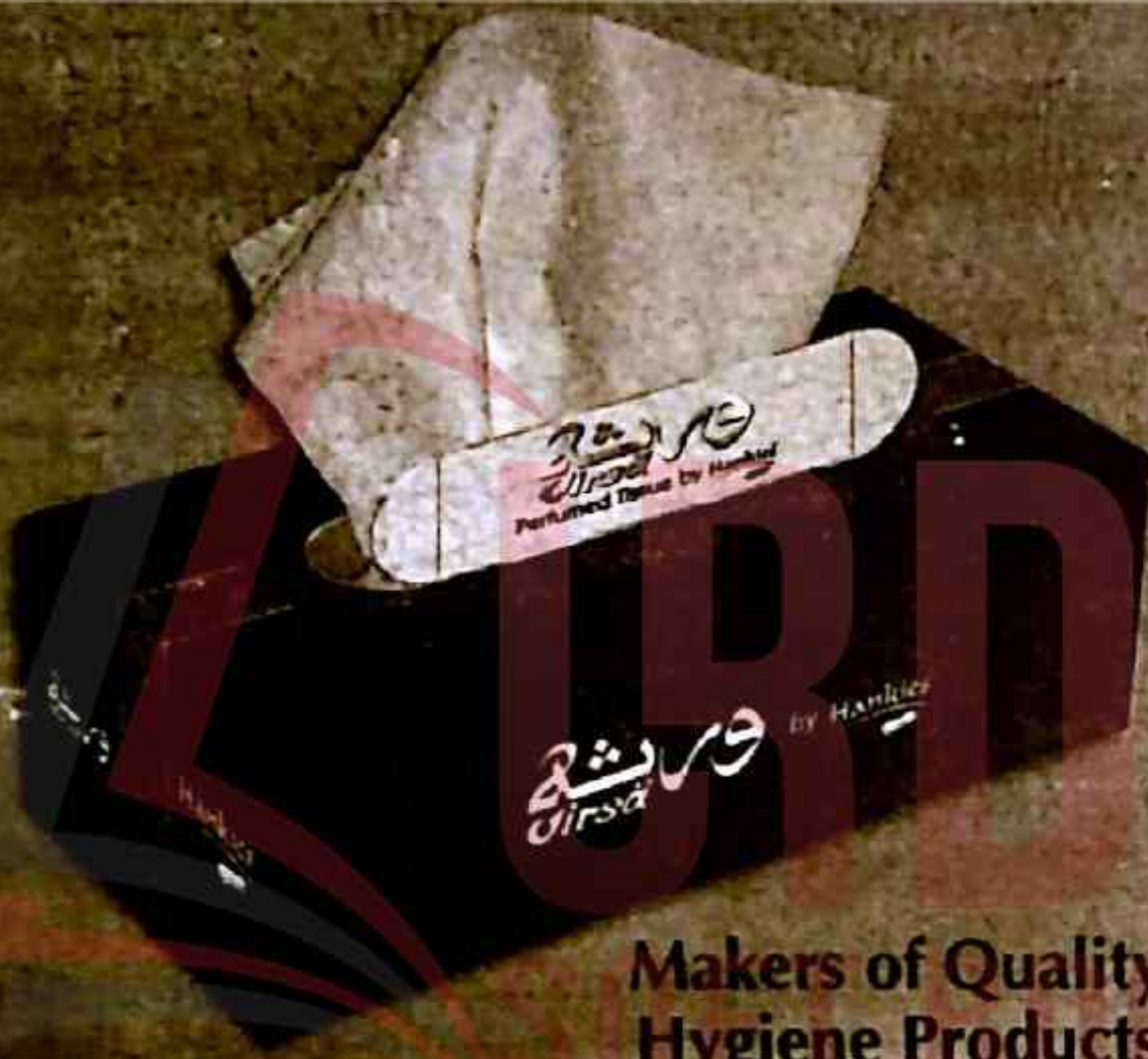
Perfumed Tissue
Makers of Quality
Hygiene Products
Available in
3 different colors
www.hhp.com.pk

میں رضی کو بھیجتا ہوں۔" وہ اس کا کندھا تھپتھپاتے باہر نکل گئے تھے پھر تیار ہونے سے لے کر حریم حیات کے گھر جانے تک وہ بالکل خاموش رہا تھا۔ وہ جو حریم کے جس ری ایکشن کی توقع کررہا تھا وہ اس کے برخلاف تھی تو کیا اس سے بھی بڑا کوئی ری ایکشن پس پردہ موجود تھا۔

❁......❁......❁

اس نے گود میں رکھے اپنے ہاتھوں کو دیکھا اسے نہ جانے کیوں وہ تصویر یاد آ گئی جو ارحام نے بنائی تھی۔ اس کے ہاتھوں پر حسین مہندی کے ڈیزائن لگے تھے اور گہرا رنگ آنے کی وجہ سے ہاتھ بہت خوب صورت ودلکش لگ رہے تھے۔ وہ کل رات اسلام آباد سے لاہور پہنچی تھی۔ گھر مہمانوں سے بھرا ہوا تھا۔ اور مہمانوں کی موجودگی اس کے لبوں پر قفل ڈال گئی تھی۔ اس کے شاور لینے کے بعد زہرہ نے اسے پیلے اور ہرے رنگ کا سوٹ پہننے کے لیے دیا تھا۔ اس نے توجہ نہ دی تھی۔ پھر شائستہ آ کر اسے کمرے سے باہر لے گئی۔ حریم کی گورنمنٹ جاب کے بعد سنت نگر کا گھر بیچ کر ان کی فیملی نے جیل روڈ پر ایک بنگلو اسٹائل پر تعمیر گھر خرید لیا تھا۔ یہاں شفٹ ہوئے انہیں ڈیڑھ سال ہی ہوا تھا۔ حمزہ یونیورسٹی کے دوسرے سال میں تھا جبکہ اسامہ ایک پرائیویٹ فرم میں کام کررہا تھا۔ وہ بے خیالی سے اپنے ہاتھوں کو دیکھ رہی تھی جن پر کل رات اس کی چچا زاد کزنز نے مہندی لگائی تھی۔

"اگر ہم زندگی میں کچھ لوگوں کو شامل کرلیں تو زندگی خوب صورت وبامعنی ہوجاتی ہے۔" اس کے ذہن میں ہیرہ کے کہے جملے گونجے تھے۔ ایک خاموشی اس کے وجود پر چھائی ہوئی تھی۔ دروازہ آہستگی سے کھولا۔ اس نے دیکھا رامین اندر داخل ہوئی تھی۔ اس کے ہاتھ میں ٹرے تھی جس میں چائے کے ساتھ سلائس رکھے تھے۔

"امی کہہ رہی ہیں چائے کے ساتھ یہ سلائس لے لو تم نے نہ رات میں کچھ کھایا نہ ابھی صبح سے اٹھ کر کچھ لیا ہے۔ کمزوری ہوجائے گی۔" وہ ٹرے سائیڈ ٹیبل پر رکھتے بولی اور پھر پلٹ کر جانے لگی تھی کہ حریم نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"مینو۔" وہ اس کے ہاتھ تھامنے پر بھی اس کی طرف نہ مڑی تھی۔

"آئی ایم سوری مینو...... میں جانتی ہوں میں غلط تھی۔ میں اپنے ہر برے رویے پر بہت شرمندہ ہوں۔" وہ بہت زیادہ شرمندگی سے بولی۔ رامین نے پلٹ کر اسے دیکھا اور پھر بے اختیار ہی اس کے گلے لگ کر رو پڑی۔ کیا کیا نہ یاد آیا تھا حریم نے اس کی شادی کی کسی تقریب میں حصہ نہ لیا تھا۔ شادی کے دوران وہ اس کی کتنی منت سماجت کرتی رہی تھی کہ وہ آ جائے مگر حریم نے نہ آنا تھا نہ آئی۔ اس کا ایک ہی مطالبہ تھا کہ وہ علی رضا سے شادی سے انکار کردے کیونکہ وہ ارحام علی آفندی کا بھائی تھا اور یہ اس شخص کا سب سے بڑا گناہ تھا۔ شادی کے بعد بھی وہ رامین کا سامنا کم ہی کرتی تھی۔

"ایسا بھی کوئی کرتا ہے بھلا حریم اپنوں کو یوں سزا دیتا ہے۔ ارحام بھائی ایک بہت اچھے انسان ہیں۔ تم نے ناحق ان سے اتنی عداوت پالی۔ علی تمہاری اتنی عزت کرتے ہیں۔ ہمیشہ تمہارا ذکر اتنے احترام سے کرتے ہیں کبھی مجھے یہ طعنہ نہیں دیا کہ تم نے شادی میں شرکت نہیں کی۔" رامین آج اس کے گلے لگے وہ شکوے دہرا رہی تھی جو ایک عرصے سے اس کے اندر پنپ رہے تھے۔

"ہاں مجھے اندازہ ہے کہ میں غم وغصے میں کتنی اندھی ہوگئی تھی لیکن اب میں علی سے بھی اپنے ہر رویے پر معذرت کروں گی اور ارحام سے بھی۔" اس نے آہستگی سے کہا۔

"سچ......!" رامین نے اس سے الگ ہوتے بے یقینی سے پوچھا۔ اس نے مسکرا کر اثبات میں گردن ہلائی۔ تبھی زہرہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئیں۔

"مینو تم یہاں بیٹھی باتیں بنا رہی ہو۔ باہر جا کر مہمانوں کو دیکھو۔" ان کا انداز حد درجہ سنجیدہ تھا۔ رامین سر ہلاتی وہاں سے نکل گئی۔

"تم نے یہ چائے سلائس نہیں لیا ابھی تک۔" وہ کل رات سے اس کی ضرورت سے زیادہ خاموشی کو محسوس کررہی تھیں۔

"مجھے بھوک نہیں ہے۔" اس نے خفگی سے کہتے رخ دوسری طرف کرلیا۔ انہوں نے محبت بھری نگاہوں سے اپنی بیٹی کو دیکھا۔ اس نے ان سب کی بقاء کے لیے ایک طویل جدوجہد کی تھی ان سب کی زندگیوں میں سکون لانے کے لیے وہ خود کتنی بے سکون رہی تھی۔ اب اس کی زندگی میں خوشیوں کی بہاران سب کو لوٹ کرلانی تھی۔

"حریم۔" انہوں نے پیار سے اس کی ٹھوڑی پکڑ کر اس کا چہرہ اپنی طرف کیا۔ "کیا تمہیں لگتا ہے کہ میں تمہارے لیے کوئی غلط فیصلہ کرسکتی ہوں۔"

"امی......" وہ سسک کر ان کے گلے لگ گئی۔
"نہیں کر سکتیں لیکن......"
"بہت اچھی فیملی ہے لڑکا بھی بہت اچھا دیکھا بھالا ہے۔ اپنی چاہ سے ان لوگوں نے تمہیں مانگا کہ میں انکار ہی نہ کر سکی۔ خیر اب یہ ان باتوں کا وقت نہیں ہے میں تمہیں یہاں یہی بتانے آئی تھی کہ لڑکے والے منگنی کے بجائے نکاح کا کہہ رہے ہیں۔ ان کی طرف سے نکاح کا جوڑا اور دیگر سامان بھی آ گیا ہے۔ اب تم عین وقت پر کوئی ہنگامہ مت کھڑا کر دینا۔" اس کے چہرے کے بدلتے تاثرات دیکھ کر زہرہ بولیں۔ کچھ کہنے کی خواہش میں اس نے لبوں کو سختی سے بھینچ لیا تھا۔

"ٹھیک ہے لیکن ان سے کہیے گا کہ عین وقت پر رخصتی کا مطالبہ نہ کریں ورنہ پھر نتائج کے ذمے دار وہ خود ہوں گے۔" اس کے لہجے کی قطعیت انہیں ٹھہر کر اسے دیکھنے پر مجبور کر گئی تھی۔

"پوچھو گی نہیں لڑکا کون ہے؟" وہ اسے سر سے پیر تک کمبل میں لپٹے دیکھ کر بولیں۔

"نہیں......" اس کا لہجہ ہر قسم کے تاثرات سے عاری تھا۔ انہوں نے ایک نگاہ اس کمبل میں لپٹے وجود پر ڈالی اور دوسری سائیڈ ٹیبل پر دھری ٹرے پر جس میں رکھے چائے سلائس اپنی قسمت پر نوحہ کناں تھے۔ انہوں نے ایک ٹھنڈی سانس ہوا کے سپرد کی اور ٹرے اٹھا کر کمرے سے باہر نکل گئیں۔ ظہر کی نماز پڑھتے ہی شہر کی نامور بیوٹیشن اسے تیار کرنے لگی تھی۔ اورنج اور ریڈ امتزاج کا شلوار قمیص اسے کہیں بہت پیچھے لے گیا تھا۔ قد آدم آئینے کے سامنے دلفریب دلہن۔ دلہناپے کے ہر حسن سے آراستہ۔

"حریم مجھے صفائی کا ایک موقع تو دیں۔" ارحام کا ملتجی لہجہ کہیں اندر دور گونجا تھا۔

"چھ سال بہت ہیں کسی انسان کے کردار اور ارادوں کی مضبوطی کو پرکھنے کے لیے۔" اس نے آنکھیں بند کر لیں۔

"پلیز آپ سر صحیح سے رکھیں۔" بیوٹیشن اس کے سر کو تھام کر بولی۔ اس نے کوئی جواب دیئے بغیر اس کی ہدایت پر عمل کیا۔ کچھ ہی دیر میں بیوٹیشن اپنی مہارت کی تعریف اور قیمت وصول کر کے جا چکی تھی۔ اب وہ اپنی کزنز اور دیگر خواتین کے درمیان گھری بیٹھی تھی۔ ہر کوئی اسے مختلف توصیفی جملوں سے نواز رہا تھا۔ لڑکے والوں کی آمد پر تمام خواتین اور لڑکیاں کمرے سے چلی گئی تھیں۔ اب وہ کمرے میں اکیلی تھی۔ دل عجیب سے کرب سے دوچار تھا۔ دلایاں ہاتھ دہک رہا تھا۔ کسی کی مضبوط گرفت اپنی نرمی کے ساتھ زندہ تھی۔ وہ بیڈ سے اتر کر آئینے کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ آئینے میں نظر آتے اپنے عکس کو دیکھ کر اس کی آنکھیں بھر آئیں۔ لال جوڑا مہندی سے سجے ہاتھ کانوں میں آویزے ماتھے ٹیکا اور اس کی اماں جانی کے مطابق سب سے اہم ناک میں پہنی نازک سی نتھ۔ اسے یاد نہیں آیا تھا کہ اس نے زندگی میں پہلے بھی اتنا سنگھار کیا ہو۔ کرتی بھی کیسے زندگی میں ایسا دن بھی تو پہلے کبھی نہ آیا تھا آج اس کی شادی تھی ایک غیر متوقع اور ان چاہا حادثہ جو اس کی زندگی میں پیش آنے جا رہا تھا۔ اپنے پور پور سجے وجود کو دیکھ کر اسے وہ شخص کیوں یاد آ رہا تھا۔ جس کی وہ شدت سے نفی کرتی آئی تھی۔ اس کی سوچ کا پنچھی ماضی قریب کی طرف پرواز کرنے لگا تھا۔

"میں جانتا ہوں میری وجہ سے آپ کو بہت مصیبتیں برداشت کرنا پڑیں۔ آپ کے کردار پر انگلیاں اٹھیں مگر میرا یقین کریں جتنی بے قصور آپ ہیں اتنا ہی بے گناہ میں بھی ہوں۔ آپ میری زندگی میرے دل میں بہت اونچا مقام رکھتی ہیں۔ میں آپ کو اپنی زندگی میں شامل کرنا چاہتا ہوں۔ کیا آپ میری زندگی کا حصہ بنیں گی۔" اس نے سر جھکا کر گویا دل کے آگے سرینڈر کیا تھا۔ تبھی دروازہ بہت آہستگی سے بجا کر کھولا گیا تھا۔ وہ لمحوں میں ماضی سے حال کا سفر طے کر آئی تھی۔ اس نے اپنی بڑی بہن شائستہ آپا اور اماں جانی زہرہ بیگم کو اندر داخل ہوتے دیکھا۔

"آپ کی یہ خواہش حسرت میں تو بدل سکتی ہے لیکن حقیقت کا روپ اختیار نہیں کرے گی مسٹر ارحام علی آفندی۔" اس کے کانوں میں اپنی آواز گونجی تھی اور اس کی آنکھوں میں چھلکتی مایوسی بھی یاد آئی تھی۔ "بعض اوقات ہمارے کہے الفاظ سچ ہو جاتے ہیں۔ مجھے علم نہیں تھا کہ وہ قبولیت کی گھڑی ہے اور میرے کہے الفاظ کسی کو تہی دست و تہی داماں کر دیں گے۔" وہ بیڈ پر بیٹھے سوچ رہی تھی۔ وہ اسے مولوی صاحب کی کسی بھی وقت منظوری لینے آنے کے لیے باخبر کر رہی تھیں۔ جبکہ دوسری طرف باہر موجود مہمانوں کے درمیان گھرا ارحام ابھی تک بے یقین تھا۔

✿......✿......✿

"ارے بھائی بس باہرآ جاؤ۔ وہ دیوار کے پار سے بھی نظر آرہی ہیں کیا؟" علی رضا کی شرارتیں آج عروج پر تھیں۔

"رضی میں اس وقت بہت ٹینس ہوں۔ مجھے پریشان مت کرو۔" اس نے ادھر ادھر نظر دوڑائی' نہ جانے بابا کہاں تھے عالم آفندی تو مولوی صاحب کے ساتھ حریم کے کمرے میں گئے ہوئے تھے گواہوں کو لے کر۔ اس کی نگاہیں خود بخود سیڑھیوں کے پار نظر آتی راہداری میں موجود کمرے کے دروازے پر ٹھہر گئی تھیں۔ مولوی صاحب کو گئے پندرہ بیس منٹ ہو چکے تھے مگر ابھی تک دروازہ ہنوز بند تھا۔ نہ جانے وہاں کیا ہو رہا تھا کمرے میں اتنے نفوس کی موجودگی کے باوجود سناٹا تھا۔ مولوی صاحب تین بار نکاح کے جملے دہرا چکے تھے مگر حریم کے وجود پر طاری سکتہ ٹوٹنے میں ہی نہ آ رہا تھا۔ وہ بے یقین سی تھی۔ ارحام اس کے علم میں لائے بغیر اتنا انتہائی قدم اٹھائے گا یہ تو اس نے سوچا بھی نہ تھا۔ وہ اب تک اس کے لیے دکھی تھی اور اب اس کی طرف سے بدگمان تھی۔ اس کے سر پر دست شفقت دراز ہوا تو اس نے زرتار دوپٹے کے نیچے سے نگاہیں اٹھا کے دیکھا۔ وہ عالم آفندی تھے۔ وہ کچھ کہہ رہے تھے اسے سمجھ نہ آیا۔

"بیٹا مولوی صاحب تمہاری رضا جاننا چاہتے ہیں۔" زہرہ کی آواز اس کی سماعت کے پاس گونجی۔ کیسا مجبور لہجہ تھا ان کا۔ اسے ارحام پر غصہ آیا تھا۔ سر ہلا کر اس نے رضامندی دی تھی۔ اس وقت اس کا دماغ کھول رہا تھا مگر دل کا موسم مختلف تھا۔ مولوی صاحب کے ساتھ دیگر افراد کو باہر آتے دیکھ کر وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ دادو کے چہرے پر اسے واضح خوشی نظر آرہی تھی اور پھر لمحوں میں وہ لوگ اس تک پہنچ گئے تھے۔ نکاح نامے پر اس نے حریم کے سائن کو کتنی ہی دیر تک دیکھا تھا۔

"بس میرے بھائی' ہمیں علم ہے کہ جس راہ پر بھابی جان گزریں آپ اس راہ کی خاک بھی پلکوں پر اٹھانے کی خواہش رکھتے ہو تو پھر یہ تو ان کے مرمری دودھیا ہاتھوں سے کیے گئے سائن ہیں اور وہ بھی نکاح نامے پر' لیکن اب ہوش میں آ جاؤ اور سائن کردو جلدی سے۔ کہیں بھابی جان کا ارادہ بدل جائے......" علی رضا نے اس کے کان میں متبسم لہجے میں کہا۔ اس نے لمحہ بھر ٹھہر کر اسے دیکھا اور پھر یکے بعد دیگرے پیپرز سائن کرتا چلا گیا۔ ایک عجیب سی سرشاری اس کے پورے وجود کو اپنے حصار میں لیے ہوئے تھی۔ علی رضا اس سے ایک ہی بار میں کئی دفعہ گلے ملا تھا اس کی اس حرکت پر ارحام ہنسا اور ہنستا چلا گیا تھا۔

عروس شب کا پیام لائی ہے شام وصل
ڈھل گیا ہجر کا سورج آئی ہے شام وصل
کتنی صبحوں' کتنی شاموں کا لہو دمکتا ہے اس میں
ماتھے پہ عشق کا جھومر سجائے آئی ہے شام وصل
جو میری بانہوں میں سما گیا تا ابد امر ہو گیا
مریض محبت کے کان میں گنگنائی ہے شام وصل
فنا میری آغوش میں بقا پا گئی ہے
زندگی کو نیا ملبوس پہناتی ہے شام وصل

"دادو......" آج اس کے لہجے میں تڑپ نہیں تھی۔ وہ تڑپ جس نے انہیں اتنا انتہائی فیصلہ کرنے پر مجبور کیا تھا۔

"دادو کی جان۔" انہوں نے اسے بازوؤں میں لے کر اس کے ماتھے کا بوسہ لیا۔ ان سے الگ ہونے کے بعد وہ فرید آفندی سے ملا تھا بیٹے کی خوشی انہیں اندر تک سرشار کر گئی تھی۔ کچھ ہی دیر میں کیمرہ مین کے بلاوے پر لڑکیاں دلہن کو لینے کے لیے دوڑی تھیں۔ اس کی نگاہیں کتنی ہی بار اس کمرے کی طرف اٹھی تھیں اور پھر ایک بار ایسی اٹھیں کہ جھک نہ سکیں۔

"یہ سوٹ خالصتاً میری بیگم کی چوائس ہے۔ تم تو ہاتھ ہی نہیں آرہے تھے لہٰذا ہم نے پلان کیا تمہیں سرپرائز دیا جائے۔ تم اسے انہی رنگوں میں دیکھنا چاہتے تھے ناں۔" علی رضا اس کے برابر کھڑا کہہ رہا تھا۔ اس نے ایک مسکراتی نگاہ اس پر ڈالی تھی اور پھر دوبارہ لال دوپٹے کے سائے میں رامین اور نبیلہ کے درمیان سیڑھیاں اترتی حریم کو دیکھنے لگا تھا۔ گھونگھٹ اب اس کے چہرے پر نہیں تھا۔ اس کا دلہناپے سے سجا روپ آنکھوں کو خیرہ کر رہا تھا۔ حریم حیات کو حریم ارحام آفندی تک کا سفر طے کرنے میں نہ جانے کتنا وقت لگا تھا مگر ارحام علی آفندی کو تو ہر پل صدی برابر ہی لگا تھا۔ وہ اس لمحے اتنا خوش تھا کہ حریم کے چہرے پر چھائی غیر معمولی سنجیدگی بھی نہ دیکھ سکا۔ اس کی آمد نے فضا میں ایک ہی سر بکھیر دیا تھا۔

عشق کا ایک ہی درد ہے
عشق معشوق کے گرد ہے
کیوں ہے بےچین یہ طبیعت
عشق بے پایہ درد ہے
اس طرح آج ملے ہیں سب سے

ڈھونڈتے ہیں کیا ہم ایسا جگ سے
عشق دل کے در پہ یوں آیا تھا
سو ہم نظر اتاریں

اور وہ واقعی اپنے عشق کی نظر اتار رہا تھا۔ اسے لاکر ارحام کے برابر میں کھڑا کیا گیا اور کیمرہ مین نے یہ لمحہ اپنے کیمرے میں مقید کیا تھا۔ ارحام نے رخ پھیر کر اسے دیکھا۔ اس کا دل بری طرح دھڑکا۔ وہ خوش نہیں تھی یہ تحریر واضح اس کے چہرے پر لکھی تھی۔ ارحام نے نگاہوں کا زاویہ بدلا۔

"اگر وہ راضی نہیں تھی تو پھر اس نے انکار کیوں نہ کیا؟" یہ وہ سوال تھا جس نے ارحام کو مضطرب کردیا تھا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا حریم بہت آسانی سے ہتھیار ڈالنے والوں میں سے نہیں تھی۔ اسے اپنے سوال کا جواب جلد ہی مل گیا۔ رامین کی زبانی کہ حریم کو کل ساتوں رات بلوایا گیا تھا اور اسے یہ بات جاننے میں رتی برابر بھی دلچسپی نہ تھی کہ اسے کس سے منسوب کیا جارہا ہے۔ رامین کے جملے اسے نگاہیں چرانے پر مجبور کرگئے تھے۔ حریم حیات نے اس کے جذبوں کی کبھی بھی پذیرائی نہیں کی تھی وہ تو ان راہوں کا اکیلا ہی مسافر تھا۔ پھر حریم حیات سے کسی مثبت رویے کی کیونکر امید کر بیٹھا تھا۔ ایک ہی پوزیشن میں سر جھکائے بیٹھے اس کا وجود اکڑ کر رہ گیا تھا۔ اسے اپنا آپ بہت ہارا ہوا محسوس ہورہا تھا۔ برابر بیٹھے شخص نے اسے زندگی کی بساط پر بری طرح مات دی تھی۔ وہ اپنا آپ ہار گئی تھی۔ اسی لیے شکستگی کچھ زیادہ تھی۔ دو لوگ ایک رشتے میں بندھ کر متضاد کیفیات کا شکار تھے۔ پھر ارحام نے ایک فیصلہ کیا اور مطمئن ہوگیا۔ وہ اسے دیکھ کر اس کی سوچوں کی تشریح کررہا تھا۔ لفظوں کو ترتیب دے رہا تھا گویا ایک لغت مرتب کررہا تھا کھانا لگنے کی وجہ سے اردگرد منڈلاتے لوگوں کا رش چھٹا تھا۔ حریم نے کب کی جھکی گردن اٹھائی اور اس فاتح کی طرف دیکھا جو اس کی ایک ایک حرکت پر نظر رکھے ہوئے تھا۔ ارحام کے چہرے پر وہی مسکراہٹ تھی جو حریم پر نظر پڑتے ہی اس کے لبوں کا احاطہ کرتی تھی۔ نگاہوں کی چمک چاند اور سورج کو شرما رہی تھی آج...... لیکن حریم کے چہرے کے جامد تاثرات نے اسے مسکراہٹ سمیٹنے پر مجبور کردیا تھا۔ اس نے ایک گہرا سانس ہوا کو سونپا اور ترتیب دیے لفظوں کو آواز کے سانچے میں ڈھالا۔

"میں جانتا ہوں جو کچھ بھی ہوا وہ آپ کی لاعلمی میں ہوا ورنہ آپ بہت پہلے ہی انکار کرچکی ہوتیں۔" وہ لمحہ بھر کو ٹھہرا۔

"لیکن فی الوقت اس حقیقت سے انکار ناممکن ہے کہ ہم رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوچکے ہیں۔" اس کے لہجے میں بہت ٹھہراؤ تھا۔

"ایک ایسا رشتہ جس کو صرف اعتبار، اعتماد اور اٹوٹ یقین کے پانی سے سینچا جاسکتا ہے اور ان کی عدم موجودگی اس رشتے کی خوب صورتی کو مرجھائے ہوئے پھول کی مانند کردیتی ہے۔" وہ پھر رکا۔ لبوں کو باہم پیوست کرتے وہ گویا لبوں سے لفظوں کو آزاد ہونے سے روک رہا تھا۔ پھر اس نے دوبارہ سلسلۂ کلام جوڑا۔

"میرے پاس آپ کے لیے ان تینوں کمیاب جذبوں کی فراوانی ہے۔ اعتبار، اعتماد، اٹوٹ یقین...... اور میں اس حقیقت سے بخوبی واقف ہوں کہ آپ کے پاس میرے لیے ان میں سے کوئی جذبہ نہیں یا سرے سے کوئی جذبہ ہی نہیں۔" ارحام نے اب کی بار چہرے کا رخ حریم کی جانب کیا۔ اس کی آنکھوں میں کچھ عجیب سا احساس ہلکورے لے رہا تھا۔ ارحام نے فوراً نظریں جھکادیں۔ اگر وہ مزید کچھ لمحے اس چہرے کو دیکھتا رہتا تو اس کے لیے اپنے فیصلے پر قائم رہنا مشکل ہوجاتا اور وہ بے ایمانی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ آخری فیصلے کا اختیار حریم حیات کو دینا چاہتا تھا۔ "مجھے آپ پر اندھا اعتماد ہے حریم۔ مجھے کبھی آپ کے گزرے ہوئے ماہ و سال میں جھانکنے کا شوق پیدا نہیں ہوا لیکن میں پچھلے چھ سال سے آپ کے شک کے کٹہرے میں کھڑا ہوں اور مجھے لگتا ہے کہ شاید حقیقتوں سے پردہ اٹھانے کا آج سے بہتر کوئی دن نہیں۔ میں نے آپ سے ایک ہفتہ قبل بھی کہا تھا کہ چھ سال بہت ہوتے ہیں کسی شخص کے کردار اور ارادوں کی مضبوطی کو پرکھنے کے لیے۔ میرے کردار میں اگر کہیں کوئی جھول ہوتا تو گزرے ماہ و سال میں آپ کے سامنے آجاتا اور یہ میرے ارادوں کی مضبوطی ہی ہے جس نے آپ کو میرے مقابل آج ایک نئی حیثیت میں لا بٹھایا تھا۔ مسز ارحام علی آفندی بنا کر۔" وہ لمحہ بھر کو ٹھہرا۔ "میں جانتا ہوں میری اتنی لمبی چوڑی تقریر یقیناً آپ کے نزدیک بے سروپا باتوں سے زیادہ کچھ نہیں مگر جو بھی ہے یہ آج کی سب سے بڑی حقیقت ہے اور اب جو میں آپ کو بتانے جارہا ہوں اس نے ہم دونوں کی ہی زندگیوں میں اپنا اثر مرتب کیا ہے۔ میں نے اگر محبت کا مان اور یقین نہیں پایا تو آپ نے بھی دوستی کا مان و یقین کھویا۔ لیکن فرق صرف اتنا ہے کہ میں اپنے نقصان سے باخبر ہوں اور آپ ابھی تک بے خبر ہیں۔" اس نے نگاہیں اٹھا کر حریم کو دیکھا وہ

ساکت الجھی ہوئی نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ ''یمنٰی زبیری جس کا برتھ سرٹیفکیٹ پر نام ارماہ تھا' جسے آپ اپنی ایک بہترین دوست سمجھتی رہیں اور میں ایک بے ضرر سی لڑکی سمجھتا رہا۔ مگر وہی ایک لڑکی بہت خاموشی سے ہماری زندگیوں میں بدگمانی کا زہر گھول گئی اور ہمیں کچھ اندازہ بھی نہ ہوسکا۔''

''نہیں......'' حریم کے لبوں سے بڑی سرسراتی سی آواز نکلی تھی۔ ارحام نے بہت دکھ سے اسے دیکھا۔ وہ چاہتا تھا اسے اس کرب سے دور رکھنا جسے اس نے جھیلا تھا لیکن شاید اللہ تعالیٰ اس کے دل سے ہر بدگمانی دھونے کے بعد حریم کو ارحام کی زندگی میں شامل کرنے کا فیصلہ کرچکا تھا۔ یہ سب آسمانوں پر طے تھا اور یہ سب ایسے ہی ہونا تھا۔

''میرا ٹین ایج بہت ہنگامہ خیز ہوا کرتا تھا۔ پڑھائی کے ساتھ کریکولر ایکٹیوٹیز میں حصہ لینا' ہر لمحہ انجوائے کرنا میری عادت ہوا کرتی تھی۔ اپنے درجن بھر دوستوں کے ساتھ ہر وقت ہلا گلا مچائے رکھنا میرے محبوب ترین مشغلے تھے۔ طرح طرح کی شرائط لگانا اور مقابلے کرنا میرا جنون ہوا کرتا تھا لیکن مجھے علم نہ تھا کہ کبھی میرا یہ جنون کسی کی جان بھی لے سکتا ہے۔ وہ بھی معمول کا ایک دن تھا جب میں بائیک ریسنگ کے دوران اپنے دوستوں سے آگے نکل گیا۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ کچھ ہی فاصلے پر ایک حادثہ میرا منتظر ہے۔ میری اسپورٹس بائیک ایک بلی کے اچانک سامنے آجانے کی وجہ سے یک دم قابو سے باہر ہوگئی اور مختلف چیزوں کے نقصان کا باعث بننے کے ساتھ ساتھ ایک ہنستے مسکراتے انسان کو بھی روند گئی۔'' ارحام علی آفندی کے چہرے پر ثبت تحریر حریم حیات کے دل پر نقش ہوئی تھی وہ کرب کے نئے باب سے آشنا ہوئی تھی۔ ''اس حادثے میں وہ لڑکا موقع پر ہی دم توڑ گیا تھا۔ تمہیں پتا ہے حریم وہ لڑکا کون تھا؟'' ارحام کے حرف حرف سے کرب عیاں تھا۔ وہ اس حادثے کو دہراتے جیسے ایک بار پھر اس تکلیف سے گزر رہا تھا۔ ''وہ یمنٰی کا ٹوئن برادر تھا۔'' اس کے جملے نے حریم کو حیرت کے شدید جھٹکے سے دوچار کیا۔ ارماہ کا کوئی ٹوئن برادر تھا اور ارماہ نے اسے کبھی بتایا نہیں لیکن ارماہ نے تو اسے یہ بھی نہیں بتایا تھا کہ داتیال زبیری اس کا بھائی ہے' اب اسے احساس ہوا کہ جیسے بہت کچھ مسنگ تھا جس کے بغیر وہ تصویر کا صرف وہی رخ دیکھ رہی تھی جو اسے دکھایا جارہا تھا۔

''اس حادثے کے نتیجے میں' میں پندرہ دن تک ہاسپٹلائز رہا مجھے مختلف حصوں میں معمولی فریکچر آئے تھے۔ ہاسپٹل میں ہی مجھے اس لڑکے کی ڈیتھ کی اطلاع مل گئی تھی اس لیے ڈسچارج ہوکر گھر آنے پر میں سب سے پہلے اس لڑکے کی فیملی سے ملا اور تب پہلی بار میرا یمنٰی زبیری سے سامنا ہوا۔ حادثے کے وقت وہ اویس سے موبائل پر بات کررہی تھی۔ اس نے اس پر بیتی ایک ایک تکلیف کو سنا تھا اور یہی چیز اسے شدید تکلیف کے باعث سکتے کی حالت میں لے گئی تھی لیکن مجھے دیکھتے ہی اس پر ڈپریشن کا شدید دورہ پڑا' وہ روتی جارہی تھی اور مجھ پر چھپٹر برسائی جارہی تھی۔ اس وقت مجھے لگا تھا کہ شاید اس طرح اس کا غم کم ہوگا اور وہ نفسیاتی دباؤ سے باہر آجائے گی لیکن ایسا نہیں ہوا تھا۔ وہ اس ایک لمحے میں کہیں قید ہوگئی تھی اور اس سے وہ اپنی آخری سانسوں تک واپس نہیں نکل سکی۔ نفسیاتی مسائل کا شکار میں بھی ہوا تھا' میرے ٹریک ریکارڈ پر کسی کے خون کا دھبہ لگا تھا یہ احساس مجھے رات بھر سونے نہ دیتا تھا' ایسے وقت میں مما' بابا اور دادو یہ تین ہستیاں تھیں جو اپنے مصروف ترین شیڈول میں سے ایک مخصوص وقت مجھے دیتے تھے اور یہی وہ دور تھا جب میں دادو کے زیادہ قریب ہوگیا۔ انہوں نے مجھے ڈپریشن کے دور سے باہر لانے کے لیے مذہب کی طرف راغب کردیا اور پنجگانہ نماز کی پابندی کے ساتھ میں نے دیگر عملیات کو اپنی زندگی میں شامل کیا۔ اس عمل نے مجھے کسی حد تک سنبھلنے میں مدد دی اس تمام عرصے میں میرے تمام دوست میرا ساتھ چھوڑ گئے تھے بس اس پوری دنیا میں ایک ابرار تھا جس نے کسی بھی برے وقت میں میرا ساتھ نہ چھوڑا تھا۔ میں اس فیز سے باہر آگیا تھا لیکن یمنٰی اس معاملے میں زیادہ خوش نصیب ثابت نہ ہوئی تھی۔ اس نے اپنے درد کو اپنے اندر ہی چھپا کے رکھا۔ وہ اس لمحے کی قید سے آزاد نہ ہوئی۔ سب سے چھپ کر اس نے اپنی ایک الگ دنیا بسائی ہوئی تھی جہاں وہ سولہ سالہ یمنٰی زبیری اپنے جڑواں بھائی اویس زبیری کے ساتھ ہنستی کھیلتی تھی۔ وہ اس کے لیے مر کر بھی نہیں مرا تھا گو کہ ظاہری دنیا میں وہ اس بات کو تسلیم کرتی لیکن اس کی ونڈر لینڈ میں ایسی کسی سوچ کا گزر نہیں تھا۔ وہ بظاہر دنیا کے ساتھ قدم ملا کر چلنے والی لڑکی نظر آتی تھی مگر پس پردہ حقیقت کچھ اور تھی۔ وہ خطرناک ذہنی مرض میں مبتلا تھی جسے اس نے کبھی کسی پر ظاہر نہیں ہونے دیا' وقت گزرتا گیا اور سب اپنی اپنی زندگیوں میں مصروف ہوگئے۔ میرے

تحفظ کا احساس تھا یا پھر حقیقتاً دادو کو میری وجہ سے کوئی گلٹ تھی کہ دادو نے میرے ذہن میں ایک بات پختہ کردی کہ وہ یمنیٰ زبیری کو مستقبل میں میری بیوی کی حیثیت میں دیکھنا چاہتے ہیں مجھے بھلا کیا اعتراض ہوتا کیونکہ میں تو خود ایک گناہ کے بوجھ تلے دبا تھا ایسے میں دادو کی یہ تجویز مجھے سو فیصد درست لگی لیکن یہ محض ہماری سوچ ہی تھی۔ یمنیٰ اس بات کے لیے کبھی تیار نہ ہوئی۔ اس کی وجہ یمنیٰ کے دل میں چھپی میرے لیے شدید ترین نفرت تھی۔ میں اس گناہ کے بوجھ سے آزاد ہونا چاہتا تھا اس لیے میں نے فیصلہ کیا کہ میں ہر حال میں اسے منا کر رہوں گا اور یہ وہ پہلی سوچ تھی جو مجھے سول سروسز اکیڈمی میں لے گئی۔ پر یہ صرف میری سوچ ہی تھی کہ میں وہاں اپنے فیصلے کے تحت گیا تھا۔ وہ قدرت تھی جو مجھے وہاں تک لے گئی اور وہاں میرے لیے میری زندگی کی سب سے بڑی راحت تھی۔ میری پہلی اور آخری محبت......" اس نے حریم کا نام نہیں لیا تھا لیکن وہ جانتی تھی وہ اس کی ہی بات کررہا ہے۔

"یہ شاید یمنیٰ زبیری کی قسمت تھی کہ ہماری اتفاقیہ ہونے والی پہلی دو ملاقاتوں میں وہ موجود تھی مگر میں اسے دیکھ نہیں سکا البتہ میرے دل میں اترنے والے احساس کو وہ مجھ سے پہلے جان گئی اور اس نے مجھے اس کرب سے گزرانے کا پلان بنالیا جس سے وہ خود میرے سبب گزری تھی۔ محبت کسی بھی روپ میں ہو اس کی جدائی انسان کے لیے کربناک ہی ہوتی ہے۔ اویس کی دائمی جدائی۔ یمنیٰ زبیری کو جس کرب سے دوچار کرگئی تھی اس نے ارحام علی آفندی کے دل میں پھوٹنے والی محبت کی پہلی کونپل کو نوچ لینے پر مجبور کردیا۔ یمنیٰ سے میری تیسری ملاقات آپ کی موجودگی میں ہاسپٹل میں ہوئی۔ وہاں مجھے پہلی بار پتا چلا کہ یمنیٰ آپ کی دوست ہے۔ اس کا رویہ میرے ساتھ بالکل اجنبی تھا۔ میں نے اس پر خاص غور نہیں کیا۔ آپ کی عدم موجودگی میں اس نے آپ کے اور میرے حوالے سے باتیں مشہور کردیں۔ اس وقت تو مجھے علم ہی نہ ہوا کہ یہ سب کون کررہا ہے۔ بہر حال اس دوران مجھے ایک بات بڑی شدت سے محسوس ہورہی تھی کہ کوئی ہر وقت مجھ پر نظر رکھے ہوئے ہے اور اس کا عقدہ بھی کھل گیا۔" وہ مدھم آواز میں بارش کی رات پیش آنے والا واقعہ اسے سنانے لگا اور حریم کی نگاہوں کے سامنے ایک اور منظر گھومنے لگا۔ ارحام کی آواز پر وہ اپنے آپ سے چونکی۔

"اس واقعے کو پلان کرنے کی جو دو وجوہات سامنے آئیں ان میں ایک تو یمنیٰ کا مجھ سے تعلقات بہتر کرنا تھا تاکہ وہ میرے قریب رہ کر میرے ایک ایک عمل پر نظر رکھ سکے اور دوسرا میرے کچھ غیر مناسب پوز حاصل کرنا اور اس نے ایسا کیوں کیا شاید مجھے یہ ایکسپلین کرنے کی ضرورت نہیں۔" ارحام نے اس پر طنز نہیں کیا تھا لیکن حریم کی گردن شرمندگی کے باعث خود بخود جھک گئی۔ "اس واقعے کے بعد یمنیٰ نے از خود مجھ سے دوستانہ تعلق اسٹیبلش کرلیے اور مما کی بدولت اسے میرے بیڈ روم تک آنے اور تلاشی لینے کا موقع مل گیا۔ اس تلاشی کے دوران اسے بکس کے درمیان رکھے اسکیچز میں دو گہری آنکھوں والا اسکیچ مل گیا جس نے اس کے کھیل کو ایک نیا رخ دے دیا۔ میرے اسٹوڈیو میں اس نے آپ کی تصویر دیکھ لی تھی اس کے بعد اس نے مما کو ٹریپ کیا۔ میرے آپ کے لیے جذبات کے حوالے سے مما کو ورغلایا۔ مما سمجھتی رہیں کہ وہ یہ سب کچھ میری محبت میں کررہی ہے مگر انہیں معلوم ہی نہ تھا کہ وہ ان کے بیٹے کو تباہ کردینا چاہتی تھی۔ اس دن ایگزیبیشن ہال میں جو کچھ بھی ہوا تھا وہ کسی اسٹیج ڈرامے سے کم نہیں تھا۔ اس میں مما سمیت تمام کردار یمنیٰ زبیری کے تحریر کردہ تھے۔"

حریم کے ذہن میں وہ دن گھومنے لگا۔ اس دن وہ اور رامین جب کیب سے اتری تھیں ایگزیبیشن ہال کے باہر سامنے ہی ارماہ کی کار کھڑی تھی وہ اتر کر ان کے سامنے ہال میں داخل ہوئی تھی اور انہیں دیکھنے کی زحمت تک نہ کی تھی۔ پورے ایگزیبیشن کے دوران اس کا ارماہ سے ایک بار بھی سامنا نہ ہوا تھا۔ حریم کو لگا تھا کہ ارماہ ارحام کو پسند کرنے لگی ہے اور اسے اپنے اور ارحام کے درمیان دیوار سمجھتی ہے لیکن بات وہ نہیں تھی جو اس نے سوچی تھی۔ بات وہ تھی جو اس کے وہم گمان میں بھی نہ تھی۔

"اس دن یمنیٰ کے ہاتھ میری ایک اور کمزوری لگ گئی۔ وہ رضی اور رامین کے راز سے واقف ہوگئی۔ اس نے مما کے آفس میں بیٹھ کر ان کی باتیں سن لیں اور پھر اس نے جو قدم اٹھایا اس نے مجھے دوہری اذیت سے دوچار کردیا۔ ایک طرف اس نے مما کو راضی کرکے میری اور اپنی سرپرائز انگیجمنٹ رکھوائی تو دوسری طرف رامین اور دانیال کی انگیجمنٹ کروادی۔" حریم کو ایک بار پھر ماضی کا وہ منظر یاد آیا جب ارماہ اس کی خیریت پوچھنے آئی تھی تو زہرہ سے جاتے ہوئے رامین اور دانیال کے

رشتے کی بات کرگئی تھی اور جلد ہی اپنے پیرنٹس اور دانیال کے ساتھ وہ ان کے در پہ رامین کے لیے سوالی بن کر کھڑی تھی۔ ارحام کو اذیت دینے کے لیے وہ محض ایک چال تھی۔ حریم کا اعتماد چکنا چور ہوا تھا۔" "مگر اس کی یہ چال خود اس پر الٹی پڑی کیونکہ اس نے محض کچھ وقت کے لیے دونوں طرف رشتے جوڑے تھے۔ مجھ سے اسے کوئی خطرہ لاحق نہیں تھا لیکن دانیال رامین میں اس کی سوچ سے زیادہ انوالو ہوگیا اور یہیں سے اس کے لیے مسئلے کھڑے ہوئے پھر بھی اس نے خاصے صبر و برداشت سے کام لیا۔ اس دوران وہ مجھ سے جتنی بار بھی ملی اس نے مجھ سے زیادہ سے زیادہ باتیں کرنے کی کوشش کی تاکہ اس کے پاس میرے انداز گفتگو کی زیادہ سے زیادہ ریکارڈنگ موجود ہو جسے اس نے بہترین ممکر کے ذریعے فون پر ممک کروایا۔ آپ تو کیا میں خود اس آواز کو سن کر حیرت زدہ رہ گیا تھا۔ مجھے کچھ وقت کے لیے لگا تھا کہ شاید مجھے ہپناٹائز کرکے یہ سب کروایا گیا مگر حقیقت میں تو ایسا کچھ نہ تھا۔ میں بہت پہلے سمجھ چکا تھا کہ مجھے پھنسانے کی کوشش کی جارہی ہے لیکن میں مجرم کی گردن تک نہیں پہنچ پایا تھا اور شاید کبھی بھی نہ پہنچ پاتا اگر بابا نے مما اور یمنیٰ کی باتیں نہ سن لی ہوتیں۔ اس کے بعد بابا نے ہی بہت رازداری کے ساتھ مما اور یمنیٰ پر نظر رکھی اور جلد ہی ان کے ہاتھ تمام ثبوت آگئے اور جب وہ ثبوت میں نے یمنیٰ کے سامنے رکھے تو اس نے بلاتردد اعتراف کرلیا۔ اس کا کھیل پوری طرح سے کامیاب رہا تھا۔ مجھے ہر طرف سے شکست کا سامنا تھا۔ وہ مجھ سے اپنا بدلہ لے چکی تھی۔ وہ حریم حیات کو مجھ سے بدظن کرنا چاہتی تھی اور کرچکی تھی۔ وہ اسے مجھ سے دور کردینا چاہتی تھی اور وہ اس میں کامیاب رہی تھی۔ مجھے پتا نہیں حریم آپ نے میری کتنی باتوں کا یقین کیا لیکن میں نے اللہ کو حاضر وناظر جان کر ایک ایک لفظ سچ بیان کیا ہے اور فیصلے کا اختیار آپ کو دیتا ہوں لیکن اپنے حق میں، میں یہ ضرور کہنا چاہوں گا کہ میں نے آپ سے پورے دل سے خالص محبت کی ہے۔ اس میں صلے کا کوئی کھوٹ نہیں۔ آپ کا کوئی بھی فیصلہ مجھے میرے وعدے سے پھرنے نہیں دے گا پھر آپ کی مرضی چاہے علیحدگی ہی کیوں نہ ہو۔" وہ ضبط کی ہر منزل سے گزر گیا تھا۔ جسے پانے میں اسے زمانے لگے تھے وہ اسے اتنی آسانی سے کھونے کی بات کررہا تھا۔

حریم کا دل جیسے تھمنے لگا۔ کیا وہ اس شخص کے بعد کسی دوسرے مرد کو دیکھ سکتی تھی۔ "نہیں" اس کے وجود میں کہرام بپا تھا۔ اس کے ذہن میں بیک وقت سین، رامین اور عبیرہ کی آوازیں گونج رہی تھیں وہ فیصلے کا اختیار اسے دے چکا تھا۔ گویا وہ چاہتا تھا کہ حریم حیات اسے یہ بتائے کہ وہ حریم حیات کی زندگی میں کہاں کھڑا ہے۔ وہ فیصلہ کرچکی تھی ہاں ایک مضبوط و پُریقین فیصلہ۔ ارحام سر جھکائے ہونٹ بھینچے اس کے کسی بھی فیصلے کے لیے تیار بیٹھا تھا۔ اچانک اسے کچھ غیر معمولی ہونے کا احساس ہوا۔ اس نے سر اٹھا کے حریم کو دیکھا۔ وہ چکراتے سر کے ساتھ آنکھیں کھولنے کی ناکام سی کوشش کررہی تھی اس کے لب کچھ بولنے کی کوشش میں پھڑپھڑا رہے تھے۔ اس کا ہاتھ ارحام کی سمت اٹھ رہا تھا اور پھر یک دم وہ ٹو سیٹر صوفے کی پشت کی جانب ڈھلکتی چلی گئی۔

"حریم......" ارحام نے بے ساختہ اسے بازوؤں سے تھام کر جھنجوڑا مگر جواب ندارد۔ ارحام کے اس عمل پر وہاں موجود لوگ بھی ان کی طرف متوجہ ہوگئے تھے۔ حریم کی ماں بہنیں تیزی سے اس کی سمت آئیں۔ کوئی پانی لانے کے لیے دوڑا تو کوئی ڈاکٹر کو بلانے۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر صوفے کے ایک سائیڈ پر کھڑا ہوگیا تھا۔ پانی ڈالنے کے باوجود حریم کو ہوش نہیں آرہا تھا۔ اس کا وجود جھٹکوں کی زد پر تھا۔ وہ ساکت سا کھڑا اس منظر کو دیکھ رہا تھا۔

❀......❀......❀

محبت ذات ہوتی ہے!
ذات کی تکمیل ہوتی ہے!
کوئی جنگل میں جا ٹھہرے کسی بستی میں بس جائے
محبت ساتھ ہوتی ہے!
محبت آبشاروں کے نکھرتے پانیوں کا من
محبت جنگلوں میں رقص کرتی مورنی کا تن
محبت برف پڑتی سردیوں میں دھوپ بنتی ہے
محبت چلچلاتے گرم صحراؤں میں چھاؤں کی مانند
محبت دل، محبت جاں، محبت روح کا درماں

لائٹ پنک کلر کی کلیوں والی شرٹ اور شرارہ میں وہ آئینے کے سامنے کھڑی تھی۔ شرٹ کا دامن ڈارک گرین ویلوٹ کے کپڑے کے بارڈر سے سجا تھا۔ جس پر نفیس سی کڑھائی تھی۔ شرٹ کا گلا موتیوں اور نگینوں سے سجا ہوا تھا۔ شرٹ کی سلیوز کہنیوں سے ذرا نیچے تھیں اور ان پر شرٹ کی طرح کے

پھول بنے تھے جن میں وائٹ ریڈ اور گرین کلر کے نگینے لگے تھے شرارہ اور دوپٹے پر بھی ویسا ہی کام تھا۔ وہ ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے میں اپنا عکس دیکھ رہی تھی۔ وہ کل بھی خوب صورت لگ رہی تھی لیکن آج...... بے اختیار اس کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ پچھلے تین چار گھنٹوں سے بیوٹیشن کے ساتھ مصروف تھی۔ اس دوران رامین اور نوشی بیگم کئی چکر لگا گئی تھیں۔ نوشی بیگم کی خوشی کا تو کوئی ٹھکانہ ہی نہ تھا۔ ان کے بیٹے کی دلی مراد پوری ہوئی تھی۔ وہ حریم سے اپنے رویے پر کئی بار معافی مانگ چکی تھیں۔ جس پر وہ شرمندہ سی ہوجاتی تھی۔

نکاح کے ایک ماہ بعد وہ کل ارحام کے ساتھ رخصت ہوکر اس گھر میں آئی تھی مگر یہاں اسے اگر اجنبیت کا احساس نہ ہوا تھا تو اس میں بڑا ہاتھ اس گھر کے مکینوں کی لازوال محبتوں کا تھا۔ ارحام کے حوالے نے اسے کتنا معتبر کردیا تھا۔ دادو، بابا، علی رضا سب ہی نے اسے محبت اور عزت کا مقام دیا تھا۔ علی رضا کو وہ کتنا غلط سمجھی تھی اس کا اندازہ اسے تب ہوا تھا جب ارحام نے اسے بتایا کہ رامین کا رشتہ دانیال سے ختم ہونے میں رضی کا کوئی ہاتھ نہ تھا بلکہ یہ کام یمنیٰ نے کیا تھا دانیال کے دل میں یہ بات ڈال کر کہ رامین کسی اور میں دلچسپی رکھتی ہے اور یہ سب کرتے ہوئے اس نے دانیال کے احساسات کا رتی بھر احساس نہ کیا تھا اور دانیال رامین کا ہاتھ رضی کے ہاتھ میں تھما کر ہمیشہ کے لیے پاکستان سے باہر چلا گیا تھا اور خود یمنیٰ......

حریم کی آنکھوں میں آنسو جمع ہونے لگے۔ یمنیٰ نے ہر طرف سے اکیلے ہوجانے کے باعث خود کو مزید اپنی ونڈر لینڈ میں گم کرلیا اور پھر ایک دن اس نے چھت سے اپنی پریشانی سے گھبرا کر چھلانگ لگادی تھی۔ حریم نے پلکیں جھپکیں تو آنسو آنکھوں کے کناروں سے بہہ نکلے۔ تبھی اس کے ساتھ کھڑے ارحام نے کندھوں سے تھام کر اس کا رخ اپنی جانب کیا اور ایک گہرا سانس ہوا کے سپرد کیا۔

"تمہارا کچھ نہیں ہوسکتا ڈیئر وائف۔" اس نے ٹشو باکس سے ٹشو پیپر لے کر اس کے آنسو خشک کیے پھر اس کے ماتھے کا بوسہ لیا اور زیر لب کچھ پڑھ کر پھونکا تھا۔ "کہیں میری ہی نظر نہ لگ جائے۔" حریم کی سوالیہ نگاہوں پر اس نے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ بھی مسکرادی تھی۔

"چلیں......" ارحام نے کہا تو وہ سر ہلاتی اس کے بازو کے گرد اپنا بازو حمائل کرتی اس کے ساتھ چل دی۔ نیوی بلو کلر کے تھری پیس سوٹ میں سلیقے سے بنے بالوں کے ساتھ وہ حریم کو بہترین کمپلیمنٹ کررہا تھا۔

سب لوگ ہال پہنچ چکے ہیں۔

"رضی کہہ رہا تھا اس نے اور رامین نے ہمارے لیے کوئی ڈراما اسٹیج کیا ہے۔"

"ان دونوں سے کچھ بعید نہیں ہے کب کیا کرلیں۔ شرارتی لوگ ایک جگہ جمع ہوگئے ہیں۔" وہ ہنستے ہوئے بولی۔ ارحام نے اس کی بات کو انجوائے کیا۔ ان کے ہال پہنچتے ہی رضی نے اسٹیج سنبھالا۔

"لیڈیز اینڈ جینٹل مین آج ہم آپ کو دکھائیں گے کہ میرا معصوم بھائی میری معصوم ترین بھابی کے پیچھے کیسا پاگل ہوا کہ بالآخر شادی کرکے ہی دم لیا۔" رضی نے بڑی بے چارگی سی شکل بنا کر کہا۔ ہال میں ایک مشترکہ قہقہہ گونجا۔ ارحام نے اسے متبسم وارننگ دیتی نگاہوں سے گھورا۔ "اس ڈرامے کے ذریعے ہم آپ کو ان دونوں کا پاسٹ، پریزنٹ اور فیوچر دکھائیں گے۔ ارے بھئی آپ سوچ رہے ہوں گے کہ فیوچر کیسے؟ ویری ایزی۔ شادی ہوئی ہے تو پھر ان دونوں کے فیوچر میں زاوین جیسا اضافہ بھی تو ہوگا۔" وہ شرارت سے بولا۔ اس کی بات پر پہلی رو میں ارحام کے برابر بیٹھی حریم نے شرم سے سر جھکالیا تھا۔ جبکہ ارحام نے خجل سا ہوکر دور سے ہی اسے مکا دکھایا جس پر اس نے ڈرنے کی بھرپور ایکٹنگ کی رضی اپنے بچاؤ کی خاطر یہاں سے وہاں دوڑا دوڑا پھر رہا تھا اور بالآخر وہ ارحام کی پکڑ میں آچکا تھا۔ حریم نے دیکھا ارحام اسے کان سے پکڑے اسی کی طرف لے کر آرہا تھا۔ زندگی یک دم کتنی خوب صورت ہوگئی تھی اس شخص کی سنگت میں۔ ارحام نے اسے کان سے پکڑ کر دس بار اپ اینڈ ڈاؤن کروائیں حریم کے سامنے پھر کہیں اس کی جان بخشی ہوئی تھی۔ ارحام نے مسکراتے ہوئے اپنا دایاں ہاتھ حریم کے سامنے پھیلایا جس پر حریم نے مسکراتے ہوئے اپنا ہاتھ رکھ دیا اور اس کے ساتھ مہمانوں کی طرف بڑھ گئی۔

ختم شد

ہمیں ناز ہے اپنی گمراہیوں پر
ندامت نہیں، شرمساری نہیں ہے
جو ہم سوچتے ہیں وہی بولتے ہیں
کسی قسم کی راز داری نہیں ہے

بند ہوتی آنکھوں پہ نیند کی پریاں خوشنما خواب ٹانک رہی تھیں۔ مژگان اس بوجھ تلے جھکے تھے۔

"میں نے آنچل کی لاج رکھی، میں نے آنچل تھامے رکھا......" دریچے سے ہٹ کر اس نے سینے پہ ہاتھ رکھا۔ دل دھک دھک کر رہا تھا۔ اس نے جسم کی سنسناہٹ دبانے کے لیے انگلیاں مروڑیں۔

ولید صاحب ابھی بھی پچھواڑے سے ٹیک لگائے کھڑے تھے، اس نے سوچا مذاق ہے بھئی اب کا ہے کو راہ تکنے لگے امیر زادے..... وہ اٹھی اور دریچے بند کیے مگر پھر بھی وہ دل کے ہاتھوں مجبور ہوئی، جھروکے سے دیکھا۔ ولید صاحب ابھی بھی کھڑے ہیں، قصائی کی دکان کا شٹر بند ہو چکا ہے اور گلی کے نکڑ سے زبیدہ خاتون سبزیاں سنبھالے مٹکتی مٹکتی چلی آ رہی ہیں اس نے لاحول ولاقوۃ پڑھا۔

زبیدہ خاتون اتنی افسانہ تراش خاتون تھی کہ اگر کہیں سے انہیں بھنک بھی پڑ جاتی کہ پرائمری اسکول کی استانی جھروکوں سے ہوم منسٹر صاحب کے اکلوتے چشم و چراغ کو تکتی ہے تو "استانی جی" سے شروع ہو جاتی اور اگلے تین منٹ میں افسانے بن جاتے۔

پھر ڈور بیل بجی، وہ کچھ کچھ چلتی دروازے تک آئی، دروازہ کھولا، ہاکر ہاتھ میں آنچل لیے ہوئے تھا۔

"بی بی آپ کا رسالہ......" وہ مسکرائی، پیسے تھمائے، دروازہ بند کرتے وقت اس نے رک کر اس لڑکے کو دیکھا اور یہ اس کی کتنی فضول عادت تھی اور یہی عادتیں بھی کتنا زچ کیے رکھتی ہیں، بھی چھوٹی سی غلطیاں کرواتی ہیں اور پھر زمانے بھر میں رسوا کر دیتی ہیں۔ انسان بھی کتنا غیر جانب دار ہے، وہ ہنسی۔

وہ رسالے کی ورق گردانی کر رہی تھی، شام کی قلفی جمانے والی یخ بستہ ہوائیں کسی کنواری کی طرح مٹکتی مٹکتی نہر کے ساتھ ساتھ قشقہ سجائے بیٹھی تھی۔ اماں کچن کے دروازے میں کھڑی تھیں۔

"کل کو رضیہ کے بتائے لوگ آ رہے ہیں، گھر پر رہنا" پھر ڈوئی گھماتے ہوئے کہنے لگیں۔ "پچھلی دفعہ ڈھنگ سے تیار نہیں ہوئی تھیں، رضیہ نے کہا تھا کہ سلیقے کو کوئی بلاوا لڑکی سے چھپاں دو پلیٹ پلیٹ بھر کے تو چشمے پہن رکھے ہیں، آنکھوں کے گرد حلقے کسی صذن کی روح لگتے ہیں۔" وہ نس دی اور بڑے کھسکتی چلی گئی۔

ماں کہتی ہے کہ پلیٹ بھر کے چشمے اور فہیم کہتا ہے "تمہاری نین کٹوروں پہ جیسے برگد درخت کا چھتنار سایہ ہو۔"

فہیم بھی بڑا پاگل تھا، گھنٹوں مرثیوں پہ قصیدوں کی ملمع کاری کرتا، فہیم اس کے ساتھ ساتھ جاتا، جب وہ اسکول کا حنوط زدہ دروازہ کھول کر زوار تھی ہو کر اسے دیکھتی تو گلے میں سانس اٹک

جاتی، وہ مسکرا دیتا۔

"چھٹی کے وقت دل کی دنیا آباد کرنا، سمجھیں نا؟"

مگر ایک دن تو غضب ہو گیا تھا، دوپہر میں سیب کے مربے کی خوشبو فضا میں پھیلی ہوئی تھی، لگتا ہے جیسے چنگاریاں آتی جا رہی تھیں..... اس نے گہرے اودے بادلوں کا سا شال اوڑھ رکھا تھا، فٹ پاتھ پہ چل رہی تھی تو اس کو میسج بھیجا تب پیچھے سرسراہٹ سی ابھری۔

چلو خیر تھا کہ سرسراہٹ تھی، مگر جب اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا..... تو حلق میں پسینے کی بوندیں اٹک گئیں۔ فہیم کے ساتھ اس کا دوست تھا۔

"زینی..... یہ ہے میرا دوست گلزار۔" وہ رکی نہیں۔ "زینی رکو نا..... یہ تم سے کچھ کہنا چاہتے ہیں۔" اس نے نہیں چاہا کہ رک جائے مگر نجانے کیوں رک گئی۔ اگر اسے پتا ہوتا کہ یہ رکنا محال ہے تو وہ سر پہ پاؤں رکھ کر ہاتھ میں پکڑا پرس بغل میں داب کر یہ جا وہ جا ہوتی مگر وہ تو رک گئی تھی۔

"السلام علیکم!"

"مہذب گھرانے کی لگتی ہے بھلی کیسے؟" تولتی نظریں تھیں۔

"ہیرا چمکتا ہے پگلے۔" فہیم ہنسا، زینب شال یوں تھامے کھڑی تھی کہ جیسے بھاگ جانے کی تدبیریں سوچ رہی ہو۔

شام کو گھر میں وہ بہت الجھی ہوئی تھی۔ گردن کے بال جیسے کان کھڑے کیے ہوئے تھے۔ یکدم موبائل تھرتھرا اٹھا۔

"فہیم یہ اچھا نہیں کیا۔" اس نے چھوٹتے ہی گلہ کیا۔

"ہم آپ سے محبت کرتے ہیں مائی باپ اور محبت کی ہے تو جناب والا ہمارے بزدلانہ سے منسلک لوگوں کی تھی آپ سے محبت ہوگی، یہ فطری امر ہے۔" اس کے کان سے ایک لٹ الجھی، کان کے لو پہ ایک نادم سی تمازت پھیل گئی، رعنائیاں سی رعنائیاں تھیں۔

فہیم صحیح کہتا ہے اس نے سوچ لیا، لیکن اس سوچ نے بھی کیا غضب ڈھایا، کل کو جب اماں کے ساتھ خالہ رضیہ وارد ہوئی، تو اس نے سر درد کا بہانہ کیا اور کمرے میں جا بند ہوئی۔

کل آسمان کے ہالے پہ دھند کی ایک موٹی سی تہہ جمی تھی، سردی حال سے بے حال کیے ہوئے تھی۔

"ایم اے انگلش کرنے کے بعد وہ پرائمری میں پڑھاتی ہے۔" صبح اسکول میں جب وہ بچوں کو انگلش سی پڑھا رہی تھی تو اس لمحے ماں صاحبہ اپنی بہن سے خوش گوار لہجے میں کہی رہیں تھیں، ان کی آنکھوں کے گوشے چمک رہے تھے اور جبڑے خوشی کے مارے سل رہے تھے۔

گھر آ کر جب اسے پتا چلا کہ اس کا خالہ زاد اظہر بمع اپنی والدہ کے ساتھ آیا تھا اور اس کی ماں صاحب نے ہاں بھی کر دی ہے..... تو رات کی سیاہی میں دھڑکتے دل سمیت وہ فہیم سے الجھی تھی۔

"یہ رشتہ طے ہو جائے گا۔"

"نہ ہوگا میرے دل کی دھڑکن..... دیکھنا ہمارے ملن کے لیے کائنات کیسے سازش کرے گی۔" مغلئی طرز کی رات میں لہجہ مانند فروزاں شمع کا سا تھا۔

"یہ بہانے مت گھڑو، سیدھی طرح ماں کو بھیجو۔" داہنی دانت پہ ٹیکتی سردی سنسناہٹ ابھری۔ اس نے منہ ہی بند کر لیا۔

لیکن خیر یہی ہوا کہ فہیم کا منہ بند نہ ہوا۔

"ذرا سا انتظار کرنا..... ماں صاحبہ بیمار ہے اور میرا کاروبار ذرا الجھا ہوا ہے..... بس اگلے ہفتے ہی بھجوا رہا ہوں۔"

"جان جاں امی بدھ کے دن آ رہی ہیں۔"

مگر بدھ نہ آیا اور جب اس کی مہندی کے روز وہ کہہ رہا تھا۔

"امی آ رہی ہیں کل صبح ذرا سا تیار ہونا۔" تب اس نے جانا کیسا بہل جاتا تھا۔

"اب کوئی فائدہ نہیں فہیم، کل بارات ہے۔" فون کے پار شاید آندھی اٹھی تھی۔

"بارات..... تم میری ہو زینی۔"

"کاش کہ ہوتی۔"

"اچھا سنو، بہانے نہیں، پیار کیا ہے تو نبھانا پڑتا ہے۔ کل رات کے ساڑھے گیارہ بجے ہم محبت امر کریں گے۔"

اس نے آگے سے کچھ نہیں سنا، یہاں بات ختم، وہاں فون بند۔ گردن پہ یکایک خوف کا پسینہ بہتا سا محسوس ہوا، دل کی دھڑکن جیسے پیوست ہو کر رہ گئی اور دل دھڑکنا بھول گیا۔ اس کے بھرے پرے دماغ سے جانے کیسے فہیم کا طائر پر لگا کر اڑ گیا تھا۔

حنائی ہاتھوں پہ اظہر کی مہک پھیلی تھی اور حلق میں سوکھا جنگل اگ آیا تھا۔ احتساب کے کٹہرے میں خود کو جب پایا تو معلوم ہوا کہ ملزم بھی وہ خود ہے..... وکیل بھی اور جج بھی۔ پیار زندگی کا انتہائی خوب صورت امر ہے امر اور ماں۔

آنسوؤں کی نمکین جھیل میں غوطہ زنی بتاتی ہے کہ بیوگی کا شال اوڑھ کر سلائی کرتے ہاتھوں کی انگلیوں کا گوشت سوکھ گیا تھا، سانسوں میں پیاز کی گٹھیوں کی بو بسی تھی۔ ژولیدہ حال، حال سے بے حال کیسے رکھتا تھا۔

پھر چھوڑ نا دریچے کے آبگینے پہ عکس در عکس منعکس ہوتے جا رہے تھے..... وہ کیا کریں؟

اور یہ "کیا" کرنا بھی کیسا غیر جانب دارانہ ہے۔ دس بج چکے تھے اور ذہن میں کیسا عجیب گنجلک پڑ گیا اور یہ بات تو چھوڑئیے ہوم منسٹر صاحب کے اکلوتے چشم و چراغ بھی آج کل کافی چکر کاٹ رہے تھے۔ کل ہی تو خالہ بتول کہہ رہی تھیں۔

"غضب اللہ کا مانو یوں لگتا ہے کہ آسمان سے گرا اور کھجور میں اٹکا۔ کس کس کی بیٹے کس کس کے سنائے زمانہ کہتا ہے کہ گھر کی بھاگی سے دنیا بھاگتی ہے مگر کم بخت روزینہ بار ہا دھمکیاں دیتی ہے ماں کو گھر سے بھاگ جانے کی۔" اس نے موبائل چیک کیا۔ پیغامات کا تانتا سا لگ ہوا تھا۔

"زیبی...... جلدی سے سامان سمیٹو......"

"ایک گھنٹہ ہے۔"

"تم کیا کررہی ہو؟"

اس نے سامان سمیٹا...... مگر کیسے...... اگر ایسا ہوتا تو ہماری ہیروئن فہیم کے ساتھ کسی کوارٹر میں رہ رہی ہوتی، مگر اس نے عجیب سا کام کیا صبح کا نیا آیا آنچل اٹھایا صفحات الٹاتے ہوئے اس نے بے دلی سے ایک افسانہ پڑھنا شروع کیا۔

☆

افسانہ "بیوہ"

مجھے پڑھتے ہو کیوں لوگو!

مجھے تم مت پڑھو کیونکہ

اداسی ہوں، الم ہوں، غم زدہ تحریر ہوں میں تو

جسے لکھا گیا رنجیدہ عالم میں

مجھے تم مت سنو لوگو کہ میں تو کرب کے موسم کا نغمہ ہوں!

دکھی بلبل کی آوازوں میں شامل ہیں

کسی ٹوٹے ہوئے دل سے نکلتی آہ ہوں میں تو

کئی روتی ہوئی آنکھوں کا آنسو ہوں

مجھے کیوں دیکھتے ہو تم؟

میں تو پگلی ہوں تماشہ ہوں!

میں لاشہ ہوں!

غموں کو دردکول میں چھپائے پھر رہا ہوں میں

مجھے پڑھتے ہو کیوں لوگو!

کہ مجھ کو اس گھڑی لکھا گیا

جب کاتب تحریر کی آنکھوں میں اشکوں کی روانی تھی

وہ تو خود حیران تھا، غمگین تھا اور دل گرفتہ تھا!

مجھے پڑھتے ہوئے لوگو مجھے پڑھ کر کہیں تم

جتنا غم نہ ہو جاؤ!

مجھے تم مت پڑھو لوگو!

☆

رات کا پہلا پہر ڈھل رہا تھا گھر میں چھپکلی یخ بستہ ہوائیں محو استراحت تھیں زقند بھرتے ابابیلوں کی گھما گھمی معدوم پڑ چکی تھی...... میرے کمرے میں آج پھر سے سردی کا قیام تھا خاموشی سر پہ ہوا اڑنے بیٹھی تھی۔ چارپائی پہ میرے دو بچے سو رہے تھے زرد زرد سی رنگت، نیلے رعشہ زدہ ہونٹ...... وہ میرے پیارے سے بچے تھے جن کی زندگی کا گلاب مرجھا رہا تھا۔

اور میں...... میں آسیہ فراز بھی تو کوئی ہنسی کئی نہ تھی۔ مجھے پتا ہے کہ میرے ہمسائے گرم کمروں میں محو استراحت ہوں گے وہ گرم گرم کمبل اوڑھے ہوئے ہوں گے ان کے کمروں میں ہیٹر لگے ہوں گے۔ کمرے کا پلستر ادھڑا ہوا ہے...... کھڑکیوں کے شیشے ٹوٹ چکے ہیں، میرے دو بچے جو چارپائی پہ لیٹے سو رہے ہیں اس چارپائی کا ایک پایا ٹوٹ چکا ہے اور چند اینٹیں رکھے ہوئے ہیں بچوں پہ ایک گرم چادر پڑی ہے۔

انسان کو اپنی تقدیر کے مطابق ہی ملتا ہے، مگر بات یہ ہے کہ کبھی کبھی تقدیر انسان کو موقع دیتی ہے کہ جو کرے اسی کے عوض ملے گا میرے لیے بھی یہ ساعت منتخب ہوئی اور میں نے محبت کے ابریشم ہوا کے سپرد کردیا جو چاہا نہیں...... کس کو گرے لازی ہے رات کی سیاہی پہ کسی نے صبح کی سفیدی مل دی تھی، مگر نہیں...... یاد تھی وہ، جس سے منسلک تھی ہر وہ خوشی، غم جو میرے ذات میں مقید تھے۔

ہمارے والد محترم اپنے شہر کے مشہور صنعت کار تھے اور کالج میں لیکچرار تھیں، بھیا جان آئی اسپشلسٹ تھے۔ میں پری میڈیکل کے پہلے سال میں پڑھتی تھی اونچا قد، گلابی ہونٹ، شربتی آنکھیں اور گوری رنگت...... ان دنوں میرے والد کے ڈرائیور کا انتخاب ہونے والا تھا...... دراصل ہمارے ڈرائیور کا انتقال ہوگیا تھا۔

میں ٹیرس پہ بیٹھی، کسٹرڈ کے قار موئے رنگنے میں جتی تھی امی کو نجانے کیا سوجھی کہ اوپر چڑھ آئیں۔

"بازار جانا ہے چلو گی؟" میں نے کتاب بند کی۔

"کیوں؟"

"رُدا کی شادی ہے، بڑے بازار کا رخ کروں گی دیکھتے ہیں، شاپنگ کرتے ہیں۔"

"چلیں۔" ہم نے یہاں اورکے کا اشارہ دیا ہی تھا کہ اچانک

ڈرائیور محترم کی یاد آئی۔ میں نے پوچھا کہ کون ہے؟ امی محترمہ نے رک کر ذہن کے نہاں خانوں میں ٹٹولا اور پھر شاید یاد آنے پہ کہا۔

"پتا نہیں کون ہے؟"

میں نے ہونٹ بھینچ لیے ہماری والدہ محترمہ بھی قسم سے ظرافت کی تجوری تھیں۔ رات بھر جب ہم بڑے سے ہال نما کمرے میں اکٹھے ہو جاتے' سبز گول دریچے سے معتبر چاند جھانکتا تو تحریلی ہنسیوں کی پھلجھڑیاں پھوٹتی' والدہ صاحبہ کنارے لگے ساڑھی کا پلو منہ میں داب کر مسکرا دیتی اور ہونٹوں کی مخروطی شکل بنا کر کہتیں۔

"پتا ہے آسیہ یہ جو شوہر ہوتے ہیں نا بڑے ہی دل جلے ہوتے ہیں شام کی متی شفق میں گل رخسار پہ اشعار پیش کرتے ہیں اور مظہر تو......" ساری لڑکیاں کھلکھلائی' مسکرائی' اور معنی خیز مسکراہٹوں کا تبادلہ ہوتا۔

"مظہر میرے چچا زاد تھے۔ اونچا قد سبز آنکھیں' خم دار مونچھیں اور بڑھی شیو میں دائیں گال پہ سرخ سا نشان یوں معلوم ہوتا تھا کہ جیسے آسمان کی پری نے اسے زور سے پکڑ کر بھینچ کر گالوں پہ بوسے دیئے ہوں۔" اور اب اتنی زور کی ہنسی آئی اگر ضبط کرتے تو غافل ہو جاتے...... تین منٹ میں تیار ہو کر ہم گاڑی میں بیٹھ چکے تھے۔ بیٹھتے ہی کائنات کی گردش تھم سی گئی' تھمی تو دھڑکن بجی...... سانس بھی سورج کی تابانی میں حبس کے سارے موتی سمٹ کر جھولی میں گرنے لگے...... خزاں کے موسم میں یارت بہار آئی پیڑوں کی شادابی آنکھیں چندھیانے پہ مجبور کر رہی تھی۔

مگر کیسے یہ شادابی نہ تھی خزاں کے موسم میں فصل گل کا کیا ملن...... دل کی دنیا ٹوٹی اور یہ کہتے پایا۔

"آسیہ کو اپنے ڈرائیور سے پہلی نظر میں ہی محبت ہوگئی۔"

◆......☆......◆

آکاش پہ آج دھنک کے رنگ بھرے تھے' سیلی سیلی ہوائیں من کو شانت کر رہی تھیں' درخت سرتانے کھڑے تھے...... یہ شاید بصارت کی رنگینی تھی ورنہ خزاں کے موسم میں ایسے موسم جاناں کی امید کا ہے کو ہوگی؟ ڈرائیور دھیمے سے گاڑی تارکول بچھے سڑک پہ چلا رہا تھا' لیکن اب وہ ڈرائیور کہاں تھا وہ تو دل کی دنیا تھا۔

احساس دلربائی تھا اور...... آنکھوں کا حسین خواب تھا۔

کالج میں جب میں اپنی سہیلیوں کو یہ حادثاتی سانحہ نہایت فصاحت و بلاغت سے استعاروں سے لبریز کر کے سنا رہی تھی تو فرح نے بے اختیار بیچ میں ٹوک دیا تھا۔

"تم نے اسے بتایا؟" میں نے استفہامیہ نظروں سے دیکھا' بال پوائنٹ منہ میں دبائے ہماری اردو کی نہایت ہی خوابیدہ استانی کی طرح دیکھا اس نے دیکھا۔ "ارے پگلی! محبت کرتی ہوں تو بتانا تو پڑے گا ہی۔"

"مطلب؟" مجھے ابھی بھی کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔

"مطلب...... کہ جب کوئی محبت کرتا ہے تو اپنے محبوب سے اس کا ذکر بھی کرتا ہے تمہارے بس کا روگ نہیں۔"

لیکن یہ کلموہی گاڑی میں بیٹھی دھوپ کے اجلے پہر میں بتا رہی تھی۔

"ہر کسی کی زندگی محبت اپنے رنگ بکھیرتی ہے۔ چکور اپنے لافانی عشق سے باز نہیں آتا۔ اسے پتا ہوتا ہے کہ چاند اس کی دسترس میں نہیں...... مگر پھر بھی وہ اڑان بھرنے سے باز نہیں آتا۔ وہ پل جب کسی کو دیکھ کر یہ لگنے لگے کہ رتیں بدل گئی' گردش کائنات تھم گئی تو لگتا ہے محترم...... کہ ہر راستہ اسی طرف مڑنے لگتا ہے۔" مسکارے سے لدی مژگاں لرز رہی تھی۔

"آپ کہنا کیا چاہ رہی ہیں۔"

"کہہ ہی نہیں سکتی نا۔" گاڑی نے موڑ کاٹا۔

"آپ بتا دیجیے۔"

"ہمیں آپ سے محبت ہوگئی۔" گاڑی کے ٹائر یک دم چرچرائے بریک پہ پاؤں بڑے ہی زور سے لگا۔

◆......☆......◆

"سیلی سیلی ہواؤں میں نمی کا ظہور آیا ہی تھا کہ من اٹھکیلیاں کرنے لگا...... تاجدار سورج تابانی سمیٹے ہوئے تھا اور مغرب سے چاند ابھر کر ہر سو محفل سخن کی روح بن گیا۔

میں فراز کے پہلو میں بیٹھی تھی۔ مطمئن سرشار...... لیکن اس اطمینان کے پیچھے جو تکالیف کارفرما تھیں وہ بڑے ہی پیچیدہ تھے۔

میں نے فراز سے اظہار کر دیا' وہ خاموش ہوا' مگر خاموشی نیم رضامندی ہے۔ میں خاموشی کی ردا اوڑھے اپنی محبت کی رفوگری کرتی اگر جواں کا خط نہ ملتا......!

یہ خاموش دوپہر کا وقت تھا' جب سارے لوگ سستانے کی غرض سے اپنے اپنے آشیانوں میں دبکے تھے اور میں "شام کے بعد" میں کھوئی تھی۔

سنبل کے درخت پہ طائروں کی محفل سخن جم کے جمی تھی۔ چہچہاہٹ' فسوں خیز محسوس کروا دینے والی شاعری اور مستزاد اس پہ

اس کا خط......!

"پیاری آسیہ! آپ کی طرف سے پروین شاکر کا "خوشبو" موصول ہوا اور یقیناً جلانے دل کو تمازت بخشنے کا خوب اہتمام کیا تھا آپ نے اظہار محبت کا انوکھا خیال۔ لیکن تخیل کی رنگینی سے نکلیے اور ذرا سا فضا میں معلق غیر مرئی نقطے سے نظریں ہٹایئے، حقیقت کو قبول کرنے کی کوشش ہی کرلیجیے...... ایک ڈرائیور جواں کی وفات کے بعد ایک ایسے امیر شخص کے ہاں نوکری کرتا ہے، جس کی کڑک آواز ایوان زیریں میں گونجتی ہے...... ان کی صاحبزادی اسی ڈرائیور سے محبت کرنے لگی ہے اور حسن اتفاق سے ڈرائیور محترم بھی اس سے محبت کرنے لگتا ہے، دونوں میں کافی حد تک سمجھداری ہوتی ہے اور دونوں شادی کرلیتے ہیں...... ڈرائیور کو صاحب کی جانب سے بنگلہ گاڑی نوکری مل جاتی ہے۔ دونوں خوشی خوشی زندگی بسر کرنے لگتے ہیں۔ محبت کو سائیڈ ٹیبل پہ رکھ لیجیے اور سوچیے...... یہ ممکن ہے؟ اول...... تو ایسا ہوگا نہیں اور اگر ہو بھی جائے تو نبھانا مشکل امر...... آپ لاڈ و میں پلی ہیں اور میری استطاعت ایک کورے کاغذ کی سی ہے، جہاں اگر آپ کا خود قلم کوئی موتی صفحہ قرطاس پہ بکھیرے گا تو قلم بار بار پھسلے گا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ محبت انتہائی گھٹیا فعل ہے، میں تو آپ کے نہایت رنگین خیال کو ایک ایسے آدرش کے روبرو کرنا چاہتا ہوں، جہاں حقیقت کے ناگ پھنکارتے ہیں، لیکن یہ الگ بات ہے کہ ڈستے کوئی نہیں...... آ آپ حالت حاضرہ پہ نظر ڈالیے اور آنے والے وقت پہ بھی...... کہ وقت ہر کسی کو ایک جیسا نہیں پرکھتا...... میں یہ بھی نہیں کہتا کہ مجھے آپ سے محبت نہیں...... محبت ہے مگر میں چکور نہیں بننا چاہتا کہ چاند ہمیشہ دسترس میں نہیں آتا......!

فقط

فراز!"

اس خط نے مجھے نئی زندگی دی، حوصلہ دیا، میں نے جواباً ایک چھوٹا سا رقعہ بھیجا۔

"پیارے فراز!

شاد ہو تمہاری جانب سے خط کیا زندگی تھی، خوشبو تھی، جس نے میرے دم دم کو مہکایا ہے، میں نے محبت کی ہے آپ سے، محبت آگ کا دریا ہے جس میں تیرا نہیں ڈوب جانا ہوتا ہے، انسان اپنی زندگی میں ہر پل ہر لمحہ محبت کرتا رہتا ہے اور یہ محبت اتنی حاوی ہوجاتی ہے کہ وہ محبت کی دیوی کو پوجنے کو من کرتا ہے۔ میں نے زیادہ فلسفہ بگھار دیا ہے مختصراً میں آپ سے شادی کرنا چاہتی ہوں...... میرا من جواب چاہتا ہے کہ اقرار سے جل کی دنیا......!

تمہاری محض تمہاری

آسیہ"

اس نے بھی مثبت جواب ہی دیا تھا مگر یہاں معاملہ پنڈولم کی طرح تھا...... بیچ میں حائل ہوا میں معلق کہیں......!

میں اپنے چچازاد سے منسوب تھی اور بات یہ ہے کہ ہمارے ہاں گھر سے باہر شادی کا کوئی رواج ہی نہیں تھا مگر محبت کی آگ دھیرے دھیرے دل پگھلا رہی تھی...... اور من پگھلنا کس کو گوارا ہے......؟

ہم نے بذات خود امی صاحبہ سے بات کرنے کی ٹھانی مگر کسی کو کیا پتا تھا کہ محبت کسی زہریلے کیڑے کی مانند ڈس کر ڈستی ہے تو ہر انڈیلتی ہے۔ اس دن گھر سے سیاہ سحاب چھائے ہوئے تھے...... ابو صاحب نوشہرہ گئے تھے، بھیا کسی ملک کے دورے پہ گئے تھے سبز گول دستے پہ محبت گلابی دھند تانے جارہی تھی اور اندر کمرے میں دھڑکتے دل کے ساتھ آسیہ دل سے کہہ رہی تھی۔

"امی! ایک بات کہنی تھی۔" خلیل جبران کی موٹی کتاب نشان لگا کر بند کی۔

"تمہید کاہے کو باندھتی ہو۔"

"تمہید نہیں باندھتی امی! بات کرنی ہے۔" ہاتھوں پہ پسینے کی بوند چمکنے لگی۔

"تو کہو۔"

"امی میں فراز سے شادی کرنا چاہتی ہوں۔" ہاتھ سے خلیل جبران کی کتاب گر گئی اور موٹے گھٹے پہ نظریں جمائے میں خواہشوں کی تکمیل جملہ بن گئی، ہماری طرف کی تجوری ماں نے پھونک کہا۔ "کو ہوتی بھی کیسے؟" جب سارے دلائل اس ایک جملے کی تپش میں بہتے گئے، اب ہمارے دلائل شاید خاموش ہوگئے کیونکہ اسے موقع ہی نہیں ملا...... ہمارے محبت نامے زور پکڑنے لگے۔ شعر پہ شعر گزرتے گئے۔ پھر ابو بھی آگئے، بھیا بھی سیاہ سوٹ میں ملبوس ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتے آگئے۔ چچا کو امی نے انکار کردیا تھا اور ابو سے ان کی سرگوشیاں زور پکڑنے لگیں۔ دسمبر کی منہدم ہوتی یا چادر سورج کی نارنجی روشنیاں آنکھوں کے تمام منازل طے کرتی ہو تھمتی جارہی تھی، شام کی شفقت اور پڑنے کے سنگ مرمر کے فرش پہ پھسلتی جارہی تھی اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ جیسے کسی چینی آرٹسٹ نے اپنی چندھیائیں آنکھوں میں دبیز دھند کی وجہ سے سارے قوس قزح کے فرش پہ پھسل گئے ہوں...... اس دن امی نے مجھے سبز گول دستے پہ اور فرنی دھرے پہ استادہ ہوتے پکارا۔

"آسیہ سنو تمہارے ابو حضور بلا رہے ہیں۔" خفتی شفق پہ

حائل ہوتی تاریکی کمٹتی جارہی تھی۔

"ایسا ہے کہ آسیہ تمہیں ہماری عزت شاید زیادہ عزیز نہیں اور محبت کی کُتنا تو سنو اگلے ہفتے تمہارا نکاح ہے جہیز ہر چیز تمہیں ملے گی گھر بھی مگر سب کواڑ بند ہو چلے ہیں، ہمیں بھول جانا ہم بھول گئے کہ ہماری بھی کوئی بیٹی تھی۔" رات کا پچھلا پہر تھا کہ میری حالت بگڑنے لگی دو سال بعد میں امید سے تھی فراز نے مجھے ہر ممکن سہولت دی ہاں مگر میرا نہ کوئی سسرال ہے اور نہ ہی میکہ...... جب میں موت و زندگی کی جنگ لڑ رہی تھی تب......

(روتے ہوئے آسیہ کے زرد گالوں پہ آنسو کسی درد کی مانند نکل کھڑے ہوئے تھے) فراز کو اس روشنیوں کے شہر میں ہاں یہیں اس کی زندگی کا چراغ گل ہو گیا۔ ٹھنڈے یخ بستہ اسپتال میں دو جڑواں بچوں کو جنم دے کر میں بغیر کمبل کے ٹھٹھرائے جارہی تھی کہ کسی ماں والی نے ایک گرم شال مجھ پہ ڈال دی۔ فراز کا جنازہ محلے والوں نے ادا کیا تھا۔

چند ہفتوں تک آس پڑوس سے کھانا وغیرہ ملتا رہا مگر پھر لوگ بھول گئے......!

آج چار سال بعد......!

میرے دونوں بچے سرکاری اسکول میں پڑھتے ہیں اسکول سے آکر ایک ورکشاپ میں امیر زادوں کی گاڑیاں دھوتے ہیں۔ میں آسیہ۔ جو کہ ملک کے مشہور صنعت کار کی اکلوتی بیٹی ہوں صبح کے وقت چند بنگلوں میں کام کرتی ہوں...... ڈیڑھ بجے ایک اسکول کے آگے آلو کے چپس بیچتی ہوں سوچا تھا کہ کسی اسکول میں معلمی شروع کروں مگر منہ کی کھانی پڑی...... کہیں سے اڑتی خبر آئی تھی کہ بھیا نے روانیہ۔ جو کہ میری سہیلی تھی سے شادی کرلی۔ ابو شاید بوڑھے ہو چکے ہوں گے اور امی شاید ان کے اعصاب پہ قارون کا خزانہ لدا ہو۔

سوچتی ہوں کہ امی کے ہاں جاؤں مگر وہاں تو سب کواڑ بند ہو چکے ہیں مگر وہ امی ہیں جن کی انا میری حالت دیکھتے ٹوٹ جائے گی جیسے میری ٹوٹتی ہے ابو باپ ہیں معاف کر سکتے ہیں سنا ہے باپ کے دل بڑے وسیع سمندر کی مانند ہوتے ہیں جن میں کوئی موج اچھل کر خود کو ظاہر کرنے کی سعی کرتی ہے۔

رات کے اس پہلے پہر میں فراز کے دل پہ لگی گولی اور اس سے بہتے خون کے دریا کو یاد کرتی ہوں تو کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ ضبط کرتی ہوں مگر واللہ ضبط ہوتا ہی نہیں۔

☆

رات کے ساڑھے دس بج گئے تھے۔ ہاتھ میں پکڑا آنچل بھیگتا جارہا تھا...... بے دردی سے آنسو ہتھیلی سے رگڑتے ہوئے اس نے موبائل اٹھایا ان گنت پیغامات...... مضطربانہ لہجے......!

"زیب ساڑھے دس بج چکے ہیں۔"

"زیبی میں گھر کے باہر بائیک پہ منتظر ہوں۔"

"زیبی چلو۔"

"جلدی کرونا۔" اس نے میسج کیا۔

"جان تمنا! صبر کرو آرہی ہوں مگر غضب یہ ہے کہ میرا منگیتر جو میرا شوہر بننے جارہا ہے گھر پہ ہے...... اور ذرا سا صبر......"

منگیتر کا نام آتے ہی لبوں پہ دلبرانہ مسکراہٹ رینگ گئی۔ پلیٹ بھر کے چشموں کے پار سنجیوٹی بوٹی والی آنکھیں کسی کنواری کی طرح جو شب زفاف کو یاد کرتے خود میں سمٹی جاتی ہے شرمانے لگی...... آنکھوں میں محبت کے عکس منعکس تھے اور اس کے نقش ہواؤں کی سرزمین پہ منقش تھے۔

پھر کسی خیال سے چونکی جلدی سے کھڑکی کھولی کھڑکی کے عین سامنے وہ بائیک پہ بیٹھا تھا اسٹریٹ لائٹ کی روشنی سنسان سڑک پہ پھیلی آلکسی سے محو استراحت تھی اس نے ساتھ پڑے شیشے کے گلاس کو اٹھا کر پوری قوت سے اس کی جانب پھینک دیا جو بائیک کے ٹائر پہ لگا اس نے متوحش ہو کر بائیک اسٹارٹ کی اور چند لمحوں میں وہ جگہ خالی تھی۔ اسٹریٹ لائٹ کی مدھم مدھم روشنی اٹھ چکی تھی اور سنجیوٹی بوٹی کی سی آنکھوں والی جس پہ کسی برگزیدہ برگد کا چھتنار سایہ تھا...... مسکرا رہی تھی...... منہ پہ ہاتھ رکھے...... ہنستی جارہی تھی۔

مگر پھر عجیب واقعہ ہوا موبائل بج اٹھا اور "نیو میسج ریسیوڈ" جگمگا رہا تھا۔ دل پسینہ پسینہ ہوا۔

"ہماری استانی سے گزارش ہے کہ ایچ بی ایل بینک کے اس منیجر پہ ذرا سی نگاہ شوق ڈالے تو قسم سے چشمے خود بخود پگھل جائیں گے۔ لونی سا آپ کا مستقبل کا غلام......" استانی صاحبہ پہ حیا کی لالی بکھرنے لگی۔

اسے اپنے شباب کا احساس ہوا...... بند ہوتی آنکھوں پہ نیند کی پریاں خوشنما خواب ٹانک رہی تھی...... لانبی مژگاں اسی بوجھ تلے جھکے تھے......!

"شکر ہے میں نے آنچل کی لاج رکھ لی میں نے "آنچل" تھام رکھا۔"

ہومیو کارنر

ہومیو ڈاکٹر طلعت نظامی

امراض اطفال

(Diseases of Infants)

ننھے بچے اپنی تکلیف کا اظہار کرنے کی صلاحیت سے عاری ہوتے ہیں اس لیے جب انہیں کوئی تکلیف ہوتی ہے تو ان کے چہرے، زبان، پاخانہ، پیشاب وغیرہ کو دیکھ کر ہی تکلیف کا اندازہ لگایا جاتا ہے صحت کی حالت میں بچہ چین سکون اور آرام سے رہتا ہے لیکن مرض کی حالت میں وہ بے چین ہوتا ہے اس لیے اسے بے چینی سے نجات دلانے کے لیے ہر وقت دوا دینے کے بجائے اس کی اور والدہ کی غذا کی اصلاح پر توجہ دینی چاہیے تندرست بچہ غذا کے استعمال کے بعد سو جاتا ہے یا کھیلتا رہتا ہے لیکن جب بچہ دودھ پینے کے بعد بھی روتا رہے اور اس کے منہ کے قریب بل پڑ جائیں یا اس کا پاخانہ بدبودار ہو تو سمجھ لیں کہ اس کے پیٹ میں خلل ہے۔

بچہ کا بخار:

اس بخار کا حملہ گویا بارہ گھنٹہ سے لے کر چھتیس گھنٹوں تک ہوا کرتا ہے۔ اکثر بخار کا حملہ بعد دوپہر یا شام کو ہوا کرتا ہے۔ پہلے سردی لگتی ہے اس کے بعد جلد، جسم، گرم ہو کر خشک ہو جاتی ہے نبض سخت، بھری ہوئی اور تیز چلتی ہے تنفس تیز اور پیشاب تھوڑا اور رنگین اس لیے فوری توجہ کی ضرورت ہوتی ہے اگر بچہ متواتر آہیں بھرتا رہے تو سمجھنا چاہیے کہ کچھ نہ کچھ جسم پر ضرور نکلے گا۔

اسباب مرض:

نمی یا سردی میں رہنا، گرمی یا سردی کا یکایک بڑھ یا گھٹ جانا، بھیگے ہوئے کپڑوں کا پہننا، ناقص یا ناکافی غذا کا کھانا، اندرونی یا بیرونی چوٹ کا آنا۔

ضروری ہدایات:

آرام سے بستر پر چپ چاپ پڑا رہنے دینا چاہیے تھوڑا تھوڑا پانی ابال کر ٹھنڈا کر کے بار بار دینا مفید ہوا کرتا ہے اس سے بچہ کو پسینہ آنے میں مدد ملتی ہے بخار کے دوران دودھ ایک اعلیٰ اور ضروری غذا ہے۔

علاج:

ایکونائٹ خشک اور گرم ہو بخار کی وجہ سرد ہوا کا لگنا یا ٹھنڈک ہو پیاس زیادہ، نبض تیز۔

بیلا ڈونا:

اجتماع خون سر کو، آنکھیں ابھری ہوئیں اور سرخ بچہ نیند میں اچانک چونک پڑے۔

اینٹم کروڈم:

جب بخار بوجہ بدہضمی شروع ہو گیا ہے، بچہ کی زبان پر سفید سی تہہ جمی ہو، بخار رات کے وقت زیادہ دھوپ لگنے سے بخار شروع ہو جائے ساتھ قے بھی آتی ہو۔

سلفر:

اندرونی اعضا میں اجتماع خون کا خطرہ ہو، ایکونائٹ کے بعد اس دوائی کو دینا چاہیے۔

کیمو میلا:

تیز چڑچڑی طبیعت خصوصاً جب بچے دانت نکال رہے ہوں، بچہ ہر وقت روتا رہے ایک رخسار سرخ دوسرا زرد، پیاس زیادہ اس کے علاوہ نکس وامیکا، آرسنکیم علامت کے مطابق دی جا سکتی ہے۔

بچے کا دست (Infantile Diarrhoea)

بچوں کے دست کی وجہ انتڑیوں میں کسی خراش کرنے والی چیز کی موجودگی ہوا کرتی ہے جب ماں کا دودھ کم ہو تو بھی دست آنے شروع ہو جاتے ہیں ایسی حالتوں میں یہ ضروری ہوا کرتا ہے کہ کوئی اور گائے وغیرہ کا دودھ انہیں دیا جائے ایک اچھی صحت کا دودھ پینے والا بچہ چوبیس گھنٹوں

میں تین سے لے کر چھ بار اجابت کرتا ہے جب پاخانہ بغیر بو کے ہو تو کسی خطرہ کا احتمال نہیں کرنا چاہیے لیکن برخلاف اس کے جب بچہ کا پاخانہ پتلا ہو جائے رنگت کسی زرد یا جھاگ دار مادہ اس میں پیدا ہو کر بودار بنادے تو ایسی حالتوں میں مناسب علاج ضرور ہوا کرتا ہے یہ مرض شیر خوار بچوں میں اکثر دیکھنے میں آتا ہے اور ہر سال ہزاروں بچے اس مرض سے مرجاتے ہیں۔

اپکو نائٹ:
جب یکایک بہت مقدار میں دست آنے لگیں ساتھ بخار اور سخت بے چین ہو، منہ خشک پیاس۔

پوڈو فائیلم:
پانی کی طرح زرد رنگ والے اسہال جو کچھ کھانے یا دودھ پینے کے فوراً بعد شروع ہو جائے، بچہ دانتوں کو رگڑنے اور سر اِدھر اُدھر مارے۔

اچی کاک:
سادہ اسہال کی یہ دوائی ہے جب بچہ کو زور لگانا پڑے اور پاخانہ کے ہمراہ خون بھی ہو جب کہ زیادہ کھانے کے باعث دست لگ جائیں موسم گرما کے دست۔

ورائرم ایلبم:
اسہال بکثرت اور پانی کی طرح آتے ہوں، ساتھ قے ہو، نقاہت بہت زیادہ ہو، پیشانی پر ٹھنڈا پسینہ آئے۔

فام سفورس:
اسہال مزمنہ میں دی جائے جبکہ بچہ دبلا پتلا ہو آنکھوں اور جلد جسم کا رنگ زردی مائل ہو، کمزور بہت ہو اور سینہ کے امراض ہوں۔

ضروری ہدایات:
بچہ کو بار بار دودھ نہیں پلانا چاہیے، البومن واٹر (انڈے کی سفیدی کا پانی) تھوڑا مقدار میں دینے سے اسہال بند ہو جاتے ہیں اگر ماں دودھ پلاتی ہے تو ماں کو ثقیل غذا جیسے مٹھائی، اچار، پکوڑوں، امرود، کھیرا، ککڑی سے پرہیز کرنا چاہیے۔

دانت نکلنا (Teeting)
عموماً پیدائش کے پانچ یا چھ ماہ کے بعد بچوں میں دانت ظاہر ہونے شروع ہو جاتے ہیں اگر بیرونی صفائی، کھلی ہوا اور خوراک کا خاطر خواہ انتظام ہو تو دانت نکلنے پر کوئی خاص تکلیف پیدا ہونے کا اندیشہ نہیں ہوا کرتا، اگر بچہ کمزور ہو تو دانت نکلنے پر تکلیف زیادہ ہوتی ہے بعض اوقات اس عرصہ میں دست آنے شروع ہو جاتے ہیں۔ بخار، کھانسی، چڑچڑاپن اور کمزوری بھی پیدا ہو جاتی ہے۔

علاج۔ مرکیورس:
رات کے وقت بخار زیادہ ہو جائے دست سبز رنگ کے خون کی آمیزش والے مروڑ زیادہ پیاس زیادہ اور پسینہ بکثرت، مسوڑھے، سوجے ہوئے ان میں سے رال ہر وقت بہتی رہے۔

برائی اونیا:
منہ، زبان، ہونٹ، خشک، ساتھ بخار، بچہ بے حس و حرکت پڑا رہے خشک کھانسی۔

آرسنیکلیم:
بچہ کی جلد زرد، پیاس زیادہ لیکن تھوڑا تھوڑا پانی ایک وقت پیے دست بدبودار پانی پینے کے فوراً بعد قے کرے۔

کمکریا کارب:
ختازیری مزاج والا بچہ، دودھ ہضم نہ ہو جما ہو دودھ بذریعہ قے خارج ہو پیٹ پھولا ہوا۔

بیاض دل

میمونہ رومان

اقراء جٹ ...... منچن آباد

توں نہ آیوں تیری یاد آکے تیرا وعدہ یاد وفا کر گئی
رہی مسلسل کمی باقی تیری میرا امن تے چین حرام کر گئی
بوہا نیناں دا کھڑا کیا کیس واری مین سمجھایا اثر دعا کر گئی
باہر جاکے بیٹھا ناصر مرے نال مذاق ہوا کر گئی

وقاص عمر ...... حافظ آباد

تمہاری دید ہی میری عید ہے
تم آؤ تو میری عید ہو

ماہ رخ سیال ...... سرگودھا

ڈوب جا عشق خدا میں سب کچھ بھول کر اے انسان
کسی اور نے پائی ہے یہ دنیا کی محبت جو تو پائے گا

مدیحہ کنول سرور ...... چشتیاں

بہاریں اتریں تیرے آنگن میں
ہر سو خوشیوں کی نوید ہو
غم کا سایہ کبھی چھو کر نہ گزرے
تیری ہر صبح مثل روز عید ہو

روبی علی ...... سید والا

گریزاں ہیں آج جو ہماری محبت کی شدتوں سے
کل وہ ہم سے زیادہ ہمارے طلب گار ہوا کرتے تھے

صباء زرگر زکا عزر گر ...... جوڑہ

مجھے ہی نہیں رہا شوق اے محبت ورنہ......!
تیرے شہر کی کھڑکیاں اشارہ اب بھی کرتی ہیں

مہوش ظہور مغل ...... گوپی پور

ہماری نماز جنازہ پڑھائی غیروں نے
مرے تھے جن کے لیے وہ رہے وضو کرتے

عظمیٰ شفیق ...... جڑانوالہ

جلاتا ہے جو رات میں یادوں کے دیپ
شامل میرے جیون میں کیوں وہ تارا نہیں ہوتا

ثانیہ مسکان ...... گوجر خان

محفل زیست میں پھر عید کی آہٹ پاکر
آج کچھ زخم مرے دل کے مہک اٹھے ہیں
گلشن دل میں تمناؤں کے آزردہ تیور
مژدہ عید سے شہ پا کے چہک اٹھے ہیں

ثوبیہ سحر ...... بستی ملوک

نیند آئی نہ رات بھر مجھ کو سحر
خواب بیٹھے رہے قطاروں میں

معدیہ حور عین حوری ...... بنوں کے پی کے

میرے دکھوں کی یاد تازہ کرنے کے لیے
سنا ہے تیرے شہر میں پھر عید آرہی ہے

مشی خان ...... بھیر کنڈ مانسہرہ

تنہا اداس چاند کو سمجھو نہ بے خبر
ہر بات سن رہا ہے مگر بولتا نہیں

تھری اسٹار گروپ ...... بھیر کنڈ

اپنے تو وہ ہوتے ہیں جن کو درد کا ہو احساس
ورنہ حال تو رستوں پر چلنے والے بھی پوچھ لیا کرتے ہیں

نبیلہ ناز ...... جھنگ موڑ الہ آباد

آج تو دل کچھ یوں اداس ہے ناز
جیسے تنہا کشتی کی سمندر میں شام ہو گئی

کرن شہزادی ...... مانسہرہ

وہ کر نہیں رہا تھا میری بات کا یقین
پھر یوں ہوا کہ مر کے دکھانا پڑا مجھے
اک اجنبی سے ہاتھ ملانے کے واسطے
محفل میں سب سے ہاتھ ملانا پڑا مجھے

کبریٰ مہتاب رانا ...... بوسال سکھا

تمہاری تو عید گزرے گی
ناجانے ہم پہ کیا گزرے گی

علیشہ نور ...... بھیر کنڈ

نہ دنیا سے نہ دولت سے نہ گھر آباد کرنے سے
تسلی دل کو ملتی ہے خدا کو یاد کرنے سے

اقراء لیاقت ...... حافظ آباد

الجھنیں میں نے کئی جھک کر بھی سلجھائی ہیں
لوگ سارے تو نہیں قد کے برابر ہوتے
عابدہ مقبول چوہدری.....

ہمارا خون بھی شامل ہے وطن کی آبیاری میں
ہمیں بھی یاد کرلینا چمن میں جب بہار آئے
عنزہ یونس.....حافظ آباد

جنہیں ہم زہر لگتے ہیں
وہ زہر پی کیوں نہیں لیتے
شبنم دل.....خواجگان مانسہرہ

تجھے اس طرح چاہوں کہ آخر تو میرا ہو جائے
پھر زمانے کو تیرے لیے تڑپتا دیکھوں
ناری مغل.....خواجگان مانسہرہ

تیرے عشق کی انتہا چاہتا ہوں
میری سادگی دیکھ کیا چاہتا ہوں
یاسمین کنول.....پسرور

روک لیتی ہیں چلتے راہی کو
کچھ صدائیں عجیب ہوتی ہیں
ہاتھ اٹھتے ہیں لب نہیں ہلتے
کچھ دعائیں عجیب ہوتی ہیں
ارم کمال.....فیصل آباد

کہاں ممکن تھا میں دل سے تیری یادیں مٹا دیتا
بھلا کیسے میں جیتا پھر اگر تجھ کو بھلا دیتا
تیری رسوائی کے ڈر سے لبوں کو سی لیا ورنہ
تیرے شہر منافق کی میں بنیادیں ہلا دیتا
تبسم شہزادی.....فیصل آباد

آنکھوں سے پڑھی جاتی ہے حیا کی کہانی
نقاب ڈال کر کوئی پارسا نہیں ہوتا
کوثر خالد.....جڑانوالہ

مر جائے تو بڑھ جاتی ہے انسان کی قیمت
زندہ رہیں تو جینے کی سزا دیتے ہیں لوگ
پروین افضل شاہین.....بہاولنگر

مجھے حیرت ہے میرے پاس کچھ بھی نہیں بچتا
میں اپنی ذات سے جب بھی تمہیں تفریق کرتا ہوں
حیرا قریشی.....ملتان

کہہ رہی ہے فضا کی خاموشی
ان دنوں تم اداس ہو شاید
راؤ رفاقت علی.....دنیاپور

لگتا ہے آج ہر تعلق مٹ گیا فرہاد
اس نے مجھے دیکھا مگر پہچانا نہیں
ریمارضوان.....کراچی

بس یہی عادت اس کی مجھے اچھی لگتی ہے
اداس کرکے کہتا ہے ناراض تو نہیں ہو؟
سحر حسین.....ڈنگہ

اک نظر مجھے دیکھ کر آزاد کردے محسن
کہ میں آج تک تیری پہلی نگاہ کی قید میں ہوں
دلکش مریم.....چنیوٹ

وہ بولے محبت کا سمندر بہت گہرا ہوتا ہے
ہم نے بھی کہہ دیا ڈوبنے والے سوچا نہیں کرتے
آمنہ رحمان.....رہالی مری

سکون زیست کی راہ میں کھو گئے اکثر
ہنستے ہنستے کئی بار ایسا ہوا ہم رو پڑے اکثر
جن پر تھا بھروسہ ساحل پر لے جائیں گے دعا
وہی ملاح بے وفا ہم کو ڈبو گئے اکثر
گل مینا خان.....مانسہرہ

زندگی کیا ہے تیرے بنا اے دوست
کسی پھول کو اس کی شاخ سے الگ کرکے دیکھ

biazdill@aanchal.com.pk

ڈش مقابلہ

طلعت آغاز

مرچ بھرے ٹماٹر

اشیاء

ٹماٹر (سخت ہوں)	دو عدد
اجینوموتو	ایک چٹکی
مٹر	1/4 کپ ابلے ہوئے
سلاد کی گٹھی	ایک عدد
ہری مرچ	دو عدد (باریک کٹی ہوئی)
نمک	1/4 چمچ
آلو (ابلا ہوا)	ایک عدد
کالی مرچ	1/4 چمچ

ترکیب!

چھری سے ٹماٹروں کا اوپری حصہ تراش کر گودا نکالیں۔ آلو' مٹر' ہری مرچ' نمک' اجینوموتو اور کالی مرچ ہاتھ سے خوب ملائیں اور چمچے سے ٹماٹروں میں بھر دیں۔ ہر ٹماٹر کے اوپر اس کا کٹا ہوا ٹکڑا رکھیں۔ پلیٹ میں سلاد کے پتے کاٹ کر بچھائیں اور ان کے اوپر ٹماٹر رکھ دیں۔ کسی بھی چٹنی کے ساتھ پیش کریں۔ اب اس کو ڈائننگ ٹیبل پر رکھیں۔ صرف خود کھائیں محنت خود جو کی ہے اور ہمیں دعائیں دیں۔

(مبا عیشل ...... بھاگووال)

مزے دار دہی بڑے

اشیاء:

ماش کی دال	ڈیڑھ پیالی (دھلی ہوئی)
ادرک (پسی ہوئی)	ایک چائے کا چمچ
ہری مرچ (کٹی ہوئی)	ایک چائے کا چمچ
ہرا دھنیا (باریک کٹا ہوا)	چائے کا ایک چمچ
نمک	حسب ذائقہ
زیرہ	تھوڑا سا
دہی	آدھا کلو
آلو	دو عدد (ابلے ہوئے)

ترکیب:

دال کو چار سے چھ گھنٹے تک بھگو کر رکھیں پھر اسے پیس لیں۔ اتنا کہ بالکل باریک اور پتلی نہ ہو۔ پانی کم مقدار میں استعمال کریں۔ باریک کٹی ہوئی ادرک' سبز مرچ' نمک اور زیرہ ملا لیں۔ تیل کو کڑاہی میں گرم کریں اور پکوڑیاں دھیمی آنچ پر مناسب سائز میں تل لیں۔ ٹھنڈے پانی میں تھوڑی دیر بھگو کر ہلکا سا دبا کر نچوڑ لیں۔ اس طرح کہ پکوڑیاں ٹوٹنے نہ پائیں۔ دہی کو اچھی طرح پھینٹ لیں اور اس میں نمک' کالی مرچ' زیرہ (توے پر بھون لیں) اور پیس لیں۔ آلو باریک کٹا ہوا' پودینہ' سبز دھنیا' ادرک اور ہری مرچ شامل کر کے پکوڑیاں بھی ڈال دیں۔ مزے دار دہی بڑے تیار ہیں۔

(حنا اشرف......کوٹ ادو)

افغانی کباب

اجزا:

گوشت	ایک کلو
کالی مرچ پاؤڈر	دو ٹی اسپون
کچری پاؤڈر	آدھا ٹی اسپون
ادرک' لہسن پیسٹ	ایک ٹی اسپون
پیاز پیسٹ	ایک کپ
ہری مرچیں	تین یا چار عدد
چربی	دو کپ
نمک	حسب ذائقہ
ٹماٹر	آدھا کلو
گھی	چار ٹی اسپون

ترکیب:

گوشت کو اچھی طرح صاف کر کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر لیں۔ نمک' کالی مرچ' کچری پاؤڈر' ادرک لہسن پیسٹ' ہری مرچیں' چربی ملا کر گوشت میں اچھی طرح مکس کر دیں اور پھر گوشت کو گرائنڈ کر لیں۔ ہر ٹماٹر کے آٹھ ٹکڑے کر لیں پھر سیخیں لیں اور قیمہ کے کیچر کے گول کباب سیخوں پر لگائیں۔ کبابوں کے درمیان میں ٹماٹر کا ٹکڑا لگاتے جائیں۔ اسے کوئلے پر اچھی طرح سینک لیں۔ لیجیے افغانی کباب تیار ہو گئے۔ پودینے کی چٹنی اور

سلاد کے ساتھ سرو کریں۔ اگر ساتھ میں پراٹھا بھی ہو تو مزا آجائے گا۔

(طلعت نظامی.....کراچی)

مینگو آئس کریم

اشیاء:۔

آم	ایک کلو
کیسٹر شوگر	ایک کپ
کریم	دو کپ

ترکیب:۔

آم کے چھلکے اتار لیں اور گٹھلی نکال دیں۔ اب ان آموں کو فوڈ پروسیسر میں ڈال کر بلینڈر کریں۔ اس گودے کو ایک برتن میں نکال کر اس میں شوگر ڈال کر اتنا پھینٹیں کہ سخت سی ہو جائے۔ اب کریم کو آم کے آمیزے میں ڈال دیں۔ ایک ٹرے میں یہ مرکب ڈال کر ڈیڑھ گھنٹے کے لئے فریز کر دیں پھر اسے باہر نکال کر دوسرے برتن میں ڈال کر اچھی طرح پھینٹ لیں پھر ٹرے میں ڈال کر دوبارہ ڈھک کر جما لیں۔ اب گریس پروف پیپر سے ڈھک کر کم از کم آٹھ گھنٹوں کے لئے آئس کریم کو فریزر میں جما لیں۔

کھانے سے پندرہ منٹ قبل فریزر سے نکال کر ریفریجریٹر میں رکھ لیں۔ مزے دار آئس کریم تیار ہے۔ کھائیں اور ہمیں یاد رکھیں۔ او کے

(ارم صابرہ.....تلہ گنگ)

ثابت فرائی مچھلی

اشیاء:۔

مچھلی	ایک کلو
کالی مرچ	پسی ہوئی ایک ٹیبل اسپون
گھی (تلنے کیلئے)	حسب ضرورت
نمک	حسب ذائقہ

ترکیب:۔

مچھلی کو پیٹ سے آلائش وغیرہ نکلوا کر ثابت ہی بنوا لیں۔ پھر پیٹ کا اندرونی حصہ خوب اچھی طرح دھو لیں۔ کھلے منہ کی دیگچی میں ڈیڑھ لیٹر پانی ڈال کر چولہے پر چڑھا دیں۔ نمک پانی میں ڈال دیں جب پانی پکنے لگے تو مچھلی اس میں ڈال دیں۔ ایک ابال آنے پر مچھلی نکال لیں۔ پلیٹ میں رکھ کر تیز چھری کے ساتھ احتیاط سے مچھلی کا کانٹا پورا نکال لیں۔ یاد رہے مچھلی ٹوٹنے نہ پائے۔ کڑاہی میں گھی گرم کریں۔ اس میں مچھلی کو فرائی کریں اور الٹتی پلٹتی رہیں۔ دونوں طرف سے مچھلی بادامی ہو جائے تو کالی مرچ چھڑک کر گرم گرم پیش کریں۔

(پروین افضل شاہین' بہاولنگر)

کیری کا شربت

کیری کا شربت بہت ہی مزیدار اور فائدے مند ہوتا ہے۔ لو سے بچنے کے لئے روزانہ ایک گلاس کیری کا شربت ضرور پئیں۔

کیری	ایک پاؤ
چینی	ایک کپ
یلو کلر	چٹکی بھر
مینگو ایسنس	2 سے 3 قطرے

ترکیب:۔

کیریوں کو اُبال لیں۔ اُبالنے کے بعد چھلکے اتار کر پین ہلکی آنچ پر رکھ کر کیریوں کا گودا ڈالیں اور ایک کپ چینی ڈال کر ہلکا سا پکائیے۔ پکانے کے دوران ہی چٹکی بھر یلو کلر اور آدھا کپ پانی میں ڈال کر مینگو ایسنس کے چند قطرے ڈال کر مزید 5 منٹ پکائے۔ آئس کیوبز ٹرے میں محفوظ کر لیں اور جب پینا چاہیں تو کچھ آئس کیوبز سرونگ گلاس میں ڈال کر تھوڑا سا پانی ڈال کر حل کر کے پی لیں۔

(اریبہ منہاج.....ملیر کراچی)

کیری کی ہری چٹنی

اشیاء:۔

کیری	دو عدد
ہرا دھنیا	آدھی گٹھی
پودینہ	آدھی گٹھی
نمک	حسب ضرورت
ہری مرچ	تین عدد
لہسن	تین جوئے
سفید زیرا	ایک چمچہ

ترکیب:۔

ساری اشیاء کو ایک ساتھ گرائینڈر میں گرائنڈ کریں۔ ڈش آؤٹ کرتے وقت نمک ڈالیں۔

(سدرہ شاہین...... پیرووال)

"سعودی کباب"

اشیاء:۔

بون لیس چکن	ایک پاؤ
لہسن پسا ہوا	ایک کھانے کا چمچ
آلو ابلا ہوا	ایک عدد
گرم مسالہ پاؤڈر	ایک چائے کا چمچ
چاٹ مسالہ	ایک چائے کا چمچ
کٹی لال مرچ	ایک چائے کا چمچ
کالی مرچ پاؤڈر	ایک چائے کا چمچ
رائی پاؤڈر	ایک چائے کا چمچ
نمک	حسب ذائقہ
سویاں (چورا کر کے)	ایک کپ
انڈے	دو عدد
کوکنگ آئل	حسب ضرورت

ترکیب:۔

چکن کو لہسن اور نمک ڈال کر دس منٹ تک ابالیں اور اس کے ریشے کر دیں' آلو اور چکن کو مسالوں میں اچھی طرح شامل کر کے انڈے کی شکل کے کباب بنالیں' ان کبابوں کو پھینٹے ہوئے انڈے میں ڈبونے کے بعد ان پر سویوں کا چورا لگا کر ڈیپ فرائی کر لیں' سلاد کے علاوہ نوڈلز کی گارنشنگ کریں تو بہت اچھے لگیں گے۔

(نوشین اقبال...... گاؤں بدر مرجان)

چکن چاؤمن

اجزاء:۔

مرغی بغیر ہڈی کے	آدھا کلو (چھوٹے ٹکڑے کر لیں)
سویا ساس	کھانے کے تین چمچ
کارن فلور	چائے کا ایک چمچ
ہری پیاز کے پتے	ایک گٹھی باریک کٹی ہوئی
پیاز باریک کٹی ہوئی	ایک ڈلی
بند گوبھی	ایک پھول (باریک لمبائی میں کٹی ہوئی)
تیل	کھانے کے چار چمچ
چکن کیوبز	دو عدد
سفید سرکہ	کھانے کے تین چمچ
چکن کیوب	ایک عدد
میدہ	کھانے کا آدھا چمچ
نمک	حسب ذائقہ
چینی	چائے کا ایک چمچ
سفید مرچ' پسی ہوئی	چائے کا ایک چمچ
نوڈلز	ایک پیکٹ
تل کا تیل	چند قطرے

ترکیب:۔

سب سے پہلے مرغی میں کھانے کا ایک چمچ سرکہ' کھانے کا ایک چمچ سویا ساس' نمک اور کارن فلور ملا کر آدھے گھنٹے کے لیے رکھ دیں۔ ایک بڑی دیگچی میں خوب ڈھیر سارا پانی گرم کریں جب پانی کھولنے لگے تو نوڈلز ڈال دیں۔ ساتھ ہی ایک چمچ تیل ڈال دیں۔ جب ایک کنی رہ جائے تو چھلنی سے چھان لیں اور فوراً ہی ٹھنڈے پانی سے نتھار لیں' پھر چائے کا ایک چمچ تیل ملا دیں تاکہ نوڈلز چپک نہ جائیں۔ اب ایک بڑی کڑاہی میں تیل گرم کریں۔ پیاز ڈال کر ہلکی گلابی کر لیں۔ ادرک' لہسن ڈال کر ہلکا سا بھون کر چکن ڈال دیں۔ جب پانی خشک ہو جائے تو سبزیاں اور چکن کیوبز ڈال دیں پھر سویا ساس' سرکہ' نمک' کالی' سفید مرچ' میدہ اور چینی ڈال کر پانچ منٹ تک بھون لیں پھر نوڈلز ڈال کر مکس کریں۔ اور ہری پیاز کے پتے ڈال کر ۴۵ منٹ فرائی کریں پھر تل کا تیل ڈال کر گرم گرم کھانے کے لیے پیش کریں۔

(ہالہ و عائشہ سلیم...... اورنگی کراچی)

پھلی گوشت

اشیاء:

گوشت	آدھا کلو
پھلیاں	آدھا کلو
ٹماٹر	تین عدد
پیاز	دو عدد
لہسن، ادرک پیسٹ	دو چائے کے چمچے
نمک	حسب ذائقہ
ہری مرچیں (چوپ کر لیں)	تین عدد
ہرا دھنیا (چوپ کر لیں)	ایک کپ

کٹی لال مرچ	ایک کھانے کا چمچہ
ہلدی پاؤڈر	آدھا چائے کا چمچہ
ثابت ہری مرچیں	دو عدد
ثابت دھنیا (کٹا ہوا)	ایک چائے کا چمچہ

ترکیب:

پھلی کو دو انچ کے ٹکڑوں میں کاٹ لیں۔ پیاز کاٹ کر گرم آئل میں ہلکی سی فرائی کرلیں، گوشت ادرک لہسن پیسٹ، نمک، کٹی لال مرچ، ٹماٹر اور ہری مرچیں چوپ کی ہوئی ڈال کر بھونیں، پانی ڈال کر گوشت گلا لیں۔ اب پھلیاں ڈال کر ہلکی آنچ پر پکائیں، پھلیاں گل جائیں تو بھون لیں۔ کٹا ہوا زیرہ، دھنیا، ہرا دھنیا، ثابت ہری مرچیں ڈالیں۔ تھوڑی دیر دَم پر رکھ کر سرونگ پلیٹ میں نکال کر رائتے تافتان کے ساتھ سرو کریں۔

(نزہت جبین ضیاء......کراچی)

مٹن کڑاہی

اجزاء:۔

مٹن	ڈیڑھ کلو
ٹماٹر	آدھا کلو
کٹی لال مرچ	ایک کھانے کا چمچ
کٹی کالی مرچ	ایک کھانے کا چمچ
لہسن ادرک کا پانی	تین سے چار چمچ
ہلدی	ایک چائے کا چمچ
گرم مسالا پاؤڈر	آدھا چائے کا چمچ
دہی	دو سے تین کھانے کے چمچ
ہرا دھنیا	تین کھانے کے چمچ
ہری مرچیں	دو سے تین عدد
ادرک	ایک ٹکڑا
لیموں کا رس	تین سے چار کھانے کے چمچ
گھی	فرائی کے لیے

ترکیب:۔

مٹن کڑاہی بنانے کے لیے گھی میں بکرے کا گوشت فرائی کریں کہ ہلکا براؤن ہو جائے۔ اب دوسری پتیلی میں ٹماٹر گرم کریں۔ پھر اس میں بکرے کا گوشت، کٹی لال مرچ، کٹی کالی مرچ لہسن ادرک کا پانی ہلدی، گرم مسالا پاؤڈر اور دہی شامل کرکے اچھی طرح بھونیں۔ اب اس میں لیموں کا رس، ہرا دھنیا، ہری مرچ اور ادرک ڈال کر گارنش کریں۔ مزے دار مٹن کڑاہی تیار ہے۔

(رخسانہ اقبال......خوشاب)

ایزی فروٹ جیلی ٹرائفل

اجزا:

پلین کیک	ایک عدد
جیلی	ایک ڈبہ
آم، کیلا، خوبانی	موسمی دستیاب فروٹ
کارن فلاور	چار سے پانچ چمچ
چینی	پانچ سے چھ چمچ
دودھ	ایک لیٹر (کسٹرڈ بنانے کے لیے)
بادام، پستہ اور کاجو	گارنشنگ کے لیے
فینسی رول بسکٹ	حسب منشا

ترکیب:

سب سے پہلے من پسند جیلی فلیور بنایئے اور جیلی کو ہلکا سا ٹھنڈا کرکے اس میں سادہ کیک کے پیسز کاٹ کر جیلی میں ڈپ کرکے فریز کرلیجیے۔ پین میں دودھ ابالیے اور اس میں چینی، الائچی کارن فلاور کو ساتھ ملا کر نارمل سا کسٹرڈ بنا لیجیے (خیال رہے ٹرائفل کے لیے کسٹرڈ بہت موٹا نہ ہو) کسٹرڈ کے ٹھنڈا ہونے تک حسب منشا اپنے فروٹ کو چھوٹے چھوٹے کیوبز میں کاٹ لیجیے۔ اب ایک بڑا باؤل یا چوکور ڈیزائن کا باؤل لیجیے اور اس میں سب سے پہلے جیلی کوٹنگ کیک کے پیسز طریقے سے رکھتے جائیں اور ایک تہہ لگا کے اس پر کسٹرڈ کا محلول چمچ سے پورا کردیں اور باقی آدھا کسٹرڈ رکھ لیں۔ اب اس کسٹرڈ کی تہہ پر کٹا ہوا فروٹ ڈالیے اور باقی کا کسٹرڈ ڈال دیجیے۔ سب سے آخر میں باریک کٹا ہوا تمام ڈرائی فروٹ، اوپر سے گارنش کردیجیے اور اس کے اوپر ڈیزائن کی صورت میں فینسی بسکٹس کی ڈیکوریٹ کر دیجیے۔ 30 سے 45 منٹ فریز کریں اور مزیدار (ایزی فروٹ جیلی ٹرائفل) انجوائے کیجیے۔

(کشمالہ سمیر خان، صوبہ سرحد)

بیوٹی گائیڈ

روبینہ احمد

زلفیں...... قابل رشک بھی قابل توجہ بھی

خواتین کے حسن کے حوالے سے ہمیشہ اُن کی زلفوں کا تذکرہ لازم وملزوم سمجھا جاتا ہے۔ گھنی' چمک دار اور خوب صورت زلفیں ہمیشہ ہی سے حسن میں ایک بے مثال اضافہ سمجھی جاتی ہیں۔ زلفیں چاہے تراشیدہ ہوں یا لمبی چوٹی کی صورت میں ہوں' دونوں ہی حالت میں اسی وقت اچھی لگتی ہیں جب ان پر مناسب اور مکمل توجہ دی جائے اور ان کی صحت کا خیال رکھا جائے۔

تیل: بالوں کے لئے تیل لازمی شے ہے' ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ آپ فیشن کے خیال سے اپنے بالوں میں تیل نہ لگائیں اور یہ سوچیں کہ آپ کے بال خوب صورت نظر آئیں۔ بالوں کا حُسن تیل کا محتاج ہوتا ہے اگر آپ کو تیل لگے بال اچھے نہیں لگتے تو اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ آپ رات کو تیل لگا کر سو جائیں اور صبح سر دھولیں۔ اس طرح آپ کے بالوں کو تیل کی خوبیاں بھی مل جائیں گی اور آپ کا فیشن کرنا بھی متاثر نہیں ہوگا۔

تیل کی اقسام: آپ اپنے بالوں میں زیتون' سرسوں' ناریل میں سے کوئی ایک تیل منتخب کرکے لگا سکتی ہیں۔ عام طور پر زیتون کا تیل خشک بالوں' ناریل کا تیل نارمل بالوں اور سرسوں کا تیل چکنے بالوں کے لئے مفید ہوتا ہے۔

مساج: بالوں میں تیل لگا کر انگلیوں کے سرے سے سر کا اچھی طرح مساج کریں۔ یہ مساج ہلکے ہاتھوں سے کریں' کنپٹیوں پر' سر کے درمیانی حصے اور پیچھے کی طرف مرحلہ وار مساج کریں۔ کنپٹیوں کی اوپری جانب سے بال اگنے کا عمل شروع ہوتا ہے اس لئے یہاں کا مساج بہت ضروری ہے۔

تیل لگانے کا دورانیہ: کچھ خواتین بالوں میں حد سے زیادہ تیل لگالیتی ہیں جو ان کے کپڑوں اور تکیہ وغیرہ میں لگ جاتا ہے۔ کبھی بھی اتنا تیل نہ لگائیں کیوں کہ آپ کے سر کی جگہ یعنی جلد ایک خاص حد تک ہی تیل جذب کرتی ہے۔ تیل لگانے کا دورانیہ زیادہ سے زیادہ دو گھنٹے سے لے کر رات بھر تک لگائیں۔ اس سے زیادہ دیر تک تیل کبھی نہ لگائیں کیوں کہ اتنی دیر تک تیل لگانے سے بالوں کی جلد تک آکسیجن نہیں پہنچ پاتی ہے جس سے بال ٹوٹنا اور گرنا شروع ہوجاتے ہیں۔ ہاں بے شک روزانہ تیل لگائیں مگر دو گھنٹے یا زیادہ سے زیادہ رات کو لگائیں اور صبح سر دھولیں ورنہ بالوں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔

کنگھی کرنا: بالوں میں کنگھی کرنا بہت اچھا ہے اس سے سر کا دوران خون تیز ہوتا ہے۔ بالوں میں دن بھر میں تین' چار دفعہ کنگھی ضرور کریں۔ کنگھی لکڑی کی ہو تو بہت اچھا ہے۔ ٹوٹے دانتوں والی کنگھی کبھی استعمال نہ کریں اور گیلے بالوں میں کبھی کنگھی نہ کریں اس سے بال بہت زیادہ ٹوٹتے ہیں اور بالوں کی جڑیں کم زور ہونے لگتی ہیں۔ کنگھی کرنا بالوں کے لئے بہترین ورزش ہے اس لئے کنگھی کرنے کو اپنی عادت بنائیں۔ بعض خواتین دن بھر کے کاموں میں اتنی الجھ جاتی ہیں کہ انہیں کنگھی کرنا ہی یاد نہیں رہتا ہے۔ یہ بہت غلط بات ہے ایسی صورت حال میں ان کے بال بالکل خشک' روکھے' کم زور اور بدرونق ہوجائیں گے اس لئے خود کو اتنا وقت ضرور دیں کم از کم کنگھی ضرور کریں۔ اگر بال الجھے ہوئے ہوں کبھی بھی جارحانہ انداز میں زور زور سے کنگھی نہ کیا کریں اس سے بال کم زور ہوجائیں گے اور ٹوٹنے لگیں گے۔ احتیاط سے تیل ڈال کر بال سلجھائیں اور ہلکے ہاتھوں سے کنگھا کریں۔

جیل' موس اور ہیئر کلر: آج کل فیشن ہے کہ بالوں کی خوب صورتی اور چمک دمک کے لئے بازار میں جیل' موس اور ہیئر کلر دستیاب ہیں جن سے بالوں کو سیٹ کیا جاتا ہے اور انہیں مختلف نئے رنگ اور نئے انداز بھی دیئے جاتے ہیں۔ آپ ان چیزوں کے استعمال میں بہت احتیاط برتیں۔ یہ ہیئر اسپرے' جیل اور موس اگر اچھی کمپنی کے نہ ہوں یا اگر آپ کے سر کی جلد اور بالوں سے مناسبت نہ

رکھتے ہوں تو آپ کی زلفوں کو ناقابل بیان نقصان پہنچ سکتا ہے۔ بہت سی خواتین ان چیزوں کی بدولت اپنے خوب صورت بالوں سے محروم ہوچکی ہیں اس لئے یہ چیزیں استعمال کریں تو ان کا برانڈ اور معیار ضرور چیک کریں یا ایسی چیزیں استعمال کریں جو پہلے ہی بہت زیادہ آزمودہ اور بے ضرر ہوں اور آپ کے بالوں کے حساب سے مناسب ہوں۔

بالوں کا حُسن: ذیل میں آپ کے بالوں کے حُسن میں اضافے اور ان سے متعلق مسائل کے حل کے چند آزمودہ گھریلو نسخے درج ہیں جو یقیناً آپ کے لئے مفید اور کارآمد ہوں گے۔

سر کی خشکی دور کرنے کے لئے: دہی میں تھوڑا سا خالص سرسوں کا تیل ملا کر سر دھونے سے آدھا گھنٹہ پہلے سر میں لگائیں۔ آدھے گھنٹے کے بعد سر دھولیں۔ یہ عمل ہفتے میں ایک بار ضرور کریں۔ بال گھنے اور چمک دار ہوجائیں گے اور خشکی بھی ختم ہوجائے گی۔

بال لمبے اور نرم کرنے کے لئے: ایک انڈے کی زردی میں دو چمچے سرسوں کا تیل ملالیں اور خوب پھینٹ لیں اس کے بعد بالوں کی جڑوں میں اچھی طرح انگلیوں کی پوروں کی مدد سے لگائیں۔ یہ عمل سر دھونے سے تین گھنٹے پہلے کریں۔ آپ کے بال لمبے اور مضبوط ہوجائیں گے۔

بالوں کو گھنا بنانے کی ترکیب: تازہ ناریل کا کچا پانی احتیاط سے کسی بوتل میں محفوظ کرلیں اور روزانہ بالوں میں صبح سو کر اٹھنے کے بعد آہستہ آہستہ لگائیں۔ بال چند دنوں میں گرنا بند ہوجائیں گے اور لمبے، گھنے اور مضبوط ہوجائیں گے۔

بالوں کو سیاہ کرنا: اگر آپ کے بال سفید ہو رہے ہوں تو سیکاکائی، آملہ اور بالچھڑ لے کر (پنساری کی دکان سے مل جائے گا) کوٹ لیں اور رات کو کسی لوہے کے برتن میں بھگودیں۔ صبح ان چیزوں کو پیس کر پندرہ منٹ تک بالوں میں لگائیں اور پھر سر دھولیں۔ چالیس دن تک متواتر یہ عمل کرنے سے سفید بال سیاہ ہوجائیں گے۔

بالوں کو لمبا اور گھنا کرنے کے لئے: سرسوں کی کھلی کو پانی میں بھگودیں جب پھول کر نرم ہوجائے تو اس سے سر دھوئیں۔ بال لمبے اور گھنے ہوجائیں گے۔

بالوں کو بڑھانے کا طریقہ: بیری کے پتے سل پر باریک پیس کر چٹنی کی طرح پیس لیں پھر سر دھونے سے ایک گھنٹہ قبل اسے بالوں میں لگا کر چھوڑ دیں، ایک گھنٹہ بعد سر دھولیں۔ چالیس دنوں میں بال لمبے، گھنے اور چمک دار ہوجائیں گے۔

بالوں کے حُسن کے لئے: اُڑد کی دال کالے چھلکوں والی کو پیس کر رکھ لیں۔ روزانہ رات کو مٹھی بھر دال کسی برتن میں بھگودیں، صبح اسی دال سے سر دھوئیں۔ چالیس دنوں میں بال خوب صورت اور چمک دار ہوں گے۔

بالوں کی چمک کے لئے: بالوں میں چمک پیدا کرنے کے لئے پاؤ بھر مسور کی دال میں ایک دیسی انڈا ملا کر سائے میں خشک کرلیں پھر اسے باریک پیس لیں اور محفوظ کرلیں۔ سر دھوتے وقت تھوڑی سی مقدار میں نکال کر استعمال کریں۔ بالوں میں چمک آجائے گی۔

بالوں کو لمبا اور گھنا کرنے کی ترکیب: ناریل کے تیل میں برگد کے درخت کی جڑیں تھوڑی سی مقدار میں باریک کاٹ کر ڈالیں۔ پندرہ دن تک تیل کو روزانہ دھوپ لگائیں اور جڑیں تیل میں رہنے دیں۔ پندرہ دن بعد اس تیل کو استعمال کریں بالوں کو لمبا اور گھنا کرنے کے لئے اکسیر کا درجہ رکھتا ہے۔

بالوں کا جادو: اگر آپ بہت کم وقت اور نہایت آسانی سے اپنے بالوں کو لمبا اور گھنا کرکے ان میں جادو جگانا چاہتی ہیں تو گھیکوار کے گودے کو زیتون کے تیل میں ملا کر روزانہ رات کو سر میں لگائیں اور صبح کو سر دھولیں، بہت جلد آپ کے بال لمبے اور گھنے ہوجائیں گے۔

(مسز سمیہ عثمان ...... کراچی)

ایمان وقار

حق وباطل

جمعۃ المبارک کا دن ۲ ہجری اور ۱۷ رمضان تھا
حق و باطل کا پہلا معرکہ اور بدر کا میدان تھا
کافر نکلے گھر سے اور پانی کے چشمے کی طرف پڑاؤ ڈالا
اپنا ساز و سامان اور جنگ حرب بھی نکالا
مسلم آئے اور ریت پر چشمہ زن ہوئے
کرکے خدا کی عبادت پھر ہی وہ سوئے
حضورﷺ نے خدا کے حضور ابر رحمت کی دعا فرمائی
خدا نے دعا قبول کرکے رحمت کی بارش برسائی
ہوگیا کفار کے پڑاؤ میں کیچڑ اب
پھسل پھسل کے گرتے پڑتے تھے سب
معرکہ ہوا شروع تو سب سے پہلے عتبہ شیبہ اور ولید آئے
ننگی تلواروں کے ساتھ خاندانی غرور بھی لائے
نکلے مقابلے میں انصار تو بولے سارے
آؤ ہمارے مقابلے میں قریش یہ نہیں لائق ہمارے
سن کے کافروں کی للکار نکلے حضرت حمزہؓ، حضرت عبیداللہؓ اور حضرت علیؓ
کرکے ختم اپنے حریفوں کو لشکر میں واپس آئے ہی
امیر امت اپنے حریف سے لڑتے تھوڑے زخمی ہوئے تھے
پر حضرت علیؓ کرکے کام تمام ان کے حریف کا پھر ہی موڑے تھے
جب پلڑا بھاری مسلمان کا ہوا
تبھی عام جنگ کا اعلان ہوا
سورج آنکھوں میں پڑنے سے کفار کی آنکھ چندھیائی
اس لیے مسلمانوں کی ٹھیک تعداد نہ ان کو معلوم ہو پائی
اتنے میں نو عمر معاذؓ اور معوذؓ آنکلے ادھر
دیکھ کر حضرت عبدالرحمٰنؓ کو بولے "چچا ابو جہل ہے کدھر"
پھر حضرت عبدالرحمٰنؓ نے پوچھا "ابوجہل کیوں ہے تمہارا شکار"
بولے سنا ہے وہ دیتا ہے حضور پاکﷺ کو گالیاں بے شمار
اتنے میں ابوجہل ادھر آنکلا تو بولے وہ ہے دشمن اسلام
حضرت معاذؓ اور معوذؓ نے آگے بڑھ کے کردیا اس کا کام تمام
حق و باطل کے معرکے میں مسلمانوں کو فتح ہوئی
۷۰ گرفتار اور ۷۰ ہی قاتلوں کی کافروں کی تعداد ہوئی
پڑھے لکھے قیدیوں کو دس دس بچوں کو پڑھانے پر رہائی ملی
اس حسن سلوک سے اسلام کو بہت پذیرائی ملی
مسلمانوں کے اس معرکے میں ہوئے تھے 14 شہید
اگر آج بھی غزوہ بدر سا پیدا ہم میں ایمان ہو
تو ساری قوموں سے اونچی اب بھی مسلمان کی شان ہو
توفیق دے خدا مغل کو کہ خادم اسلام میں شامل اس کا بھی نام ہو
تقدیر میں ایک بار حضورﷺ کے روضہ پر حاضر ہوکر عرض کرنا سلام ہو

مہوش ظہور مغل ..... گوپی پور

پیاری بہن شمع ناز کے نام

اے شہر خموشاں کی واسی ..... !

کب روپ سنہرا دکھاؤ گی
کب میرے خواب میں آؤ گی
میرے دل کی بستی ویران ہے تم بن
کب جھلک اپنی دکھلاؤ گی
میری ماہ جبیں میری ہم نشین
تم مجھ سے دور سہی
میری آنکھیں تیرا رستہ تکتی ہیں
نیر بہاتی رہتی ہیں
کب درد دل مٹاؤ گی کب آکر آنکھوں میں سماؤ گی
ہاتھوں میں اپنے ہاتھ تھے ہم ساتھی بہت پرانے تھے
یوں ہاتھوں سے تیرا ہاتھ چھوٹا کہ دل یہ صبر کرنا بھول گیا
تم راہ میں میری آؤ ناں میری روح میں اتر جاؤ ناں
کب رستہ بھول کے آؤ گی
کب درد دل مٹاؤ گی
اک دھوپ کنارے پل دو پل
کہیں شام ڈھلے کاش کے
ٹھہر جاؤ کہیں پل دو پل آؤ پیار سے اپنا امر کریں
تم سو گئیں اپنے بچھے دیس میں مجھے چھوڑ گئیں پردیس میں
ان بنجاروں کی بستی میں
دل میرا گھبراتا ہے تم کو پھر بلاتا ہے
کب روپ سنہرا دکھاؤ گی
کب میرے خواب میں آؤ گی

شگفتہ اصغر علی...... کراچی

عید آئی ہے

عید آئی ہے خوشیوں کی برسات لائی ہے
کہیں چوڑیوں کی چھنک کہیں حنا کی خوشبو لائی ہے
بھیگ جانے دو خوشی کی سرشاری میں کہ عید آئی ہے
دل نادان خوشیاں منانے دو آج عید آئی ہے
خوشیاں منا رہے ہیں کہیں پوشاکیں زیب تن کر کے لوگ
کہیں مزدوروں کے بچوں کو آج بھی رلانے آئی ہے
لائی ہے کسی کی آنکھوں میں سکھوں کی چمک
اور کسی کی آنکھوں کے کاجل آج بھی بھگونے آئی ہے
کہیں روٹھے ہوئے برسوں کے آج ملے ہوں گے
اور کہیں وہی بغض و کدورت کی دھند چھائی ہے
ہوجاؤ تیار انیلا جہاں والوں کا شور گونجا ہے
کہہ رہے ہیں وہ سال بعد عید آئی ہے

انیلا طالب..... گوجرانوالہ

غزل

تمہاری یاد کا سر پہ یہ آنچل کیوں نہیں رہتا
بہت ہی دیر تک آنکھوں میں بادل کیوں نہیں رہتا
میں ہنستی ہوں تو میری آنکھ سے آنسو چھلکتے ہیں
میری آنکھوں کی جھیلوں میں یہ کاجل کیوں نہیں رہتا
میرے ویران کوچے میں ٹھہرتا ہی نہیں لیکن
وہ میرے پاس بھی آ کر مسلسل کیوں نہیں رہتا
وہ میری زندگانی کا اثاثہ بن گیا پھر بھی
وہ میری زندگانی میں مکمل کیوں نہیں رہتا
بہت دن سے میں تمثیلہ اسی کو یاد کرتی ہوں
میری ویران گلیوں میں وہ پاگل کیوں نہیں رہتا

تمثیلہ لطیف..... لاہور

اے چاند

اے چاند......
ہزاروں لوگوں کے پیغام سہتا ہے تو
ہزاروں دلوں کی دھڑکن ملاتا ہے تو
ایک میری بھی گزارش ہے
سن لے تو عنایت ہے
ایک پیغام دے یاد وقاص کا

کہنا کے لوٹ آؤ
عید آنے والی ہے
کوئی اس طرح کرتا ہے
پیار میں یوں رسوا کرتا ہے
کہنا کہ لوٹ آؤ التجا ہے
کہ تجھے دیکھے بنا......
آج بھی کوئی عید نہیں کرتا

وقاص عمر..... حافظ آباد

فرمائش عید کی

اے میرے ہم سفر تم سے التجا انجم ہے
خوشیاں اگر ملتی ہیں تو مجھ کو بے شمار لے کر دے
بازو خالی ہیں چکوال سے چوڑی رنگ دار لے کر دے
عید آرہی ہے مجھ کو پھولوں کے ہار لے کر دے
انگوٹھی اوکاڑہ کی اور نتھنی نواب شاہ کی
اک جوڑا لال مجھ کو جاپانی کامدار لے کر دے
گھڑی ہو گجرات کی، کنگن ہوں کراچی کے
دوپٹہ رنگ برنگی مجھ کو ایک بار لے کر دے
سرخی ہو سعودیہ کی، لاکٹ ہو لورالائی کا
لندن کا بنا ہوا ہیروں کا ہار لے کر دے
رومال راولپنڈی کا، سینڈل ہو سنگاپور کا
میک اپ امریکا کا مجھ کو میرے یار لے کر دے
کلپ ہو کشمیر کے، ٹیکہ ہو کوئٹہ کا
بالوں میں لگانے کا تیل خوشبو دار لے کر دے
پرس پشاور کا، مہندی میاں والی کی
ہیل نگینوں والی مجھ کو دلدار لے کر دے
پرفیوم پیرس کا، موبائل ہو لندن کا
چاند نظر آ گیا عید کا میرے سرتاج کچھ تو لے کر دے
ہمراہ تیرے رہنے کو اے جان انجم انجم
اک چھوٹا سا گھر کراچی میں میرے وفادار لے کر دے

انجم انجم اعوان..... کراچی

یادیں

خوشیاں عید کی آئی ہیں
کتنی یادیں دامن
میں سمیٹ لائی ہیں

میری سکھیاں اب بھی
چاندرات میں
ہاتھوں پر پل کے مہندی
لگائی ہوگی
چنری ساتوں رنگوں کی اوڑھ
کے
ہنستی ہوں گی کھلکھلاتی ہوں گی
میری پلکوں کی نمی
ہوا ان کو پہنچاتی ہوگی
پل دو پل کو وہ مجھے سوچتی ہوگی
عید کی صبح اے ہوا
میرا سندیس میرے دیس لے جانا
میرے اپنوں کو عید کا
سلام پہنچا دینا

شہلا گلا سحر صالح......

لظم

محبت تم نہیں ہوتا؟
میرے جیون کی راہوں میں
میری خوشیوں کی باہنوں میں
محبت تم نہیں ہوتا؟
میرے ویران رستوں میں
میری بے رنگ دنیا میں
میری بے خواب آنکھوں میں
محبت تم نہیں ہوتا؟
میری ہستی کے پہلو میں
میری سانسوں کی سرگم میں
محبت تم نہیں ہوتا؟
میرے اس دل کی دھڑکن میں
میرے جیون کے لمحوں میں
محبت تم نہیں ہوتا؟
محبت تم نہیں ہوتا؟

سباس گل..... رحیم یار خان

غزل

اب کوئی بہن ہے نہ بھائی ہے
میں ہوں بس اور میری تنہائی ہے
وہ تو کہتی تھی سدا ساتھ نبھاؤں گی تیرا
کیسے کہہ دوں کہ میری بہن بڑی ہرجائی ہے
کوئی دنیا میں نہیں آتا ہے رہنے کے لیے
ان کی یادوں نے مہک چار سو پھیلائی ہے
ان کے لہجے کی کھنک اور وہ محبت کی ہنسی
ہر طرف پھیل گئی اور ہر طرف چھائی ہے
تو تو یادوں میں میری رہتی ہے خوشبو کی طرح
تجھ کو نہ بھولنے کی میں نے قسم کھائی ہے
وہ فرشتہ نہ تھی پر تھی وہ فرشتوں جیسی
میری بہنا نے تو جنت میں جگہ پائی ہے
زندگی کیا ہے لمحوں کی یہ کہانی ہے
جانے والی نے مجھے بات یہ سمجھائی ہے
وہ تو خوشبو تھی فضاؤں میں بکھری ہے غزل
اس کی یادوں نے میری زندگی مہکائی ہے

سلمٰی غزل..... کراچی

کیسے سجائیں اپنی عید

لوگ کہتے ہیں
عید آ رہی ہے
اپنوں سے ملنے کی نوید آ رہی ہے
خوشیوں کے رنگ لیے
چوڑیوں کی کھنک لیے
جھلمل جوڑوں کی جگمگاہٹ بھی ہے
دلوں میں امنگ اور ترنگ بھی ہے
کہ روزے داروں کا یہ انعام عید
رب کے پیاروں کا ہے یہ انعام عید
میں نے مانا آ رہی ہے عید
میں جانا عید آ رہی ہے
اپنوں سے ملنے کی نوید لیے
مگر جن کے اپنے بچھڑ گئے
جن کے سپنے بکھر گئے
خوشیاں غم کی رِدا اوڑھے ہیں
چوڑیاں ٹوٹ گئیں
رنگ جوڑوں کا اڑ گیا

دل میں اداسیاں ہیں ویرانیاں ہیں
ترنگ نہیں زندگی میں اُمنگ نہیں زندگی میں
مجھے......
کوئی بتائے کیسے وہ منائیں عید
کیسے وہ سجائیں عید؟

عروسہ شہوار رفیع......کالا گوجراں، جہلم

آزمائش

آزمائش شرط ہے آزماؤ تو سہی
پورا اتروں گا آزمائش میں کچھ کہو تو سہی
ٹھنڈی آہیں بھرتی ہو ہر دم کچھ کہو تو سہی
کھل کر اشک اپنی آنکھوں سے بہاؤ تو سہی
زخم اتنے دیئے ہیں زندگانی نے مجھے
زخموں پر میرے بھی مرہم لگاؤ تو سہی
اتنی اداس اتنی تنہا کیوں ہو جاناں
کبھی مجھے دیکھ کر مسکراؤ تو سہی
ہر ستم ہنس کر سہہ لوں گا اے جان فری
اپنی محبت کا یقین کبھی دلاؤ تو سہی

فریدہ فری......لاہور

نظم

مرے کچھ بکھرے سے خیال تھے
کچھ تلخ مرے تجربات تھے
پھر یوں ہوا......
مرے تجربوں نے مجھے سکھا دیا کہ
جو جس قدر قریب ہو
وہ دھندلا ہی نظر آتا ہے
جو جس قدر دور ہو
اُجلا سا نکھرا نکھرا سا
معلوم ہوتا ہے
تم سے کیا مرا رشتہ ہے
مرے دل کے اتنا
قریب ہو کہ
کہیں بھی ہو
مرے ساتھ ہو
مرے پاس ہو
اور......
نظروں سے اتنا دور
کہ کچھ بھی اور
بجھائی نہ دے

ربیعہ شریف......جلالپور

تُو ہی تُو

بکھراں خیالوں کے
جب سمندروں پر شب
دھیرے سے اترتی ہے
یاد کی بھی شمعیں
آپ جلنے لگتی ہیں
میں ساحلوں کی اور
چپکے چپکے بڑھتی ہوں
ننگے پاؤں ساحل کے
پانیوں پر چلتی ہوں
ایسا لگتا ہے، مجھ کو
جیسے گھل رہی ہوں میں
نیند کی مسافت ہے
جس پر چل رہی ہوں میں
نیند گہری ہونے تک
پہلے پاؤں گھلتے ہیں
پھر نمک کے جیسے
دھیرے دھیرے سب اعضاء
پانیوں میں ڈھلتے ہیں
بہہ کہاں میں جاتی ہوں
کچھ خبر نہیں رہتی
چہار سو جدھر دیکھوں
ہر طرف ایک تُو ہی تُو
ہے خیال کی صورت
بیتے خواب کی صورت

خولہ عرفان......کراچی

زوجہ محترمہ کے نام

اب تو لگتی ہیں بہاریں بھی خزاں تیرے بغیر
وہ مزہ اب زندگی میں ہے کہاں تیرے بغیر

خون کے آنسو رلائے گیلی کو ہر گھڑی
تیری اس دائم جدائی کا سماں تیرے بغیر
لے گئی ہو چھین کر ساری رونقیں
زندگی اب بن گئی ہے امتحان تیرے بغیر
گھر کی ہر ایک چیز سے ہے یاد وابستہ تری
اب یہ سب یادیں ہیں غم کی ترجمان تیرے بغیر
تیرے ہونٹوں کی حلاوت تھی تری ہر بات میں
پھیکی پھیکی سی لگے ہر داستاں تیرے بغیر
کس قدر خوشیوں بھرا تھا کاروان زندگی
اب تو بے منزل ہے جیون کا رواں تیرے بغیر
زندگی تو بسر کرنا ہے باحکم خدا
لیکن اجڑا سا لگے سارا جہاں تیرے بغیر
تُو قمر کی زندگی تھی تُو قمر کی جان تھی
زندگی کیسے گزاریں جان جاں تیرے بغیر

ریاض حسین قمر...... منگلا ڈیم

نظم

اس بار بھی
عید پر
تکتی رہی
آنکھیں میری
راہیں تیری
تم نے نہ آنا تھا
سو......
نہ آئے

ایس گوہر...... ٹانڈلیانوالہ

ستارۂ آنچل

میں ڈھونڈتی رہتی تھی جہاں میں کوئی اپنا سا
کوئی ایسا جو مجھے تنہائی میں بھی تنہا نہ کرے
جو پیار بن کے میری دھڑکنوں کے پاس رہے
جو بات بات پر مجھ سے خفا نہ ہو
جس سے بچھڑنے کا مجھ کو کوئی شبہ نہ ہو
ایک ایسا دوست، جو مجھ سے خوشی کی بات کرے
میری تمنا میری خواہش کا احترام کرے
جس کی باتوں میں محبت کی چاشنی رچی ہو
جس کے لفظوں میں زندگی کی حقیقت سی ہو
میں نے ایسے دوست کو بارہا تلاش کیا
ذکر اپنی تنہائی کا بھابی سے کئی بار کیا
پھر بڑی صفائی سے امی سے چھپا کر آنچل
بھابی نے میرے ہاتھوں میں تھمایا آنچل
کیا تنہائی کا علاج چھپا ہے اس میں
سنو......
خوشیوں کا حسین راز چھپا ہے اس میں
عقل حیران تھی کیا خاص چھپا ہے اس میں
کیا روح کے زخم کا علاج چھپا ہے اس میں
پھر میں نے پڑھی اس میں کچھ غور و فکر کی باتیں
کہیں لکھی تھیں کچھ عقل و ہنر کی باتیں
کہیں پر پائیں پھولوں کی
رنگ کی باتیں
کہیں بکھری تھیں خنداں کی
سنگ کی باتیں......
اس سنگت میں میری تنہائی مہکتی تھی
اسے پڑھ کر میں بھی بے وجہ چہکتی تھی
میری خاموشی کی آواز بن گیا آنچل
اک ان چھوا سا احساس بن گیا آنچل
اَحم کے بہتے اشکوں کو خود میں جذب کر کے
نئی خوشیوں کا آغاز بن گیا آنچل
دعا کرتی ہوں رہے ساتھ پیارا آنچل
رہے فلک پر چمکتا ستارۂ آنچل

احم زہرہ...... ملتان

نظم

اب تو کوئی بھی ایسی خواہش نہیں
جس سے دنیا ملے
اس پار جانے کو دنیا ملے
دنیا والوں سے کہنا مبارک تمہیں
نیا آنگن نئی فصلیں نئی چوٹیاں
نئے موسم کے پھل پھول اور بوٹیاں
باقی جو بھی بچا وہ ہمارا ہوا
ہم نے مانا کہ ہم کو خسارہ ہوا

سب سے پھر بھی یہ کہنا
کہ اچھا ہوا
اک پنچھی کو نہ رستہ ملا
اک درد تھا برسوں سے وہ ختم ہوا
چندا چوہدری..... حویلیاں ڈوگیٹ

غزل

چھوڑ دیا خوابوں میں رہنا
کچھ بھی نہیں اب تم سے کہنا
ہجر و فراق مقدر میرا
رہ نہیں سکتی پھر بھی رہنا
پہن کے اس کو لٹ جاؤں گی
واپس لے لو پیار کا گہنا
دکھ جو آنکھ میں ٹھہر گیا ہے
قطرہ قطرہ ہے اسے بہنا
طوق جدائی والا میں نے
کیوں میں نے آخر کو پہنا
خانم غیر سے کیوں میں کہوں گی
رب سے مجھے ہر غم ہے کہنا
فریدہ خانم..... لاہور

ماں

ایسا ہوا ہے اکثر
میرے ساتھ بار بار
جب میں ہوئی ہوں تنہا
اور روئی ہوں زار زار
پیاری ماں کا سایہ اور مہربان ہاتھ
دھرے تھے میرے نزدیک
آ کے ٹھہر گیا ہے
اور مسکرا کے مجھ کو
پھر حوصلہ دیا ہے
اور مجھ سے یہ کہا ہے
ہمت سے کاٹنی ہے تم کو یہ زندگانی
پونچھو یہ اپنے آنسو
ہنستی رہا کرو تم
شاعرہ: شگفتہ شفیق

انتخاب..... شازیہ اختر شازی..... نور پور

انتظار

اِس دل کی خواہش
ہجر کی تمازتیں
کر گئی فنا میری زندگی کی رونقیں
مانگا سکون جب بھی
مل گئی مجھے درد کی صحبتیں
اے خدا اذیتیں نہ لکھ میرے نصیب میں
کم نہیں جو بھی ہیں عداوتیں
اے حاکم عرش بریں
التجا ہے
انتظار کر ختم میرا
مجھے زندگی کی نوید دے
کوثر ناز..... حیدر آباد

تم جو چاہو تو.....

تم جو چاہو تو میرے دل کو قرار آ جائے
تم جو چاہو تو اس آنگن میں بہار آ جائے
تم جو چاہو تو میری آنکھ کبھی نم نہ ہو
تم جو چاہو تو، تو میرے رخ پر نکھار آ جائے
تم میرے ساتھ راہِ عشق پر چل کے دیکھو
تم بھی کچھ دیر تو اس آگ میں جل کے دیکھو
تم جو چاہو تو تپ عشق بھی راحت ہو جائے
تم جو چاہو تو ذرا مجھ پر عنایت ہو جائے
ہاں اگر چاہوں میں کچھ مانگنا رب سے اپنے
تو یہی مانگوں تجھے مجھ سے محبت ہو جائے
تم جو چاہو تو میں تقدیر سے کہہ ڈالوں
میری ہر سانس تیرے نام ہو جائے
عائشہ پرویز..... کراچی

غزل

کوئی ڈوبا درد میں تارا ہے
اور روتا جگ یہ سارا ہے
تم شہر خموشاں میں سوئے ہو
ویران سا دل یہ ہمارا ہے
جب درد حد سے بڑھنے لگا

میرے دل نے تمہیں پکارا ہے
دل میں میٹھی سی کسک اٹھی
تُو نے یاد کیا یہ اشارہ ہے
کچھ پل زندگی میں ایسے آئے
ہم نے خود کو ہی ہارا ہے
راج تم جو ہم سے روٹھ گئے
دل دھڑکن سے پھر ہارا ہے

سید عبادت راج...... ڈیرہ اسماعیل خان

نذرِ کشمیر

سر بریدہ جابجا پیکر ملے
اور لہو میں تر ہزاروں سر ملے
جب بھی دیکھا وادیٔ کشمیر کو
خون میں ڈوبے ہوئے منظر ملے
سامراجی لوگ دیکھے عیش میں
آگ میں غرباء کے جلتے گھر ملے
بیٹیوں کی آبرو پامال تھی
اور کئی ماں باپ چشم تر ملے
دلہنوں کے لب پر تھی آہ و فغاں
نوجواں زخمی کئی شوہر ملے

برکت راہی...... ڈگری

باتیں دل کی

ابھی تو دل کو دھڑکنا تھا
ابھی تو خوش ہونا تھا
ابھی تو موسم بہار کو
اپنے پہلو میں بٹھا کر
خوشبوؤں کا ورد کرنا تھا
ابھی درد سے انجان راہوں پر
برستی بارش کے ساز میں
اپنی پائل کا گیت سنانا تھا
ابھی تو میرے وجود نے سجنا تھا
سنورنا تھا
چوڑیوں سے
لالی سے
جھمکوں سے
ٹیکے سے صندل پیشانی کو سجنا تھا
مجھ کو سولہ سنگھار کرنا تھا
میں کچھ بھی نہ کر پائی
میں ہار گئی
راہ میں جدائی کی دیوار آ گئی
جس میں نہ کھڑکی ہے نہ راستہ
بس تنہائی کا ہے آسرا
تنہائی ہنستی ہے میری باتوں پر
اور میں
گھنٹوں اس میں ساجن کا عکس تلاشتی ہوں

سمیہ عثمان...... کراچی

غزل

تنہا اپنی ذات سے یاری رکھتا ہوں
میں اپنے حالات سے یاری رکھتا ہوں
مستقبل کے خواب سہانے کیا رکھنے
آنکھوں کے صدمات سے یاری رکھتا ہوں
تم کو روشن خواب مبارک ہوں جاناں
میں تو کالی رات سے یاری رکھتا ہے
کچا آنگن اور دریچے کچے ہیں
پھر بھی میں برسات سے یاری رکھتا ہوں
مجھ کو تیرے تحفے اچھے لگتے ہیں
تیری ہر سوغات سے یاری رکھتا ہوں
سب سے چھوٹی ذات ہماری ہے راشد
میں اپنی اوقات سے یاری رکھتا ہوں

راشد ترین...... مظفر گڑھ

biazdill@aanchal.com.pk

دوست کا پیغام آئے

ہما احمد

روشنی کے نام

پیاری روشنی! السلام علیکم! ایڈوانس میں عید مبارک۔ امید ہے تم خیریت سے ہوگی' سوری یار میں تمہیں بلا نہیں سکی (اپنی منگنی پر) کیونکہ میرے اختیار میں کچھ نہیں تھا اس لیے پلیز تم مجھ سے ناراض مت ہونا کیونکہ تم میری پیاری اور کیوٹ سی سسٹر اور دوست ہو۔ اپنے ماں باپ کے بعد دنیا میں دو ہی بندوں سے جنون کی حد تک مجھے پیار ہے ایک تم اور ایک بے وفا آپی صدف ویسے مستقبل میں کیا پتا کسی اور سے ہو جائے لیکن ابھی تک فی الحال تم دونوں سے ہے۔ اس لیے پلیز مجھ سے ناراض مت ہونا' نئے موبائل کی بہت بہت مبارک ہو' اللہ تعالیٰ تمہیں ہر خوشی دے اور تمہاری ساری خواہشات کو پورا کرے' آمین۔ ویسے بہت بہت شکریہ کہ تم میرے لیے خصوصی دعا کرتی ہو' ویسے میری جان تم فکر نہ کرو اپنی شادی پر ضرور بلاؤں گی (ان شاء اللہ)۔ دعا کیا کرو نا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنا گھر دے' پھر تم میرے پاس ہی رہنا ویسے میاؤں بلے کو بھی موبائل کی مبارک دینا' او کے اپنے تمام گلے شکوے دور کرنا اور کالج ضرور آنا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ تھرڈ ائیر میں تمہارے اور عائشہ کے اچھے مارکس آئیں اور اللہ تعالیٰ تمہیں ڈھیر ساری خوشیاں عطا فرمائے اور تمہیں صحت و تندرستی والی لمبی عمر عطا فرمائے اور تمہارا نصیب اچھا کرے' آمین ثم آمین۔

اجالا...... دوکھوا

آنچل فرینڈز کے نام

آداب تسلیمات! ڈیئر آنچل فرینڈز آج بہت دنوں بعد آپ سے ہمکلام ہو رہی ہوں' وجہ زندگی کی بے شمار الجھنیں اور روزمرہ کے نشیب و فراز جس میں الجھ کر آپ سب سے گفت و شنید کا موقع نہیں ملا مگر خدا گواہ ہے کہ میں نے آپ لوگوں کو بہت زیادہ مس کیا۔ آپ سب کی محبت و چاہت سے بھرپور مراسلے میری توانائی بڑھاتے رہے' آنچل کی ہر نشست میں اپنے نام خوب صورت سندیسے پڑھ کے دل اتنا خوش ہوا کہ بتا نہیں سکتی۔ آپ سب کی چاہت و خلوص کا بہت شکریہ۔ میری زیست میں آپ لوگوں کی بہت اہمیت ہے' میرے مراسلوں کو آپ نے دل میں جگہ دی اور میرے جذبے کو سراہا' میں مشکور و ممنون ہوں۔ مجھے آئندہ بھی آپ لوگوں کی اس حوصلہ افزائی کی ضرورت رہے گی' امید واثق ہے آپ لوگ کھلے دل سے میرا ساتھ دیں گے' ان شاء اللہ۔ ڈیئر آنٹی کوثر خالد' آپ کا طرز گفتگو بہت پسند آیا۔ جی بالکل میں حافظ آباد کی باسی ہوں' آپ کی نند بھی یہیں رہتی ہیں تو آئیے نہ کبھی ہم سے ملنے بھی؟ ڈیئر حسینا آپ اور آپ کی دوستوں نے جس طرح میرا حوصلہ بڑھایا بتا نہیں سکتی۔ بس اتنا کہوں گی کہ آپ ہی دراصل وہ لوگ ہیں جو ہمارا حوصلہ ہمت اور طاقت ہیں۔ مہر آپ بیلہ سے ہیں' بہت اچھی بات ہے اگر آپ کہیں دور بھی رہائش پذیر ہوتیں تو بھی آپ کے خلوص کی قدر کرتی۔ آپ کی دوستی کا ہاتھ تھام لیا ہے بہت شکریہ' فریدہ جاوید فری بہت شکریہ میرے نام لکھنے کا۔ یقین مانو تمہارا لفظ لفظ محبت سے لبریز تھا' تو دل میں کیسے نہ اترتا؟ صدا خوش رہو اور آئندہ بھی یونہی لکھتی رہنا۔ نورین مسکان آپ کی محبت کا شکریہ خوش رہیں۔ انیلا طالب آپ گوجرانوالہ سے ہیں آپ کی دوستی تو ضرور قبول کروں گی' میری عزیز از جان میم سمعیہ ضیاء گوجرانوالہ کی

باسی ہیں سو بے فکر ہو جائیں۔ آپ اور میں آج سے اچھی دوست صائمہ سکندر سومرو۔ جی آپ کو راہوں میں بیٹھنے کی ضرورت نہیں ہے ہم جی جان سے حاضر ہیں۔ کشمیری لڑکی کہاں ہو بھئی تم نے میرے جذبے کی اتنی تعریف کی مگر پیاری دوست نام بھی نہیں بتایا آخر اس درجہ اختصار کیوں مگر بہر حال خوش رہیں۔ شبنم کنول' حافظ آباد سے ہو۔ میرے پیارے سٹی سے سو تمہاری دوستی سے انکار ممکن ہی نہیں۔ ارم کمال آپ بہت اچھی ہیں' پروین افضل شاہین کیسی ہیں آپ؟ میم سمعیہ کیسی ہیں آپ؟ بہت مصروف رہتی ہیں یعنی پرانے لوگوں کے لیے ٹائم ہی نہیں ہے؟ بہت دل تھا میرا چھٹیوں میں تو کم از کم روز بات ہو مگر' یہ نہ تھی ہماری قسمت کے مصداق کچھ ممکن نہیں ہو سکا بہر حال خوش رہا کریں اور زیادہ خود پہ بوجھ نہیں ڈالا کریں۔ اپنی فکروں کو آزاد چھوڑ دیں کیا پتا ایک دن یونہی بے دھیانی میں آپ کی فکر گھومتی چکراتی مجھ سے آن ملے۔ اقراء' رمشہ' عاصمہ نسیم' عاصمہ عاش' کرن شبیر' آمنہ ارشد' مصباح شبیر' ماریہ اسلم' علیزے ارشد کیسی ہو؟ جہاں رہو خوش رہو' آپ سب کو اللہ اپنے حفظ و امان میں رکھے' آمین۔ اگر کوئی نام رہ گیا ہو تو معذرت میں آپ کی سہیلی ہوں اور آپ کے لیے دعا گو ہوں۔

عنزہ یونس..... حافظ آباد

آنچل فرینڈز کے نام

پیاری انیلا طالب یار کیسی ہو' میرا نام صائمہ شمائل نہیں صائمہ مشتاق ہے آپ نے میرے نام پیغام لکھا اچھا لگا۔ پروین افضل شاہین یاد کرنے کا شکریہ' آنٹی کوثر خالد کیسی ہیں؟ اب آپ کی طبیعت کیسی ہے' نورین مسکان سرور یار کیسے روزے گزر رہے ہیں' نیلم شہزادی کوثر مومن' دوستی کرو گی۔ طیبہ رانا تم سے ملاقات اچھی لگی باقی میری طرف سے سب کو عید مبارک۔

صائمہ مشتاق..... سرگودھا

شام میں اتری شام

ملک شام..... آج شام کا ہی منظر پیش کر رہا ہے' شام کے سائے گہرے ہو رہے ہیں اور رات آنچل اوڑھنے کو ہے اور اسی تاریکی کا خدشہ ہے جیسے اماوس کی رات' جس میں نہ کچھ دکھائی دیتا ہے اور نہ ہی کچھ سجھائی اور یہ ابھی شام کی تاریکی ہی تو ہے کہ بھائی بھائی کی پہچان ہی ختم ہو گئی ہے۔ بھائی بھائی کا گوشت نوچ رہا ہے لہو چوس رہا ہے گویا بھائی بھائی کو کھا رہا ہے یہ جنگ یہ فرقہ واریت کی جنگ سب کچھ ختم کر رہی ہے گویا بھائی بھائی کا احساس بھی۔

آج جو آگ میرے سینے میں جل رہی ہے غبار میرے سینے میں ہے اگر اسے لفظوں کی زباں دے کر صفحہ قرطاس پر نہ نکالا تو مجھے محسوس ہوتا ہے کہ یہ آگ میرا سینہ جلا دے گی۔ آج ہمارا ضمیر بے فکری کی چادر اوڑھ کر سو رہا ہے۔ ہم سب کچھ فراموش کیے خواب خرگوش کے مزے لوٹ رہے ہیں۔ فلسطین ہو یا کشمیر برما ہو یا بغداد پھر شام سب ہی ہمارے بھائیوں کے دیس ہیں ہمارے لیے سب ایک جیسے ہیں جب مسلمان مسلمان کا بھائی ہے تو پھر کیوں ایک بھائی پر ظلم ہو رہا ہے اور دوسرا خاموش ہے۔ آج جب ہمارے بھائیوں (مسلمانوں) کی بات ہوتی ہے تو کیوں ہمارے لبوں پر قفل پڑ جاتے ہیں' لفظ گونگے اور ہم بہرے ہو جاتے ہیں اور یوں پوز کرتے ہیں جیسے کچھ سنا ہی نہیں' دل ایسے پتھر ہو جاتے ہیں کہ کسی بات کا اثر ہی نہیں ہوتا۔ ہر بات نارمل کیوں لگنے لگتی ہے' خون کے آنسو کیوں نہیں روتا' آنکھوں سے اشکوں کے چشمے کیوں نہیں پھوٹتے۔ شام میں طول

پکڑتی خانہ جنگی فرقہ واریت کو ہوا دے رہی ہے' آئے دن قتل عام ہورہے ہیں' سڑکوں پر خون بہایا جارہا ہے (خدارا بچو فرقہ واریت سے) جو فرقہ واریت آج شام میں قتل وغارت کا سبب بن رہی ہے وہ ہم تک بھی ایسی ہی شدت اختیار کرسکتی ہے۔ سپر پاور امریکہ آج اپنا اسلحہ بیچنے کی غرض سے بھائی بھائی (مسلمانوں) کو آپس میں لڑا رہا ہے' آخر کب سمجھ آئے گی کہ کافر کبھی بھی مسلمان کا دوست نہیں ہوسکتا' ہم کب یہ باتیں سمجھیں گے۔ عراق' ایران' روس' امریکہ کیوں شامیوں کے بیچ صلح نہیں کروارہے' مسلمان مسلمان کا دشمن کیوں ہورہا ہے۔ آج خانہ جنگی کی بدولت ہزاروں لوگ بے گھر ہورہے ہیں' لاکھوں جان سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں اور افسوس صد افسوس کے اس کی وجہ مسلمانوں کی آپس کی لڑائی (خانہ جنگی) ہے۔ میں یہ بات انتہائی وثوق سے کہہ سکتی ہوں کہ اگر تمام مسلم انٹینس متحد ہوجائیں تو پھر کوئی بھی ہمیں نقصان نہیں پہنچاسکتا۔ ہم دنیا کی سب سے بڑی طاقت بن جائیں (بشرطیکہ فرقہ واریت سے بچا جائے)۔ آج بے گھر شامیوں کو کھانے کے لیے انگریزوں کا منہ دیکھنا پڑتا ہے' کیا ہم مرگئے ہیں ان کی کفالت کے لیے جب بھی ان کی طرف امریکہ (عیسائیوں) کی طرف سے امداد پہنچتی ہوگی تو یقیناً وہ سوچتے ہوں گے آخر کہاں ہیں ان کے مسلمان بھائی (انہیں عیسائیوں کے سہارے پر چھوڑ کر) ہمارے ہاں آئے روز کسی بے کار بات پر دھرنا ہوتا ہے کیا دھرنے پر رقوم خرچ کرنے سے بہتر نہیں ہے کہ اپنے بھائیوں کی مدد کی جائے ان کے حق میں آواز اٹھائی جائے۔ گٹر کے ڈھکن سے لے کر جائے والے کا ماڈل بننے کی خبر کو خوب اچھالا جاتا ہے لیکن مجال ہے جو ہمارے میڈیا نے کبھی اس (شام کے معاملے) کو یوں اچھالا ہو۔ میڈیا اس کے لیے کام کرنا در کنار بات کرنا بھی گوارہ نہیں کرتا اگر کرتا بھی ہے تو شاذ و نادر ہی ایسے معجزے دیکھنے کو ملتے ہیں۔ جہاں کشمیر ہماری شہ رگ ہے وہیں برما' بغداد' شام' فلسطین یہ سب بھی ہمارے ہی جسم کا حصہ ہیں کیوں آج ہمارا خون جوش نہیں مارتا ایک لمحہ کو فرقہ واریت کو بھلا کر سوچو کیا انسان کو زیب دیتی ہیں یہ باتیں۔ خدارا شیعہ' سنی' وہابی سے بالاتر ہوکر سوچو (مسلمان بن کر سوچو) چھوڑ دو فرقہ واریت کو خدارا رحم کروا اپنے آپ پر ایسا نہ ہو کہ یہ جلتی آگ کی چنگاری ہمارے دامن جلا دے' ہمیں اپنی لپیٹ میں لے لے اور ہمیں تب ہوش آئے اور ہم منہ دیکھتے رہ جائیں یہ کیا ہوگیا۔ صرف شام کا معاملہ نہیں یہ تمام مسلم امہ کا معاملہ ہے جب سمندر میں لہر اٹھتی ہے تو کنارے سے ضرور ٹکراتی ہے ایسا نہ ہو کہ اس لہر کی لپیٹ میں تمام مسلم امہ آجائے۔ حدیث نبوی ﷺ ہے ''اگر تم میں سے کوئی برائی دیکھے تو اسے ہاتھ سے روکے اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے روکے اگر اس کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو دل میں برا کہے'' یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔ ہم اگر طاقت رکھتے ہیں تو شامی بھائیوں کو امداد بھجواسکتے ہیں ان کو خانہ جنگی سے باز رکھنے کی کوشش کرسکتے ہیں اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان تو ہر کسی کے پاس ہے اپنے ارگرد کے لوگوں کو یا جس شعبہ سے آپ منسلک ہیں ان لوگوں کی راہنمائی کریں جو لوگ سمجھتے ہیں وہ کچھ نہیں کرسکتے' کم از کم وہ دعا تو کرسکتے ہیں وہ مسلم ممالک کے بہتر حالات کے لیے دعا کریں بے شک اس سے بڑھ کر طاقتور اور کوئی شے نہیں ہے اور یہ ہر انسان کی دسترس میں ہے۔ یا اللہ شام کو پرامن ملک بنادے' ہم سب کو سکون اور اتفاق سے رہنے کی توفیق عطا فرما' ہمیں حق کہنے اور

سننے کی طاقت عطا فرما' ہمیں باعمل مسلمان بنادے' آمین۔ سب بہنیں ضرور دعا کیجیے گا کہ شام حالات بہتر ہوجائیں اور اپنی قیمتی آراء سے ضرور آگاہ کیجیے گا اللہ حافظ۔

اقراء لیاقت...... حافظ آباد

آنچل پڑھنے والوں کے نام

پیاری راج کماری کا آپ کی خدمت میں سلام عرض ہے' امید ہے سب خیریت سے ہوں گی میری طرف سے سب پڑھنے والوں کو بہت بہت عید مبارک۔ آپی مصباح اور شبانہ آپ دونوں کی 29 جون کو شادی کی سالگرہ ہے' آپ دونوں کو بہت بہت مبارک ہو اور اللہ سے دعا ہے کہ ہمیشہ ایسے ہی ہنستی مسکراتی رہیں کوئی غم آپ کو چھو کر نہ گزرے اور پیارے اذان آپ میں آپ کی نانو نانی' آنیوں اور ماموں کی جان ہے۔ ہم سب آپ کو بہت مس کرتے ہیں پلیز آپی آپ ہمارے اذان کا خیال رکھنا' او ہیلو رضوان بھائی فرام سعودی عرب! کیا حال ہیں جی' مما نے جب مجھے بتایا کہ آپ نے پھر عمرہ کیا اور حج کا ارادہ بھی ہے تو یقین جانو مما کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو آگئے بھائی ہم سب آپ کا وہ پیار بھرا اور کچھ ڈانٹتا ہوا انداز نہیں بھلا سکتے بس جہاں رہیں خوش رہیں۔ ارے سحرش شبانہ یار روبی سچ کہہ رہی تھی' ہمیں آنچل پڑھنے دیا کرو اگر تم لوگوں نے پڑھنا شروع کیا تو ہم بھی ایسا ہی کریں گے اور فری ثانیہ سحرش رحمن' روبینہ رحمن' سدرہ سمیعہ' حمیرا' نمرہ' حفصہ' ایمن' سارہ تم لوگ کہاں گم ہو۔ آج کل کوئی رابطہ بھی نہیں اس بار نانو کے گھر مل کر چلتے ہیں' بہت مزہ آئے گا۔ ہمیشہ کی طرح ارے ملتان کی شہزادیوں ہم بھی آپ کے ہمسائے ہیں' ہمیں بھی یاد کرلیا کریں' یہ کیا روبینہ کوثر وہ بھی بستی ملوک شکر ہے بستی ملوک کی کسی اور لڑکی نے آنچل میں انٹری دی شکریہ جی اور سنز سمیعہ جی ہر وقت لڑتی نہ رہا کرو ڈانڈے فرائی کرنے کے علاوہ کچھ اور بھی کرلیا کرو۔ کچن میں بھی جھانک لیا کرو ورنہ سسرال میں انڈے ہی بناتے رہ جاؤ گی اور ہماری ناک کٹواؤ گی (ہی ہی ہی) اور ہاں مانی تم بھی سدھر جاؤ بہت تنگ کرتے ہو اور ہاں مانی یقین کرلو یہ میں ہی ہوں ثوبیہ سحر آپ کی پھوپو کی بیٹی۔ آخر میں اس بات کے ساتھ اجازت کہ اگر کبھی کسی کو آپ کی ضرورت ہو تو اسے تنہا مت چھوڑو شاید آپ کا ایک پل کا ساتھ عمر بھر کی خوشیاں دے دے' دعاؤں میں یاد رکھنا' اللہ حافظ۔

ثوبیہ سحر حسین...... بستی ملوک

ڈیئر فرینڈ تہمینہ کے نام

السلام علیکم! امید ہے بخیریت ہوگی پپی برتھ ڈے ٹو یو ڈیئر تہمینہ! ہمیشہ خوش و خرم رہو' اللہ تعالیٰ تمہاری عمر دراز کرے۔ تہمینہ آپی آپ کی بھی جولائی میں سالگرہ ہے آپ کو بھی سالگرہ بہت بہت مبارک ہو' دعا ہے کہ آپ صدا پھولوں کی طرح مسکراتی رہیں' ہمیشہ خوشیاں آپ کا مقدر بنیں' میرا سرپرائز کیسا لگا ضرور بتایئے گا' ایک اجازت چاہتی' اللہ حافظ۔

ندا افتخار...... چشتیاں

ارم کمال' طیبہ خاور اور حور خان کے نام

السلام علیکم! عزیز دوستو کیسی ہیں آپ سب؟ امید ہے سب اے ون ہوں گی اور اس کے بعد میں طیبہ خاور اور ارم کمال کا شکریہ ادا کرنا چاہتی ہوں کہ آپ دونوں نے میری دوستی قبول کی اینڈ طیبہ خاور کو میری طرف سے شادی مبارک ہو اور حور خان میں آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں پلیز جواب ضرور دینا۔ ارم کمال جی آپ کیسی ہو؟ امید ہے کہ آپ ٹھیک ہوں گی اور 20 جولائی میری دوست زوبیہ کی سالگرہ ہے بہت

بہت مبارک ہو اللہ کرے تمہارے آنے والا سال خوشیوں سے بھرا ہو کوئی بھی غم تمہاری زندگی میں نہ آئے اور انکل نوشروان کو بھی سالگرہ مبارک ہو آپ سب دوستوں کے لیے دعا۔

دل کے لبوں پر ایک دعا رہے گی
ہر گھڑی مجھے آپ کی پروا رہے گی
خدا ہر سکھ کرے عطا آپ کو
ہر دعا میں میری یہی التجا رہے گی

سب فرینڈز کو میری طرف سے بہت بہت عید مبارک ہو اینڈ بہت سارا اپنا خیال رکھیے گا' رب راکھا۔

شگفتہ قمر...... چوآ سیدن شاہ

میری پیاری سی فرینڈز کے نام

ثمرانہ افضل' ثناء فاطمہ!
مجھے کسی سے کوئی غرض نہیں مجھے کام ہے اپنے کام سے
تیرے ذکر سے' تیری فکر سے' تیری یاد سے' تیرے نام سے
عائشہ غزل' عائشہ نصیر' شکیلہ یونس' جمیلہ ریاض۔
خدا کرے کہ سلامت رہے کسی دعا کی طرح
اک تُو اور اک مسکرانا تیرا
ٹیچر شمیم کے نام اور ٹیچر جمیلہ کے نام۔
یاد ہیں ہمیں اپنے سب کے سب گناہ
اک تو محبت کرلی' دوسرا تم سے کرلی' تیسرا بے پناہ کرلی
ضیاء فاطمہ' صباء منور۔
اک اونچا لمبا قد' دوجا سوہنی وی تو حد
تیجا روپ تیرا چم چم کروائی
آئی مس یو۔
فوزیہ' سائرہ' منور' رابعہ' خضیر' نازیہ' نسیم۔
تیری آنکھوں میں سدا پیار کے جگنو چمکیں
تیرے ہونٹوں پر سدا جیسی سی مسکان رہے
امی ابو جی آئی لو یو۔

طاہرہ منور...... کبیر والہ

آپی فریدہ فری اور آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم آپی کیسی ہیں آپ؟ آئینہ میں آپ کا گرما گرم تبصرہ پڑھا' آپ کا شکوہ بجا ہے لیکن ہم تو ابھی آنچل میں اپنی جان پہچان بڑھا رہے ہیں۔ اچھا جی ہم اپنی کوتاہی پر آپ سے سوری کرتے ہیں' اب میں ہر ماہ آپ کو یاد کروں گی' اب تو خوش ہیں نا؟ خوش ہونا بھی چاہیے آخر اتنی پیاری لڑکی جو آپ کو منا رہی ہے' (ہاہاہا آہم)۔ پروین آپی (یاد کرنے کا شکریہ)۔ سمیرا تعبیر' کے ایس انمول' جیا عباسی کہاں گم ہیں آپ' جلدی سے انٹری دیں ورنہ مجھے گمشدہ کا اشتہار دینا پڑے گا (سچ میں)۔ مدیحہ نورین مہک کیسی ہو سویٹ فرینڈ؟ لگتا ہے آپ مجھے بھول گئی ہو۔ عائشہ پرویز شادی کی بہت بہت مبارک باد' گفٹ میں ہم آپ کو دعاؤں کا ٹوکرا ارسال کررہے ہیں' قبول کیجیے' سدا خوش رہیں' سدا سہاگن رہیں اور ہمیشہ اپنے میاں جانی پر حکمرانی کریں۔ یارمن حرا قریشی! کیسی ہیں آپ؟ وفا خان کیسی ہو؟ اسٹڈی کیسی جارہی ہے؟ طیبہ خاور پھول کیسی گزر رہی ہے لائف' شادی کے بعد' ہمیشہ خوش رہیں۔ ارم کمال آپی جی! میرا اکلوتا بھائی ستیانہ میں پڑھا رہا ہے' آپ بھی وہیں کی ہو' مجھے آپ کا نام پڑھ کر خوشی ہوتی ہے۔ نجم انجم' نورین انجم' عائش کشمالے' نورین مسکان سرور' افشاں علی' صائمہ سکندر' حافظہ صائمہ کشف' عائش سلیم' فائزہ بھٹی' دلکش مریم' فوزیہ سلطانہ جہاں رہیں خوش رہیں۔ اللہ آپ سب کو اپنے حفظ وامان میں رکھے' آمین' اللہ حافظ۔

اقصیٰ کشش...... محمد پور دیوان' پنجاب

آنچل فرینڈز کے نام

سلام! ڈیئر فرینڈز امید ہے سب خیر وخیریت سے ہوں گی' پہلے بھی کئی لیٹر لکھے جو آپ سب تک میرا

پیغام نہ پہنچا سکے محکمہ ڈاک والے۔ ماں کے جانے کے بعد زندگی بڑی مشکل ہوگئی ہے یار! وہ تھیں تو سمجھو آنگن میں پردے اور حفاظت کی طرح بنی دیوار کی مانند تھیں' ان کے جانے کے بعد تو ہر بندے نے مجھے اپنی پراپرٹی سمجھنا شروع کردیا ہے پلیز میرے حق میں دعا کیا کریں۔ طیبہ جانی شادی کی مبارک باد دی آپ تک نہ پہنچی۔ فائقہ سکندر' دعا' کائنات' سباس' پروین افضل آپی' نجم آپی' مدیحہ نورین' حمیرا نوشین' عائشہ دین محمد اور باقی تمام فرینڈز کو ڈھیروں دعائیں اور سلام' اللہ حافظ۔

جیا عباس کاظمی...... تلہ گنگ

آپی پروین افضل شاہین کے نام

السلام علیکم! آپی پروین آپ کے لیے ایک وظیفہ تجویز کررہی ہوں دل مانے تو کرلیجیے گا اور باقی بھی اگر کوئی کرنا چاہے تو کرسکتا ہے اگر کوئی شخص بے اولاد ہو اور اس کے اولاد نہ ہوتی ہو تو اس کے لیے بعد نماز عشا اول و آخر گیارہ بار درود شریف پڑھے اس کے بعد ایک ہزار مرتبہ اسم الٰہی یَا خَالِقُ پڑھے یہ عمل اس وقت تک کرتا رہے جب تک حمل قائم نہ ہوجائے' جب حمل قائم ہوجائے تو عمل ترک کردے' ان شاء اللہ لڑکا پیدا ہوگا۔ ایک اور نسخہ درج کررہی ہوں' فجر کی نماز کے بعد روزانہ درود ابراہیمی تین مرتبہ' سورۃ فاتحہ تین مرتبہ' سورۃ اخلاص تین مرتبہ' درود ابراہیمی تین مرتبہ پڑھ کر دل والی سائیڈ پر دم کریں' ان شاء اللہ بلڈ پریشر نارمل رہے گا۔ شرط یہ ہے کہ آپ کو یقین ہونا چاہیے اگر یقین ہو شفاء ہمیں مٹی کے ذریعے بھی مل جاتی ہے اگر کسی بھی بہن کو کسی طرح کا کوئی وظیفہ چاہیے ہو تو بتا سکتی ہیں۔ یہ میں نے خود نہیں لکھے بلکہ کہیں سے پڑھے ہیں تو سوچا آگے بتادوں تاکہ عوام الناس کو فائدہ ہو' دعاؤں میں یاد رکھیے گا' اللہ حافظ۔

اقراء جٹ...... مخین آباد

دوستوں کے نام

السلام علیکم! امید ہے کہ سب خیریت سے ہوں گی' آسیہ کو میں بہت یاد کرتی ہوں۔ انصاء بھی بہت زیادہ یاد آتی ہے' باقی ٹیچرز نویدہ اور منیبہ کو بھی یاد کرتی ہوں' ایڈوانس میں سالگرہ مبارک ہو اور جہاں رہیں خوش رہیں' دعاؤں میں یاد رکھیے گا آپ کی مخلص دوست۔

ربیعہ احسان...... گوٹریالہ

آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! امید ہے سب خیریت سے ہوں گی' سب سے پہلے کوثر خالد آپ سے کہنا چاہتی ہوں پلیز اپنا ایڈریس بتادیں میں آپ سے ملنا چاہتی ہوں اور سعیدہ لوبا سجاد آپ مجھے بہت اٹریکٹ کرتی ہیں آپ کی شاعری بہت پسند آتی اگر برا نہ لگے مطلب اگر آپ مناسب سمجھیں تو اپنی عمر بتادیں یہ اس لیے کبھی آپ کم عمر لگتی ہیں کبھی میچور سی تو اس لیے بس اور دلکش مریم آپ کا نام بہت ہی خوب صورت ہے۔ مدیحہ نورین مہک میں آپ سے بہت امپریس ہوں۔ اقراء لیاقت آپ کا شکریہ میرے سوالات پسند کرنے کا۔ آپ بھی بہت زبردست تبصرے کرتی ہیں اور پروین افضل شاہین آپ کے شوہر بھی آپ کی طرح اپنا انتخاب رسالوں میں بھیجتے ہیں' میری نظر سے گزرے ہیں' اوکے اب اجازت دیں۔

عظمیٰ شفیق...... جڑانوالہ

نازیہ کنول نازی و آپی شاہین کے نام

السلام علیکم! ڈیئرز کیا حال ہیں سب کے' میں خیریت سے ہوں امید ہے کہ آپ سب بھی ٹھیک ہوں گے۔ نازیہ آپی میں یہ بالکل نہیں کہوں گی کہ میں آپ کی فین ہوں بلکہ آپ میرے لیے بالکل میری بڑے بہن جیسی ہیں یقیناً ہے نا۔ آپی میں نے تقریباً

آپ کا ہر ناول پڑھا ہے جو کہ ابھی تک میرے پاس محفوظ ہیں اگر کوئی مجھ سے مانگے نا قسم سے میرا دل اتنا تھوڑا ہو جاتا ہے میں کسی کو نہیں دیتی سوائے آپی میمونہ کے آپی جب کوئی آپ کا ناول خراب کرے تو مجھے بہت رونا آتا ہے میں ناول نہیں دیتی نا سب کنجوس بولتے ہیں۔ آپی کیا آپ مجھے اجازت دیں گی کہ میں آپ سے براہ راست خط کے ذریعے بات کرسکوں آپ کے ناولز پر تبصرہ کروں آپ کے ساتھ اور آپ سے کچھ شیئر کروں اجازت کی طلب گار ہوں۔ ویسے آپ کی بہت سی فین ہیں لیکن آپ میری آپی کی طرح ہیں میں آپ کی بہت عزت کرتی ہوں آپی......

ہم خاص تو نہیں
مگر بارش کے ان
قطروں کی طرح
جب مٹی میں سما جائیں تو
پھر ملا نہیں کرتے

آپی! آپ تو سب کی آپی ہیں کیا آپ میری بچی والی دوست اور بہن بنیں گی میں آپ کو تنگ نہیں کروں گی پلیز......

تیری وجہ سے ملی
جینے کی سب خواہش
پالوں تیرے دل میں جگہ
ہے یہ ہی میری کوشش

نازیہ آپی اور شاہین آپی کے لیے آپی شاہین آپ تو دوستی کر کے مجھے بھول گئیں لیکن میں تو نہیں بھولی۔ آپی میں آپ کے لیے ہر وقت دعا کرتی ہوں کہ اللہ آپ کو اولاد کی نعمت سے نوازے جلدی سے تاکہ میں خالہ بن سکوں۔ پتا ہے میں نے اپنی امی سے بھی کہا ہے کہ آپ تو پتا ہے ماں کی دعا جلدی قبول ہوتی ہے۔ بہت بور کردیا سب کو اب مجھے چلنا چاہیے کوئی مجھ سے دوستی کرنا چاہے تو موسٹ ویلکم پر کوئی بھی مجھ سے دوستی کر کے مجھے بھول نہ جانا اوکے (ہاہاہا)۔ اپنوں پر تو حق جتانا بنتا ہے نا فی امان اللہ۔

سیدہ رابعہ شاہ...... گجرات

فاخرہ گل اور آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! کیسے ہیں سب پیاری ریڈرز کیا حال چال ہیں؟ اب آپ سوچ رہے ہوں گے کہ میں کون ہوں جی میں ہوں گڑیا وقاص (پاکستان سے آئی ہوں) اور پہلی بار آپ سب سے مخاطب ہو رہی ہوں۔ سب سے پہلے فاخرہ گل آپ میری ہر دعا میں شامل ہو اللہ آپ کو بھی خوشیاں اور صبر عطا کرے اور آپ کی ماما کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ عنزہ یونس آپ حافظ آباد خواتین ڈگری کالج میں پڑھتی ہو پھر تو ایک ہی شہر کی باسی ہو آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں کیا آپ کو آپ کے پوسٹ ایڈریس پر خط لکھوں۔ اقرا لیاقت نادیہ نواز نورین مسکان ارم کمال آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں۔ نازیہ نواز! تم کہاں گم ہو؟ مونا شاہ قریشی لاریب انشال فائزہ بھٹی آپ کے لیے نیک تمنائیں۔ کالم نویس وقاص عمر بھائی آج کل آپ بہت ایوارڈ لے رہے ہیں اللہ آپ کو مزید کامیابیوں سے نوازے سب کو اللہ حافظ۔

گڑیا وقاص...... حافظ آباد

یادگار لمحے

جویریہ سالک

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پسند

من پسند چیز دیکھ کر الحمدللہ رب العالمین فرماتے۔

تکیہ، تیل، خوشبو دودھا اگر کوئی پیش کرتا تو قبول فرماتے۔

سفید رنگ کا لباس آپ کو بہت محبوب تھا اور سبز رنگ کا لباس بھی پسند فرماتے۔

مشک اور عود کی خوشبو کو زیادہ پسند فرماتے۔

سفر کے لیے جمعرات کا دن پسند فرماتے۔

عشاء سے پہلے نہیں سوتے تھے۔

زندگی کے اوقات تین حصوں میں تقسیم کرتے تھے ایک حصہ اللہ کی عبادت کے لیے دوسرا گھر والوں کے لیے تیسرا معاشرتی حقوق کے لیے جن میں ہنسنا اور بولنا بھی تھا اور اپنے نفس کی راحت کے لیے۔

منزہ عطا...... کوٹ ادو

فکر آخرت

اے انسان تو سمجھتا ہے کہ ہمیشہ زندہ رہے گا لیکن نہیں دنیا جلد ہی تمہارا نام زندوں میں سے نکال کر مُردوں کی فہرست میں شامل کردے گی۔ والدین بہت روئیں گے بالآخر مایوس ہوکر بیٹھ جائیں گے احباب عزیز و اقارب تمہیں خوب یاد کرکے ہمیشہ کے لیے بھول جائیں گے۔ بیوی کچھ عرصہ سوگوار رہے گی مگر چند روز کے بعد حالات کی تبدیلیاں اسے تازہ مشاغل میں الجھادیں گی بچے بہت یاد کریں گے مگر آہستہ آہستہ ان کے ذہن سے تمہارا نقش محو ہوجائے گا۔ طوفان باد و باراں تمہاری قبر کی بلندی کو ہموار کرکے تمہارا نام صفحۂ ہستی سے مٹادیں گے چند سال بعد ایک بھولے ہوئے خواب کی مانند ہوجاؤ گے۔ نصف صدی گزر جانے پر اس بات کا باور کرنا مشکل ہوگا کہ تم کبھی دنیا میں آئے بھی تھے۔

مشی خان...... مانسہرہ

Replacement Of Love—Impossible

کون کہتا ہے کہ کسی شخص سے ایک بار محبت ہونے کے بعد اس سے نفرت ہوسکتی ہے وہ دنیا کا سب سے بڑا جھوٹا ہے۔ Cycle Of Replacement میں صرف "محبت" کی تبادل نہیں ہوتی۔ خود کو فریب دینے کے باوجود ہم جانتے ہیں کہ ہمارے وجود میں خون کی گردش کی طرح بسنے والا نام کس کا ہے۔ ہم کبھی بھی اسے اپنے وجود سے نکال کر باہر نہیں پھینک سکتے۔ دراصل محبت کی Replacement (تبادل) ناممکن ہوتی ہے ہم تہہ در تہہ اس محبت کے اوپر دوسری محبتوں کا ڈھیر لگائے جاتے ہیں کہتے جاتے ہیں اب ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ اب ہم اس سے محبت کرتے ہیں لیکن جو زیادہ دور ہوتا جاتا ہے وہ زیادہ قریب آجاتا ہے اور وہ ہمارے دل و دماغ کے اس حصے میں جا پہنچتا ہے کہ کبھی اس کو وہاں سے نکالنا پڑے تو پھر اس کے بعد ہم نارمل زندگی گزارنے کے قابل ہی نہیں رہتے۔

سعدیہ حورعین حوری...... ننکانہ کے پی کے

کیا خیال ہے

معافی وہی انسان دے سکتا ہے جو اندر سے مضبوط ہو کھوکھلا انسان صرف بدلے کی آگ میں جلتا رہتا ہے۔

☆ جو شخص نگاہ کی التجا نہ سمجھے اس کے سامنے زبان کو شرمندہ تکلم نہ کرو۔

☆ اچھی شہرت نیک کاموں کی مہک کا نام ہے۔

☆ شادی سے پہلے بندہ جن زلفوں کے سائے تلے ساری زندگی گزارنے کا سوچتا ہے شادی کے بعد ان زلفوں کا اگر ایک بال بھی پلیٹ سے نکلے تو سارا محلہ سر پہ اٹھالیتا ہے۔

☆ سیاستدانوں کو کیسے چننا چاہیے جواب اسی طرح جیسے اکبر بادشاہ نے انارکلی کو چنا تھا۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

مسکرائیے مگر کھل کے

ایک بوڑھا آدمی جنگل سے گزر رہا تھا کہ اچانک سامنے شیر آ گیا وہ بوڑھا آدمی تھر تھر کانپنے لگا اسے دیکھتے ہی شیر بولا۔

"میں تمہارا خون پی جاؤں گا۔"

بوڑھا آدمی بولا۔ "میرا خون تو ٹھنڈا ہے میرے پیچھے ایک نوجوان آرہا ہے اس کا خون گرم ہے تم اس کا خون پی لینا۔"

شیر مسکرا کر آگے بڑھتے ہوئے بولا۔ "آج میرا کولڈ ڈرنک پینے کو جی چاہ رہا ہے۔"

ماریہ کنول ماہی...... گوجرانوالہ

عید

اس عید پر بھی تم
جو سنگ نہیں
تو......
جاناں......
میں بھی
عید نہیں مناؤں گی

گڑیا وقاص...... حافظ آباد

کل تم ضرور آنا

سنو کل عید ہے
کل تم ضرور آنا
گجرے کنگن ہار پھول......!
میرے لیے سب لانا
کل تم آؤ گے نا......!
عید میرے سنگ مناؤ گے نا......!

سمیہ شعیب...... گلستان جوہر کراچی

مسکرائیے

ایک باباجی دانتوں کے ڈاکٹر کے پاس گئے ڈاکٹر نے کہا۔
"منہ کھولیں۔" انہوں نے منہ کھولا۔
ڈاکٹر نے کہا۔ "اور کھولیں۔"
باباجی نے کہا۔ "کیا اندر بیٹھ کر چیک کرو گے۔"

علشبہ نور...... بھیر کنڈ

انمول باتیں

☆ دنیا والوں پر اپنا دکھ مت ظاہر کرو کیونکہ یہ وہاں چوٹ ضرور لگاتے ہیں جہاں پہلے سے زخم ہو۔
☆ جن لوگوں میں خوبیاں دیکھو ان کی خامیوں کو نظر انداز کردو۔
☆ کسی انسان کو دکھ دینا اتنا آسان ہے جتنا سمندر میں کنکر پھینکنا مگر یہ کوئی نہیں جانتا وہ کنکر کتنی گہرائی میں گیا ہے۔
☆ غموں کی راہ میں سکون سے چلا کرو یہ راستہ اللہ کے قریب کردیتا ہے۔
☆ اگر زندگی میں برا وقت نہ آتا تو اپنوں میں چھپے غیر اور غیروں میں چھپے اپنے کبھی نظر نہ آتے۔

توبیہ سحر حسین...... بستی ملوک

رائٹر بننے کی کوشش

ایک دن ہم نے سوچا کیوں نہ ایک کہانی لکھی جائے آخر ہم میں بھی رائٹر بننے کے جراثیم ہے۔ چلو لکھتے ہیں مگر سوال یہ اٹھتا ہے کہ کس ٹاپک پر لکھا جائے لو اسٹوری......
لو اسٹوری لکھتے ہوئے تو ہمیں شرم آتی ہے۔
پھر ساس بہو پر لکھتے ہیں ساس ظالم بہو مظلوم دفع کرو ہر سیریل میں یہی ہو رہا ہے لوگ بور ہو جائیں گے ہمیں کچھ الگ لکھنا چاہیے۔
میری سہیلی بنی میری سوتن...... کیسا زبردست آئیڈیا ہے لیکن ہر جگہ ایسا تھوڑی ہوتا ہے خوب سارا میک اپ تھوپی ہوئی بیوی کی سہیلی پر شوہر فدا ہو جائے۔
کچھ کامیڈی لکھتے ہیں لوگ اپنی ٹینشن بھول جائیں گے ایک دفعہ رات کو اماں نے سوتے میں ہمیں لات ماری اور بولی۔
"ساسو ماں! مرنے کے بعد تو چین سے سونے دو ارے کوئی جہنم کا دروازہ بند کرو یہ باہر نہ نکل سکے۔"
"آپی کیا سوچ رہی ہو؟"
"اچھی سی کہانی سوچ رہی ہوں۔"
"کہانی میں سوچ لیتی ہوں لیکن اس کے پیسے لگیں گے۔"
"ہاں تمہارا دماغ بہت چلتا ہے تم سوچو ایک ہزار دوں گی۔"
"کیا ایک ہزار...... لیکن تمہاری پاکٹ منی تو آٹھ سو روپے ہے مجھے ہزار کہاں سے دو گی؟"
"اب یہ سوچنا تو تمہارا کام ہے۔"

صبا عبدالستار...... ملتان

ذرا سوچیے

☆ بے وقوف عورت اپنے شوہر کو غلام بناتی ہے اور خود غلام کی بیوی بن جاتی ہے جبکہ عقل مند عورت اپنے شوہر کو بادشاہ بناتی ہے اور خود بادشاہ کی ملکہ بن جاتی ہے۔
☆ زندگی کے ہر موڑ پر صلح کرنا سیکھو کیونکہ جھکتا وہی ہے جس میں جان ہو اکڑنا تو مردے کی پہچان ہوتی ہے۔
☆ اپنی غلطیوں سے تقدیر کو بدنام مت کرو کیونکہ تقدیر تو خود ہمت کی محتاج ہوتی ہے۔

سیدہ رابعہ شاہ...... گجرات

عزت

چوہوں کا لشکر افراتفری کے عالم میں بھاگا جا رہا تھا شیر نے پوچھا۔
"تم کہاں جا رہے ہو؟"

چوہوں نے بڑے جوش میں کہا۔ "ہاتھی کی بیٹی کو کسی نے آئی لو یو کہا ہے اور نام ہمارا آیا ہے خدا کی قسم لاشیں بچھا دیں گے۔"

نورین مسکان سرور...... سیالکوٹ ڈسکہ

بہترین ہنر

بچہ دنیا میں صرف ایک ہنر لے کر آتا ہے اور وہ ہے "رونا" اس کے علاوہ اسے کچھ نہیں آتا اس ایک ہنر سے وہ اپنی ماں سے اور باپ سے ہر بات منوالیتا ہے۔ یعنی "رو رو کر" اس لیے اپنے رب کے سامنے رونا سیکھو اور اپنے رب کو منالو جو ستر ماؤں سے زیادہ اپنے بندے سے پیار کرتا ہے۔

فرینہ طاہر...... سرائے عالمگیر

دعا

جب ہم کسی تکلیف، دکھ، پریشانی اور غم یا اس قسم کی کسی اور کیفیت میں مبتلا ہوتے ہیں، خود کو بہت اکیلا محسوس کرتے ہیں تو پھر دعا مانگ کر جو سکون ملتا ہے جو ٹھنڈک دل کو ملتی ہے اس کا کوئی نعم البدل ہی نہیں، ہمیں ایسا لگتا ہے کہ ہم نے اپنی تمام مشکلات اور تکلیفیں اپنے خالق کے آگے رکھ دی ہیں اور ہم خود کو بہت ہلکا محسوس کرتے ہیں اور ایسا لگتا ہے وہ صرف ہمارا (میرا) اللہ ہے صرف ہمارا یہی احساس ہمیں نئی امید اور طمانیت بخشتا ہے۔ وہ تو سب کے لیے کافی ہے اور سب پر اسی کی نظر ہے (سبحان اللہ)۔

عائشہ مغل...... ایبٹ آباد

انسان کی فطرت

انسان فطرتاً پیچیدہ واقع ہوا ہے اس کی سوچیں بعض اوقات بہت دور کا سفر کرتی ہیں اور بار ہا وہ اپنی ان سوچوں کے تانے بانے بنتا، الجھ رہا ہوتا ہے۔ کبھی وہ دوسرے کی آدھی بات سے پوری بات سمجھ لیتا ہے تو کبھی پوری کہانی سے آدھی بات نہیں سمجھ پاتا اور کبھی وہ ایسی باتیں سوچ لیتا ہے جو اس کی خواہشوں کے گرد طواف کرتی نظر آتی ہیں اور کبھی ناممکنات کو تصوراتی آنکھ سے ممکنات میں تصور کرتا ہے۔ اس کا تخیل لامحدود ہے، تخیلاتی دنیا میں وہ مشکل کو آسان اور آسان کو مشکل سمجھنے لگتا ہے۔

کبھی اس کا رویہ عجیب، کبھی نارمل اور کبھی نہ سمجھ میں آنے والا ہوتا ہے مگر پریشانی اس وقت ہوتی ہے جب وہ اپنے اندر ہونے والے تغیرات کو الفاظ نہ دے سکتا ہو اور وہ ایسی دنیا کا مسافر بن جائے جو اس دنیا سے قطعی مختلف ہو اور یہ بات تو طے ہے کہ انسان کبھی وہ کچھ بھی تخیل میں دیکھ لیتا ہے کہ وہ بیان بھی نہیں کرسکتا اور نہ کبھی دیکھنے سننے میں آیا ہوتا ہے کیونکہ یہ تخیل تو اس کی فطرت کا حصہ ہے۔

نادیہ بلال...... کراچی

افسانچہ

میں کب سے اس کا انتظار کر رہی ہوں مگر وہ آتی ہی نہیں ہے۔ انتظار کرتے کرتے آنکھیں پتھرا گئی ہیں اور اب تو سر میں درد کی شدت بھی زیادہ ہوگئی ہے نہ جانے کیوں روٹھ گئی ہے مجھ سے ویسے تو ہر روز جلد ہی آجاتی ہے مگر آج نہ جانے کیوں اتنی دیر کردی ہے۔ اب تو میں تھکنے لگی ہوں حد ہوگئی ہے رات کا تیسرا پہر شروع ہوگیا ہے اور وہ نہ جانے کہاں ہے ارے آ بھی جاؤ۔ میری پیاری میٹھی نیند تمہارے بغیر میرا سکون و چین غارت ہوگیا ہے۔

وجیہہ سحر...... ہارون آباد

زندگی کیا ہے؟

غریب نے کہا۔ "زندگی دکھوں کا گھر ہے۔"
طالب علم نے کہا۔ "زندگی بار بار امتحان کا نام ہے۔"
دولت مند نے کہا۔ "زندگی کھانا پینا اور مرجانا ہے۔"
بچے نے کہا۔ "زندگی ایک مسکراہٹ ہے۔"
تماشائی نے کہا۔ "زندگی ایک کھیل ہے۔"
شاعر نے کہا۔ "زندگی سوچنے کا نام ہے۔"
مزدور نے کہا۔ "زندگی محنت کا نام ہے۔"
مسلمان نے کہا۔ "درحقیقت زندگی عبادت کا نام ہے۔"

صبا ایشل...... بھاگووال

جو تم ملو تو عید ہو

یہ چاندنی کھلی ہوئی
ہزاروں سال سے یونہی رہی
کہیں ہنسی، کہیں خوشی
مگر نظر کی تشنگی
کسی طرح نہ مٹ سکی
ہمارے واسطے بھی تو
یہ عید خوش نصیب ہو
جو تم ملو تو عید ہو
جو تم ملو تو عید ہو

وقاص عمر...... حافظ آباد

مسکرائیے مگر کھل کے

"آپ مجھے کتنا چاہتے ہیں؟" بیوی نے بڑے لاڈ و پیار سے اپنے شوہر سے پوچھا۔

"میں اتنا چاہتا ہوں جتنا شاہ جہاں اپنی محبوب ملکہ کو چاہتا تھا۔"

"پھر تو آپ میرے مرنے کے بعد میری یاد میں تاج محل بھی بنوائیں گے؟" وہ خوش ہو کر بولی۔

"جی ہاں ضرور...... میں نے تو پلاٹ بھی بک کروا لیا ہے بس تم ہی دیر کر رہی ہو۔"

ماریہ کنول ماہی...... گوجرانوالہ

مسکراہٹیں

زندگی میں کچھ چیزوں کا مزا کچھ اور ہی ہوتا ہے جیسا کہ......

پڑھتے پڑھتے سو جانے کا۔

ٹیچر کے پڑھانے پر کہیں کھو جانے کا۔

کلاس میں اپنے فرینڈ کی کرسی کھینچ کر گرانے کا۔

اپنے فرینڈ کو بار بار اس کے لور کے نام سے چڑانے کا۔

چلتے چلتے اپنے دوست کو گرانے کا۔

اور پھر پاگلوں کو یاد کر کے آج مسکرانے کا (ہاہاہا)۔

سیدہ رابعہ شاہ...... گجرات

سنہری حروف

❁ ماضی کو کھوجتے رہنے سے بہتر ہے کہ مستقبل کی منصوبہ بندی کرو۔

❁ دوست ایک ایسا تحفہ ہے جو تم خود کو دیتے ہو۔

❁ غموں سے مت گھبراؤ کیونکہ یہی غم تمہیں جینا سکھاتے ہیں۔

❁ دوسروں کو اپنی کمزوری بتاؤ مت بناؤ۔

❁ زیادہ سوچنے سے بہتر ہے کہ عمل کرو۔

❁ زندگی میں اتنی محنت کرو کہ تمہاری تقدیر بھی تمہاری سوچ کی پیروی کرے۔

❁ جہاں بھی جاؤ اپنی خوشیاں چھوڑ آؤ تاکہ لوگ تمہیں ہمیشہ یاد رکھیں۔

❁ ہم خیال لوگ ہم سفر ہو جائیں تو منزل آسان ہو جاتی ہیں۔

(فرزانہ شوکت)

سنہرے حروف

❁ ہارتے وہی ہیں جو ہارنے سے ڈرتے ہیں اور جیتتے وہی ہیں جن کو اپنی جیت کا یقین ہوتا ہے۔ یقین لہجے سے جھلکتا ہے کردار میں نظر آتا ہے۔

❁ اندھیرے کو روشنی میں بدلنے کے لیے روشنی کی ایک ننھی سی کرن کافی ہوتی ہے اور ہو سکتا ہے وہ کرن آپ ہوں۔

❁ ایک چیز وہ ہے جو تم چاہتے ہو، ایک چیز وہ ہے جو تمہارا رب چاہتا ہے، اگر تم وہ چاہتے ہو جو تمہارا رب چاہتا ہے تو تمہارا رب تم کو وہ دے گا جو تم چاہتے ہیں اس پر عمل کریں گے تو بہت ہی کامیاب زندگی گزاریں گے۔

❁ خیال رکھیے گا ہمیشہ ان لوگوں کا جنہوں نے آپ کی جیت کے راستے میں اپنا بہت کچھ ہار دیا ہے اور شکر ادا کریں اس ذات پاک (خدا) کا جس نے آپ کے لیے آپ سے بڑھ کر سوچا اور آپ کو بہت کچھ دیا۔

❁ بعض اوقات انسان کی زندگی میں غم بڑھ جائیں تو اس کے قہقہوں میں شدت آجاتی ہے کبھی شعوری طور پر اور کبھی لاشعوری طور پر۔

❁ محبت اعتماد کی پہلی سیڑھی ہے۔

نوشین اقبال نوشی...... گاؤں بدر مرجان

مہکتے الفاظ

بُری عادت کی طاقت کا اندازہ اس وقت ہوتا ہے جب اسے چھوڑنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

کچھ الفاظ دل چیر دیتے ہیں زبان وہ سب کچھ کر دیتی ہے جو تیر نہیں کرتے۔

یہ صرف اوروں کی آنکھوں کی بدولت ہے کہ ہم اپنے عیب دیکھ سکتے ہیں۔

سب سے بدتر دشمن ہمارے ہم نشین ہیں۔

خود کو بدل دو قسمت خود بخود بدل جائے گی۔

خوب صورتی بدن سے نہیں اچھے اخلاق سے ہوتی ہے۔

تکلیف کو خاک پر مہربانیوں کو سنگ مرمر پر لکھو۔

کرن حیدر...... مانسہرا

yaadgar@aanchal.com.pk

آئینہ

شہلا عامر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! اللہ تبارک وتعالیٰ کے پاک نام سے ابتدا ہے جو ارض وسماں کا مالک ہے ہم آپ بہنوں کے مشکور ہیں کہ آپ ہر ماہ بھرپور طریقے سے آنچل کی محفل آئینہ میں حصہ لیتی ہیں اور اس کو اپنے تبصرے سے خوب صورت بناتی ہیں امید ہے کہ اس بار بھی تمام تحریریں آپ کے ذوق پر پورا اتریں گی۔ اب بڑھتے ہیں آپ کے تبصروں کی جانب جو بزم آئینہ میں مصنفین کی تحریروں کو حسن بخش رہے ہیں۔

انیلا طالب...... گوجرانوالہ۔ السلام علیکم! خوشبوؤں سے مہکا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پاک کو چومتا ہوا رمضان المبارک کی مبارک سعادتوں میں بھیجا گیا سلام تمام آنچل رائٹرز اینڈ ریڈرز کو قبول ہو بالخصوص شہلا آپی کو۔ بہت انتظار اور کئی بار کی نماز حاجت پڑھنے کے بعد محبوب من چمکتا ستارہ آنچل کی صورت 26 مئی کو ملا۔ ماتھا پٹی سے بچی سرورق کی ماڈل کافی پیاری لگی' اشتہارات سے جلدی سے گزرتے سرگوشیاں اور حمد و نعت سے مستفیض ہوئے' درجواب آں میں نازیہ کنول نازی آپی کی والدہ کی علالت کا جان کر بہت دکھ ہوا اللہ انہیں جلد شفا دے۔ ہمیشہ کی طرح دانش کدہ معلومات سے پُر تھا' ہمارا آنچل میں بھی بہنیں اچھی لگیں۔ امبر اختر بخاری نام اپنا اپنا سا لگا کیونکہ ساتھ بخاری جو لگا تھا اور میں خود نقوی بخاری سید ہوں۔ علینا لیزا بہنا آپ کی طرح مجھے بھی عذاب قبر سے بہت ڈر لگتا ہے جانے کیوں؟ عید ملن سروے پڑھ کے بہت مزہ آیا کیونکہ میں جو شامل تھی اس میں (ہاہا)۔ اس کے بعد انتہائی دکھی رنجیدہ اور بوجھل دل سے اپنی موسٹ فیورٹ رائٹر آپی فاخرہ گل کا آرٹیکل پڑھا' جانے کیوں ان کی والدہ مجھے بے حد اپنی سی لگیں۔ آپی آپ سے گزارش ہے کہ اپنی والدہ کے بارے میں' ان کی ذاتی زندگی کے بارے ایک اور آرٹیکل لکھیں۔ افسانوں میں "میں محبت اور تم" اور "وی آئی پی" دل کو چھو گئے' جب میں "وی آئی پی" پڑھ رہی تھی تو رات کافی اندھیری تھی اور باقی سوئے ہوئے تھے روح کا ناک نکلا تو فوراً ڈر کے بند کردیا پھر صبح پڑھا۔ مکمل ناول میں "تیرہ شبوں کا حاصل چاند" انتہائی دلفریب تھا' خاص کر کرداروں کے نام الوینہ' ریج' روداب اور دیگر بھی نئے نئے سے تھے اور پیارے بھی تھے۔ "شب ہجر کی پہلی بارش" کی بارش میں بھیگتے ہم بھی مصنوعی بارش سے خاصے لطف اندوز ہوئے۔ "حریم عشق" کی یہ قسط زبردست تھی' بس بے چاری حریم کے ساتھ برا ہوا مگر بُرا ہی نہ ہو تو پھر اچھا کیسے ہو کیوں بھئی۔ سمیرا آپی کا "جنون سے عشق تک" سرسری سا جگہ جگہ سے پڑھا' اچھا لگا۔ آپی جی اب آپ پر ذمہ داری اور بڑھ گئی ہے کیونکہ جب انسان ایک شاہکار تخلیق کرنے کے بعد کوئی دوسری تخلیق پیش کرے تو اس سے پہلے شاہکار کی طرح کی امید کی جاتی ہے' قلم کو بڑا سوچ کے چلانا پڑتا ہے' اللہ آپ کی اس تخلیق کو بھی شہرت دے' جیسے "ٹوٹا ہوا تارا" کو ملی۔ بیاض دل میں گل مینا خان' مدیحہ نورین مہک' ارم ریاض اور نبیلہ ناز کے اشعار دل میں گھر کر گئے۔ ڈش مقابلہ میں صبا فہد چوہدری' شاہی سویاں' قوامی سویاں کی ریسپیز پسند آئیں۔ نیرنگ خیال میں عرشیہ ہاشمی' فرح بھٹو' سوہا نقوی نے کمال لکھا' ڈیئر عائش کشمالے آپ کی بھیجی رقم مجھ تک نہیں پہنچی اپنے مکمل ایڈریس سے اسی ایڈریس پر دوبارہ بھیج دیں۔ پیاری مہوش ظہور مغل آپ بھی رونق آنچل ہیں' کوثر خالد آنٹی میری آدھی ادھوری نظم پسند کرنے کا بے حد شکریہ' آئینہ میں زندگی تنویر خلیل اور آنٹی کوثر خالد کا تبصرہ بہت پسند آیا۔ زندگی تنویر خلیل کیا یاد کریں گی ایڈریس مکمل بتائیں' اپنا میں

ناول بھجوادوں گی۔ ہم سے پوچھئے میں سب سوال جواب مزے دار (کھا کے جو دیکھے تھے)۔ انتہائی شدت سے اگلے عید نمبر شمارے کا انتظار رہے گا' زندگی رہی تو پھر حاضر ہوں گی اگلے ماہ' اللہ حافظ۔

شہزادہ شبیر...... دوکھوا۔ السلام علیکم! شہلا آپی کیسی ہیں آپ؟ میری طرف سے تمام قارئین اور آنچل اسٹاف اور رائٹرز کو دل کی گہرائیوں سے عید مبارک ہو۔ جی جناب مابدولت چار ماہ کے بعد حاضر ہوئی ہیں یقیناً مجھے کسی نے بھی یاد نہیں کیا ہوگا کیونکہ ابھی میری آنچل میں کوئی دوست ہی نہیں بنی۔ چار ماہ کے بعد اس لیے شرکت کررہی ہوں کہ جنوری میں فرسٹ ٹرم تھے اور مارچ میں باقی ٹیچرز نے پیپرز لیے اور اپریل میں فائنل پیپرز ہوئے۔ اس لیے تمام قارئین سے التجا ہے کہ رمضان کے مبارک مہینے میں دعا کیجیے گا کہ میرا رزلٹ اچھا آئے' پلیز۔ ویسے میں آپ کو ایک بات بتاؤں میرا جب دسمبر کے شمارے میں خط شائع ہوا تو میرے اردو کے ٹیچر (سر بشارت) سب سے زیادہ خوش ہوئے۔ وہ اس طرح خوش ہورہے تھے جیسے میرا خط نہیں بلکہ کوئی ناول شامل ہوگیا ہے' ویسے بھی میرے فیورٹ ٹیچرز کی فہرست میں فرسٹ نمبر پر میرے یہی سر ہیں۔ اللہ تعالیٰ میرے تمام ٹیچرز کو صحت وتندرستی والی لمبی عمر عطا فرمائے' آمین۔ لہٰذا اب بات ہوجائے جون کے شمارے کی سرورق ماہین ویسے تو بہت پیاری ہے لیکن ان کی یہ تصویر پیاری نہیں تھی۔ فہرست پر جب نظر ڈالی تو سمیرا شریف طور کا نام پڑھ کر دل باغ باغ ہوگیا۔ اس لیے سب سے پہلے چھلانگ لگائی "جنون سے عشق تک" زبردست تھا' یہ ناول بھی یقیناً سمیرا آپی کے دیگر ناولوں کی طرح ہی یادگار رہوگا۔ شیری اور افگن کی لڑائی پڑھ کر مزہ آیا' اگر شیری سیر ہے تو افگن صاحب سوا سیر' اس لیے آگے آگے جب یہ ناول بڑھے گا تو یقیناً ہماری دلچسپی میں اضافہ ہوگا۔ اگلی قسط کا شدت سے انتظار ہے' ویسے پتا نہیں مجھے کیوں اس ناول میں "محبت دھنک رنگ اوڑھ کر" کی جھلک نظر آئی (تھوڑی سی)۔ اس کے بعد "شب ہجر کی پہلی بارش" پڑھی' یہ ناول بھی دلچسپی کے انتہائی موڑ پر ہے۔ اب فیاض اور میرب کی سزا کا شدت سے انتظار ہے۔ جو سزا شہزاد نے ان کو دینی ہے۔ نازی آپی پلیز صیام اور دری کو کسی قیمت پر بھی الگ مت کیجیے گا کیونکہ یہ دونوں کردار اس کہانی کی جان ہیں' سارا کی اصلیت کے بارے میں جان کر سارا پر سخت غصہ آیا جبکہ مریرہ اور صمید سے ہمدردی محسوس ہوئی ویسے اب زاویار صاحب کی بھی عقل ٹھکانے آچکی ہے چلو شکر ہے۔ اس کے بعد "تیری زلف کے سر ہونے تک" پڑھا' سودہ اور زید کا ٹاپک سب سے مزے کا ہے' مجھے سودہ پر بیک وقت غصہ بھی آیا اور پیار بھی' پیار بھی' سودہ کو کیا ضرورت ہے زید سے اتنا ڈرنے کی وہ تمہیں کھا تو نہیں جائے گا۔ اب مائدہ بیگم پتا نہیں کیا گل کھلانے والی ہے۔ جنید کو جو دیکھ چکی ہے (لومڑی کہیں کی) اگلی قسط کا انتظار ہے' اس کے بعد "تیرہ شبوں کا حاصل چاند" پڑھا' بہت مزے کا ناول تھا ویل ڈن نا کلہ آپی۔ حقیقت سے دور لگا لیکن پڑھ کر مزہ آیا' میرا تو اس وقت قہقہہ نکل جاتا جب الوریہ صاحبہ کیہان سے ڈرتی تھی' ویسے مزہ آیا پڑھ کر۔ اس کے بعد "حریم عشق" پڑھا' مجھے تو لگتا ہے یہ ارماہ بیگم ارحام اور حریم میں دراڑ ڈال رہی ہے ویسے رضی کے کارنامے پڑھ کر غصہ آیا۔ رامین کا اتنا غصہ تو بنتا ہے نا رضی جی! ماضی میں آپ نے بڑے اچھے کام کیے ہیں نا جواب آپ رامین سے محبت اور دوستی کی توقع کررہے ہیں' حماد کا فیصلہ پڑھ کر بے ساختہ حماد کو داد دینے کو جی چاہا' اب دیکھتے ہیں کہ یہ سب کارنامے کون سر انجام دے رہا ہے' ارحام پر بہت زیادہ ترس آتا ہے۔ حریم تم ارحام کے ساتھ اچھا نہیں کررہیں' اگلی قسط کا انتظار رہے گا۔ اس کے بعد "اپنے وصل کی بارش دے" ہمیشہ کی طرح اس بار بھی صائمہ قریشی نے بہت اچھا لکھا۔ سب سے اچھا کردار خاور عباسی کا لگا' آج کل تو خاور عباسی جیسے بندے نایاب ہوگئے ہیں' افسانے سب ایک سے بڑھ کر ایک تھے۔ سب سے پیارا افسانہ "عید سعید تم سے ہے" لگا۔ "میں محبت اور تم" میں ہما پر بہت غصہ آیا' زہر لگتی ہیں مجھے ہما جیسی لڑکیاں جو سب کچھ جانتے ہوئے بھی دوسرے کے حق کو غضب کرتی ہیں۔ اس کے علاوہ "میکے کی عید" بھی مزے کی تھی' ہمیشہ کی

طرح اس دفعہ بھی نزہت آنی رشتوں کو آپس میں جوڑ رہی تھیں بس ایک بات کا دکھ ہوا جب شہاب الدین نے آبگینہ اور بازف کو کبریٰ بیگم کا آخری دفعہ منہ نہیں دیکھنے دیا بعض دفعہ بے جا انا بھی انسان کو کھوکھلا کردیتی ہے۔ شکر ہے شہاب صاحب کی عقل ٹھکانے آ گئی تھی اس کے بعد "وی آئی پی" زبردست تھا۔ راشدہ رفعت نے تو آخرت کے بارے میں اچھی وضاحت کی ویسے یہ افسانہ پڑھ کر دل دکھی بھی ہوگیا ویسے یہ بات تو سچ ہے نہ کہ ایک نا ایک دن سب نے اس دنیا سے رخصت ہوجانا ہے۔ اس کے بعد "عید ملن" میں سب کے جوابات اچھے تھے بیاض دل میں سب کے اشعار ایک سے بڑھ کر ایک تھے۔ یادگار لمحے بھی اچھے تھے ٹیچر عائشہ رحمن ہنی سے انگلش سیکھ کر مزہ آیا اس کے علاوہ کوثر آنی ملالہ اسلم اور دیگر قارئین کا شکریہ جنہوں نے میرا تعارف پسند کیا ویسے میں چاہتی ہوں کہ میری بھی ڈھیر ساری آنچل فرینڈز ہوں جیسے کہ ارم کمال مشی خان کوثر خالہ آئی پروین افضل شاہین آنی ملالہ اسلم نجم انجم ندیجہ نورین مہک تم خاص طور پر کیونکہ تمہارے شہر گجرات میں میری جان صدف عمران (آپی صدو) رہتی ہیں اور مانسہرہ والو! تم سب مجھے اچھے لگتے ہو کیونکہ مانسہرہ دیکھنے کا مجھے بہت شوق ہے۔ فاخرہ آپی کی امی کی وفات کا پڑھ کر بہت دکھ ہوا اللہ تعالیٰ فاخرہ آپی کی امی کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے آمین۔ ویسے بھی ماں باپ کی کمی کوئی بھی پوری نہیں کرسکتا کیونکہ آج کی خود غرض دنیا میں والدین ہی صرف بے لوث اور بے ریا محبت کرتے ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ سب کے والدین کو صحت وتندرستی والی لمبی عمر دے اور جن کے والدین اس دنیا سے چلے گئے ہیں ان کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے آمین۔ آخری بات رمشہ منظور اور میری جان زری کو عید مبارک اور بہت سارا پیار زندگی رہی تو اگلے ماہ پھر حاضر ہوں گے اللہ نگہبان۔

اقرأ ممتاز ــــ سرگودھا۔ پیاری شہلا آپی سلام پہلی دفعہ آئینہ میں شرکت کررہی ہوں امید ہے آپ خوش آمدید کہیں گی۔ میری طرف سے آنچل کے تمام اسٹاف اور قارئین کو عید مبارک اللہ ہم سب کو اپنے اپنے گھروں میں خوش وخرم رکھے آمین۔ آج مجھے جس چیز نے قلم اٹھانے پر مجبور کیا۔ وہ آپی سمیرا شریف طور ہیں میں ان کی بہت بڑی فین ہوں۔ امید ہے "ٹوٹا ہوا تارا" کی طرح "جنون سے عشق تک" بھی زبردست ہوگا۔ "تیری زلف کے سر ہونے تک" اقرأ صغیر احمد کا ناول "میری فیورٹ اسٹوری ہے پلیز آپی نوفل اور انشراح کے ساتھ کچھ بھی برا مت کیجیے گا۔ نوفل اور انشراح میرے بیسٹ کردار ہیں دل کرتا ہے لاریب کو اٹھا کر اسٹوری سے باہر پھینک دیں سودہ تو ہے ہی کیوٹ سی۔ "تیرہ شبوں کا حاصل چاند" نائلہ طارق کا ناول بھی بڑا جاندار رہا ویسے ایک بات ہے اس کہانی میں نام بڑے مختلف تھے یہ نام تو میں نے کبھی سنے بھی نہیں تھے نائلہ جی اتنے مشکل نام کہاں سے ڈھونڈ نکالے کیہان کی طرح میری پھوپو کا بیٹا فیضان بھی ہے اتنا وائٹ جو بھی دیکھتا ہے دیکھتا ہی رہ جاتا ہے۔ انیلا طالب آپ کو میری نگارشات پسند آئیں شکریہ۔ یادگار لمحے میں عائشہ رحمن ہنی نے انگریزی سکھائی ایسی انگلش اگر ہم پیپر میں لکھ آئیں تو ہم سب اے ون نمبروں سے پاس ہوجائیں ویسے آپس کی بات ہے انگلش ایسی ہی ہونی چاہیے ہاہاہا۔ پیاری ارم کمال آپ ہمیں بہت اچھی لگتی ہیں پتا نہیں کیوں۔

☆ ڈیئر اقرأ! پہلی بار شریک محفل ہونے پر خوش آمدید۔

صائمہ مشتاق ــــ سرگودھا۔ پیاری شہلا آپی! آنچل رائٹرز ریڈرز کو میری طرف سے عید مبارک ہو اس دفعہ آنچل 25 کو ملا ٹائٹل گرل کی جیولری بہت پسند آئی۔ حمد ونعت دل وروح کو منور کرگئی اس کے بعد در جواب میں آپی اور بہنوں کی محفل سجائے جوابات کہیں سیدھے دل میں اتر جاتی ہے۔ مشتاق احمد قریشی "الکوثر" میں معلومات میں اضافہ کرتے اچھے لگے ہمارا آنچل میں علینا لیزا سیدہ ابر عنبر مجید فرحانہ سے ملاقات اچھی لگی سب سے پہلے رفعت

سراج کا ''چراغ خانہ'' پڑھا۔ رفعت جی کہانی تھوڑی سلو جارہی ہے پلیز اسپیڈ بڑھادیں۔ نائلہ طارق کا مکمل ناول ''تیرہ شبوں کا حاصل چاند'' یزدان اور روداب کی جوڑے کیہان اور الویرہ کی جوڑی زبردست رہی نائلہ جی اچھی کاوش تھی۔ صائمہ قریشی کا ناولٹ ''اپنے وصل کی بارش دے'' میں یہ لائنیں بہت پسند آئیں ''کچھ لوگوں کی زندگیاں بہت مشکل ہوتی ہیں ویسے تو زندگی کسی طرح آسان نہیں ہوتی' بہت سے نشیب وفراز بہت سی کٹھنائیاں ہر خاص وعام زندگی کا حصہ ہوتی ہیں لیکن اس کے باوجود کچھ لوگ ہوتے ہیں' جن کی زندگی کے اتار چڑھاؤ اتنے کٹھن ہوتے ہیں کہ منزل تک پہنچتے پہنچتے وہ نڈھال ہوچکے ہوتے ہیں۔'' سیدہ غزل زیدی کا ''حریم عشق'' زبردست سیدہ غزل جی اس دفعہ تو کہانی میں نیا موڑآ گیا ادھر حریم ارحام کا اعتبار کرنے لگی تھی کہ ارحام کی ماں نے انجانے میں دونوں کو ایک دوسرے سے دور کردیا۔ دوسری جانب رامین اور علی رضا پلیز سیدہ جی دونوں جوڑیوں کو ضرور ملا دینا' باقی ناول سپر ہٹ جارہا ہے۔ اقبال بانو کا ''میں محبت اور تم'' اچھا لگا' راشدہ رفعت کا ''وی آئی پی'' افسانہ نام کی طرح وی آئی پی لگا۔ نزہت جبین ضیاء ''میکے کی عید' بہت پسند آئی' فرح بھٹو ''عید سعید تم سے ہے'' اچھی لگی۔ مہندی کے ڈیزائن بہت پسند آئے' بیاض دل میں پروین افضل شاہین' سباس گل' راؤ تہذیب حسین کے شعر پسند آئے۔ ڈش مقابلہ میں تمام ڈشز بیسٹ لگیں' دوست کا پیغام آئے میں انیلا طالب نے میرے نام لکھا اچھا لگا' آئینہ میں سب کے تبصرے پسند آئے' اگلے ماہ کے لیے اجازت چاہوں گی' اللہ حافظ۔

عنزہ یونس...... حافظ آباد۔ آداب تسلیمات۔

محبت اک سمندر ہے
کہ جتنا بھی کوئی ڈوبے
کنارے پر ہی رہتا ہے

عزیزی آنچل! کیا حال ہے؟ بہت معذرت پیپرز کی وجہ سے کچھ ماہ غائب رہی مگر آنچل پڑھنا بالکل نہیں چھوڑا۔ عزیزی آنچل سے وابستہ ہر فرد کے لیے دل میں بے پناہ محبت موجزن ہے' بہت دل چاہ رہا تھا آپ سب سے ملنے کو سو قلم تھامے چلی آئی۔ سب سے پہلے بات کروں گی ''شب ہجر کی پہلی بارش'' کی' اُف کیا بتاؤں یہ ناول مجھے بہت پسند ہے اسپیشلی صیام اور درمکنون کی اسٹوری لیکن بہت سلو جارہی ہے پلیز نازیہ آپی میرے فیورٹ کپلز پر زیادہ لکھا کریں۔ ''چراغ خانہ'' رفعت سراج صاحبہ واقعی اس جیسا ناول چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملے گا' ویری گڈ۔ ''تیری زلف کے سر ہونے تک'' بہترین ناول ہے سودہ اور زید کی محبت بلکہ مشرقی محبت' چھپی فیلنگز بہت ہی فنٹاسٹک ہیں۔ ان دونوں کے مضبوط کردار دل میں فٹ ہوگئے ایمان سے۔ سیدہ غزل زیدی کا ناول ''حریم عشق'' بھی بہت اچھا ہے اور فاخرہ گل صاحبہ آپ نے تو ناول میں گل ہی بھر دیئے' بہت ہی مزے کا ناول ہے۔ زندگی کے محبت بھرپور پہلوؤں کی عکاسی کرتا' کیپ اٹ اپ۔ باقی تمام افسانے' ناول' زبردست تھے' بیاض دل' دوست کا پیغام آئے' ڈش مقابلہ' ہم سے پوچھیے سب ہی پڑھ کر مزہ آ گیا اور ہاں آنچل یوں ہی رہنا پیارا صاف ستھرا۔ مصباح سید کا نام ضرور لوں گی اور ریحانہ آفتاب کا میں نے انہیں ابھی پڑھا ہے مگر دل خوش ہوگیا' خوش رہو آپ دونوں۔ اس کے ساتھ ہی اجازت دیجیے کہ پنجاب سے آئی ہوں جانے میں بھی تو ٹائم لگے گا ہاہا' سوفی امان اللہ۔

☆ ڈیئر عنزہ اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو کامیاب فرمائے آمین۔

ثوبیہ سحر حسین...... بستی ملوک۔ السلام علیکم! میری طرف سے شہلا آپی اور تمام پڑھنے والیوں کو عید مبارک' اس دفعہ آنچل 22 کو ہی مل گیا' واؤ خوب صورت ٹائٹل زبردست ڈریس' خوب صورت جیولری' پیارا

سا ہیک اپ واقعی یہ عید نمبر لگ رہا تھا۔ سب سے پہلے قیصر آرا آنٹی کی سرگوشیاں سنیں اس کے بعد دانش کدہ پہنچے جہاں مشتاق انکل نے قیامت کی جو نشانیاں بیان کی وہ پڑھ کر دل میں خوف وحشت سی چھا گئی اس کے بعد حمد ونعت سے دل کو منور کیا پھر دوڑ لگائی "حریم عشق" جہاں علی رضا آفندی نے رامین کے ساتھ بہت برا کیا تو اتنی جلدی معافی کا طلب گار کیسے ہوسکتا ہے اور ارحام نے جو پینٹنگ بنائی تھی وہ واقعی شاہکار تھی لیکن نوشی بیگم نے بہت برا کیا ارحام اور حریم کے ساتھ۔ بڑی مشکل سے ان کی دوستی ہوئی تھی اب پھر وہی بدگمانی مجھے لگتا ہے پیار ماہ بھی اس سازش میں شامل ہے پھر چلے "چراغ خانہ" کی طرف جہاں مشہور کی بدلتی حالت پڑھ کر خوشی ہوئی وہیں پیاری کا رویہ غصہ دلا گیا پتا نہیں بے چارے دانیال کا کیا حال ہوگا گاڑی میں۔ اس کے بعد افسانوں کی دنیا میں پہنچ گئے جہاں اقبال بانو "میں محبت اور تم" لیے حاضر تھیں جسے پڑھ کر دل افسردہ ہوگیا واقعی سمجھوتے کی زندگی میں بے اختیاریوں کے موسم میں مسکرانا پڑتا ہے۔ "وی آئی پی" راشدہ رفعت واقعی وی آئی پی لکھا جسے پڑھتے ہی سحر طاری ہوگیا واقعی سبق آموز افسانہ تھا سچ میں عبدل جیسے لوگ ہی عظیم ہوتے ہیں۔ نزہت جبین ضیاء "میکے کی عید" پڑھ کر ایا کی یاد آ گئی جو شمن آ را کی طرح اس بار بھی ہمیشہ میکے کی عید کا انتظار کررہی ہوں گی بھاگ کے گئے ان کی عیدی لے آئے اس کے بعد فرح بھٹو جی سے ملے "جو عید سعید تم سے ہے" بتا رہی تھیں بہت شکریہ جی (ہاہاہا ہائے رے خوش فہمی) نور عرش کی نادانیاں اور اجتاج کا سنجیدہ اور شوخ مزاج کسی اور دنیا میں ہی لے گیا۔ "تیرہ شبوں کا حاصل چاند" نائلہ طارق کا مکمل ناول بہت زبردست تھا بیان نہیں کرسکتی۔ "جنون سے عشق تک" اور سلسلے وار ناول ابھی نہیں پڑھے ان پر تبصرہ اگلی بار پھر اپنا رخ سخن اپنے وصل کی بارش دے یعنی صائمہ قریشی کی طرف کیا تو ایک دم ہی اچھل پڑی۔ واہ جی صائمہ آپی آپ نے انشراح کی فرینڈ ثوبیہ (یعنی مجھے) بنا کر کمال کردیا سچ میں ہماری فرینڈ شبانہ کے ساتھ بھی انشراح اور علی کی طرح ہوا تھا اور ہم نے بھی ثوبیہ والا کردار ادا کیا تھا (ہاہاہا)۔ اس کے بعد آ رنگیل ماواں ٹھنڈیاں چھاواں فاخرہ گل واقعی ماواں ٹھنڈیاں چھاواں ہوتی ہیں واقعی میں ماں باپ کی محبت کے بدلے ابھی ہم پوری زندگی ان کی خدمت کرکے بھی ان کا احسان نہیں چکا سکتے اور اللہ آپ کی امی کو جنت الفردوس میں جگہ دے آمین۔ اس کے بعد بوجھل دل لیے ہم سے پوچھیے کی طرف آئے تو سویٹ سی فرینڈز کے سوال اور شمائلہ آپی کے جوابات مسکرانے پر مجبور کرگئے باقی سلسلے بھی زبردست تھے۔ آئینہ میں بھی کے تبصرے چاند کی طرح چمک رہے تھے جن میں زندگی تنویر روبینہ کوثر کوثر خالد کے تبصرے سرفہرست تھے آخر میں اس بات کے ساتھ اجازت دوسروں کو خوشیاں دیں یہی زندگی ہے اللہ حافظ۔

ارم کمال...... فیصل آباد۔ پیاری سی شہلا جی! سدا میٹھی میٹھی خوشیوں کا مزا لوٹیں آمین۔ السلام علیکم! امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آپ خیریت سے ہوں گی میری طرف سے سب کو عید کی سچی اور پرخلوص خوشیاں بہت بہت مبارک ہوں۔ 26 تاریخ کو آنچل کا شمارہ ملا عید سے پہلے عید گفٹ سیروں خون بڑھا گیا ٹائٹل بہت ہی جاذب نظر اور دلکش تھا۔ ماڈل کی دلفریبی خوب صورتی پریوں کو پیچھے چھوڑتی نظر آرہی تھی در جواب آں سے ناراض ہوتے ہوئے دانش کدہ میں پہنچے اور کتنی ہی دیر شاک میں رہے کہ اللہ ہم سے کیا چاہ رہا ہے اور ہم کیا کررہے ہیں؟ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ ہمارا آنچل میں فرحانہ آپ کا دکھ دل چیر گیا آپ بالکل ہمت نہ ہاریں کیونکہ میرا اس بات پر یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کو اس کی ہمت سے زیادہ نہیں آزماتا آج سے آپ میری بہن ہیں۔ آپ اپنا ہر دکھ مجھ سے شیئر کیا کریں کیونکہ غم بانٹنے سے آدھا ہوجاتا ہے اپنی بیٹی کو میری طرف سے بہت بہت پیار دیجیے گا۔ سروے عید ملن خوب دلچسپ دھڑے دار رہا ویسے زیادہ مزے دار اگلے مہینے ہوجائے گا پوچھیے کیوں؟ رفعت سراج کا "چراغ خانہ" بہت ہی دلآویز اور سبک خرامی سے رواں دواں ہے۔ پیاری کی

بے وقوفیاں دانیال کے دل میں بدگمانیاں نہ بھردیں' پیاری عقل سے کام لو سب رشتوں کو ساتھ لے کر چلتے ہیں' سمیرا شریف طور کا ناول ''جنون سے عشق تک'' آغاز سے مار دھاڑ سے واسطہ پڑا' دیکھیں آگے آگے کیا ہوتا ہے ویسے ذاتی طور پر مجھے بھی افگن کی طرح شہرینہ جیسی لڑکیاں زہر لگتی ہیں۔ راشدہ رفعت کی ''وی آئی پی'' سب کو آئینہ میں شکل دکھا گئی' ہمیں دعا یہ کرنی چاہیے اور اعمال بھی ایسے کرنے چاہئیں کہ اللہ کی نظر میں وی آئی پیز میں سے ہوں۔ ''تیرہ شبوں کا حاصل چاند'' نائلہ طارق کی تحریر اے ون رہی (ویل ڈن نائلہ جی)۔ نزہت جبیں ضیاء ہمیشہ کی طرح ''میکے کی عید'' لائیں اور چھا گئیں (زبردست)۔ ''اپنے وصل کی بارش دے'' میں صائمہ قریشی کا میسج بہت خوب صورت قوس وقزح کی طرح خوشیاں ان پر برستی رہیں۔ ''حریم عشق'' میں حریم کی بدگمانیاں اور ارحام کا جنون سب کچھ بہت مسمرائز کررہا ہے۔ فاخرہ گل کا ''باپ سراں دے تاج محمد ماواں ٹھنڈیاں چھاواں'' پڑھ کر سارے لفظ بھیگ گئے' اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ دکھ پہاڑوں سے بھی بڑا ہے لیکن اللہ کی مرضی پر سر جھکاتا ہے اور اس کی رضا میں راضی رہنا انسان کو اللہ کا پسندیدہ بندہ بنادیتا ہے۔ بیاض دل میں ثانیہ مسکان' ارم ریاض' شازیہ ہاشم اور صائمہ نوید کے اشعار نمایاں رہے۔ ڈش مقابلہ میں چکن تکا' چاٹ عید کے دن کے لیے سلیکٹ کرلی۔ نیرنگ خیال میں ''تیری دلاری'' پڑھ کر آنکھیں بھیگ گئیں۔ مجھے بھی اپنے بابا یاد آگئے جو مجھ سے زیادہ میری عید کی خوشیوں کا خیال رکھتے تھے' دوست کا پیغام آئے میں سب کے مہکے مہکے پیغامات پڑھ کر دل خوشیوں سے بھر گیا۔ یادگار لمحے میں ارم ریاض' نجم انجم اعوان اور رابعہ امرینہ عائشہ کے مراسلات بہترین رہے۔ آئینہ میں زندگی تنویر خلیل کا تبصرہ شاندار رہا۔ کوثر خالد آپ کا تبصرہ تو چھکے پر چھکا مار رہا تھا آپ نے فوزان کے بارے میں پوچھا بہت شکریہ ویسے بتادوں فوزان میرا پہلا نواسہ ہے اس کا پورا نام فوزان رؤف ہے' پوتے میں تو ابھی دیر ہے' ابھی میرا اکلوتا بیٹا احمد جمال 14 سال کا ہے۔ ہم سے پوچھئے میں مدیحہ نورین مہک' سوہائے انشال چدھر اور ایس این شہزادی کے سوالات اور شمائلہ جی کے جوابات نے اسپائسی عید چاٹ کا مزا دیا' عید نمبر ہر لحاظ سے سپر رہا۔

میزاب...... قصور۔ السلام علیکم! سبھی ریڈرز کو' کیسے ہیں آپ سب؟ امید ہے ٹھیک ٹھاک ہوں گے تقریباً ایک سال بعد میں پھر حاضر ہوں' امید ہے تھوڑی کھڑی ہونے کی جگہ مل جائے گی۔ اب آتے ہیں اس ماہ کے آنچل کی طرف تو جب آنچل میرے ہاتھ میں آیا تو مجھے اتنی خوشی ہوئی کہ میں بتا نہیں سکتی کیونکہ بھائی کے اتنی منت سماجت کے بعد آنچل جو ملا تھا۔ سب سے پہلے میں نے اپنا فیورٹ ناول پڑھنے کی کوشش کی لیکن یہ کیا جس کا اتنا انتظار کیا تو وہ تو تھا ہی نہیں۔ جی ہاں ''ذرا مسکرا میرے گمشدہ'' وہ تو اپنے نام کی طرح گمشدہ تھا' دل ہی ٹوٹ گیا چلو کوئی گل نہیں اس کے بعد نازیہ کنول نازی کے پاس پہنچے اس ناول کے سبھی کرداروں پر خاصا اوکھا وقت چل رہا ہے' اللہ ان کے حال پر رحم کرے اس کے بعد ''تیری زلف کے سر ہونے تک'' میں تو یہی چاہتی ہوں کہ سودہ اور زید کی جوڑی بن جائے مزہ آجائے گا۔ سب سے پہلے تو زید کے اپنے پاپا کے ساتھ تعلقات بہتر ہونے چاہئیں یہ بھی اپنی ماں' بہن کے ہاتھ بے وقوف بنا ہوا ہے' باقی سبھی سلسلے وار ناول بہترین جارہے ہیں' خاص کر کے ''حریم عشق'' مجھے لگتا ہے حریم اور ارحام کے درمیان غلط فہمیاں حریم کی دوست پیدا کررہی ہے اور اب اتنی بڑی بات کے ماڈلنگ کے لیے حریم کا نام دینا مجھے تو آستین کا سانپ یہی لگ رہی ہے۔ باقی سارا آنچل ٹاپ کلاس تھا' سب سے زیادہ مجھے مہندی کے ڈیزائن پسند آئے شکریہ سبھی بھیجنے والوں کو' اجازت دیں اللہ حافظ اللہ آپ سب کو خوش رکھے آمین۔

فائزہ بھٹی...... پتوکی۔ السلام علیکم پاکستان! کیا حال ہیں آپ لوگوں کے' رمضان المبارک کے روزے رکھ رہے ہوں گے یقیناً' گرمی اور پیاس کے بارے میں بات کرنا تو ایویں ہوگا۔ اس ماہ کا شمارہ 26 کو ملا'

سرورق نارمل تھا' فہرست پر نظر دوڑائی تو بہت سے نام دیکھنے کو ملے دل میں ایک خوش کن احساس جاگا' سمیرا شریف طور کے نام کی وجہ سے' خوش آمدید' خوش آمدید۔ فہرست کے بعد سب سے پہلے اپنے خطوط کی تلاش میں دوڑ لگائی مگر حد درجہ کوفت کا سامنا ہوا' خط ندارد۔ مئی کے شمارے میں بھی یہی ہوا تھا حالانکہ مئی کے شمارے کے لیے 29 کو میں نے ڈاک بھیج دی اور جون کے شمارے کے لیے بہت سے ضروری کام پس پشت ڈال کر سب کی نظروں کا سامنا کرتے ہوئے 25 کو ڈاک بھیج دی' اب 25 کو بھیجی ڈاک بھی آپ تک نہ پہنچ پائے یہ میں جان نہیں سکتی۔ پہلے تو 5 کو بھیج دیتی وہ شائع ہو جاتی' اب دس دن پہلے بھیجنے والی محبت بھی اکارت ہوگئی۔ یہ تو مجھے یقین ہے آپ تک ضرور پہنچ گئی ہے کیونکہ اس کے ساتھ ہی کسی اور جگہ بھیجی ڈاک پہنچ گئی پھر یہاں کیوں نہیں پلیز' پلیز وجہ بتا دیں میں کیوں نظر انداز ہو رہی ہوں' آپ تو پھر بھی خط وغیرہ لگا دیتی ہیں' دوست کا پیغام آئے مسلسل نظر انداز ہو رہا ہے۔ میرے خلاف بدگمانیوں کے پہاڑ کھڑے ہو رہے ہیں' رحم کریں اس کو بھی شائع کر دیں' اتنی محنت و محبت سے لکھ کر سو منتوں کے بعد بھیجتی ہوں پہلے تو سوچا اس بار لکھوں گی ہی نہیں مگر پھر سوچا دل میں بغض پالنے سے بہتر ہے آپ کو انفارم کر دیا جائے۔ آج کل مصروفیت اس قدر ہے کہ کیا بتاؤں' 10 جون کو پہلا پیپر اور میں جلدی جلدی آنچل پڑھ کر تبصرہ فرما رہی ہوں' بہت سی مشکوک نظریں اٹھ رہی ہیں پلیز میری اس محبت کو ضائع نہ ہونے دیجیے' اب بھی 28 کو بھیج رہی ہوں پہنچنا یقینی ہے' مہربانی ہوگی عید کا تحفہ سمجھ کر قبول کروں گی۔ اب باقاعدہ تبصرے کی طرف آتی ہوں "چراغ خانہ" رفعت سراج اتنی لمبی کیوں لے کر چل رہی ہیں اب اسے ختم ہو جانا چاہیے اتنے ماہ ہو گئے۔ مشہود کی ناراضگی کو شکر ہے اب اسے عقل آنا شروع ہوگئی' اوہ پیاری! تم نے کیوں خود سے بیر لیا ہوا ہے بھائی پہلے ہی اپنا نہیں' شوہر بھی کھو دو گی (شاباش ہے بھئی)۔ دانیال صبر کر بچے' سعد یہ اب کوئی الٹی سیدھی حرکت نہ کر دینا' سنبھل کر چلو۔ عالی جاہ تم نے کڑوے کریلے کیوں کھائے ہوئے ہیں (ہاں بولو)۔ "شب ہجر کی پہلی بارش" صمید حسن میں تو کہوں گی تجھ جیسی محبت کسی کو کسی سے نہ ہو مقابل موت کے منہ میں چلا جاتا ہے۔ سارا بیگم تجھے کیا کہوں' بھگتو گی اب تم بھی' ورکنوں کا ڈپریشن میں آنا سمجھ میں آتا ہے' کوئی بھی ہوتا تو یہی کرتا' صیام اب بتاؤ چھوڑ کر جاؤ گے؟ شہزاد "تیری قسمت پر رونا آیا" شکر ہے عائلہ بھی سامنے آگئی' زاویار حسن اب اور کسی چیز کی ضرورت ہے تو بتاؤ؟ "تیری زلف کے سر ہونے تک" پچھلے ماہ کیوں غائب' اوہ خر دماغ نوفل صاحب کیوں دلوں سے اترنے پر تلے ہوئے ہو' عقل کرو اتنی بے عقلی اچھی نہیں۔ انشراح تم تو خوب پھنسی' اب تمہیں اس پھندے سے خدا ہی بچائے اپنے پاؤں کی بھی پروا کر لو' زید تم کیوں پل میں تولہ پل میں ماشہ کی عملی تفسیر بنے ہوئے ہو' اچھے ہو تو اچھے بن کر رہو' نہیں تو مکمل برے ہو جاؤ اور تمہاری اماں اور بہن کے لیے تو دعا ہی کر سکتے ہیں' سودہ اور کتنے درد سہو گی ہاں؟ "میرے گمشدہ" اس بار واقعی گم شدہ ٹھہری۔ "حریم عشق" یہاں خوب عشق کی حرمت ہو رہی ہے' ارحام اپنی محبت بچانی ہے تو اس سائکو کیس کو پکڑو جو تمہارے آگے پیچھے پھر رہی ہے (فساد کی جڑ)۔ حریم کا ردعمل حالات کے مطابق ہی ہے رامین بھی خوب پھنسی اور دادو جی آپ کیوں باہر جا کر بیٹھ گئے' ادھر ارحام پر مصیبتیں اتر رہی ہیں' جلدی آئیں اب آپ نے ہی کچھ کرنا ہے۔ "جنون سے عشق تک" اوہ نخریلی مس شہرینہ اب مسٹر گرد ایڈووکیٹ افکن سے پنگا لیا ہے تو سنبھل سنبھل کر چلنا۔ یہ ایڈووکیٹ لوگ بڑے اعلیٰ درجے کے فریبی ہوتے ہیں' مقابل کو منٹوں میں چت کرنے سے واقف ویسے شروع میں لگا سمیرا کی کہانی ہے۔ تھانے میں کوئی ایس پی آئی جی ٹائپ کا ہیرو سامنے آئے گا۔ سمیرا کے پولیس آفیسر بڑے پسند ہیں' ہمیں' چلو یہ ایڈووکیٹ بھی کم نہیں' آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا' آغاز تو بہت بہتر ہے۔ "تیرہ شبوں کا حاصل چاند" یہ وائٹ پیس کیا چیز تھا' یزدان' ہم تو تمہیں پہلے ہی جان گئے' کنویں کے پھول اتنے خوب صورت ہوتے ہیں کہ محبت نے انہیں خوب صورتی عطا کی تھی' نائلہ طارق تم اچھی کہانی لے کر آئی ہو' نورت

سے بچالیتی ہو۔" اپنے وصل کی بارش دے" صائمہ قریشی کی کہانی بھی بہت اچھی رہی مزہ آیا۔ علی لکاح میں طاقت ہے یا پھر تم پہلے ہی اتنے رومانٹک تھے شریر تو پہلے ہی سے تھے (کیا غلط کہا)۔ صائمہ قریشی بھی جب آئیں خوب آتی ہیں لگے رہو تم سب لوگ افسانوں کے لیے معذرت۔ نیرنگ خیال انعام یافتہ بہنوں کو مبارک باد دوست کا پیغام آئے سارے دوستوں سے ملاقات رہی۔ آئینہ بہترین انداز بیان دیکھنے کو مل رہا ہے ایک سے بڑھ کر ایک تبصرہ نگار بہن سامنے آرہی ہے اس بار ناموں کو پوائنٹ آوٹ نہیں کیا گیا تھا پتا نہیں چلا کہاں کس نے ختم کیا کہاں کس نے شروع۔ عید مبارک سب کو اس سے پہلے خوب روزے رکھنا تم لوگوں کے گول گول منہ تھوڑے تھوڑے پتلے ہوجائیں گے۔ نازی اللہ پاک تمہاری اماں کو تندرستی سے نوازے۔ صائمہ مشتاق کس چیز نے تمہیں تنگ کیا اسپتال ہی پہنچ گئی جلدی ٹھیک ہوجاؤ۔ مدیحہ کنول سالگرہ مبارک ہو پہلی شائع نہیں ہوئی دوسری بار مبارک باد بھیج رہی ہوں۔ ہمارا آنچل علینا نور تمہیں پنک گلاب پسند ہے کہو تو بھیجوں۔ سیدہ امبر اختر بخاری اللہ تمہارے خواب پورے کرے سیدوں کی دعا قبول ہوتی ہے تو پھر ایک آدھ دعا میرے لیے بھی کر چھوڑو۔ عنبر مجید مسکرانے سے دکھ ختم ہوجاتے ہیں اچھا پتا ہی نہیں چلا شاید تم ٹھیک کہتی ہو۔ فرحانہ سالگرہ مبارک اور یہ زندگی ہے اور زندگی اپنی اصلیت ضرور دکھاتی ہے اللہ سے دعا ہے وہ تم پر کرم کرے آمین۔ بیاض دل سپاس گل کس پتھر سے واسطہ پڑ گیا ناہید اختر فائزہ شہزادی ماروی یاسمین نے اچھا لکھا۔ عید سروے سب بہنوں نے اپنے دل کے پرخلوص جذبات کو شیئر کیا اچھا لگا۔ میں نے بھی سروے بھیجا تھا امید کرتی ہوں اسے آئندہ میں لگادیں گے اب اس دعا کے ساتھ اجازت کے اللہ پاک سب پر رحمتوں کا نزول کرے آمین۔ فاخرہ گل آپ کی امی کے لیے مغفرت کی دعا ہے مائیں ہوتی ہی ایسی ہیں یار زندہ صحبت باقی۔

☆ ڈیئر فائزہ، ہم کو جو بھی ڈاک موصول ہوجاتی ہے وہ ہم لازمی شائع کرتے ہیں اور ڈاک کا نظام تو بس کیا کہیں۔

مدیحہ نورین مہک...... گجرات۔ السلام علیکم تمام پڑھنے والوں کو رمضان المبارک کا بابرکت ماہ بہت بہت مبارک ہو 23 کو آنچل ملا بہت خوشی ہوئی ٹائٹل پر موجود ماڈل ماہین پیاری لگ رہی تھی بچی سنوری سی کیوٹ سی فہرست دیکھی سارے نام جانے پہچانے تھے۔ حمد و نعت کے تمام حروف خوب صورتی کے ساتھ دل میں اترے دانش کدہ پہلے کی طرح اس دفعہ بھی بہت عمدہ تھا ہمارا آنچل میں عنبر مجید اور امبر اختر کا تعارف اچھا لگا۔ عید سروے میں بہنوں کے جوابات پڑھ کے ان کے متعلق تھوڑا بہت جانا فاخرہ گل کا آرٹیکل بہت اچھا تھا۔ ماؤں کے لیے لکھنے بیٹھو تو الفاظ ختم نہیں ہوتے اللہ تعالیٰ سب کی ماؤں کو صحت و تندرستی عطا فرمائے آمین سلسلہ وار ناولز اچھے جارہے ہیں۔ افسانے بھی لاجواب تھے۔ "میں محبت اور تم" اقبال بانو کا افسانہ پسند آیا ہما کو اپنی دوست کے ساتھ اس طرح دھوکہ نہیں کرنا چاہیے تھا اور شہریار کو اپنی بیوی کے ساتھ ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ بشریٰ نے ہما سے دوستی ختم کرنے کا فیصلہ بالکل درست کیا راشدہ رفعت کا افسانہ "وی آئی پی" بہت ہی عمدہ اور لاجواب تحریر تھی سمجھنے والے کے لیے کافی تھا کہ حقیقی وی آئی پی وہی ہوتا ہے جو اللہ کی نظر میں وی آئی پی ہوتا ہے۔ "میکے کی عید" نزہت آنٹی کا افسانہ بھی کسی سے کم نہ تھا بے شک ہر لڑکی کو اپنے میکے پر بہت مان ہوتا ہے اور آبگینہ نے بازف کا ساتھ دیا اچھا کیا اور وقت آنے پر شہاب الدین کو اپنی غلطی کا احساس ہو ہی گیا اور انہوں نے بازف اور آبگینہ کو کھلے دل سے قبول کیا۔ فرح بھٹو کا افسانہ "عید سعید تم سے ہے" نور عرش اور ابہاج کے درمیان جو دوریاں تھیں وہ ختم ہوگئیں اور ابہاج نے جس خوب صورتی سے نور عرش کو تمام خدشوں سے نکالا بہت اچھا انداز تھا۔ "حریم عشق" کی یہ قسط بہت اعلیٰ تھی ارحام کی شادی یمنیٰ سے نہ ہو حریم سے ہی ہو اور ارحام کی ماما نے حریم کی تصویر کی بولی لگوائی جو رد عمل حریم کا تھا وہ بالکل درست تھا کوئی بھی لڑکی یہ برداشت نہیں کرسکتی کے یوں سر بازار اس کی تصویر کی بولی لگائی جائے اور اس کی تذلیل کی جائے۔ "اپنے وصل کی بارش دے" میں

حریم کی بار بارناں نے اسے علی کے لیے ہاں بولنے پر مجبور کر ہی دیا' دونوں کا ملاپ زبردست تھا' ثوبیہ کی شرارتیں مزے کی تھیں۔ بیاض دل میں عائشہ رحمٰن ہنی' طیبہ خاور سلطان' پروین افضل' نورین انجم کے اشعار اعلیٰ تھے۔ نیرنگ خیال میں عرشیہ ہاشمی' عابدہ سبین اور جہاں آفتاب کی شاعری عمدہ تھی۔ دوست کا پیغام آئے میں جس نے بھی میرا نام لکھا اس کے نام آداب۔ یادگار لمحے میں ارم کمال' نجم انجم' عائشہ رحمٰن ہنی کا انتخاب پسند آیا۔ آئینہ میں طیبہ خاور سلطان' ارم کمال' انیلا طالب پسندیدگی کا شکریہ۔ ہم سے پوچھیے' میں سب کے سوالات مزے دار تھے اللہ تعالیٰ سب کو رمضان کے بابرکت مہینے کے روزے رکھنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

فرحت اشرف گھمن...... سید والا۔ السلام علیکم! کیسی ہو آنچل کی پریوں؟ آئی ہوپ سب مزے میں ہوں گی اور کیسی گزر رہی ہے آپ سب کی عید؟ اب آتے ہیں تبصرے کی طرف "چراغ خانہ" ایسا لگتا ہے جیسے کہانی ایک ہی جگہ رکی ہوئی ہے پلیز اس کی ذرا اسپیڈ بڑھائیں۔ "جنون سے عشق تک" سمیرا کا ناول ابھی پڑھا نہیں اس لیے تبصرہ سے معذرت۔ "تیرہ شبوں کا حاصل چاند" سوناکس کیہان جیسی بچی ہمارے محلے میں بھی ہے مجھے تو وہ بہت کیوٹ لگتی ہے۔ "تیری زلف کے سر ہونے تک" زید اور سودہ کا کپل ایک دم پرفیکٹ لگے گا لاریب کو تو انشراح سے دور ہی رکھیے' آئی تھنک نوفل اور جہاں آرا کا آپس میں کوئی رشتہ ہے۔ "شب ہجر کی پہلی بارش" صمید حسن اب پچھتاوے کی آگ میں جل رہے ہیں' سب ہی ایک دوسرے سے بدگمان ہیں پلیز نازی زیادہ لمبا نہ کیجیے گا پھر کہانی میں ٹوئسٹ نہیں رہتا' خاص کر میری جیسی بندی تو بہت جلد اکتا جاتی ہے۔ باقی ڈائجسٹ ابھی پڑھا نہیں کچھا گزام کی مصروفیت پھر روزوں کی ماشاء اللہ۔ نجم انجم آپ کو نئے گھر کی ڈھیروں مبارک ہو' ماریہ کنول مجھے تیری دوستی قبول ہے یار ویسے مزے کی بات بہت جلد میں اپنی تشریف آوری سے آپ کے شہر کو رونق بخشنے والی ہوں۔ ماریہ اور نجم آپی تقریباً چوتھی بار لکھ رہی ہوں' دوست کا پیغام میں بھی لکھا اور تبصرہ میں بھی لیکن شائع نہیں ہوا۔ روبی علی' کوثر خالد' شازیہ' ارم کمال' فضہ' مائرہ' شائستہ اور اقرا جٹ سب کو میری طرف سے سلام اللہ حافظ۔

کوثر خالد...... جڑانوالہ۔

آئینہ پاس رکھا ہے
خود کو دیکھ لیتے ہیں

السلام علیکم ملکہ شہلا اور آنچل پریوں! محفل یاراں میں حاضر ہیں اور دعا گو ہیں کہ جو لوگ روزے دار ہیں ان کے لیے موسم سہانا اور خوشگوار ہوجائے تاکہ روزہ اچھا گزرے۔ ہم نے تو دو روزے رکھ کر وقفہ لیا ہے اب جمعہ جمعہ...... تمام کاموں کے ساتھ نماز تسبیح اور تراویح پڑھ لیں گے' میرے لیے خوشی کی بات سب سے صلح ہے' اور اس بار میری دیورانی مس ناراضگی بنی ہوئی ہے۔ بہن کی وفات والے دن سے اور ہم منانے میں اناڑی پیا ہیں۔ وہ ہمارے گھر آ بھی جائے تو ہماری طرف دیکھنے سے گریز کرتی ہے اور ہم محو دعا و محو انتظار ہیں اگر اس نے عید پر بھی صلح نہیں کی تو پھر...... آگے ہم سوچنا نہیں چاہتے کیا ہوگا۔ دعا ہے سنبل ملک اعوان سمیت سب کی ناراضگیاں ختم ہوجائیں خود بخود یعنی دونوں فریق دل صاف کرلیں تو صلح خود ہوجاتی ہے۔ "نظر سے نظر ملی عید ہوگئی" چلیے جانب تبصرہ "سرگوشیاں" ہم سراپا عمل بن جائیں' حمد و نعت بیٹھی آواز کے ساتھ بھی طرز سے پڑھیں اور جلوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا مانگی۔ در جواب آں میں نازیہ سے لے کر خزینہ طاہر تک سب کو حسب حال دعائیں حاضر ہیں آپ سب کو سکون اور اطمینان والی روح نصیب ہو پھر ہی خوش رہا جاسکتا ہے کیونکہ زندگی تو دار عمل اور امتحان گاہ ہے اور پرچہ سکون سے کرنے والا ہی صحیح پرچہ حل کر پاتا ہے۔ الکوثر اللہ ہمیں برے اعمال سے دور رکھے اور ہدایت کا حسین چراغ ہمارے دلوں میں جلائے رکھے آمین۔ ہمارا

آنچل علینا پری حساس ہونا اچھا لگا‘ شاعری پسند مگر شعر برا لگا باقی من چلے کا سودا ہے۔ سیدہ امبر اختر‘ سیدہ جی بڑی قیمص پہنا کرو‘ فاسٹ میوزک چھوڑ دو‘ عنبر مجید (پاک خوشبو) اسم بامسمیٰ ہو مجھ سے ملتی جلتی ہو خوش رہو۔ فرحانہ دکھ انسان کو مضبوط بناتے ہیں اللہ آخرت میں شاداں وفرحاں ضرور کرے گا ایک بات ہے اگر ماں لوفاریہ کا نام فاطمہ رکھ لو اللہ بہتر کرے گا۔ سروے عید ملن نجم انجم ہی چھا گئیں‘ بھئی اپنی ہی ٹنڈ کروا کر آئینہ دیکھ لیا کرو‘ اپنا مکان صحت کے بعد بڑی نعمت ہے۔ تمام شعر بھی اچھے لگے‘ خاص کر عبادت والا اور ذیشان والا انیلا طالب مبارکاں۔ عید تو اصل تمہاری ہے اتنی سی عمر میں اتنی نیکیاں‘ روزے تو میں نے ماں کے گھر رکھے یہاں تو کام کی زیادتی رہی مریضوں کی بہتات رہی اور ہم نہ دنیا کے رہے نہ دین کے۔ پانی کی کمی کا اسم نکالا تو تم بھی پڑھو ملک حمید منعم۔ ماواں ٹھنڈیاں چھاواں فاخرہ گل آپ خود اتنی سمجھ دار ہو ہم بھی ان کے درجات کی دعا ہی کرسکتے ہیں ارے وہ اپنے اصلی گھر گئے ہیں۔ ہم نے بھی وہیں جانا ہے لبیک اللھم لبیک۔ میں ہمیشہ قل شریف ہی پڑھا کرتی ہوں مگر آپ کی ماں کے لیے درود پاک منہ سے جاری ہوگیا شاید وہ درود کی دیوانی تھیں اسی لیے۔ ”چراغ خانہ“ حقیقت تلخ ہوتی ہے۔

شیشے میں بال آئے تو جاتا نہیں ہے
خدا ہے جو توبہ سے کردیتا ہے معاف اکثر

”جنون سے عشق تک“ سرپھرے لڑکے تو دیکھے ہیں یہ لڑکی؟ اللہ ہدایت دے ”تیری زلف کے سر ہونے تک“ دنیا کیا سے کیا ہوجائے گی۔ ”وی آئی پی“ شاندار قلم قانون فطرت کا احاطہ ہر کسی کا کام تو نہیں۔ راشدہ رفعت کون ہیں نام سنا سنا لگتا ہے۔ ”تیرہ شبوں کا حاصل چاند“ نائلہ طارق ماضی میں لے گئیں‘ ہمارے محلے میں بھی ایک ایسا سفید بھورا چاند تھا اور ہم حیرت سے تکا کرتے تھے۔ ”شب ہجر کی پہلی بارش“ بہت دیر سے ہورہی ہے اور دیر تک ہوگی۔ ”میکے کی عید“ دیوانی ہوتی ہے‘ ”اپنے وصل کی بارش دے“ صائمہ قریشی پھر اناڑی پیا کو کھلاڑی بنارہی ہیں۔ ”عید سعید تم سے“ فرح بھٹو باورچی بنارہی ہیں اناڑی لڑکیوں کو۔ ”حریم عشق“ ابھی تو جاری وساری ہے‘ ہومیو کارنر اللہ ایسی صورت حال کسی کو نہ دکھائے۔ بیاض دل شازیہ ہاشم اول‘ ہنی عائشہ دوم اور ناہید اختر سوم رہیں باقی ٹھیک۔ ہماری ناہید اختر کمالیہ میں گم ہوگئی‘ کچن اور بیوٹی کی ضرورت نہیں کہ ہم سادہ ہیں۔ نیرنگ خیال انعام والوں کو مبارک ہو‘ عرشیہ ہاشمی اور فرح بھٹو کی شاعری اچھی لگی اور افشاں شاہد کی شاعری کے لیے شعر اترا ہے۔

خود یتیم ہوکر بھی یتیموں کا احساس نہ ہو
ایسا بھی ہوتا ہے ایسا کیونکر ہوتا ہے
برائی مار ڈالوں میں اپنی ہو یا اوروں کی
ایسا کیوں نہیں ہوتا ویسا کیونکر ہوتا ہے

اب سنیں ہماری عید۔

کسی کا بابل نہیں کسی کا ساجن نہیں
یہی دیکھتی رہی اور عید کبھی سنائی نہیں
خوشیوں میں ہر پل ہی غموں کو یاد رکھا
غموں میں رو رو دکھائی ایسی غمی آئی نہیں
خدا کی رضاؤں پہ سر جھکائے عمر گزری
کام کام اور بس کام کام سے فرصت پائی نہیں

دوست کا پیغام، ساریہ کے نام۔

ساریہ کو سارے رنگ ملیں
سارے ہی تیرے سنگ چلیں
تم ساری عمر گزارو یوں
پھول سارے انگ انگ کھلیں

سنبل ملک کے نام۔

سنبل رابطہ نہ بھی ہو تو ہم بھولا نہیں کرتے
جسے ایک بار مل لیں گے اسے چھوڑا نہیں کرتے
دل کے دریچوں کو وا رکھو اور ہم سے مل لو
ہم مر تو سکتے ہیں مگر کسی سے دھوکا نہیں کرتے

بجیرا نیلم ایسا لگا جیسے میری شمع کی شاگرد کوئی اس سے مخاطب ہو پروین افضل ذرا میرے بچوں سے پوچھو ویسے دوسروں نے تو ہمیں ملکہ ہی سمجھا بس گھر کی مرضی۔ مہوش ظہور بھئی تم بھی جان ہی لوگی جلد ہمیں اور دوستی ہماری تو سمجھی سے ہے۔ مہوش بے غرض لوگ تو دل کی مسند پر شاہ بن کر رہتے ہیں۔

مجھے دوستی میں شک کی فضا پسند نہیں
ظاہری رابطہ نہ بھی ہو باطنی کرنا بند نہیں
گلے شکوؤں سے دور رہنا ہی دوستی ہے
خود غرضی میں تو خود سے بھی کوئی سمبندھ نہیں

یادگار لمحے بھئی یاد بھی رہا کرو ناں اتنے زیادہ ہیں البتہ موقع محل سے یاد آ ہی جاتے ہو دل میں رچ بس جاتے ہیں۔ نورین انجم کی ٹرین بڑی پیاری لگی زندہ باد عید تو بچپن کی ہوتی ہے بس۔ آئینہ بس تنویر طویل فراق سب اچھا لگا طویل خط کا ہر حرف بس لگ رہا ہمیں تو......

محبت مجھے ان جوانوں سے ہے
ستاروں پر جو ڈالتے ہیں کمند

کوثر خالد کے خط میں ساس کو سعد لکھ دیا (قارئین) فریدہ فری آپ کا ہنستا کھلکھلاتا فون آئے دیر ہوئی خیر ہو۔ صائمہ مشتاق شکریہ تو کب لکھ رہی ہو افسانہ جس میں ہو پرانا زمانہ۔ ارم کمال سے طیبہ انیلا اور لائبہ سمیت ہزاروں پرستار آنچل کو میرا اسلام قبول ہو اور عید کی خوشیاں مبارک ہوں۔ پروین جی نجم جتھانی اب ہمیں کیا بناؤ گی؟ ہم سے پوچھئے کیا پوچھیں سمجھ ہی نہیں آتا۔ چلئے شہلا جی سے معذرت کرتے ہیں کہ شاید خط طویل ہوگیا آپ کا شکریہ۔ دوستانہ ماحول میں تبصرہ کی اجازت دیئے رکھیے گا حمد ونعت الگ سے بھیجتی ہوں اس بار اگر لگ جائے تو نوازش دیر ہو جائے تو عین نوازش نہ لگی تو نوازش نوازش کہ جو رب چاہتا ہے وہی ہوتا ہے ناں اللہ حافظ وناصر۔

سمعیہ رانی ...... **ملتان۔** تمام اہل آنچل کو محبتوں سے لبریز وفا کی چاشنی میں گھلا اسلام عید۔ سب کو عید کی خوشیاں بہت مبارک ہوں آمین۔ جون کی اس چلچلاتی دھوپ میں ایک ہی ٹھنڈے جھونکے کا انتظار تھا جسے دیکھ کر گرمی کی ساری حدت وتمازت رفوچکر ہوگئی اور وہ جھونکا ماہ دولت کو مئی کی 28 کو ملا البتہ پچھلی دفعہ جلدی ملا تھا اور میں بڑے جوش وخروش سے تبصرہ لکھ کر لشتم پشتم میاں کے پیچھے بائیک پر لیٹر پوسٹ کرنے کے لیے بیٹھی ہی تھی کہ دھم

کی آواز کے ساتھ سارا سحر ٹوٹ گیا تھا ہاں جی میرا ایکسیڈنٹ ہوگیا تھا' میاں جی بھی بچ گئے اور اللہ نے مجھے بھی بچالیا خیر چوٹیں تو بہت آئیں مگر ہنس کر سہہ گئے اور اب دوبارہ حاضر خدمت ہوں۔ مسکراتی ماڈل ہمیں عید ویلکم کرتی نظر آئی' مدیرہ جی کی سرگوشیاں سنیں' حمد و نعت سے جہاں دل کو منور کیا وہاں الکوثر پڑھ کر دل کو ایک تسکین حاصل ہوئی' تھوڑا سے پیچھے مڑ کر در جواب میں حاضری دی' سب بہنوں کا احوال پڑھا کچھ دکھی تھیں تو کچھ خوش۔ اللہ سب کو اپنی حفظ و امان میں رکھے' آمین۔ شاہ زندگی کو اللہ اپنے جوار رحمت میں جگہ دے' ثم آمین اور فاخرہ گل جی تعزیت کے لیے الفاظ ہی نہیں مل رہے' اللہ آپ کی والدہ کو جنت الفردوس میں اونچا مقام عطا فرمائے' آمین۔ تعارف چاروں بہنوں کا اچھا رہا' فرحانہ بہن اللہ آپ کو ہمت و استقلال دے' آمین۔ اس کے بعد لمبی جست لگائی پڑی بھلا کیا پڑھا کیسرا شریف طور کو جو دل کے نہاں خانوں میں بس گئیں' جیتی رہیے رائٹر صاحبہ اب شہری کو سدھارنے کا سہرا آپ کے سر اور یہ الکن کسی کھیت کی مولی ہے' دونوں ایک دوسرے کے کس بل نکال رہے ہیں' ہاہاہا۔ ''چراغ خانہ'' کیا کہیے دانیال بھائی' بس یہی کہوں گی آپ کے لیے۔

اس کی آنکھوں میں محبت کا ایک ستارہ ہے

نازیہ کنول نازی کب ہوگی ''شب ہجر کی پہلی بارش'' ذرا جلدی کیجیے ناں' شہزاد کو ملک فیاض کے ساتھ برداشت کرنا مشکل ہے' اسے عبدالہادی کے ساتھ ہونا چاہیے تھا۔ صائمہ قریشی ہمیشہ کی طرح مسکراتی ہوئی وصل کی بارش کرتی نظر آئیں' افسانے سارے ہی اچھے رہے۔ ''وی آئی پی'' یہ سمجھانے کے لیے کافی تھا کہ اللہ کے نزدیک امیر کی قدر و منزلت نہیں بلکہ صرف اعمال کی ہے' سبق آموز' محترمہ اقبال بانو کا اقبال بلند رہا۔ افسانہ تو زبردست تھا مگر اینڈ میں ہشی کے دل میں خلاء رہ گیا' جو نکلنا چاہیے تھا۔ ''میکہ کی عید'' سب شادی شدہ بہنوں کو انتظار ہے' زبردست۔ نیرنگ خیال میں دلاری اور عید کا دن واقعی انعامات کے حقدار ٹھہرے۔ بجیرہ نیلم یار یہ تو بتادو کس بجیرے کی نیلم ہو' ہاہاہا۔ تبصرہ میں سارے ہی اچھے رہے مگر پہلا اور دوسرا تبصرہ محفل کی جان تھے (مہوش مغل اور کوثر خالد صاحبہ کا)۔ کوثر خالد صاحبہ آپ نے پچھلی مرتبہ بجا فرمایا تھا کہ میں حراجی سے مل سکتی ہوں مگر اتا پتا درکار ہے (حراجی دے دیجیے ناں) اور کوثر خالد صاحبہ آپ بھی ہمارے لیے قابل عزت اور قابل احترام ہستی ہیں' آپ کی محبت و شفقت اور رہنمائی کی' ہمیں ہمیشہ ضرورت رہے گی۔ اللہ آپ کو صحت کاملہ اور لمبی عمر عطا فرمائے' آمین' مجھے آپ کا رابطہ نمبر چاہیے۔ باقی سلسلے بھی اچھے رہے' اس کے ساتھ ہی اجازت چاہوں گی' اللہ حافظ' زندگی بخیر تو دوبارہ ملیں گے۔

ثانیہ مسکان...... گوجر خان۔ سلام ٹو آل پاکستان میری جانب سے تمام پاکستانیوں کو دل کی گہرائی سے عید الفطر مبارک' اللہ ہم سب کو میٹھی عید کی میٹھی خوشیاں منانا نصیب فرمائے اور بانٹنا بھی۔ اب آتے ہیں اپنے سویٹ اور امیزنگ سے آنچل کی جانب۔ جون کا شمارہ حسب معمول زبردست رہا' قیصر آنی کی سرگوشیاں سے عمدہ نصائح پلو سے باندھے تو مشتاق انکل کے دانش کدہ سے ایمانی قوت سے خود کو جلا بخشی' سرورق پر ماہین کی آنکھوں کی شفافیت نے دل جکڑ لیا۔ سب سے پہلے بات کروں گی ''حریم عشق'' کی' یہ قسط پچھلی تمام اقساط پر حاوی ہوگئی۔ ارحام کے ساتھ بہت برا ہوا اور وہ بھی اس کی سگی ماں کے ہاتھوں۔ کاش ارحام اپنے جذبات اپنی مدر سے شیئر کرے ورنہ اس کی اماں جان اس کی محبت میں اس کا کباڑا کردیں گی' رضی تو بھی مجھے بے حد زہر لگ رہا ہے۔ حماد کو رامین سے رشتہ ختم نہیں کرنا چاہیے تھا' رضی کو اچھی سزا ملتی۔ رفعت آپی! پیاری کو اتنا سنگ دل مت بنائیے دانیال کے معاملے ہمارا نازک سا دل اپنی محبت کے بدلے میں اتنی بے رخی برداشت نہیں کرسکتا۔ اقرأ آنی کے ناول پر تبصرہ ادھار۔ ''تیرہ شبوں کا حاصل چاند'' نائلہ طارق بہت زبردست' اقبال بانو اور راشدہ رفعت کے افسانے بھی زبردست

رہے۔ سیدہ امبر کا تعارف اچھا لگا' فرحانہ آپ کے حالات جان کر بے حد اداسی ہوئی۔ آپ یقیناً ایک مضبوط عورت ہیں' ایک عام عورت شاید اتنا سب جھیل نہ پائے' آپ لائق ستائش ہیں' اللہ آپ کو اور آپ کی بیٹی کو بے پناہ خوشیاں نصیب فرمائے اور مزید کوئی محرومی آپ کا مقدر نہ بنے آمین۔ بیاض دل میں فائزہ بھٹی' رومیہ اور انوشہ کی بیاض اچھی لگی۔ ارم کمال' انجم انجم اور عائشہ رحمن نے لمحوں کو یادگار بنا دیا۔ نیرنگ خیال میں مونا نقوی' ہالہ نور اور ناہید اختر کے خیالات اچھے لگے' اب بالکل فرصت میں' ہم ہماری ہر دلعزیز سمیرا آپی کے ناول سے سطر سطر' لفظ لفظ انصاف کریں گے سو اس پر تبصرہ اگلے ماہ کرنا ہے۔

مریم عنایت ...... فم کسر' چکوال۔ السلام علیکم آپی! کیا حال ہے آپ سب کا؟ جون کا شمارہ ہاتھ میں کیا آیا کہ خوشیوں نے میرے چہرے کا احاطہ کرلیا' سب سے پہلے سرگوشیں سنیں پھر در جوب آں کی طرف بڑھے یہ کیا میری کہانی کا نام ونشان نہیں' مدیرہ جی میری کہانیاں جلد پڑھ کر اپنی رائے سے آگاہ کریں پلیز پھر ''ہمارا آنچل'' میں پہنچے تو سب کے تعارف اچھے لگے' علینا لیزا کا نام بہت اچھا لگا۔ فاخرہ گل کی والدہ کا انتقال ہوگیا یہ سن کر بہت افسوس ہوا' اللہ تعالیٰ انہیں جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین۔ سمیرا شریف میری فیورٹ رائٹر ہیں اس لیے سب سے پہلے ان کا نیا ناول پڑھا' زبردست ویل ڈن سمیرا جی۔ اللہ آپ کو ہمیشہ کامیاب کرے آمین پھر بھاگے اپنے فیورٹ ناول ''شب ہجر کی پہلی بارش'' کی طرف نازیہ آپی پلیز شہزاد کے ساتھ کچھ غلط مت کیجیے گا۔ آپ نے اچھے موضوع پر قلم اٹھایا ہے' اللہ آپ کو اس مقصد میں کامیاب کرے آمین۔ آپی ایک بات پوچھنی تھی' بتایئے گا ضرور کہ آپ کا ناول ''آنسو جو پتھر ہوئے'' جو آپ نے لکھنا تھا لیکن آپ نے لکھا نہیں ہے وہ آپ کب لکھیں گی؟ بتایئے گا ضرور' پھر پڑھا ''حریم عشق'' زبردست' سیدہ غزل زیدی آپ بہت اچھا لکھتی ہیں۔ ''چراغ خانہ'' بہت اچھی اسٹوری ہے' رفعت سراج آپ بہت تھوڑا کیوں لکھتی ہیں۔ ''تیری زلف کے سر ہونے تک'' میری موسٹ فیورٹ ہے آپی پلیز نوفل کو ٹھیک کردیں اور لاریب کو انشی سے دور رکھیں' آنچل میں قسط وار ناولز بہت اچھے ہیں' مہندی کے ڈیزائن بھی بہت اچھے لگے۔ اس ماہ کا شمارہ بہت اچھا لیکن ایک کمی تھی' ظاہری بات ہے میری تحریر جو نہیں تھی اس لیے' سب خوش رہیں' دوسروں کو خوش رکھیں کیونکہ دوسروں کے لیے جینا ہی اصل جینا ہے' اینڈ میں یہ کہنا چاہوں گی کہ مجھے شمع مسکان' لاریب انشال' انا احب اور سونی علی سے دوستی کرنی ہے' آپ سے ریکوئسٹ ہے میری اس آفر کو ضرور قبول کیجیے گا' میری کوئی بہن نہیں ہے اس لیے ایک بہن جیسی دوست بنانا چاہتی ہوں پلیز بتایئے گا ضرور کہ آپ مجھ سے دوستی کریں گی یا نہیں' اچھا جی اب اپنا خیال رکھیے گا اور اپنے سے زیادہ دوسروں کا اور مجھے بھی دعاؤں میں یاد رکھیے گا' اللہ حافظ۔

☆ اب اس دعا کے ساتھ اجازت کہ اللہ رب العزت ملک پاکستان کو شاد وآباد رکھے اور ہم مسلمانوں کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے محبت ووسعت عطا فرمائے اور غلطیاں درگزر کرنے کی توفیق دے آمین۔

aayna@aanchal.com.pk

ہم سے پوچھئے

شمائلہ کاشف

ماریہ کنول ماہی ...... گوجرانوالہ

س: آپی! کیا حال چال ہیں، بس آپ سیدھے منہ بات کرلیا کریں اسی لیے یہ پھولوں کا ٹوکرا لائی ہوں جسے آپ حیران نگاہوں سے دیکھ رہی ہیں قبول کیجیے؟

ج: پھولوں کے ٹوکرے کی جگہ پھلوں کا ٹوکرہ لاتیں تاکہ سب افطار ہی کرلیتے۔

س: آپی جانی اگر محبت و عشق پر ٹیکس لاگو ہوجائے تو پھر بے چارے عاشقوں کا کیا حال ہوگا؟

ج: کچھ نہیں پورا پاکستان ڈگری ہولڈر ہوگا۔

س: آپی جانی اگر موبائل فون پر سائلنٹ نہ ہوتا تو آپ کے شوہر اپنی گرل فرینڈز کی کالوں کا گلہ دبا کر آپ سے کیسے بچتے بے چارے اس خونخوار جنگلی بلی سے؟

ج: تم خیالی پلاؤ پکاؤ میں تو ابھی تک کنواری ہوں۔

س: آپی جلدی سے مبارک باد دے دیں ارے نہیں ...... نہیں شادی نہیں منگنی ہوئی ہے مبارک باد کے ساتھ دعاؤں کا گفٹ لازمی ہے؟

ج: شادی کی اتنی خوشی ہے کہ تمہیں ساری دنیا ہی شادی شدہ لگ رہی ہے نمی۔

پروین افضل شاہین ...... بہاولنگر

س: میرے میاں جانی پرنس افضل شاہین ہر عید بقر عید پر سونے کی جیولری کے بجائے ہر سال بیس روپے والے ٹھیلے سے مجھے کیوں جیولری لا کر دیتے ہیں؟

ج: عمر کے حساب سے چیزیں دیں گے ناں اور ویسے بھی کہتے ہیں ناں وہ ستارو بار بار تو وہ یوں آپ کو روتے دیکھنا چاہتے ہیں۔

س: میرا پسندیدہ جوتا بہت تنگ ہوچکا ہے اور پاؤں میں بہت کاٹتا ہے کیا کروں؟

ج: اب اس سے میاں جی کو کٹواؤ ویسے بھی کافی دنوں سے ان کی حجامت دشامت نہیں آئی۔

س: سولہ سنگھار کب غضب ڈھاتا ہے؟

ج: جب اسے قرینے سے سلیقے سے کیا جائے لیپا پوتی کرکے بندریا مت بنایا جائے تمہاری طرح۔

نورین انجم ...... کراچی

س: رمضان کے مہینے میں تو کم از کم روزہ رکھ لیا کرو ہر وقت کھاتی پیتی رہتی ہیں آپ۔

ج: مما سے کہہ رہی ہوتا میں تو کہہ کہہ کر تھک گئی مگر اُف تمہاری......

س: میری مما نے کہا ہے اس عید پر شمائلہ آنٹی عیدی دیں گی یہ سچ ہے؟

ج: بالکل دوں گی آپ کی مما سے لے کر۔

س: دل کا دروازہ تو ہے نہیں پھر لوگ دل کے اندر کیسے گھس جاتے ہیں؟

ج: آپ دل گردے کے سوال چھوڑ کر ابھی کتاب میں گھسیں۔

س: اس مرتبہ بھی اے پلس سے پاس ہوگئی ہوں اور چھٹی کلاس میں آگئی ہوں کوئی تحفہ تو دے دیں نہ سویٹ آنٹی۔

ج: نئی مس دی ہے ناں تحفہ میں اب ان کا سر کھانا اور اگلی کلاس میں پاس ہوجانا۔

فرحت اشرف گھمن ...... سیدوالا

س: لڑکیاں اپنی خوب صورتی کا راز کیوں چھپاتی ہیں اور آپ بھی آخر کیوں؟

ج: کیونکہ تم ہمیں جلتی کڑھتی اچھی لگتی ہو۔

س: آپی میری دادی ماں کی میرے ساتھ کیوں نہیں بنتی آپ مجھے بتائیے؟

ج: کیونکہ تم ان کی نند کی ہم شکل ہو اس لیے۔

س: آپی میں نے اگلے مہینے کراچی آنا ہے شرف دیدار حاصل کروائے گا؟

ج: کس کا...... نند کا یا ساس کا وضاحت تو دو۔

س: گورا کرنے والی کریمیں تو مارکیٹ میں بہت دستیاب ہیں گورے رنگ کو کالا کرنے کے لیے نہیں دستیاب؟

ج: تمہیں کیا ضرورت پڑگئی تم تو ویسے ہی چیری بلوسم ہو۔

ارم کمال ...... فیصل آباد

س: دل بدتمیز اور دماغ اڑیل پنے پر اتر جائے تو آپ کیا کرتی ہیں؟

ج: ایسے میں دل و دماغ دونوں کی ماں لگنی چاہیے ورنہ دل ناراض ہوکر بے وفائی بھی کرسکتا ہے۔

س: سنا ہے کہ آپ کو بکروں سے بے حد پیار ہے کیا واقعی؟
ج: آپ کو دیکھ کر سب مجھ سے یہی پوچھتے ہیں۔
س: وہ کون سے لوگ ہوتے ہیں جو آنکھوں سے اتر کر دل میں سما جاتے ہیں؟
ج: سسرال والے۔
س: جب گھر کے سارے کام بکھرے پڑے ہوں ایسے میں میرا دل کرتا ہے کہ......؟
ج: میاں سے کہوں بیوی ہوں فل ٹائم ملازمہ نہیں تم جانو تمہارا گھر جانے' کام بھی خود کرو تاکہ میں آرام کروں۔

تحریم اکرم چوہدری' پرل کوئین...... ملتان

س: پہلی بار شرکت کی ہے تواضع؟
ج: دل تو کرتا ہے کہ ایسی تواضع کی جائے تمہاری کہ ساری عمر یاد رکھو۔
س: ہم سے پوچھیے...... کیا؟
ج: ساس پر سوا ساس بننے کا طریقہ۔
س: اگر میں میں نہیں آپ ہوتی تو......؟
ج: یہ جگہ عقل سے پیدل والوں کے لیے نہیں۔
س: کیا شمائل آپی ہر کنواری بچی کو بھی سہاگن بنا دیتی ہو؟
ج: یہی میرا کمال ہے بغیر خرچ کے شادی بھی ہو جاتی ہے۔
س: شمائل آپی آپ کے وہ تو بہت اسمارٹ ہیں اور آپ اُف توبہ......؟
ج: میں نے تو ابھی دیکھا نہیں تم نے کہاں دیکھ لیا جل ککڑی۔
س: کبھی دعا بھی سنجیدگی سے دے دیا کرو۔
ج: بہت سنجیدگی سے دے رہی ہوں کہ اب کی بار میٹرک میں پاس ہو ہی جاؤ' سب کہو آمین۔

عائشہ حسن ہنی...... ریالی مری

س: آپی! پچھلی بار کی حالت بھول کر پھر آ گئی ہوں ٹھیک کیا نا؟
ج: اس کو کہتے ہیں ڈھیٹ۔
س: آپی پانی میں ڈوب مرنا آسان ہوتا ہے یا دوستی میں؟
ج: تم کو جو آسان لگے وہ کرلو۔
س: آپی میرے سابقہ منگیتر کی شادی ہو رہی ہے میں سلامی دینے جاؤں' مشورہ چاہیے؟
ج: ضرور جاؤ' اس کی دی ہوئی تمام چیزیں ساتھ لے جاؤ۔
س: آپی آپ کہتی ہیں ناں ہم سے پوچھیے تو بتایئے میں نے آج ڈریس کیسا پہنا ہے؟
ج: جو پیدائش کے وقت پہنا تھا۔ تم ابھی تک اتنی کی اتنی ہی ہو۔
س: آپی سب آپ کو آپی کیوں کہتے ہیں آنٹی' دادی' نانی کیوں نہیں کہتے؟
ج: کیونکہ عمر کے ساتھ میری ہائٹ و عقل جو بڑھی ہے اس لیے۔
س: آپی ایک بات بتائیں مرغی انڈہ دیتی ہے تو مرغا کیوں نہیں دیتا؟
ج: یہ کام تمہارے بھائی کے لیے چھوڑ دیا ہے' وہ بھی تو کوئی کام کرے۔
س: آپی اگر شادی میں منہ دکھائی کی جگہ منہ دھلائی کی رسم بھی ہوتی تو......؟
ج: بے چارہ دلہا اس چاند سے چہرہ کی تاب نہ لاتا ہوئے رخصتی سے پہلے ہی بے ہوش ہو جاتا۔

علشبہ نور...... مانسہرہ

س: آپ اتنی خوش کیوں نظر آ رہی ہیں؟
ج: تم جو دروازے میں پھنسی کھڑی ہو موٹی ڈبل روٹی۔
س: کیا کروں دماغ میں سوال ہی نہیں آ رہے؟
ج: تمہارے پاس دماغ ہے کیا؟ اس سال کا سب سے بڑا مذاق۔
س: آپی بھینس کے سر پر دو ہی سینگ کیوں ہوتے ہیں؟
ج: امی سے جوتے کھالو دو کیا چار نظر آئیں گے صرف سینگ ہی نہیں بھینس بھی۔
س: احباب کوئی اچھی سی دعا کے ساتھ نوازیں۔
ج: اللہ تمہیں عقل سلیم عطا کرے سب کہو آمین۔

نجم انجم...... کورنگی کراچی

س: لائن مکمل کیجیے......
کیسے ممکن تھا کسی اور دوا سے علاج' عشق کا درد ہے
ج: پھر تو اماں کے جوتوں سے ہی آرام آنا تھا

خزینہ طاہر...... سرائے عالمگیر

س: ڈیئر آپی! شادی والے دن "منہ دکھائی ٹیکس" دلہا پر ہی کیوں لاگو ہوتا ہے' دلہن پہ یہ ٹیکس کیوں نہیں ہوتی؟
ج: دلہا کا منہ نصیبوں سے ہی اس قابل ہوتا ہے۔
س: آپی یہ ہر شادی شدہ لڑکی اپنے سسرالیوں کے خلاف

کیوں ہوتی ہے؟
ج: ہاں تم نہیں ہو بھئی کیونکہ ابھی تو تمہیں وہاں جانا ہے اس لیے ان کی حمایت ہی کروں گی۔
س: ف سے فوارے غ سے غبارے آپی! ہم اس سال بھی رہ گئے کنوارے؟
ج: اف...... بے چاری کے لیے قارئین بہنوں سے اجتماعی دعا کی درخواست ہے۔
س: آپی دعا کریں کہ وہ کام جلدی ہو جائے (ایمان سے دو روپے کا سکہ آپ کا) اس دو روپے کے سکہ کو عام نظر سے نہ دیکھنے خون پسینے کی کمائی ہے وہ بھی پتہ نہیں کس دل سے دوں گی چلیں کوئی بات نہیں بس کام ہو جائے؟ (اگر کام نہ ہوا تو میری خون پسینے کی کمائی سے محروم رہیں گی)۔
ج: لاکھ کوشش کرلو پھر بھی تمہارے سر پر سینگ نہیں آئیں گے کیونکہ گدھی اس سے ہمیشہ سے محروم ہے۔

رانی اسلام...... گوجرانوالہ

س: شمائلہ جی کیا حال ہے؟
ج: ہمیں چھوڑو اپنا بتاؤ تم کیوں کمزور سے کمزور تر ہوتی جارہی ہو۔
س: بہت دنوں بعد آپ کی محفل میں حاضر ہوئے ہیں کیا آپ نے محسوس کیا؟
ج: بہت محسوس کیا لیکن پھر ایک اچھی کام والی مل گئی بے چاری تنخواہ بھی نہیں لیتی۔
س: بات دراصل یہ تھی کہ میں ٹیچنگ میں مصروف رہی اس وجہ سے ٹائم نہ مل پایا۔
ج: ان بچوں کے ساتھ خود بھی کچھ پڑھ لکھ لینا۔
س: شمائلہ جی! رمضان المبارک، بہت بہت مبارک ہو؟
ج: خیر مبارک اب روزے پورے رکھ لینا۔

مدیحہ نورین مہک...... گجرات

س: آپی کیسی ہیں آپ؟
ج: بہت خوب صورت اسمارٹ، جل گئی ناں، پھر پوچھا کیوں تھا۔
س: محبت برسا دینا تو ساون آیا ہے، محبت کیا صرف ساون میں ہوتی ہے؟
ج: مجبوری ہے اب اس گرمی میں کون محبت کرے گا جب پاس بٹھانے کو بھی دل نہ چاہے۔

س: کیا گرم گرم آئل میں انڈہ ابل جاتا ہے؟
ج: میرا کچن تو خانساماں سنبھالتا ہے اس لیے پتا نہیں تم ٹرائی کر کے دیکھو۔
س: آنکھ کھلنے پر جو خواب ٹوٹتا ہے وہ دوبارہ سونے پر پورا کیوں نہیں ہوتا؟
ج: ایسا کون سا خواب دیکھ رہی تھیں تم پہلے یہ تو بتاؤ۔
س: چھوٹی اے بی سی بڑی اے بی سی سے کتنے سال چھوٹی ہے؟
ج: جتنے سال تم مجھ سے بڑی ہو حساب لگالو۔
س: دودھ پلائی کی رسم صرف دلہے کے لیے کیوں ہوتی ہے؟
ج: دلہن کے لیے اگر ہوتی تو ساس پھلا کر پلاتی۔
س: مہندی پر دلہے کو پھولوں کا زیور کیوں نہیں پہناتے؟
ج: اب تربوز پر پھول اچھے تو نہیں لگیں گے ناں۔
س: اگر دلہے کی منہ دکھائی کی رسم ہوتی تو کتنا مزا آتا ہے نا؟
ج: پھر تو ہر لڑکی کہتی اس سے چنگا تو فقیر میرا ویر ہے بھلے اس کا بھائی دھوبی ہی کیوں نہ ہو۔

سرور فاطمہ ہنی...... صوابی کے پی کے

س: پھول جیسی گلابو آپی کیا حال چال ہے؟ کیسی گزر رہی ہے زندگانی؟
ج: تم سے پہلے، بہت اچھی، خوش باش مگر اب مت پوچھو۔
س: ہم نے اس دفعہ پھر ایک عدد کاغذی پھول کے ساتھ انٹری دی اس کی وجہ؟
ج: رشوت دے رہی ہو اور کیا۔
س: ڈبے میں ڈبہ ڈبے میں پھول
میری آپی گلاب کا پھول
ج: بندر نے کھائی روٹی
تم خوشی سے ہوئی موٹی
س: اچھا آپی جی اجازت دیجئے ارے یہ کیا برے برے منہ بنا رہی ہو لڑکی! خوشی سے دعاؤں سے رخصت کرو اور ہاں میرے بھیجے ہوئے پھول سنبھال کر رکھنا۔
ج: انہی پھولوں کے سنگ جاؤ پیا کے گھر خوش۔

عظمیٰ شفیق...... جڑانوالہ

س: آپی مجھے اندھیرے سے کیوں اتنا ڈر لگتا ہے؟
ج: کیونکہ اس میں تمہیں اپنی جیسی چڑیلیں نظر آتی ہوں گی نا۔

س: اگر آپ انسان نہ ہوتیں تو کیا ہوتیں؟

ج: ایک خوب صورت پری۔ جل گئی ناں۔

س: شوہر اگر ڈھیٹ بن جائے تو کیا کرنا چاہیے؟

ج: صبح شام دن رات کرائے کے غنڈوں کے ساتھ مل کر اسے مارنا چاہیے اور غنڈوں کا کرایہ بھی اس کی جیب سے دینا چاہیے۔

س: آپی کچھ یاد ہے کتنے سال سے پاگلوں والی نوکری کررہی ہیں؟

ج: جب سے تم نے مجھ سے دوالٹی شروع کی تب سے۔

س: آپی پلیز اپنی عمر تو بتادیں وعدہ ہا کسی کو نہیں بتاؤں گی؟

ج: تم سے بیس سال چھوٹی ہوں حساب لگالو۔

عارفہ ہادی...... کے پی کے

س: ایک بار آپ کو دیکھا تھا اور دیکھتے ہی بے ہوش ہوگئی بھلا کیوں؟

ج: میری خوب صورتی کی تاب نہیں لا پائیں اس لیے۔

س: آپی جی آپ کو تو سردی بالکل بھی نہیں لگتی ہوگی کیونکہ آپ تو......؟

ج: جون کے مہینے میں کھڑی تمہارے ٹھنڈے سوال کا جواب دے رہی ہوں۔

س: آپ کی محفل میں شامل ہوکر چار چاند کو چھوڑیں سات چاند لگائیں کہ نہیں؟

ج: خوش فہمی اچھی چیز ہے مگر اتنی بھی نہیں۔

ارم صابرہ...... تلہ گنگ

س: آپی کیا حال چال ہیں ارے دروازہ تو کھولیے میں باہر کھڑی ہوں؟

ج: ارے آنکھیں کھولیں ہمارا دروازہ تمہارے کیا سب کے لیے ہمہ وقت کھلا رہتا ہے۔

س: آپی عید آرہی ہیں میری عید ہمیشہ تنہا گزرتی ہے اس دفعہ بالکل موڈ نہیں ہے تنہا گزارنے کا کوئی حل بتائیں؟

ج: سڑکوں کے کنارے پیلے رنگ کے کپڑے پہنے اور گلے میں ڈھول لٹکائے ہوئے لوگ مل جائیں گے ان کو بلا لینا۔

سدرہ شاہین...... پیر ووال

س: شمائلہ آپی اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ خوش وخرم اور تندرست رکھے (آمین)۔

ج: اللہ تعالیٰ تمہاری دعائیں قبول فرمائے آمین اور تم کو بھی اجر عطا فرمائے۔

س: آپی! مجھے آپ سے شکایت ہے، آپ نے پچھلی بار مجھے ردی کی نذر کردیا، پلیز اس بار نہیں پلیز پلیز؟

ج: ہم کو ردی کی نذر کیسے کرسکتے ہیں بخط کہہ سکتی ہو۔

س: آپی بتائیں تو ذرا ہم اتنے خوش کیوں ہیں؟

ج: اپنے ان کا عید کارڈ ملنے پر۔

س: آپی! کس قسم کے دوست آپ کے ساتھ مخلص ہوتے ہیں؟

ج: جو عید پر اپنی ساری، مجھ کو بھیج دے۔

س: اچھا آپی بہت تنگ کی آپ کو اللہ حافظ؟

ج: فی امان اللہ۔

سمیرا کاجل صدیقی...... جنڈانوالہ ضلع بھکر

س: آپی جی کیا حال چال ہے کیسے گزر رہے ہیں شب و روز؟

ج: اللہ کا شکر ہے شب و روز آنچل سجانے میں گزر رہے ہیں۔

س: آپی جی آج کل کے بچے ننھیال والوں کو زیادہ اہمیت کیوں دیتے ہیں؟

ج: ماں جن کو اہمیت دینا بتاتی ہے بچے اسے ہی اہمیت دیتے ہیں۔

س: آپی جی "چاند ماموں" کی کہانی نانی کیوں سناتی ہیں، دادی کیوں نہیں؟

ج: "ماموں" کا تعلق نانی سے ہوتا ہے اس لیے۔

س: اب تو آپ کو پتا چل گیا ناں کہ میں کتنی ذہین لڑکی ہوں؟

ج: پتا چل گیا۔ شاید اب تک پیڑ پر بیٹھی رہی ہو۔

س: اب اجازت چاہوں گی اس دعا کے ساتھ کہ اللہ آپ کو اور ہم کو، ہمارے ننھیال سمیت اور ددھیال سمیت ہمیشہ خوش رکھے اور دکھوں، تکلیفوں سے نجات عطا فرمائے اور ہمارے ملک پر رحم کرے (آمین ثم آمین)۔

ج: آمین...... ثم آمین۔

آپ کی صحت

لیاقت سومرو نواب شاہ سے لکھتے ہیں کہ ازدواجی زندگی میں مسائل کا سامنا ہے، جس کی وجہ سے میں بہت پریشان رہتا ہوں، بڑی امید کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں، آپ میرے مسئلے کا مناسب حل بتائیں۔

محترم آپ Staphisagaria 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں اور ڈاکٹر صاحب کا بنایا ہوا خاص طلاء بذریعہ منی آرڈر منگوا سکتے ہیں، جس کی قیمت 800 روپے ہے۔ ان شاء اللہ بہت افاقہ ہوگا۔

سائرہ بانو، چکوال سے لکھتی ہیں کہ میری ایک سہیلی کسی ناخوشگوار حادثے کا شکار ہوگئی تھی تین مہینے بعد اس کی شادی ہے، اس وجہ سے وہ کافی پریشان ہے۔

اپنی سہیلی کے مسئلے کے لیے صبح 10 سے دوپہر 1 بجے کے دوران کلینک کے نمبر پر رابطہ کریں۔

رہ اھنڈی فیض آباد سے لکھتی ہیں کہ بڑی امید سے خط لکھ رہی ہوں میری چھاتی میں بائیں حصے میں گلٹی ہے، جو آج سے 7 سال پہلے کی ہے یہ گلٹی چھوٹی سی تھی، بہت علاج کروائے مگر ختم ہونے کے بجائے بڑھ گئی ہے۔ دوسرا مسئلہ میری بہن کا ہے پلیز اُس کے لیے کوئی دوا تجویز کردیں۔ تیسرا مسئلہ میری والدہ کا ہے، جسم کے بائیں سائیڈ پر سر، بازو، پیٹ، ٹانگ حتیٰ کہ پاؤں کے انگوٹھے پر بھی درد رہتا ہے۔ والدہ کو معدے کا مسئلہ بھی ہے پلیز معدے کے لیے کوئی دوا تجویز کردیں کیونکہ ہمارے گھر میں تقریباً سبھی معدے کے مریض ہیں۔

محترمہ آپ پہلے والے مسئلے کے لیے اپنا الٹراساؤنڈ کرواکر رپورٹ ہمیں ارسال کریں، رپورٹ دیکھ کر مناسب دوا تجویز کی جائے گی۔ بہن کو Borex 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پلائیں۔ والدہ کو بائیں سائیڈ تکلیف کے لیے Spigelia 30 کے 5 قطرے، والدہ اور تمام گھر والوں کو جن کو معدے کا مسئلہ ہے، Nux Vomica 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار کھانے سے آدھا گھنٹے پہلے پلائیں۔ محترمہ آپ الٹراوائلٹ استعمال کرسکتی ہے اور یہ صرف ہمارے کلینک پر ہی دستیاب ہوگا۔

مریم ملک، لودھراں سے لکھتی ہیں کہ میری بہن جس کی عمر 17 سال ہے، اسے مرگی کے دورے پڑتے ہیں ایک سال کی عمر میں اسے سرسام ہوا تھا پھر وہ ٹھیک ہوگئی مگر جب وہ پانچ سال کی ہوئی تب اسے دورے پڑنا شروع ہوئے، پھر علاج کروایا تو 2 سال ٹھیک رہی، مگر اب دوسرے تیسرے دن دورے پڑتے ہیں ہر دورہ پڑنے کے بعد اس کا دماغ چکراتا رہتا ہے۔ بہت کمزور ہوگئی ہے رنگت سیاہ ہوگئی ہے۔ دوسرا مسئلہ میری خالہ کا ہے، عمر 40 سال ہے، انہیں بچپن سے شدید اور دائمی سر درد رہتا تھا، انہوں نے بہت علاج کروایا ہڈاکٹرز کہتے ہیں کہ دماغ میں سوجن ہے، آپریشن ہوگا وہ آپریشن نہیں کروانا چاہتی، بہت شدید درد ہوتا ہے الٹیاں شروع ہوجاتی ہے تو انہیں کوئی ہوش نہیں رہتا۔

محترمہ آپ بہن کو Opium 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار کھانے سے پہلے اور Kali Phos 6x کی 2 گولیاں دن میں تین بار کھانے کے بعد کھلائیں، ان شاء اللہ افاقہ ہوگا اور خالہ کو Apis 30 کے 5 قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پلائیں۔

مسرت ناہید منکانہ صاحب سے لکھتی ہیں کہ ڈاکٹر درد نسیم صاحبہ میں آپ کے پاس اپنے مسائل کے حل کے لیے تفصیل سے خط لکھ رہی ہوں امید ہے آپ میرے مسائل کا بہترین حل بتائیں گی، مسائل شائع کیے بغیر جواب دیں۔

محترمہ آپ Belladona 30 اور Apis 30 کے 5،5 قطرے ملا کر آدھے کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں۔ دوا 6 ماہ تک جاری رکھیں، گرم چیزیں اور مرچ مصالحے والی اشیاء میں احتیاط رکھیں۔

عابدہ صابر مریالہ خورد سے لکھتی ہیں کہ میری عمر تیئس سال ہے تین سال پہلے B-A کرچکی ہوں اب امی مزید پڑھنے نہیں دیتی، میرے سر میں بہت درد رہتا ہے اور رات کو نیند نہیں آتی' سر کی چوٹی پر اور کنپٹیوں میں بھی درد رہتا ہے دور کی نظر بھی کمزور ہے، ڈاکٹرز کہتے ہیں کہ راتانہ (رات کو نظر نہ آنے والی بیماری) ہے۔ ڈاکٹر کی تجویز کردہ عینک لگانے سے کوئی فائدہ نہیں ہوا، اس لیے عینک لگانا چھوڑ دی۔ میں بہت پریشان ہوں پلیز کوئی دوا تجویز کردیں۔

محترمہ! زیادہ ذہن پر زور دینے کی وجہ سے آنکھوں کے

پردے کمزور ہوگئے ہیں، جس کی وجہ سے سر میں بھی مسلسل درد رہتا ہے۔ آپ Physostigma 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں اور Kali Phos 6x کی دو گولیاں دن میں چار بار لیں، ان شاء اللہ افاقہ ہوگا۔

محمد رمضان شاکر، کبیروالا سے لکھتے ہیں کہ میرے دونوں کانوں میں بہت خشکی ہے، جس کی وجہ سے مجھے کم سنائی دیتا ہے، برائے مہربانی کوئی دوا تجویز کردیں۔

محترم آپ Mullein Drops کا ایک قطرہ صبح اور رات میں دونوں کانوں میں ڈالیں، ان شاء اللہ قوت سماعت بہتر ہوجائے گی۔

حجاب احسن، فیصل آباد سے لکھتی ہیں کہ میں چوبیس سال کی ہوں اور میرا قد چار فٹ دس انچ ہے، میں اپنے قد میں اضافہ کرنا چاہتی ہوں، میں کئی میڈیسن استعمال کرچکی ہوں جن سے کوئی فائدہ نہیں ہوا، کیا میرے قد میں اضافہ ممکن ہے؟ اس کے علاوہ کمر اور کندھوں میں اکثر شدید درد رہتا ہے۔

محترمہ آپ Calcium phos 6x کی دو گولیاں دن میں تین بار کھائیں اور Barium Carb 200 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ پئیں۔ بیس سال کی عمر کے بعد قد بڑھنا مشکل ہوتا ہے، لیکن ان دواؤں سے امید کی جاسکتی ہے باقی اللہ بہتر کرے گا۔

قمر سلیم، فیصل آباد سے لکھتی ہیں کہ عمر پچیس سال ہے، چند سالوں سے چہرے پر بھورے تل بننا شروع ہوگئے اب کالے اور سرخ رنگ کے بھی بہت زیادہ بن رہے ہیں، چہرہ بدنما لگنے لگا ہے، تل مسلسل بڑھ رہے ہیں اور پورے جسم پر پھیل گئے ہیں۔ کوئی دوا تجویز کردیں، جس سے یہ ختم ہوجائیں اور دوبارہ نہ ہوں۔

محترمہ آپ Thuja Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں۔ اس کے علاوہ آپ Blood D/R ٹیسٹ کروا کر اپنی رپورٹ ہمارے کلینک کے ایڈریس پر ارسال کریں۔

امتیاز احمد، کاموکی سے لکھتے ہیں کہ میرے بال بہت کمزور ہیں گر بھی رہے ہیں اور گنج پن نمایاں ہوتا جارہا ہے اس مسئلے کے حل کے لیے خط میں ایک ہزار روپے رکھ کر ارسال کررہا ہوں۔ خط میں میرا موبائل نمبر بھی موجود ہے جیسے ہی خط ملے جائے کال کرکے مطلع کردیں۔

محترم ہم نے بارہا لکھا ہے کہ رقم ہمیشہ منی آرڈر کے ذریعے ارسال کریں مگر پھر بھی آپ نے یہ غلطی کی ہے۔ ہمئر گرور آپ کو روانہ کردیا گیا ہے۔ دوبارہ منگوانے کے لیے آئندہ مبلغ سات سو روپے بذریعہ منی آرڈر ارسال کریں۔ آپ کو ایک بوتل بھیج دی جائے گی۔

درویش علی، نامعلوم مقام سے لکھتی ہیں کہ میری رنگت سانولی ہے، ہاتھ، بازؤں اور پاؤں کی رنگت کالی ہے عید کے بعد میری شادی ہے کوئی ایسی دوا بتائیں کہ تمام جسم کی رنگت گوری ہوجائے۔

محترمہ آپ Judum 1M کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں پندرہ دن میں ایک بار پئیں۔ ان شاء اللہ رنگت کافی بہتر ہوجائے گی۔

فاخرہ گل، منڈی بہاؤ دین سے لکھتی ہیں کہ میرا دل بہت گھبراتا ہے دل کی دھڑکن تیز ہوجاتی ہے ای سی جی بھی کروائی ہے دل کا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ جب دل کی دھڑکن تیز ہو تو سانس بند ہوتا محسوس ہوتا ہے۔ اکثر رات کو آنکھ کھلے تو دھڑکن بہت تیز ہوتی ہے، اور دوسرا مسئلہ سانس کا ہے سانس ٹھیک طرح نہیں آتا جب لمبا سانس لوں تو بہت مشکل ہوتی ہے۔ رات کو بھی سانس لینے میں مشکل ہوتی ہے۔ گلے میں بھی مسئلہ ہے ایسا لگتا ہے جیسے گلے میں کوئی چیز ہے رات کو ایسا لگتا ہے جیسے کوئی گلا دبا رہا ہے۔

محترمہ آپ کے سینے میں بلغم جمع ہے، جس کی وجہ سے آپ کو یہ پریشانی ہے آپ Antim Tart 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں۔ ٹھنڈی اور کھٹی اشیاء سے پرہیز کریں۔

میمونہ راؤ، خانیوال سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرے پر بہت زیادہ بال ہیں، جس کی وجہ سے چہرے کی رنگت بھی سانولی لگتی ہے، برائے کرم بالوں کو ہمیشہ ختم کرنے کے لیے ایفروڈائٹ ارسال کردیں۔ میں خط میں نو سو روپے رکھ کر منی آرڈر کررہی ہوں۔

محترمہ ہم نے بارہا لکھا ہے کہ رقم ہمیشہ منی آرڈر کے ذریعے ارسال کریں مگر پھر بھی آپ نے یہ غلطی کی ہے۔ ایفروڈائٹ ہیئر ریموور آپ کو روانہ کردیا گیا ہے۔ دوبارہ منگوانے کے لیے آئندہ اپنے قریبی ڈاکخانے سے معلوم کرلیں کہ منی آرڈر کس طرح ہوتا ہے۔

زرش فاطمہ، منڈی بہاؤالدین سے لکھتی ہیں کہ میری عمر تیس سال ہے، میں نے کئی دفعہ الٹرا ساؤنڈ کروایا کوئی رحم میں رسولی اور کوئی پانی کی تھیلی بتاتے ہیں اور آپریشن کا کہتے ہیں، میں غیر شادی شدہ ہوں آپریشن نہیں کروانا چاہتی، کوئی حل بتائیں۔ دوسرا مسئلہ مجھے کافی عرصے سے الرجی ہے اکثر چھینکیں بہت آتی ہیں، جسم سرخ ہوجاتا ہے اور خارش بہت ہوتی ہے منہ میں چھالے ہوجاتے ہیں گلے میں خارش ہوتی ہے کبھی خون بھی آتا ہے۔ تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ میری خوراک بھی اچھی ہے لیکن جسمانی طور پر کافی کمزور ہوں برائے مہربانی کوئی میڈیسن تجویز کریں کہ میں تھوڑی موٹی ہوجاؤں۔ الٹرا ساؤنڈ کی رپورٹ خط کے ساتھ ارسال کردی ہے۔

محترمہ آپ کی رپورٹ دیکھ لی ہے' آپ رحم میں رسولی کے لیے AurmMure6x کی دو گولیاں دن میں تین ٹائم کھانے سے پہلے کھائیں اور الرجی کے لیے Belladona 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار کھانے کے آدھے گھنٹے بعد پئیں، ان شاء اللہ شفایابی ہوگی۔

رانی عیسیٰ، بہاولپور سے لکھتی ہیں کہ میری عمر سینتالیس سال ہے' قد پانچ فٹ ایک انچ ہے' وزن بہتر کلو ہے۔ اٹھارہ سال پہلے شوہر کا انتقال ہوگیا تھا جب سے BP کا مسئلہ ہے۔ روزانہ BP کی دوائی کھاتی ہوں۔ تیرہ سال سے دائیں بازو میں درد ہے' دن میں درد کم ہوتا ہے اور رات کو درد کی شدت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ ڈاکٹر ہڈیوں کا کھوکھلا پن بتاتے ہیں، یورک ایسڈ 5.8 ہے، معدے کا مسئلہ بھی ہے قبض بھی رہتا ہے اور پیٹ بھی بڑھا ہوا ہے۔ سارے جسم میں درد رہتا ہے پورا جسم ٹوٹتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔

محترمہ آپ BP کی دوا استعمال کرتی رہے اور Carboveg 6 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار کھانے سے آدھے گھنٹے پہلے پئیں اور Colchicum 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں کھانے کے آدھے گھنٹے بعد پی لیں، ہوسکے تو آدھا گھنٹہ واک لازمی کریں، ان شاء اللہ جلد آرام آجائے گا۔

مریم، چکوال سے لکھتی ہیں کہ میری عمر بیس سال ہے، مجھے کمر کے مہروں میں درد کی شکایت ہے، کافی علاج کیا، لیکن وقتی آرام آتا ہے، کوئی دوا تجویز کردیں کہ مکمل طور پر آرام آجائے۔ میرا دوسرا مسئلہ بریسٹ پرابلم ہے تین سال سے بریسٹ میں بہت درد رہتا ہے، کبھی گٹھلیاں بھی محسوس ہوتی ہیں' میں غیر شادی شدہ ہوں' اس مسئلے کی وجہ سے کافی پریشان ہوں۔ تیسرا مسئلہ میری بہن کا ہے' اس کے سر کے بال بہت زیادہ گرتے ہیں اور سفید بھی ہیں۔

محترمہ آپ مہروں کے درد کے لیے Theridion 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں اور بریسٹ کی الٹرا ساؤنڈ رپورٹ کروا کر کلینک کے ایڈریس پر ارسال کردیں تاکہ مناسب دوا کا انتخاب ہوسکے۔ بہن کے لیے آپ سات سو روپے کا منی آرڈر کردیں، ہیئر گرور آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔

مسز روبینہ یاسر محمود، پاک پتن شریف سے لکھتی ہیں کہ خط شائع کیے بغیر جواب دیں۔

محترمہ آپ اپنے شوہر کا Seaman Test کروا کر رپورٹ ہمارے کلینک کے ایڈریس پر بھیج دیں اور جسمانی کمزوری کے لیے FivePhos6x کی دو گولیاں دن میں تین بار کھانے سے پہلے کھلائیں۔

عظمیٰ، چکوال سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر دوا تجویز کردیں۔

محترمہ آپ Chimaphila-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں۔ اس کے علاوہ چھ سو روپے کا منی آرڈر ہمارے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں بریسٹ بیوٹی آپ کے گھر پہنچ جائے گا اس کے استعمال سے فائدہ ہوگا۔

سائرہ، راولپنڈی سے لکھتی ہیں کہ میرا وزن بہت بڑھ رہا ہے کم کرنے کے لیے کوئی دوا تجویز فرمائیں اور کتنے عرصے استعمال کرنی ہے یہ بھی بتائیں۔

محترمہ آپ Phytolacca Barry Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں۔ چھ ماہ کے استعمال سے کافی فائدہ ہوگا۔

محمد کریم، سرگودھا سے لکھتے ہیں کہ ازدواجی زندگی میں مسائل کا سامنا ہے جس کی وجہ سے میں بہت پریشان رہتا ہوں، بڑی امید کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں، آپ میرے مسئلے کا مناسب حل بتائیں۔

محترم آپ Staphisagaria 30 کے پانچ قطرے

ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا
ڈاکٹر صاحب مرحوم 50 سال سے زائد عرصہ طب کے شعبے سے وابستہ رہے اور 20 سال سے زائد عرصہ "ماہنامہ آنچل" کے معروف سلسلے "آپ کی صحت" کے ذریعے قارئین کو ہومیو پیتھک طریقہ علاج کے مطابق طبی مشورے فراہم کرتے رہے۔ مندرجہ ذیل دوائیں ڈاکٹر صاحب کے 50 سالہ طبی تجربے کا نچوڑ ہیں۔
قدرتی بال، سر کی رونق بحال
ایک بوتل بذریعہ منی آرڈر
قیمت 700/= روپے
Aphrodite
Hair Grower
براہ راست کلینک سے لینے پر
قیمت 500/= روپے
چہرے و دیگر غیر ضروری بالوں کا مستقل خاتمہ
ایک بوتل بذریعہ منی آرڈر
قیمت 900/= روپے
Aphrodite
Hair Inhibitor
براہ راست کلینک سے لینے پر
قیمت 800/= روپے
ایفروڈائٹ بریسٹ بیوٹی
ایک بوتل بذریعہ منی آرڈر
قیمت 600/= روپے
Aphrodite
Breast Beauty
براہ راست کلینک سے لینے پر
قیمت 500/= روپے
ایفروڈائٹ پین کلر
ایک بوتل بذریعہ منی آرڈر
قیمت 700/= روپے
Aphrodite
Pain Killer
براہ راست کلینک سے لینے پر
قیمت 500/= روپے
منی آرڈر بذریعہ
پاکستان پوسٹ بھیجئے
SMS پر 0320-1299119
ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کلینک
ایڈریس: دوکان نمبر C-5، کے ڈی فلیٹس فیز 4،
شادمان ٹاؤن نمبر 2، سیکٹر 14-B، نارتھ کراچی 75850
فون نمبر: 021-36997059 صبح 10 تا رات 9 بجے
منی آرڈر کی سہولت میسر نہ ہونے کی صورت میں فون پر رابطہ کریں
زیر نگرانی:
محمد عاصم مرزا
محمد آصف مرزا
محمد عامر مرزا

آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں اور ڈاکٹر صاحب کا بنایا ہوا خاص طلاء بذریعہ منی آرڈر منگوا سکتے ہیں جس کی قیمت آٹھ سو روپے ہے۔ ان شاء اللہ بہت افاقہ ہوگا۔

کنول سلیم، لاہور سے لکھتی ہیں کہ میری ایک سہیلی کے ساتھ ناخوشگوار حادثہ ہوگیا تھا' کچھ مہینے بعد اس کی شادی ہے، اس وجہ سے وہ کافی پریشان ہے۔

محترمہ آپ اپنی سہیلی کے مسئلے کے لیے ایک ہزار چھ سو روپے کا منی آرڈر کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں منی آرڈر فارم کے آخری کوپن پر مطلوبہ دوا کا نام "خاص دوا" ضرور لکھیں، ایک ہفتے میں دوا آپ کے گھر پہنچ جائے گی ترکیب استعمال کے مطابق دوا استعمال کرنے سے ان شاء اللہ آپ کی سہیلی کا مسئلہ حل ہوجائے گا۔

میمونہ عمیر' ڈیرہ اسماعیل خان سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرے پر مردوں کی طرح موٹے بال ہیں جو بدنما لگتے ہیں، انہیں ہر ہفتے نکالنا پڑتا ہے' Aphrodite کی بہت تعریف سنی ہے، کیا یہ بال ہمیشہ کے لیے ختم ہوجائیں گے اور یہ بھی بتائیں کہ اس کے ساتھ کوئی میڈیسن بھی کھانی ہوتی ہے؟

محترمہ آپ کی طرح ہزاروں خواتین ہمارے کلینک کے تیار کردہ Aphrodite Hair Inhibitor سے فیضیاب ہوچکی ہیں، آپ ہمارے کلینک کے پتے پر مبلغ نو سو روپے کا منی آرڈر کریں Aphrodite آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔ اس کے ساتھ Olium jec 3x کی ایک گولی صبح اور شام کھانے سے چہرے کے فالتو بال ان شاء اللہ مستقل طور پر ختم ہوجائیں گے۔

صالحہ خان، پشاور سے لکھتی ہیں کہ میری عمر اٹھارہ سال ہے، کچھ مہینے بعد میری شادی ہے، میرا مسئلہ شائع کیے بغیر جواب ضرور دیں۔

محترمہ آپ Sabal Serrulatum Q کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں اور جہاں تک بریسٹ بیوٹی کا تعلق ہے آپ وہ استعمال کرسکتی ہیں۔

علی رضا، حویلیاں سے لکھتے ہیں کہ میری شادی کو پانچ سال ہوگئے ہیں اولاد نہیں ہے' ازدواجی زندگی میں مسائل کا سامنا ہے، جس کی وجہ سے میں بہت پریشان رہتا ہوں، آپ میرے مسئلے کا مناسب حل بتائیں۔

محترم آپ Staphisagaria 30 کے پانچ قطرے

آدھا کپ پانی میں دن میں تین بار پئیں اور ڈاکٹر صاحب کا بنایا ہوا خاص طلاء بذریعہ منی آرڈر منگوا سکتے ہیں جس کی قیمت آٹھ سو روپے ہے۔ ان شاء اللہ بہت افاقہ ہوگا۔

امجد خان، سوات سے لکھتے ہیں کہ میں کئی بیماریوں میں مبتلا ہوں مکمل کیفیت لکھ رہا ہوں میرے لیے کوئی علاج تجویز فرمائیں اور ہمارے علاقے میں ہومیو پیتھک میڈیسن نہیں ملتی، تجویز کردہ دوائی کو منگوانے کا طریقہ بھی بتادیں۔

محترم آپ کی ایک ماہ کی دوا ایک ہزار روپے کی ہے، مبلغ ایک ہزار روپے کا منی آرڈر ہمارے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں، آپ کی دوا آپ کے گھر پہنچ جائے گی۔

اکمل، اٹک سے لکھتے ہیں کہ میں خط میں پیسے رکھ کر منی آرڈر کررہا ہوں ایک عدد بریسٹ بیوٹی ارسال کردیں۔

محترم آپ کے لفافے سے کوئی رقم برآمد نہیں ہوئی۔ ہمیشہ لکھا گیا ہے کہ رقم منی آرڈر کے ذریعے ہمارے کلینک کے نام پتے پر ارسال کریں پھر بھی آپ لوگ غلطیاں کرتے ہیں اور اپنی رقم سے محروم ہوجاتے ہیں۔

منی آرڈر کرنے کا پتا

ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کلینک

ایڈریس: دکان نمبر C-5، کے ڈی اے فلیٹس، فیز 4 شادمان ٹاؤن نمبر 2 سیکٹر B-14 نارتھ کراچی۔ 75850 فون نمبر: 021-36997059

صبح 10 تا 1 بجے شام 6 تا 9 بجے۔

خط لکھنے کا پتا:

آپ کی صحت ماہنامہ آنچل کراچی پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی۔

کام کی باتیں

حنا احمد

ذیل میں مخصوص عطریات کے نام ہیں ان کے خواص اور ان کے فوائد پیش کیے جارہے ہیں

عطر گلاب

ہر کوئی اس پھول سے واقف ہے۔ اس کی بے شمار اقسام ہیں۔ عطر گلاب کے شگفتہ پھولوں سے کشید کیا جاتا ہے۔ اس کی خوشبو خواب آور ہے۔ مقوی دل و دماغ ہے۔ بے خوابی کے عارضے کو دور کرتی ہے۔ مصفیٰ خون ہے۔ درج ذیل عارضوں میں اس عطر کی خوشبو جادو کا اثر رکھتی ہے۔ ضعف دماغ و نسیان' جنون' مالیخولیا' اختلاج قلب' آشوب چشم' ضعف بصارت' خارشِ چشم' دافع نکسیر' کثرت عطش' دافع قبض' ضعفِ قلب' ہذیان' غشی میں عطر گلاب کا لخلخہ سونگھانے سے غشی دور ہوتی ہے۔

عطر چنبیلی

اس عطر کی خوشبو دافع بے خوابی ہے۔ سکتہ کو دور کرتی ہے۔ نیند آور ہے۔ بہترین ملذذ ہے۔ سرسام کے مریض پر اچھے اثرات چھوڑتی ہے۔ جنسی طور پر سرد عورت کی جنسی سرد مہری دور کرتی ہے۔

عطر موتیا

اس کی خوشبو خون کی حدت کو کم کرتی ہے۔ کن پیڑوں میں مفید ہے۔ خونی بواسیر کی بیماری میں اسے سونگھنے اور کپڑوں میں لگانے سے فائدہ ہوتا ہے۔ بہترین ملذذ ہے۔

عطر حنا

اس کی خوشبو مقوی باہ ہے۔ بہترین طلاء و ملذذ ہے۔ کپڑوں میں لگانے کے لیے بڑی مفید ہے۔ جذبات انگیز ہے۔

عطر خس

اگر اس خوشبو کو اکثر کپڑوں میں لگایا جائے اور سونگھا جائے تو مندرجہ ذیل امراض کو کافی حد تک دور کرتی ہے۔ ہسٹریا' اور لیکوریا میں نافع ہے۔ دافع احتلام و جریان ہے۔ سرعت انزال اور ضعف لذت جماع کو دور کرتی ہے۔

عطر رات کی رانی

یہ خوشبو اعصابی تناؤ' ذہنی تھکاوٹ اور اختلاج قلب کو دور کرتی ہے۔ ذہنی وقلبی سکون پیدا کرتی ہے۔ خواب آور ہے۔ جذبات انگیز ہے۔ اس خوشبو کو سونگھتے رہنا اور کپڑوں میں لگائے رکھنا یکسر مفید ہے۔

عطر یاسمین

تپ محرقہ کی ابتدائی کیفیت میں اس خوشبو کو سونگھنا یا کپڑوں میں لگانا بہت مفید ہے۔ یہ خوشبو پرانے قرحوں' سوزاک' آتشک' جذام' گنٹھیا' خنازیر یعنی کنٹھ مالا کے لیے مفید ہے۔

عطر نرگس

خواب آور خوشبو ہے۔ اعصابی تناؤ کو دور کرتی ہے۔ جملہ اعصابی عارضوں میں مفید ہے۔ برص' جذام' چنبل اور عضلات کے درد میں مفید ہے۔ سیلان الرحم میں مفید ہے۔ اس کی خوشبو کو سونگھنے یا لگانے سے جملہ امراض میں افاقہ ہوتا ہے۔

مولسری

مانع اسقاط حمل ہے۔ جذبات انگیز ہے۔ اختناق الرحم میں عارضہ کو دور کرتی ہے۔ کثرت حیض' درد حیض' ورم پستان کے عارضے میں اس خوشبو کو سونگھنا اور لگانا یکسر مفید ہے۔ دوران خون پر بھی اس کے اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں ملذذ ہے۔

عطر بیلا

یہ خوشبو مزاج میں ہیجان پیدا کرتی ہے۔ شہوانی جذبات کو ابھارتی ہے۔ دوران خون کو تیز کرتی ہے۔ بے خوابی پیدا کرتی ہے دل ودماغ میں انتشار پیدا کرتی ہے۔

جوہی

درد گردہ' درد مثانہ' ورم خصیہ' ذیابیطس' بواسیر ریاحی' بواسیر خونی' بھگندر اور بے خوابی کو دور کرتی ہے۔ ان عوارض میں اس خوشبو کو لگانا اور سونگھنا یکسر مفید ہے۔

عطر کرنا

اس کو نزولی پرفیوم بھی کہتے ہیں۔ اس کو سونگھنے یا لگانے سے درج ذیل فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

دافع یرقان ہے' کرم شکم کو زائل کرتی ہے۔ بدہضمی کو دور کرتی ہے۔ ورم جگر اور ورم معدہ میں مفید ہے۔ اسہال وپیچش میں نافع ہے۔ اختلاج قلب کو دور کرتی ہے۔ متلی اور قے میں مفید ہے۔ ابکائیاں آرہی ہوں تو اس کی خوشبو سونگھنے سے قے بند ہوجاتی ہے۔

عطر کیوڑا

یہ خوشبو مقوی اعضائے رئیسہ ہے۔ دل ودماغ کو ازحد فرحت دیتی ہے۔ بے خوابی دور کرتی ہے۔ دافع اختلاج قلب ہے۔ خنازیر پر اثر انداز ہوتی ہے۔ ذہنی وقلبی ہیجان دور کرتی ہے۔ ہائی بلڈ پریشر کو کم کرتی ہے۔ سکون وچین دیتی ہے۔

مشک (کستوری)

دافع مراق ہے۔ پاگل پن کو دور کرتی ہے۔ دوران خون کو تیز کرتی ہے۔ دافع فالج ولقوہ ہے۔ جذبات انگیز ہے۔ اعصابی کمزوری کو دور کرتی ہے۔ نمونیا میں اکسیری اثر رکھتی ہے۔ رعشہ وتشنج کو دور کرتی ہے۔ دافع مرگی ہے۔ جنسی رو کو تیز کرتی ہے۔ کمزور مرد کو طاقت دیتی ہے۔ اسے سونگھنا اور لگانا نزلہ زکام میں مفید ہے۔ دافع مالیخولیا' مراق اور نسیان ہے۔

عنبر

یہ خوشبو دافع مالیخولیا اور ذہنی انتشار ہے۔ دماغی کمزوری کو دور کرتی ہے۔ ہسٹریا اور لیکوریا میں مفید ہے۔ دافع مرگی ہے۔ سرسام میں مفید ہے۔

(عائشہ وہالہ سلیم.....کراچی)

بالوں کی حفاظت اور افزائش

آج کل اکثر خواتین کو بال گرنے کی شکایت رہتی ہے' اس کی بڑی وجہ گرمی اور دھوپ ہے۔ دھوپ دماغ پر بہت برے اثرات مرتب کرتی ہے جس کی وجہ سے ذہنی کمزوری کے باعث بال گرنے لگتے ہیں۔

آئل بالوں کے لیے ایک ٹانک کی حیثیت رکھتا ہے ذہنی کمزوری دور کرنے کے لیے آئل بہت مفید ہے۔

بالوں کی افزائش کے لیے ہفتے میں ایک بار حنا داش لازمی کرنا چاہیے اور سر کی گرمی بال لانبے' گھنے اور چمکدار بنانے کے لیے حنا میں آملے پیس کر ملالیں اور سر میں 3 گھنٹے کے لیے لگا رہنے دیں۔ کچھ ہی عرصے میں آپ واضح فرق محسوس کریں گی۔

گرتے ہوئے بالوں کے لیے دہی میں انڈا اور سرسوں کا تیل ملا کر لگائیں' انشاءاللہ افاقہ ہوگا۔

آملہ' ریٹھا' سیکا کائی ہم وزن لے کر رات کو پانی میں بھگولیں۔ صبح پیس کر سر میں لگالیں' بال گھنے اور چمکدار ہوجائیں گے۔

لانبے بالوں کے لیے دہی میں کلونجی ملا کر لگالیں۔

سر میں خشکی' سکری دور کرنے کے لیے مہندی میں کلونجی ملا کر لگالیں۔

جوئیں ختم کرنے کے لیے نیم کے چند پتے لیں اور پانی میں بوائل کرلیں' اس پانی میں سر دھوئیں۔

(صباء عشل.....بھاگووال)